افادۃ الافہام

حصہ اول

تالیف

حقائق آگاہ فقاہت دستگاہ حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ
امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ بانی جامعہ نظامیہ

ناشر
مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ
حیدرآباد الہند

اللھم انا نعوذبك من علم لا ینفع و من قلب لا یخشع

بحمد اللہ العزیز العلام کتاب نور افزائے بصیرت اہل اسلام
بکشف حقیقت ازالۃ الاوہام موسُوم بہ

مفاتیح الاعلام

اعنی

افادۃ الافہام

حصہ اول

مؤلفہ

حقائق آگاہ فقاہت دستگاہ حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ
امام محمد انوار اللہ فاروق فضیلت جنگ، علیہ الرحمۃ بانی جامعہ نظامیہ

باہتمام

بزمِ علم و عرفان، حیدرآباد۔ دکن

ناشر: مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔ الہند

تفصیلات کتاب

نام کتاب : افادۃ الافہام (حصہ اول)

مؤلف : شیخ الاسلام حافظ امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ

بہ مسّرت : صدسالہ عرس مبارک شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ

صفحات : 384

سنہ اشاعت: بار سوم جمادی الاولیٰ 1436ھ م مارچ 2015ء

باہتمام : بزم علم وعرفان، حیدرآباد۔دکن

ناشر : مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔الہند

کمپوزنگ : انوار گرافکس 9390045494

مطبع : ابوالوفاء الافغانی رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ نظامیہ

قیمت : -/300

ملنے کے پتے

دفتر مجلس اشاعت العلوم، جامعہ نظامیہ

حیدرآباد ۵۰۰۰۶۴ ٹی۔ایس (الہند)

فون: 24576772 / 24416847 فیاکس: 0091 40 24503267

ویب سائٹ : www.jamianizamia.org

ای میل : fatwa@jamianizamia.org

fatwajamianizamia@yahoo.com

دفتر بزم علم وعرفان، بمکان مولانا مفتی محمد عبد القدوس صاحبؒ، بشارت نگر، کالا پتھر، حیدرآباد

9848707173, 9394483652, 9393099458

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر۔040-64534568

شیخ الاسلام لائبریری اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن، نزد جامعہ نظامیہ حیدرآباد، 9701223435

دکن ٹریڈرس، چارمینار، حیدرآباد۔040-64534568

کاظم سیریز، چارمینار، حیدرآباد، 9177396593

فہرست

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، و الصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین و علی الہٖ

الطیبین الطّاھرین و اصحابہ الأکرمین اجمعین۔ اما بعد

ناظرین یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد آپس میں اختلاف اور انتشار کو پھیلایا تا کہ ان کی حکومت مضبوطی سے چل سکے۔ خصوصاً مسلمانوں میں اپنی اس سازش کو بڑی شد و مد سے جاری کیا اور قادیانی فرقہ اسی سازش کا نتیجہ ہے۔ یہ فرقہ وجود میں آنے کے بعد ہندوستان کے ہر گوشہ سے اس کی مخالفت کی گئی جلسے کئے گئے، کتابچے، رسائل لکھے گئے تا کہ مسلمانوں کو بتلایا جائے کہ یہ فرقہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کے دام فریب میں نہ آئے۔ دکن میں حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فرقہ کی تردید میں تین کتابیں لکھیں (1) افادۃ الافہام حصہ اول و (2) دوم (3) انوار الحق حضرت العلام نے مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب، خیالات اور حالات کا تفصیلی جائزہ لیا۔ اُن کی کتابوں سے اخذ کردہ اقتباسات کو لکھتے ہوئے اس کے جوابات لکھے۔ جس کی وجہ سے اس فرقہ کی باطل بنیاد منہدم ہوگئی اور ان کتابوں کا کوئی جواب ان کی جانب سے آج تک نہیں دیا جاسکا۔ یہ کتابیں تمام ریسرچ اسکالرس کے لئے ہدایت و رہنمائی کا کام دیتی ہے کیونکہ اتنا تفصیلی مواد اور اس کے پورے تفصیلی جوابات کسی اور جگہ نہیں ملتے۔ یہ کتابیں عرصہ دراز پہلے مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ سے شائع ہوئی اور فتنۂ قادیانیت کے ابطال و انسداد میں بہت کارگر رہی۔ اس کی مانگ عرصہ دراز سے ہو رہی تھی لیکن مجلس اشاعت

العلوم مالیہ کی قلت کی وجہ سے شائع نہ کرسکی۔اب فارغین جامعہ کی تنظیم بزم علم وعرفان نے بارسوم اس کی طباعت کا اہتمام کیا ہے ان شاء اللہ یہ کتابیں تیسری مرتبہ زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آجائے گی تو اس سے علماء، طلباء اور عوام کو فائدہ ہوگا۔دعا ہے کہ بزم علم وعرفان کے ارکان واحباب کی یہ خدمت رب العزت قبول فرمائیں اور انہیں جزائے خیر دے۔آمین۔

بجاہ سید الانبیاء والمرسلین۔وصلی اللہ علیہ و اٰلہٖ و صحبہ وسلّم

(مفکرِ اسلام) مفتی خلیل احمد (صاحب قبلہ)
شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ
۴/۳/۲۰۱۵ء

تقریظ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء ورسلہ والہ وصحبہ اجمعین ۔اما بعد:

دین قیم کے بنیادی اسلامی عقائد میں عقیدۂ ختم نبوت بھی داخل وشام ہے۔اس کے اقرار و اظہار کے بغیر ایمان قابل اعتبار نہیں۔فتحِ باب نبوت اور ختمِ دور رسالت حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم سے منسوب ومتعلق ہے کسی اور سے نہیں۔اسلامی تاریخ میں اس عقیدہ حقہ کو متزلزل متغیر ومتبدل کرنے کی کوششیں کی گئیں۔عہد رسالت و مابعد عہد رسالت، امت نے نہ مسیلمہ کذاب کو اور نہ مسیلمہ پنجاب کو تسلیم کیا بلکہ عالمی سطح پر اس فتنہ کا رد کافی وشافی کیا۔زیر مطالعہ کتاب ''افادۃ الافہام'' اسی سلسلہ کی زرین واولین کڑی ہے۔فتنۂ قادیانیت کے سلسلہ میں ہزار ہا کتابیں لکھی گئیں یہ کتاب حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے، کیوں نہ ہو اس کے مصنف مجدد و مصلحِ امت، خیر خواہِ ملت، اہم اہلِ سنت حضرۃ الامام الشاہ محمد انوار اللہ الفاروقی چشتی قادری قدس اللہ سرہٗ العزیز بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد ہیں۔یہ کتاب ایک عرصہ سے نایاب وکمیاب ہوگئی تھی اب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے صد سالہ عرس سراپا قدس کے موقع پر جامعہ نظامیہ کے فارغین و فاضلین کی تنظیم بزم علم وعرفان حیدرآباد، دکن کے تعاون سے شائع ہوکر باذوق قارئین کے ہاتھوں میں آرہی ہے۔اس قابل تحسین و لائق تقلید کام پر ناشر معاونین اور تمام اصحاب، قابل مبارکباد اور اللہ پاک کی جانب سے جزائے خیر کے مستحق ہیں۔ان اللہ لایضیع اجرالمحسنین فقط۔

(حضرت علامہ) مفتی محمد عظیم الدین (صاحب قبلہ)

صدر المفتین جامعہ نظامیہ

۴/ ۳/ ۲۰۱۵ء

حامدًا و مصلّیًا و مسلمًا

اہل اسلام کی خدمت میں گذارش ہے کہ جناب مولوی مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب ازالۃ الاوہام ایک مبسوط کتاب ہے جس کے تقریباً ہزار صفحے ہیں اگر اس کا جواب لکھا جائے تو کئی جلدوں میں ہوگا۔ اس لئے تضیع اوقات کے لحاظ سے علماء نے اس طرف توجہ نہیں کی، اس عاجز نے مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ پر عمل کرکے اُس کے چند ضروری قابل توجہ مباحث میں بحث کی جس کے مضامین کی فہرست یہ ہے۔ اور بمناسبت مقام چند فوائد اضافہ کئے گئے۔

رموز فہرست

ق ۔ قرآن شریف

م ۔ مرزا صاحب کا قول

ی ۔ براہین احمدیہ مؤلفہ مرزا صاحب

ک ۔ الذکر الحکیم مؤلفہ ڈاکٹر مولوی عبدالحکیم صاحب

ص ۔ صفحہ افادۃ الافہام، حصۂ اول

ح ۔ حدیث شریف

ل ۔ ازالۃ الاوہام، مؤلفہ مرزا صاحب

ع ۔ عصائے موسیٰ، مؤلفہ منشی الٰہی بخش صاحب

س ۔ مسیح الدجال، مؤلفہ ڈاکٹر صاحب ممدوح

ف ۔ صفحہ افادۃ الافہام، حصۂ دوم

واضح رہے منشی الٰہی بخش صاحب مولف عصائے موسیٰ وہ شخص ہیں کہ مدتوں مرزا صاحب کی رفاقت میں رہ چکے ہیں اور مرزا صاحب نے اُن کی تعریف ضرورۃ الامام میں کی ہے کہ بے شر انسان نیک بخت متقی پرہیز گار ہیں اور فرمایا ہے کہ ابتدا سے ہمارا اُن کی نسبت نیک گمان ہے اور اخیر میں یہ دعا فرمائی ہے کہ: خدائے پاک اُس کے ساتھ ہو۔ ۳ع

اور ڈاکٹر صاحب ممدوح کی ''نسبت مرزا صاحب اول المومنین'' فرمایا کرتے تھے اور اُن کی نکتہ چینیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور قبول فرمایا کرتے تھے اُن کے ذہن کو نہایت رسا اور فہم کو نہایت سلیم فرمایا کرتے تھے۔ ک ۳۱

مرزا صاحب نے اُن کی تفسیر کی بھی تعریف کی کہ: نکات قرآنی خوب بیان کئے ہیں نہایت عمدہ ہے شیریں بیان ہے دل سے نکلی اور دلوں پر اثر کرنیوالی ہے۔ فصیح وبلیغ ہے۔ ک ۵۴

مرزا صاحب کے دھوکہ دینے والے اقرار واقوال

م۔ فلسفی قانون قدرت سے اوپر اور ایک قانون قدرت ہے۔	ف ۳۴۴
م۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الرسل ہیں	ص ۱۱
م۔ نیچریوں کو خدا اور رسول کے قول کی عظمت نہیں۔	ص ۵۴
م۔ جو بات نیچریوں کی سمجھ میں نہیں آتی محال کہہ دیتے ہیں۔	ص ۲۷۱
م۔ بجز خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی ہادی و مقتدا نہیں۔	ص ۲۸۷
م۔ محبت حضرت کی ضروری ہے۔	ص ۱۱
م۔ عقل سے حکمت وقدرت الٰہی کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔	ص ۸۰
م۔ وحی رسالت منقطع ہے۔	ص ۱۱

م۔قرآن مکمل ہے اس کے بعد کسی کتاب کی ضرورت نہیں۔	ص ۱۱
م۔قرآن کا ایک لفظ کم وزائد نہیں ہوسکتا۔	ص ۲۵
م۔قرآن کی خبر قطعی ہے۔	ص ۴۴
م۔بغیر قرآن کے واقعات معلوم نہیں ہوسکتے	ص ۱۰۶
م۔ہماری نجات قرآن پر موقوف ہے۔	ی ۹۲
م۔شریعت فرقانی مکمل اور مختتم ہے۔	ی ۱۰۹
م۔قرآن کے حافظ ہزار ہا تفسیریں ہیں	ی ۱۱۰
م۔مومن کا کام نہیں کہ تفسیر بالرّ ائے کرے۔	ل ۳۲۸
م۔تفسیروں کی وجہ سے قرآن کا محرف ہونا محال ہے۔	ص ۱۱
م۔نصوص ظاہر پر محمول ہیں	ف ۱۱۷
م۔نئے معنی گھڑ لینا الحاد وتحریف ہے	ص ۵۹
م۔قرآن کے خلاف الہام کفر ہے۔	ص ۱۸۵
م۔نیا الہام شریعت کا نازل ہونا محال ہے۔	ی ۱۱۱
م۔الہام مخالف شریعت حقّہ ہو نہیں سکتا۔	ی ۲۴۵
م۔کشف میں شیطان کی مداخلت ہوتی ہے۔	ص ۱۸۵
م۔انجیل الہامی کتاب نہیں اسی نے لوگوں کو گمراہ کیا۔	ص ۵۰
م۔عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر گمراہی کو نیست ونابود کردیں گے۔	ص ۱۵
م۔میں برخلاف تعلیم اسلام کے کسی اور نئی تعلیم پر چلنے کیلئے مجبور نہیں کرتا	ص ۲۸۷
م۔سوائے مسئلۂ نزول عیسیٰ کے کسی مسئلے میں مجھے خلاف نہیں۔	ص ۳۰۹
م۔بخاری اور مسلم کو میں مانتا ہوں	ف ۲۱۷

م۔ضعیف حدیث بھی اعتبار کے قابل ہے ف ۱۳۵

م۔جو حدیث قرآن کو بسط سے بیان کرے قابل قبول ہے۔ ف ۳۴۳

م۔سلف کی شہادتیں خلف کو ماننی پڑتی ہیں۔ ف ۱۶

م۔امام سیوطی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تصحیح احادیث کر لیتے تھے۔ ف ۲۹۹

م۔مسیح کے نزول کا عقیدہ دین کا رکن نہیں۔ ل ۱۴۰

م۔میں تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں ص ۲۸۷

م۔میں اپنے مخالفوں کو کاذب نہیں کہتا ص ۲۳۸

م۔مسلمانوں کا مشرک ہونا محال ہے۔ ص ۱۲ ی ۱۱۰

م۔مسلمانوں کا تزلزل ممکن نہیں ی ۱۱۰

م۔جھوٹ کہنا شرک ہے ف ۲۵۰

فضائل وکمالات کے دعوے

م۔میں واصل حق ہوں وقت واحد میں رو بخلق و خالق ہوں سیر الی اللہ و فی اللہ سے فارغ ہوں ص ۴۶

م۔حقائق و معارف قرآن خوب جانتا ہوں۔ ص ۵۶ ف ۱۰۲

م۔خلیفہ ہوں خلافت الٰہی مجھے عطا ہوئی ص ۲۱ ف ۵۰

م۔مجدد ہوں ف ۵۲

م۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نائب ہوں ف ۵۲

م۔حارث ہوں جو امام مہدی کی مدد کو نکلے گا۔ ف ۵۲

م۔مہدی ہوں ف ۵۳

م۔امام الزماں ہوں۔ ف ۱۴

م۔امام حسین رضی اللہ عنہ سے مشابہت رکھتا ہوں۔ ص ۳۰۲

م۔امام حسین ؓ سے افضل ہوں — ف ۵۳

م۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہوں — ع ۷ ۱۴

کرشن جی ہونے کا بھی دعویٰ ہے۔ — ف ۵۶

م۔مثیل آدم ونوح و یوسف وداؤ و موسیٰ و ابراہیم علیہم السلام ہوں — ف ۵۳

م۔ظلی طور پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں — ف ۵۳

م۔معراج حضرت کا کشفی طور پر تھا ایسی کشفوں میں تجربہ کار ہوں — ف ۱۹۴

م۔بعض نبیوں سے افضل ہوں — ع ۷ ۱۴

م۔عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہوں — ف ۵۳

م۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہونے کا بھی کنایۃً دعوی ہے — ع ۸ ۱۴

م۔قرآن اُٹھالیا گیا تھا ثریا سے اُس کو میں نے لایا ہے۔ — ف ۲۹۷

م۔میرے مسیح ہونے کا سارا قرآن مصدق ہے

اور تمام احادیث صحیحہ شاہد ہیں۔ — ص ۷ ۲۳

م۔حقیقت انسانیہ پر فنا طاری ہوگئی اس لئے میں آیا ہوں۔ — ص ۲ ۷

م۔میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں — و ۵۳

م۔خدانے مجھے بھیجا ہے — ص ۲۸۶

م۔خدانے قرآن میں جو فرمایا ہے مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ

احمد سو وہ رسول میں ہوں — ف ۵۳

م۔سچی وحی مجھ پر اترتی ہے — ف ۵۳

م۔میرے معجزے انبیاء کے معجزوں سے بڑھ کر ہیں — ف ۵۳

م۔میری پیشگوئیاں نبیوں کی پیشگوئیوں سے زیادہ ہیں — و ۲۵۱

م۔ میرے معجزوں کا انکار سب نبیوں کے معجزوں کا انکار ہے ف ۲۵۱

م۔ میرا منکر کافر اور مردہ ہے ف ۵۴

۔ میرے فعل پر اعتراض کرنا کفر ہے ف ۵۵

م۔ جو میری مخالفت کرے وہ دوزخی ہے ف ۵۱

م۔ میرے منکر پر سلام نہ کرنا چاہئے ف ۲۵۱

م۔ میرے منکر کے پیچھے نماز حرام ہے

م۔ کل مسلمان جو میرا اقرار نہیں کرتے اسلام سے خارج ہیں۔ ص ۵

م۔ میری جماعت دوسرے مسلمانوں سے رشتہ ناطہ کرے تو وہ میری
جماعت سے خارج ہے س ۵

م۔ میری تکذیب کی وجہ سے خدا نے طاعون بھیجا ف ۵۴

م۔ میری امتی پر عذاب نہ ہوگا ص ۲۲

م۔ میرا امتی جنتی ہے ص ۲۲

ان کے مریدان کو خاتم الانبیاء لکھتے ہیں ص ۳۰۲

ان کے خاندان کو خاندان رسالت اور ان کی بیوی کو ام المومنین لکھتے ہیں س ۴۱

م۔ الہام ہوا کہ ابن مریم میری اولاد میں ہے ف ۵۶

م۔ الہام ہوا کہ آسمان سے اترنے والا ابن مریم میرا بیٹا ہے ف ۵۶

م۔ اُس فرزند کا آسمان سے اترنا اللہ کا اترنا ہے ف ۵۶

ان الہاموں کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ ابن مریم کلمۃ اللہ روح اللہ جو آسمان سے اترنے والا ہے وہ میرا بیٹا ہے۔ مرزا صاحب نے جب سے عیسویت کا دعویٰ کیا ہے اہل اسلام اُن کو تنگ کرتے تھے کہ احادیث سے ثابت

ہے کہ عیسیٰ موعود ابن مریم روح اللہ کلمۃ اللہ ہوں گے جس سے وہ بمقتضائے طبیعت کمال غضب میں تھے ہر چند اُن کو جادوگر وغیرہ قرار دیا مگر اُس سے بھی تسکین نہ ہوئی اس لئے کہ عام طور پر کفار انبیاء کو ساحر کہا ہی کرتے تھے البتہ اب غصہ کسی قدر فرو ہوا ہوگا کیونکہ اب کھلے طور پر کہہ دیا کریں گے کہ جس عیسیٰ کو تم موعود کہتے ہو وہ تو میرا بیٹا ہے عقلا اگر گالی بھی دیتے ہیں تو اس تدبیر سے کہ اُس کو مدلل بنا دیتے ہیں دیکھ لیجئے اب اگر کوئی ان کی عیسویت نہ مان کر عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے لے تو صاف کہہ دیں گے کہ وہ تو میرا بیٹا ہے اور اگر کسی نے کچھ کہا تو جواب آسان ہے کہ اس میں میرا کیا قصور خود تمہارے خدا نے ایسا ہی فرمایا ہے اور اُس کا ماننا تم پر فرض ہے اور حدیثوں کا جواب تو پہلے ہی ہو چکا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کشف میں غلطی ہوئی۔

خدا مجھ سے قریب ہو کر باتیں کرتا ہے — ف ۵۳

م۔ خدا مجھ سے باتیں کرنے کے وقت منہ سے پردہ اتار دیتا ہے — ص ۲۹۸

م۔ خدا مجھ سے ٹھٹھے کرتا ہے — ص ۲۹۸

م۔ کن فیکون مجھ کو دیا گیا ہے — ص ۵۳

م۔ جس سے میں خوش ہوں خدا خوش ہے اور جس سے میں ناراض ہوں خدا ناراض ہے — س ۴۵

م۔ میرے الہام دوسروں پر حجت ہیں — ص ۱۶۳

بذریعۂ الہام خدا نے اُن سے کہا

م۔ یا ایہا المدثر — ص ۳۴

م۔ یرفع اللہ ذکرک — ص ۳۴

م۔تیرے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت ہوگئی ص۲۱

م۔انافتحنالک فتحاً مبینا ص۳۴

م۔اعمل ماشئت یعنی جو جی چاہا کر ص۲۱

م۔یااحمدانااعطیناک الکوثر ی۵۱۷

م۔لولاک لما خلقت الافلاک یعنی نہ ہوتا تو آسمانوں کو نہ پیدا کرتا س۱۱

م۔تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں س۱۱

م۔تیرے دین کے آنے سے دین باطل و نابود ہوگیا۔ ص۳۴

م۔جو دعا تو کرے گا میں قبول کروں گا ص۲۱۵

م۔تو میری اولاد کے ہم رتبہ ہے۔ ف۵۳

م۔تو اشجع الناس ہے۔ ی۲۴۱

م۔تیرا نام تمام ہوگا میرا نام ناتمام رہے گا۔ ی۲۴۲

م۔عرش پر خدا تیری حمد کرتا ہے۔ س۱۱

م۔وماارسلناک الارحمۃ للعالمین ی۵۰۶

اُن کے خدا نے اُن سے کہا کہ تمام مسلمانوں سے قطع تعلق کرو۔ ک۹

مرزا صاحب کے اوصاف وحالات

مرزا صاحب کے خاندان میں حکومت رہی ہے جس کے وہ طالب ہیں ص۸

چنانچہ مرزا صاحب کے بھائی مرزا امام الدین صاحب لال بیگیوں کی امامت اور مامور من اللہ ہونے کے مدعی ہیں۔ ع۳۰۸

نشوونما مرزا صاحب کی مذاہب باطلہ کی کتابیں دیکھنے میں ہوئی جس کا یہ نتیجہ ہوا ص۹

مرزا صاحب سید احمد خان صاحب سے بھی زیادہ عقلمند نکلے۔ ص۱۱۴

قرآن واسلام کی توہین اخباروں کے ذریعہ سے کیجاتی ہے۔ ک ۷

مرزا صاحب کا باطل پر ہونا انہی کے الہام سے ثابت ہوگیا۔ ص ۱۷۷

خود مرزا صاحب نے اپنے مردود وملعون وکافر وبے دین وخائن ہونے کا فیصلہ کردیا۔ ص ۲۱۷

قوائے شہوانیہ وغضبانیہ کے غلبہ کے وقت قرآن کی مخالفت کرنا مرزائی دین میں امر مسنون ہے۔ ص ۴۰۸

لکھا ہے کہ مرزائیوں میں جو پہلے آوارہ بدچلن رنڈی باز راشی تھے اب بھی ویسے ہی ہیں فیضان صحبت کچھ بھی نہیں۔ ک ۳۰

مرزائیوں میں بجائے پرستش باری تعالی کے گویا مرزا صاحب کی پرستش قائم ہوگئی اور تسبیح و تقدیس وتحمید وتمجید قریب قریب مفقود ہوگئی۔ ک ۱

عام طور پر مرزائیوں کا یہ مذاق ہوگیا ہے کہ مسیح آیا اور مسیح مرگیا یہاں تک کہ ایک صاحب نے تو صاف کہہ دیا کہ جس حمد کے ساتھ مرزا صاحب کا ذکر نہ ہو وہ شرک ہے۔ ک ۲۵

اس شرک کے معنیٰ یہ تو نہیں ہوسکتے کہ خدا کے ساتھ ان کو شریک کرنا ہے اس لئے کہ ان کا ذکر نہ ہوتا تو عین توحید الٰہی ہے۔ بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ ان کے حمد کے مقام میں خدا کی حمد مرزا صاحب کی توحید میں فرق ڈالنے والی ہے جو عین شرک ہے۔ حضرات کیا اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ مرزا صاحب کون ہیں۔

لکھا ہے کہ مرزا صاحب کے مشرکانہ الہام یا تو کثرت مشک وعنبر وٹھرکنبا ودیگر محرکات ومفرحات کا نتیجہ ہے جو آپ ہمیشہ بکثرت استعمال کرتے رہتے ہیں یا مرض ہسٹریا کا نتیجہ ہے جس میں آپ مدت سے مبتلا ہیں کیونکہ اس مرض سے فاسد خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ ک ۵۱

یہ ڈاکٹر صاحب کی تشخیص ہے اور علماء کی تشخیص یہ ہے **حب الدنیا رأس کل خطیئۃٍ**۔

خلاف بیانی

مرزا صاحب نے جو لکھا ہے کہ چارسو نبیوں کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ سو اس کا غلط ہونا توریت وغیرہ

سے ثابت ہوگیا کہ وہ بت پرست اور مندروں کے پجاری تھے۔ ع ۷ ۲۳

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے ہاتھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں بیعت کی حالانکہ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی۔ ع ۷ ۳۵

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجدد سرہندیؒ کے طفیل سے خلیل اللہ کا مرتبہ ملا۔ حالانکہ مجدد صاحب تصریح کرتے ہیں کہ حضرت کی کمال متابعت سے کمال حاصل ہوا اور حضرت کے خادم سے بڑھ کر اپنے کو کوئی رتبہ حاصل نہیں ع ۷ ۳۵

الہام بیان کیا کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا پھر جب وہاں کے چوہڑوں میں طاعون کی کثرت ہوئی تو اس سے انکار کر گئے۔ ص ۲۲۳

قسم کھا کر کہا کہ خدا نے مجھ سے فرمایا کہ اگر مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح کسی دوسرے سے ہوجائے تو تین سال کے اندر اس کا شوہر اور باپ مرجائیں گے حالانکہ دوسرے کے ساتھ نکاح بھی ہوا اور سالہائے سال سے وہ خوش وخرم ہیں۔ ص ۲۰۵

لکھا ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر مرے اور یہ بھی لکھا کہ وہ کشمیر میں آ کر مرے ان دونوں میں سے ایک بات ضرور خلاف واقع ہے بلکہ دونوں۔ ص ۲۸۰

موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیانی مدّت چودہ سو سال لکھا ہے حالانکہ سولہ سوسترہ سال ہے۔ ف ۴۵

ان کا دعویٰ ہے کہ میرے سوا کسی مسلمان نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا حالانکہ کرمیتہ نے یہ دعویٰ کر چکا ہے ف ۵۴۰

اپنی نشانی قرار دی کہ حج بند ہوگیا۔ حالانکہ کسی سال بند نہیں ہوا۔ ع ۳۹۴

مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلے میں ایک پیشگوئی بھی ثابت نہ کر سکے جس سے ظاہر ہے کہ پیشگوئیوں کے وقوع کے کل دعوے خلاف واقع ہیں۔ ف ۲۴۹

ان کے سوائے اور بہت ہیں چنانچہ منجملہ ان کے چند صفحات ذیل میں مذکور ہیں۔

ف ۴۷ ف ۸۲ ف ۱۰۷ ف ۱۲۴ ف ۱۴۴ ف ۱۶۹ ف ۲۹ ف ۱۸ ۳۱۸ ص ۱۸۱ ص ۱۸۶

اشتہار میں غلط مشتہر کیا کہ محمد حسین صاحب نے اپنی نسبت جو فتوی لکھا تھا اُس کو منسوخ کیا ص ۲۱۴

اشتہار دیا کہ براہین احمدیہ کے تین سو جز تیار ہیں چنانچہ اُس کی پیشگی قیمت بھی وصول کرلی اور تخمیناً پینتیس (۳۵) جز چھاپ کر ختم کردیا ف ۴۰

ایک مقدمہ ان پر دائر ہوا اُس میں اپنی برأت کے لئے غلط بیانات وخلاف واقعات چھپوا کر پیش کئے جس میں بعض پیشگویوں مشتہرہ وزبانی سے بھی انکار فرمایا۔ ع ۶۱ ۴

انہوں نے کشف الغطا میں لکھا ہے کہ انیس (۱۹) سال سے سرکار گورنمنٹ کی خدمت کررہا ہوں پھر آٹھ مہینے کے بعد ستارۂ قیصر میں چھاپ دیا کہ تئیس (۲۳) سال سے خدمت کررہا ہوں۔ ع ۴۷

مسٹر آتھم کے معاملے میں سراجلاس عدالت میں اپنی خلاف بیانی کا اقرار کرلیا ص ۱۸۹

اس کے بعد اُن کا وہ قول بھی ملاحظہ ہو جو فرماتے ہیں کہ جھوٹ شرک ہے۔

قسمیں

قسم کھائی کہ اب کسی سے مباحثہ نہ کریں گے اس کے بعد اعلان دیا کہ علماء مباحثہ کے لئے آئیں اور جب آئے تو گریز کیا۔ ص ۲۳۴

م۔ کہا کہ پندرہ مہینوں میں مسٹر آتھم مرے گا اور جہنم میں ڈالا جائے گا خدا کی قسم ہے کہ اللہ جل شانہ ایسا ہی کرے گا۔ پھر وہ مدت گذر گئی اور وہ نہ مرا۔ ص ۱۶۶

م۔ خدائے تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس بات میں سچّا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا۔ اور اگر دوسرے سے ہوا تو تین سال کے اندر اس کا شوہر اور باپ مرجائے گا۔ حالانکہ نکاح ہوکر پندرہ سولہ سال ہوگئے اور اب تک شوہر زندہ اپنی زوجہ کے ساتھ خوش وخرم ہے ص ۲۰۵۔ ۱۹۴

م۔خدایا میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ اگر تین سال میں کوئی ایسا نشان تو نہ دکھلائے جو انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو تو میں اپنے آپ کو مردود وملعون کافر بے دین اور خائن سمجھ لونگا پھر باوجود یکہ کوئی ایسا نشان ظاہر نہ ہوا مگر اب تک وہ اپنے کو ملعون وکافر وغیرہ نہیں سمجھتے۔ ص ۲۱۷

م۔حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں۔مگر ضرورت کے وقت ایک بھی اثر ندارد۔ ع ۲۹۱

مہدی کی حدیث اپنے پر منطبق کرنیکی غرض سے حاضرین جلسہ کی فہرست مرتب کر کے بکمی و زیادتی (۳۱۳) نام کی تکمیل فرضی طور پر کر دی س ۱۹

فرماتے ہیں مجھے دنیا کے بے ادبوں اور بدزبانوں سے مقابلہ پڑتا ہے اس لئے اخلاقی قوت اعلیٰ درجے کی دی۔ س ۲۰

اس کے بعد فہرست ان کی گالیوں کی بھی عصائے موسیٰ میں پڑھ لیجائے۔ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی تفسیر کی غایت درجے کی تعریفیں اخباروں میں چھپوائیں۔ ک ۵۳ س ۱۹

اب اسی تفسیر کی نسبت اخبار میں شائع فرماتے ہیں کہ میں نے اس تفسیر کو کبھی نہیں پڑھا۔س ۲۰

الہام

الہام ہوا کہ وہ زمانہ بھی آنیوالا ہے کہ حضرت مسیح نہایت جلالت کے ساتھ دنیا میں اتریں گے اور گمراہی کو نیست ونابود کر دیں گے۔اس کے بعد جب منظور ہوا کہ ان کے آنے کا جھگڑا ہی مٹا دیا جائے اور مسیح موعود خود بن جائیں تو کہہ دیا کہ خدا نے مجھے بھیجا اور خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ موقع موقع پر الہام بنا لیا کرتے ہیں۔ ص ۲۶۸، ۱۵

الہام فبشرنی ربی بموتہ فی ست سنۃ۔یہ الہامی عبارت غلط ہے اس لئے وہ الہام رحمانی نہیں ہو سکتا۔ ص ۱۹۱

الہام ہوا کہ قادیان میں طاعون نہ آئیگا اور ہوا یہ کہ طاعون سے قادیان ویران ہو گیا۔ ص ۲۲۳

الہام ہوا کہ اول لڑکا ہوگا جس کا حلیہ بھی بیان کیا گیا تھا لیکن لڑکی ہوئی۔ ع ۴۰

الہام پر بشیر موعود کی بشارتیں اشتہاروں میں چھپوائی گئیں اور بہت سا روپیہ مھد وغیرہ بنوانے کے لئے منظور بھی کیا گیا۔ لیکن بغیر تکمیل بشارتوں کے اس کا انتقال ہوگیا۔ ع ۴۱

کل پیشگوئیوں کا ابطال مولوی ثناء اللہ صاحب نے کر دیا جس کا مفصل حال رسالۂ الہامات مرزا میں مذکور ہے قل یا ایھا الکفار والا الہام جھوٹا ہے اس لئے کہ خود فرماتے ہیں کہ میں مخالفین کو کاذب نہیں سمجھتا ص ۲۳۸-۲۴۵

م۔ مجھے خبر کی گئی ہے کہ جو میرے مقابلے میں کھڑا ہو وہ ذلیل اور شرمندہ ہوگا مگر مسٹر اتھم کے مقابلے سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب ہی ذلیل ہوئے۔ ف ۸۳ ص ۱۶۸

میاں عبد الحق کے مقابلے میں مباہلے کے وقت بھی مرزا صاحب ذلیل ہوئے۔ ص ۲۳۸

مرزا احمد بیگ صاحب کے مقابلے میں بھی ذلیل ہوئے۔ ص ۱۹۴

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مقابلے میں بھی ذلیل ہوئے۔ ص ۲۱۳

مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلے میں بھی ذلیل ہوئے۔ ص ۲۲۶

مولوی عبد المجید صاحب کے مقابلے میں بھی ذلیل ہوئے۔ ص ۲۳۷

علمائے ندوہ کے مقابلے میں بھی ذلیل ہوئے۔ ص ۲۳۵

مسٹر کلارک کے مقابلے میں بھی ذلیل ہوئے ص ۱۸۱

پیر مہر علی شاہ صاحب کے مقابلے میں نہ آنے سے بھی ذلیل ہوئے۔ ع ۴۱۷

مولوی عبد الحق صاحب غزنوی نے اعلان دیا کہ مرزا صاحب مع تیس ہزار حوارئین دعا کریں کہ عبد الکریم (جو مرزا صاحب کے اعلیٰ درجے کے مؤید اور دوست ہیں) اُن کی ایک آنکھ اور ٹانگ صحیح ہو جائے۔ اور ہم دعا کریں گے کہ اس کو تاحین حیات خدا کانا اور لنگڑا ہی رکھے اور ہم چالیس روز پیشتر ہی پیشگوئی کرتے ہیں کہ وہ ایسا ہی رہے گا۔ اس موقع میں بھی مرزا صاحب کو سخت ذلت

ہوئی کہ وہ لنگڑے اور کانے ہی رہے۔ ع ۴۱۵

حالانکہ ازالۃ الاوہام ص ۱۱۸ میں لکھا ہے کہ دعائیں اپنی اسی کے حق میں قبول ہوئی ہیں جو غایت درجے کا دوست ہو۔

والد مولوی محمد حسین کی میعاد موت ایک سال ٹھیرائی تھی وہ غلط ثابت ہوئی۔ ع ۴۱

اشتہار دیا کہ اس سال بارش ہوگی اگر بارش نہ ہوئی تو ہمارے مریدوں پر رحمت نازل ہوگی۔اس کا ظہور اس طرح ہوا کہ بارش کا خوب امساک ہوا اور مریدوں پر رحمت یہ ہوئی کہ ڈپٹی کمشنر صاحب لاہور کی نوٹس پر رات بھر اشتہار مرہم عیسیٰ کو بازاروں گلیوں کو چوں سے اُتارنے میں حیران وسرگرداں رہے۔ ع ۳۷۸

سید مہر علی صاحب اور علمائے ندوہ وغیرھم کے مقابلے میں نہ آنے اور گریز کر جانے سے ثابت ہوا کہ الہام **سنلقی فی قلوبھم الرعب** یعنی خدا نے اُن سے کہا کہ اُن لوگوں کے دلوں میں ہم رعب ڈالدیں گے۔جھوٹا ثابت ہوا اور نیز **اشجع الناس** والا الہام بھی جھوٹا ہوگیا۔ ل ۱۹۳

مسٹر اتھم وغیرہ کے مقابلے میں ذلیل ہونے سے ثابت ہوا کہ الہام **ینصرک اللہ فی مواطن** یعنی اللہ تیری مدد کرے گا ہر مقام میں جھوٹا ہے۔ ل ۱۹۶

م۔الہام ہوا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بھاری جماعت ہیں یہ لوگ سب بھاگ جائیں گے اور پیٹھ پھیرلیں گے۔اب تک اس کا ظہور نہ ہوا۔مخالفین کے حملے تو روز افزوں ہیں خود مرزا صاحب ہی کی جماعت کے بعض افراد مثل ڈاکٹر محمد عبدالحکیم خان صاحب ان کے مقابل میں ہوکر حملے پر حملے کررہے ہیں جن کا جواب وہ دے نہیں سکتے اور آئندہ بھی اس کے ظہور کی توقع نہیں اس لئے کہ اب تو وہ زمانہ آگیا کہ یاس کے الہامات ہونے لگے ہیں۔ ل ۶۳۴

اسی طرح اس الہام کے سچے ہونے کا بھی موقع گذر گیا۔ہم عنقریب نشانیاں دکھلائیں گے حجت قائم ہوجائیگی اور فتح کھلی کھلی ہوگی۔ ل ۶۳۳

الہام ہوا کہ عنموائیل اور بشیر نامی اپنے گھر لڑکا پیدا ہوگا سخت ذہین اور فہیم ہوگا۔علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا۔صاحب شوکت ودولت ہوگا میں اُس سے برکت پائیں گی اور خواتین مبارکہ سے نسل بہت ہوگی۔پھر خوشخبری شائع کی کہ وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا ہے اور اُس کے عقیقہ میں ضرورت سے زیادہ دھوم دھام ہوئی مگر وہ سب پیشگوئیاں رکھی رہیں اور طفولیت ہی میں اپنے پدر بزرگوار کو وہ داغ لگا گئے۔ س ۲۳

مرزا صاحب نے ۹۸ء میں پیشگوئی کی جس کا ماحصل یہ کہ ۱۹۰۰ء میں طاعون پنجاب میں پھیلے گا۔مگر مرزا صاحب کی تخمین میں خوبصورت پیشگوئی تھی خطا ہوئی اور اُس کے بعد دو سال تک ملک میں امن رہا۔ س ۳۵

مرزا احمد بیگ صاحب کی لڑکی کے نکاح کے باب میں الہام جھوٹا ثابت ہوا۔ ۲۰۱

دعاء

ابھی معلوم ہوا کہ مولوی عبدالحق صاحب ہی کی دعاء عبدالکریم صاحب کے کانے اور لنگڑے رہنے کے باب میں قبول اور مرزا صاحب کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

سیّد امیر شاہ صاحب رسالدار میجر کو مرزا صاحب نے عہد نامہ لکھدیا کہ ایک سال میں ان کو فرزند ہونیکے لئے دعا کروں گا۔اگر اس مدت میں نہ ہوا تو میری نسبت جس طور کا بداعتقاد چاہیں اختیار کریں۔اور پانسو روپے بھی دعا کرنیکے واسطے وصول کر لئے اور سال بھر کمال جدوجہد سے دعاء بھی کی مگر قبول نہ ہوئی۔ ع ۴۱

بشیر فرزند کی صحت کے لئے اقسام کی دوائیں اور بیحد دعائیں کی گئیں مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ ع ۱۹۹

مسٹر اتھم والی دعاء میں مرزا صاحب کے ساتھ تمام جماعت مریدین بھی مصروف رہی مگر قبول نہ ہوئی اور مسٹر اتھم ہی کی دعاء قبول ہوگئی ع ۱۹۹

مرزا احمد بیگ صاحب کے لڑکی کے نکاح کے باب میں ہزارہا مریدوں سے مسجدوں میں دعائیں

کرائیں تو خود بدولت کی اضطراری دعاؤں کا کیا حال ہوگا مگر کوئی قبول نہ ہوئی   ص ۱۹۵

عبدالکریم صاحب کی آنکھ اور ٹانگ درست نہ ہونے کے باب میں مولوی عبدالحق صاحب ہی کی دعاء قبول ہوئی اور باوجود تحدّی کے مرزا صاحب کی دعاء قبول نہ ہوئی۔   ص ۴۱۵

سیّد مہر علی صاحب کو بذریعۂ اشتہار اطلاع دی کہ اگر ایک ہفتہ میں اپنے قصور کی معافی نہ چاہیں اور چھپوانے کے لئے خط نہ بھیجیں تو پھر آسمان پر میرا اور اُن کا مقدمہ دایر ہوگا مگر انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی اور اُن کا کچھ نقصان بھی نہ ہوا۔   ع ۴۳

مرزا صاحب سرکار کی جانب سے روکدئے گئے کہ کسی پر بددعا نہ کریں دعا کر کے اس مزاحمت کو بھی نہیں اُٹھا سکتے۔   ص ۲۱۵

جن جن مقابلوں اور معرکوں میں مرزا صاحب کو ذلتیں ہوئیں اُس کا سبب یہی ہے کہ اُن کی دعائیں ضرورت کے وقت قبول نہیں ہوئیں اور خدائے تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ وہ ذلیل ہوں۔ اس موقع میں اُن کا وہ دعوے بھی پیش نظر رہے کہ خدا اُن سے بے پردہ ہوکر باتیں اور ٹھٹھے کرتا ہے۔ اور بارہا کہا کہ ہر دعاء تیری قبول کروں گا۔

تدیّن

اپنی غرضیں پوری کرنیکی غرض سے قرآن کی آیتوں میں تعارض پیدا کرتے ہیں۔   ف ۲۸۳

قیامت کا انکار   ف ۲۵۲

باوجود فرض ہونے کے اب تک حج کو نہیں گئے۔   س ۱۷

زکوۃ کا مال اپنی کتابوں کی قیمت میں لیتے ہیں لوگوں کے مال میں اقسام کی بدعنوانیاں۔ بعض مریدین نے حج فرض کو جانے کا مشورہ لیا تو فال دیکھ کر کہدیا کہ مناسب نہیں   ع ۲۳۲

اپنی اہلیۂ ثانیہ کی خاطر سے شرعی وارثوں کو محروم الارث کرنیکی غرض سے جائداد کو اہلیہ ہی کے پاس رہن رکھا۔   ع ۲۳۲

زیور طلائی مردوں کو پہننے کی اجازت۔ ع ۳۱۸

تقویت اعصاب وغیرہ کے لئے انگریزی وہ دوائیں کھاتے ہیں جن میں شراب ہوتی ہے ع ۴۴۴

پہلی اولاد دو پسران کو بلا دلیل شرعی عاق اور محروم الارث کر دیا۔ ص ۲۰۰

اپنی خواہش نفسانی پوری کرنے کی غرض سے خدا کی طرف سے جھوٹا پیام پہنچا دیا۔ ص ۱۹۴

اپنی بیوی کی خاطر خدا کی مخالفت۔ ص ۲۰۰

وعدہ خلافی

پیر مہر علی شاہ صاحب چشتی کو بذریعۂ اشتہار اطلاع دی کہ مباحثہ کے لئے چالیس علماء کے ساتھ جن کے نام بھی لکھے تھے لاہور میں آئیں اگر میں حاضر نہ ہوا تب بھی کاذب سمجھا جاؤں۔ شاہ صاحب تو بحسب دعوت مع علماء لاہور تشریف لائے مگر مرزا صاحب نے پہلو تہی کی آخر بذریعۂ اشتہارات ان کو اطلاع دی گئی مگر اس پر بھی صدائے برنخاست جب کئی روز کی اقامت کے بعد شاہ صاحب واپس تشریف لے گئے تو مرزا صاحب نے اشتہار دیا کہ شاہ صاحب نے چال بازی کی ع ۴۱۷

بذریعۂ اشتہار وعدہ کیا کہ کوئی شخص ایسا مفتری علی اللہ دکھائے جس نے ۲۳ سال کی مہلت پائی ہو تو ہم اُس کو پانچ سو روپیہ انعام دینگے اُس پر حافظ محمد یوسف صاحب نے ایک فہرست پیش کی۔ مگر ایفا ندارد۔ ف ۱۱۱

سراج منیر وغیرہ رسالے چھاپنے کا وعدہ کیا مگر ایفا ندارد۔ ف ۴۱

بذریعۂ اشتہار وعدہ کیا کہ اگر علماء قادیان کے قریب مباحثہ کے لئے ایک مجلس مقرر کریں تو قرآن وحدیث وعقل وآسمانی تائیدات اور خوارق وکرامت کی رو سے میں اُن کو اس قاعدہ سے اپنی شناخت کر دوں گا جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر ہے مگر جب علمائے ندوہ نے مباحثہ کے لئے خط لکھا تو جواب ندارد۔ ص-۲۳۵-۲۳۴

براہین احمدیہ کی نسبت وعدہ کیا کہ اُس سے مجادلات کا خاتمہ ہو جائے گا مگر یہ وعدہ بھی غلط ثابت ہوا۔ ص ۱۰

مولوی ثناء اللہ صاحب کو دعوت دی کہ اگر قادیان میں آکر کسی پیشگوئی کو جھوٹی ثابت کر دیں تو ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ دونگا جب وہ قادیان گئے تو خوب مغلظات سنائیں اور مناظرہ کی نوبت ہی نہ آنے دی۔ ص ۲۲۶

وعدہ کیا کہ اگر مسٹر اتھم پندرہ مہینوں میں نہ مرے تو میرا منہ کالا کیا جائے اور میرے گلے میں رسا ڈالا جائے اور مجھ کو پھانسی دیجائے باوجودیکہ اس مدت کے بعد بھی وہ زندہ رہا مگر انہوں نے منہ کالا کرنے کی بھی اجازت نہ دی۔ ص ۱۶۷

فتنہ انگیزی

حق تعالیٰ فرماتا ہے ”والفتنۃ اشد من القتل“ یعنی فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

مرزا صاحب ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے **اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** اس کی رو سے انگریز ہمارے اولوالامر میں داخل ہیں اس لئے میری نصیحت اپنی جماعت کو بھی ہے کہ دل کی سچائی سے اُن کے مطیع رہیں اُس کے بعد مسلمان کی جھوٹی شکایت کرتے ہیں کہ مسلمان انگریزوں کے برخلاف بغاوت کی کھچڑی پکاتے رہتے ہیں۔ ع ۲۶۷

مرزا صاحب ستارۂ قیصر میں لکھتے ہیں کہ دو عیب اور غلطیاں مسلمانوں میں ہیں۔ ایک تلوار کے جہاد کو اپنے مذہب کا رکن سمجھتے ہیں دوسرا خونی مسیح اور خونی مہدی کے منتظر ہیں مسلمانوں کے جہاد کا عقیدہ مخلوق کے حق میں بداندیشی ہے۔ میرا گروہ خطرناک وحشیانہ عقائد چھوڑ کر ایک سچا خیر خواہ گورنمنٹ کا بن گیا۔ مقصود یہ کہ سب مسلمان گورنمنٹ کے بدخواہ ہیں ان کو سزا دیجائے۔ ع ۳۷

مرزا صاحب تمام مسلمانوں کو آئے دن اپنی طرف سے خونی مہدی اور خونی مسیح کا منتظر ٹھہرا کر اور صرف خود اور جماعت چند مریدین کو خیر خواہ سرکار قرار دیکر دوسرے تمام مسلمانوں کو بگڑوانے اور سزا دلوانے کے لئے درخواستیں بھیجتے رہتے ہیں۔ ع ۲۲۶

غدر کے واقعہ میں جو بے رحمیاں اور ظلم ہوئے اُن کا فوٹو کھینچ کر پیش کر دیا اور علمائے اسلام کے ذمہ یہ الزام لگا دیا کہ یہ سب کچھ اُن کے فتووں سے ہوا۔ ف ۲۷

اخلاقی حالت

کیسی ہی ذلت کی صفت ہو جب مرزا صاحب میں آتی ہے تو قابل افتخار ہو جاتی ہے چنانچہ زمینداری کی انہوں نے ذلت بیان کی اور اسی کو اپنے لئے باعث افتخار و تکبر قرار دیا۔ ص ۲۱۲

اپنی بیوی کی خاطر قطع رحمی کی پہلی اولاد کو عاق کر دیا۔ ص ۲۰۰

پیرانہ سری میں ایک لڑکی سے نکاح کرنیکی غرض سے جھوٹ کہا۔ خدا پر افترا کیا۔ جھوٹی قسم کھائی الہام بنالیا۔ بے گناہ بہو کو طلاق بدعی دلانے کی کوشش کی۔ فرزند کو محروم الارث کر دیا۔ قطع رحمی کی۔ ص ۲۰۹

کسی کے مقابلے میں مغلوب ہو کر شرمندہ ہوتے ہیں اور خصم پر غصہ نہیں نکال سکتے تو تماشہ بینوں کو گالیاں دینے لگتے ہیں جیسا کہ مسٹر اتھم کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ ص ۱۷۴

علماء و مشائخین کو گالیاں دینے میں مرزا صاحب کو ایسی مشاقی ہوگئی ہے کہ ہر وقت نئی تراش و خراش ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً اندھیرے کے کیڑوں۔ جھوٹ کا گوہ کھایا۔ رئیس الدّجالین۔ ذریت شیطان۔ عقب الکلب۔ غول الاغوال۔ کھوپڑی میں کیڑا۔ مرے ہوئے کیڑے۔ لومڑی ہامان الہالکین۔ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ۔ اور خنزیر۔ کتے۔ حرام زادہ۔ ولدالحرام۔ اوباش۔ چوہڑے۔ چمار۔ زندیق۔ ملعون وغیرہ تو معمولی الفاظ بے تکلف اور بے اختیار نکل آتے ہیں۔ جیسا کہ عصائے موسیٰ اور مسیح الدجال صفحہ (۱۶) سے ظاہر ہے۔

مرزا صاحب کو حق تعالیٰ نے بذریعۂ الہام فرمایا انا زوجنا کھا۔ یعنی مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا۔ مگر مرزا سلطان محمد صاحب نے اُس لڑکی کو نکاح کر کے لے گئے اور بفضلہٖ تعالیٰ اب تک اُن کے بطن سے گیارہ بچے بھی ہو چکے ہیں۔ س ۲۹

مرزا صاحب کو چونکہ آنحضرت ﷺ کی مثلیت کا دعویٰ ہے چنانچہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین وغیرہ فضائل کے بھی الہام اُن کو ہو گئے ہیں اس لئے یہ الہام بھی ہوا جیسا کہ آنحضرت ﷺ پر زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بارے میں یہ وحی ہوئی تھی انا زوجنا کھا جو ومن یقنت کے دوسرے رکوع میں ہے یعنی حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ہم نے زینب کا نکاح تم سے کر دیا چنانچہ اسی وحی کی بناء پر آنحضرت ﷺ بغیر اطلاع کے اُن کے مکان میں تشریف لے گئے اور وہی نکاح کافی سمجھا گیا اور پیام اور ایجاب وقبول اور گواہوں کی ضرورت نہ ہوئی کیوں نہ ہو جب خدائے تعالیٰ خود نکاح کر دے تو اُس کے تصرف کے مقابلے میں کس کا تصرف نافذ ہوسکتا ہے مگر یہاں معاملہ بالعکس ہو گیا۔ اب یہاں حیرانی یہ ہے کہ مرزا صاحب کا الہام تو بالکل یقینی ہے جس میں اُن کو یقین ہے جس میں اُن کو ذرا بھی شک نہیں اور قرآن کے مطابق اُن کا نکاح صحیح بھی ہو گیا جس کی وجہ سے وہ مرزا صاحب کی اعلیٰ درجے کی منکوحہ کہلائیں۔ اور مشاہدہ ہے کہ کیسا ہی غریب آدمی ہو اگر کوئی اُس کی جورو کو لیجائے تو کچھ نہیں تو سرکار میں وہ ضرور دعویٰ کرے گا۔ مگر مرزا صاحب نے طلب زوجہ کا دعویٰ بھی نہ کیا یہاں تک کہ گیارا بچے اس بیوی کے ہو گئے۔ اگر سرکار میں یہ دعویٰ کیا جاتا تو ضرور کامیابی ہوتی کیونکہ الہام مرزا صاحب کا خود دوسروں پر حجت ہے پھر افراد امت نے ضرور شور مچایا ہوگا کہ ام المومنین کو ہم کسی جابر غاصب کے قبضہ میں ہرگز دیکھ نہیں سکتے۔ اُس پر بھی مرزا صاحب راضی برضا ہو کر اغماض حلم وتدبر وخوش خلقی کو کام فرمایا۔ پھر مرزا صاحب ازالہ حیثیت عرفی کے دعوے

بھی علما پر کیا کرتے ہیں آخر یہ ازالہ بھی اُس سے کم نہیں کیونکہ یہ تو ملک کا زالہ تھا۔ بہر حال جب ہم اس واقعہ کے دونوں پہلو پر نظر ڈالتے ہیں تو عجیب پریشانی ہوتی ہے مگر جب غامض نظر سے دیکھتے ہیں تو یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے جو صاحب عصائے موسیٰ نے لکھا ہے کہ ضعف و ناتوانی کی یہ حالت ہے کہ اُن میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ اپنی منکوحۂ آسمانی پر قبضہ کر سکیں۔ ع ۳۶۸

اس لئے کہ اُن کا اشجع الناس ہونا الہام سے ثابت ہے گو وہ کیسا ہی ہو آخر الہام ہے کسی مناسبت سے ہوا ہوگا اور یہ ممکن نہیں کہ کوئی شجیع اس قسم کا عار گوارا کرے اس لئے ہم یقیناً کہتے ہیں کہ مرزا صاحب صرف کسی مصلحت سے وہ الہام بنالیا تھا اگر کسی کو اُس میں کلام ہو تو مرزا صاحب کو قسم دیکر پوچھ لے کہ کیا زوجنا کھا کہہ کر خدا نے اُس بیوی کا نکاح اُن کے ساتھ کر دیا تھا تو وہ ہرگز قسم نہ کھا سکیں گے۔ اس سے یہ بات بداہۃً ثابت ہے کہ مرزا صاحب ہر موقع میں الہام بنالیا کرتے ہیں۔

مرزا صاحب جس وقت اپنی فراغت سے آبیٹھتے ہیں تو سوائے خودستائی خودنمائی تکفیر عالم اور عالمگیر سب وشتم کے اور کچھ گفتگو ہی نہیں ہوتی۔ س ۱۵

ڈاکٹر صاحب نے نظائر پیش کر کے لکھا ہے کہ یہاں تک یہ تو صاف طور پر ثابت ہو چکا کہ مرزا صاحب سخت عیار مسرف کذاب، خائن، آرام پسند، شکم پرور، بدفہم، بدعقل، تنگ ظرف، بے حیا، مغلوب الغضب، منکر، خود پسند، خودستا، شیخی باز، بدچلن، سنگدل، فحش گو، اور بدظن انسان ہیں۔ س ۴۱

خود حکیم نورالدین صاحب نے مرزا صاحب سے کہہ دیا کہ یہ لوگ یہاں آکر بجائے درست ہونیکے زیادہ خراب ہو جاتے ہیں اور آپس میں ذرا بھی پاس اور لحاظ نہیں رکھتے۔ لہذا یہ سالانہ جلسہ بند کیجئے اور مریدوں کا اس طرح جمع ہونا بند فرمائے۔ س ۴۲

حکیم الامت کی گواہی سے مرزا صاحب کی صحبت کا اثر معلوم ہوا کہ لوگ زیادہ خراب ہوتے ہیں۔ مولوی ڈاکٹر محمد عبدالحکیم صاحب نے اپنی بیویاں اور تمام متعلقین کے کھانے پینے میں کمی

کر کے اپنی ذاتی آمدنی سے ہزار ہا روپئے مرزا صاحب کی تائید میں خرچ کئے اور مقروض ہوئے جس کو خود مرزا صاحب اول المومنین فرمایا کرتے تھے لیکن جب بعض اصلاحات ضروری کی انہوں نے تحریک کی تو اس قدر بگڑے کہ خدا کی پناہ ک ۳۱

دنیاداری

زمینداروں اور کھیتی کرنے والوں میں ہونے کا افتخار۔ ص ۲۱۲

امیرانہ بلکہ شاہانہ خوراک لباس وفرش وفروش و مکانات باغات جائیداد زیور رکھتے ہیں اور عیش وعشرت میں مستغرق ہیں۔ ف ۳۷

اپنی اور اپنے اہل بیت کی تصویریں بیچ کر روپیہ حاصل کرنا اور اقسام کے چندے ماہواری اور موقت وغیر معمولی وغیرہ میں دائمی استعمال۔ ف ۳۸

مرزا صاحب کی حالت دنیاداری نے اُن کے اُس الہام کو باطل کردیا۔ **کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل** اگر خدا نے اُن سے کہا تھا تو بے خان و مان مثل عیسیٰ علیہ السلام کے رہتے۔ ی ۲۴۲

طرح طرح کے چندوں کا بار مریدوں کی حیثیت سے بڑھ کر اُن پر ڈالا جاتا ہے اور اُن غریبوں کے خون سے کیوڑا۔ عنبر۔ مشک۔ بید مشک۔ مفرحات ومقویات کی بھرمار رہتی ہے بیوی سونے کے زیورات سے لدگئی۔ مکانات وسیع ہوگئے قورما پلاؤ بافراط کھایا جاتا ہے اور حکم جاری کیا گیا ہے کہ جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے وہ جماعت سے خارج کیا جائے گا۔ س ۴۲

چندہ وغیرہ کا روپیہ قوم سے لیکر بیوی صاحبہ کے سپرد کردیتے ہیں پھر نہ اُس کا حساب نہ نگرانی۔ ک ۲۹

تدابیر

عام کامیابیوں کی تدبیر

براہین احمدیہ میں بمقابلۂ آریہ وغیرہ وحی کی ضرورت ثابت کی (ی ۸۴) وحی منقطع نہیں کیونکہ وحی اور الہام ایک ہیں۔ اور الہام منقطع نہیں۔ (ص ۱۶۲ ی ۲۱۵) الہام قطعی اور یقینی ہے (ص ۱۶۳)۔ الہام دوسروں پر حجت ہے۔(ص ۱۶۳) ہمارا دعویٰ الہام سے پیدا ہوا۔ (ص ۱۶۲) ہر شخص کو حسن ظن کی ضرورت ہے (ی ۱۰۶) م الہام اور کشف کو سن کر چپ ہونا چاہیئے (ص ۲۸۸۔) الہام الٰہی و کشف صحیح ہمارا موید ہے۔ (ص ۲۸۸)۔

اُس زمانے میں نبی کی ضرورت ثابت کرنیکی تدبیر

جب دل مردہ ہوجائیں اور ہر کسی کو جیفہ دنیا ہی پیارا دکھائی دیتا ہے۔ اور ہر طرح سے روحانی موت کی زہرناک ہوا چل رہی ہو تو ایسے وقت خدا کا نبی ظہور فرماتا ہے (ی ۵۳۵، ۵۳۷)۔ جب یہ ظلمت اپنے اُس انتہائی نقطہ تک پہنچ جاتی ہے جو اُس کے لئے مقرر ہے تو صاحب نور اصلاح کے لئے بھیجا جاتا ہے (ی ۵۳۹) خلاصہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے وقت ایسی ظلمانی حالت پر زمانہ آچکا تھا جو حق تعالیٰ فرماتا ہے **هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ** ط (الاحزاب: ۴۳) ی ۵۴۰ اُس وقت بجز دنیا اور دنیا کے ناموں اور دنیا کے آراموں اور دنیا کی عزتوں اور دنیا کی راحتوں اور دنیا کے مال و متاع کے اور کچھ اُن کا مقصود نہیں رہا تھا۔ ی ۵۴۹ (جیسا کہ مرزا صاحب کے حالات موجودہ سے ظاہر ہے) اسی طرح جب گمراہی اپنی حد کو پہنچ جاتی ہے اور لوگ راہ راست پر قائم نہیں رہتے تو اُس حالت میں بھی وہ ضرور اپنی طرف سے کسی کو مشرف بوحی کر کے اور اپنے نور خاص کی روشنی عطا فرما کر ضلالت کی تاریکی کو اُسکے ذریعے سے اٹھاتا ہے (ی ۵۵۴) ضرورت

کے وقتوں میں کتابوں کا نازل کرنا خدائے تعالیٰ کی عادت ہے۔(ی ۵۵۶)

اس کے بعد مرزا صاحب نے کوشش کرکے اپنے زمانے کو اُس زمانے کا مشابہ اور مثیل ثابت کیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونیکی ضرورت ہوئی تھی چنانچہ فرماتے ہیں۔اس زمانے میں ظلمت عامہ اور تامہ پھیل گئی ہے۔(ف ۷۱) مگراس کے دیکھنے کی ہر آنکھ میں صلاحیت نہیں چشم خفاش چاہئے مسلمانوں کی یہ حالت ہوگئی کہ بجز بدچلن اور فسق وفجور کے اُن کو کچھ یاد نہیں (ف ۷۲) جس طرح یہود کے دلوں سے تورات کا مغز اور بطن اٹھایا گیا تھا قرآن کا مغز اور بطن مسلمانوں کے دلوں سے اٹھایا گیا (ل ۶۹۲)۔خدا نے قرآن میں فرمایا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام اٹھایا جائے گا۔(ف ۷۲) قرآن زمین پر سے اٹھالیا گیا۔ف ۷۲

اس موقع میں مرزا صاحب کو ان سب باتوں کے بھولنے کی بھی ضرورت ہوئی جو براہین میں لکھا تھا کہ شریعت فرقانی مکمل ومختتم ہے۔قرآن کی ہزارہا تفسیریں حافظ ہیں۔مسلمانوں کا تزلزل ممکن نہیں وغیر ذلک۔

نبی بننے کی تدبیر

الہام ہوا **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ** (ل ۱۹۲) یعنی خدا نے اُن سے کہا کہ اللہ ہی نے اپنے رسول (غلام احمد قادیانی) کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ تمام دینوں پر اُس کو غالب کردے۔اور الہام ہوا قل جآ ئکم نور من اللہ فلاتکفروا ان کنتم مؤمنین ل ۱۹۳ یعنی خدا نے اُن سے کہا کہ کہہ دے (اے غلام احمد) کہ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا ہے سوتم اگر مسلمان ہو تو اُس کا انکار مت کرو اور الہام ہوا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہیں کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا۔ل ۶۳۳

الہام ہوا کہ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ یعنی نبی آیا اور باطل نابود ہوگیا۔اور الہام ہوا کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی اَلا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ۔ل ۱۹۷ یعنی خدا لکھ چکا ہے کہ میں

اور میرے رسول ضرور غالب ہوں گے یاد رکھو کہ اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ اور الہام ہوا قُلْ إِنِّی أُمِرْتُ وَ اَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ل ۱۹۲ یعنی خدا نے اُن سے کہا کہ (اے غلام احمد) اُن لوگوں سے کہہ دے کہ میں مامور ہوا ہوں اور میں ایمانداروں میں پہلا شخص ہوں یعنی اُن کی نبوت اور اُن کے دین پر اُن کے ایمان کے بعد اُن کی امت ایمان لائیگی کیونکہ پہلے نبی کو اپنی نبوت پر ایمان لانیکی ضرورت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قُلْ إِنِّی أُمِرْتُ وَ اَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اُن کے اُس الہام سے ظاہر ہے کہ اُن کے دین کے کارخانے کی ابتدا مستقل طور پر اُن سے ہوئی ورنہ وہ ہمارے دین میں أول المؤمنین نہیں ہوسکتے۔ اگرچہ مرزا صاحب تواضع کی راہ سے یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظل ہوں مگر اُن کی امت کے کامل الایمان افراد ہرگز باور نہیں کرسکتے وہ ضرور کہیں گے ظل کیسا وہ تو ایک مہمل اور بے اصل چیز ہے۔ ہمارے اعلیٰ حضرت چیز دیگر ہیں اُن کو وہ بات حاصل ہے کہ (نعوذ باللہ) خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل نہ تھی وہاں جبرئیل کا واسطہ تھا یہاں خود خدا بے پردہ ہوکر باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ اپنے روبرو سے اُن کو نذیر اور رسول بنا کر بھیج دیا۔ ہر کہ شک آرد کافر گردو چنانچہ خود مرزا صاحب نے فرما دیا کہ میرا منکر کافر ہے۔ اسی وجہ سے اُن کا خاتم الانبیاء ہونا مسلم ہو چکا ہے جیسا کہ تحریرات سے ظاہر ہے۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر مرزا صاحب سچے دل سے قسم کھا کر بھی کہیں کہ میں ظلی نبی ہوں جب بھی وہ قابل قبول نہیں اس لئے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف فرما دیا ہے کہ میرے بعد جو رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ کذاب ہے دجال ہے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ ظلی نبی یا رسول ہونیکا دعویٰ کرے تو مضایقہ نہیں۔

عیسیٰ بننے کی تدبیر

مسیح کے آنے کا بیان قرآن میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً ہے (ص ۹۱) اور احادیث اس باب میں متواتر ہیں (ص ۱۷۲) مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ وہ آسمان سے

اتریں گے اور دمشق کے منارے کے پاس اتریں گے۔اور دجال کو قتل کریں گے جو یہودی ہوگا۔اوران کے سوا جو علامات مختصہ مرزا صاحب میں نہیں پائی جاتیں وہ قابل تاویل بلکہ غلط ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کو کشف میں (نعوذ باللہ) غلطی ہوگئی تھی اور عیسیٰ اور دجال اور یاجوج وماجوج کی حقیقت حضرت پر کھلی نہ تھی۔(ف ۱۱۵) دمشق وغیرہ ظاہر پر محمول نہیں سب کے سب پیشگوئی پر ایمان لایا تھا (ص ۲۸۱) اگر دمشق والی حدیث ماننی ضروری ہے تو اُس سے مراد اصلی دمشق نہیں بلکہ قادیان ہے (ص ۲۸۳) رہا مینار سو وہ تو مرزا صاحب نے قادیان میں بنا ہی لیا

ف ۱۱۷ مرزا صاحب نے مسیح موعود بننے کے دو طریقے اختیار کئے ایک مثیل مسیح ہونا اُس کی تدبیر یہ کہ پہلے تو کل علما مثیل انبیاء ہیں ص ۲۹ پھر الہام سے خدا نے خاص طور پر نوح اور ابراہیم اور موسیٰ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کا مثیل اُن کو بنا دیا ف ۵۳ پھر الہام ہوا کہ روحانی طور پر وہ مسیح ہیں ص ۱۱۷ اگرچہ مسیح علیہ السلام اپنے وقت مقررہ پر آجائیں گے ص ۱۵ مگر اُن کا مثیل جو موعود ہے وہ مرزا صاحب ہیں ص ۱۳۱ دوسرا طریقہ یہ کہ جس نبی کا کوئی مثیل ہوتا ہے خدا کے نزدیک اُس کا وہی نام ہوتا ہے یعنی خدا کے نزدیک مرزا صاحب کا نام عیسیٰ ابن مریم ہے ص ۲۷۳ بلکہ خدا نے اُن کا نام عیسیٰ رکھ کر براہین احمدیہ میں چھپوا کر مشہور بھی کر دیا ص ۲۷ پھر الہام ہوا کہ عیسیٰ ابن مریم تو فوت ہوگیا۔اور یہ بھی الہام ہوا کہ جَعَلْنَاکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ یعنی ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم تو بنا دیا۔اور الہام ہوا کہ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ۔ اس عبارت کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے لکھا ہے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور وہ جو تیرے تابع ہوئے ہیں انہیں ان دوسرے لوگوں پر جو تیرے منکر ہیں قیامت کے دن تک غالب رکھوں گا خدا وہ قادر ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچائی دیکر بھیجا تاکہ سب دینوں پر حجت کی رو سے اس کو غالب کرے یہ وہ پیشگوئی ہے

جو پہلے سے قرآن شریف میں انہیں دنوں کے لئے لکھی گئی۔ ل (۱۹۲)

مطلب اس کا ظاہر ہے کہ انی متوفیک و رافعک میں جو جھگڑے ہو رہے ہیں فضول ہیں نہ اصل عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے اُس کو تعلق ہے نہ اُن کے رفع سے بلکہ اُس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ مرزا صاحب مر کے اٹھائے جائیں گے (مگر دفن بھی کئے جائیں گے یا نہیں اُس کی خبر نہیں دی گئی) اور جو لوگ اُن کی عیسویت کا انکار کرتے ہیں وہ قیامت تک مرزائیوں کے مغلوب رہیں گے۔ ایک الہام کی جوڑ لگانے سے پوری آیت مرزا صاحب کے قبضہ میں آگئی اور خدا کے کہنے سے ان کو معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو قرآن کے ذریعہ سے جو خبر دی کہ اذقال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک جسکا مطلب یہ سمجھا گیا تھا کہ خود عیسیٰ علیہ السلام سے خدائے تعالیٰ نے بطور پیشگوئی فرمایا تھا کہ تم اٹھائے جاؤ گے سو وہ (نعوذ باللہ) غلط تھا۔ دراصل وہ پیشگوئی انہیں دنوں کے لئے تھی کہ مرزا صاحب مریں گے یہ تو قرآن سے اُن کی عیسویت کا ثبوت تھا اب احادیث سے بھی اسکا ثبوت لیجئے۔ الہام ہوا لا مبدل لکلمات اللہ انا انزلنا قریباً من القادیان و بالحق انزلنا ہ و بالحق نزل صدق اللہ و رسولہ جس کا ترجمہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے اُن وعدوں کو جو پہلے سے اُس کے پاک کلام میں آچکے ہیں کوئی بدل نہیں سکتا یعنی وہ ہرگز ٹل نہیں سکتے اور اُس کے بعد فرماتا ہے ہم نے اُس مامور کو مع اپنی نشانیوں اور عجائبات کے قادیان کے قریب اتارا اور سچائی کے ساتھ اتارا اور اُس کے رسول کے وعدے جو قرآن و حدیث میں تھے آج سچے ہوئے ل ۱۹۲ یعنی جو قرآن میں مرزا صاحب کا ذکر ہے اور احادیث میں عیسی علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے مرزا صاحب کے قادیان میں اترنے سے وہ سب وعدے پورے ہو گئے۔ یہ خبر خود خدا نے مرزا صاحب کو دی۔ اگر چہ عیسی علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مرزا صاحب کو مسلم نہیں مگر مسلمانوں کے اعتقاد کے لحاظ سے اُن کو بے باپ کے بھی بننا ضرور تھا اس لئے فرماتے ہیں کہ مثالی طور پر بھی عاجز عیسیٰ ابن مریم

ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی باپ روحانی ہے کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ میں کسی سلسلے میں یہ داخل ہے پھر اگر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے ل ۶۵۹ یہ بات تو سچ ہے کہ مرزا صاحب بے پیرے ہیں مگر اتنی بات تو کل ملحدوں اور بے دینوں پر بھی صادق آتی ہے پھر کیا مرزا صاحب اس کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ اُن کا کوئی باپ روحانی ہے یا سلاسل اربعہ میں کسی سلسلے میں داخل ہیں پھر کیا اُن کو بھی اس سوال میں شامل فرمالیں گے کہ وہ ابن مریم نہیں تو کون ہیں۔

وحی اتارنے کی تدبیر

مرزا صاحب نے یہ تو دیکھ لیا کہ مخالفین کی کوششوں سے بعض مسلمان عیسائی اور مرزائی وغیرہ ہوجاتے ہیں مگر یہ نہیں دیکھا کہ علمائے اسلام کے وعظ ونصائح سے ہر طرف لاکھوں مختلف ادیان والے جوق جوق اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں جیسا کہ اخباروں سے ظاہر ہے باوجود اس کے اس زمانے کو خالص کفر کا زمانہ قرار دیکر لکھتے ہیں کہ: جب گمراہی اپنی حد کو پہنچ جاتی ہے تو خدائے تعالیٰ ضرور اپنی طرف سے کسی کو مشرف بوحی کر کے بھیجتا ہے (ی ۵۵۴) اور ضرورت کے وقتوں میں کتابوں کا نازل کرنا بھی خدائے تعالیٰ کی عادت ہے (ی ۵۵۶) اور اُس کی علت یہ لکھتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ خدا پتھر کی طرح خاموش رہے ی ۲۹۴ اور الہام کا دروازہ کھلا ہوا ہے ی ۲۰۳ (مگر مدعیوں کی وہاں تک رسائی نہیں) پھر اس الہام سے اپنے پر وحی کا اترنا ثابت کیا ’’قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ‘‘ یعنی کہہ اے غلام احمد کہ میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے ی ۵۱۱ مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ جن علامات الٰہیہ کا نام ہم وحی رکھتے ہیں۔ علمائے اسلام اپنے عرف میں الہام بھی کہا کرتے ہیں ص ۱۶۲ جس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف نام کا فرق ہے دراصل اپنی وحی الہام ہی ہے جو اوروں کو بھی ہوا کرتا ہے۔ مگر جب خدا نے انکو یہ کہنے کا حکم کیا کہ مجھ پر وحی اترتی ہے تو اب کس کا خوف ہے صاف کہدے کہ یہ وہ

وحی نہیں جو اور ملہموں کو بھی ہوا کرتی ہے بلکہ یہ وہ وحی ہے جو خاص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترتی تھی کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اس باب میں مجھ پر بھی وہی وحی کی جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کی تھی یعنی ''قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ'' گر جو بات بنائی ہوئی ہوتی ہے کتنی بھی جرأت سے کہی جائے اندرونی کمزوری کے آثار اس پر نمایاں ہو ہی جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ لکھتے ہیں کہ وحی رسالت بجہت عدم ضرورت منقطع ہے (ی ۲۱۵) اب دیکھئے خود کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اپنے پر وحی کا اترنا بھی خدا کے کلام سے ثابت کرتے ہیں۔ اور گمر ہی حد کو پہنچنے سے رسول اور وحی اور کتاب آسمانی کا اترنا مقتضائے وقت بتلاتے ہیں تو اب وحی رسالت میں کون سی کسر رہ گئی مگر یہ بھی ایک قسم کا دھوکا ہے دراصل ان کو وحی رسالت ہی کا دعویٰ ہے اس لئے کہ بہ تصریح کہہ رہے ہیں کہ اپنی وحی قطعی اور دوسروں پر حجت ہے ص ۱۶۳ اور ظاہر ہے کہ یہ قوت سوائے وحی رسالت کے اوروں کے الہاموں میں نہیں یہ تو سب ان کے دعوے ہیں مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی میں بالکل اشتباہ نہیں اور مرزا صاحب کے اکثر بلکہ کل الہام جھوٹے ثابت ہوئے عقل خدا داد صاف حکم کر دیتی ہے کہ یہ سب ان کے داؤ پیچ ہیں۔

امام مہدی بننے کی تدبیر

امام مہدی کے خروج کے باب میں احادیث جو وارد ہیں متواتر ہیں جس کی تصریح محدثین نے کی ہے اُن میں مصرح ہے کہ امام مہدی عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر نکلیں گے اور جب عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو وہ امام مہدی کی اقتداء کریں گے (ف ۱۴۶) مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ وہ سب حدیثیں غلط ہیں (ف ۱۵۹) عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں کوئی مہدی نہ ہوگا (ف ۱۶۱) اور ممکن ہے کہ امام محمد کے نام سے کوئی مہدی آجائے (ف ۱۶۳) البتہ حدیث لا مہدی الا عیسیٰ لائق اعتبار ہے (ف ۱۶۱) حالانکہ محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ضعیف، منکر، منقطع، مجہول ہے (ف ۱۶۱) غرضکہ اس تدبیر سے اتنا ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کے زمانے میں کوئی

مہدی نہیں ہوسکتا مگر منصب مہدویت فوت ہوے جاتا تھا۔اس لئے اُس کی یہ تدبیر کی جو لکھتے ہیں کہ احادیث نبویہ کا لب لباب یہ ہے کہ تم جب یہود بن جاؤ گے تو تم میں عیسیٰ ابن مریم آئے گا (یعنی غلام احمد قادیانی) اور جب تم سرکش ہو جاؤ گے تو محمد بن عبداللہ ظہور کریگا جو مہدی ہے اور یہ نام اس کا اللہ کے نزدیک ہوگا اور دراصل وہ مثیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ف ۱۶۶ اور اپنا مثیل ہونا اس طور پر ثابت ہے کہ بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے خدا نے ظلی طور پر مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قرار دیا۔ف ۵۳ الحاصل گو نام اپنا غلام احمد ہے مگر اللہ کے نزدیک محمد ابن عبداللہ نام ہے جو مہدی موعود ہے۔

جلسہ تعطیلات ڈسمبر ۱۸۹۰ء میں جو لوگ قادیان میں جمع ہوئے تھے اُن کی فہرست میں نے خود تیار کی تھی جو دافع الوساوس میں شایع ہوئی بعدازاں جو حدیث کدع آپ کو معلوم ہوئی جس میں یہ ذکر ہے کہ مہدی اپنے اصحاب کو جمع کرے گا اُن کی تعداد اہل بدر کے مطابق (۳۱۳) ہوگی اور ان کے نام مع سکونت وغیرہ ایک کتاب میں درج کرے گا تب اپنی اصل فہرست میں تراش خراش کر کے (۳۱۳) ناموں کی فہرست انجام اتھم میں شائع کردی بعض نام پہلی فہرست میں سے نکال دیئے اور بعض نئے نام ایجاد کردیئے۔س ۱۹

حارث بننے کی تدبیر

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص حارث نام امام مہدی کی تائید کے لئے لشکر لیکر ماوراء النہر سے روانہ ہوگا جس کے مقدمۃ الجیش پر ایک سردار ہوگا جس کا نام منصور ہوگا ہر مسلمان پر اس کی نصرت ضروری ہے۔ف ۱۷۴

مرزا صاحب نے دیکھا کہ عیسیٰ اور مہدی تو بن گیا مگر روپیہ فراہم کرنے کا اب تک کوئی دستاویز ہاتھ نہ آیا۔البتہ حارث کو نصرت دینے کا حکم ہے یہاں داؤ چل سکتا ہے کہ نصرت سے مراد چندے ہیں اس لئے فرمایا کہ الہام سے مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ حارث جس کا ذکر حدیث

میں ہے اُس کا مصداق یہی عاجز ہے ف ۵۲ اور اگر ظاہری معنی دیکھتے ہو تو حارث زمیندار کو کہتے ہیں اور میں زمیندار ہوں ف ۱۷۵ اور اگر چہ میں ماوراء النہر سے لشکر لیکر نہیں نکلا مگر میرے اجداد تخمیناً چار سو برس کے پیشتر ایک جماعت کثیر کے ساتھ سمرقند سے بابر بادشاہ کے پاس دہلی کو آئے تھے ف ۱۷۸

اس میں شک نہیں کہ دسویں گیارہویں پشت میں مرزا صاحب کا گو خیالی وجود نہ سہی مگر کسی احتمالی قسم کا وجود تو ضرور تھا۔ بہر حال مرزا صاحب حارث بھی ہیں اور ماوراء النہر سے بھی لشکر لیکر نکل آئے۔ اب رہ گیا یہ کہ اُس لشکر کا سردار منصور نام ہو گا سو اُس کی تدبیر ہے کہ آسمانوں پر منصور کے نام سے وہ پکارا جاتا ہے ف ۱۸۰ یہاں مرزا صاحب نے لشکر کا نام تو لے لیا مگر اس کے ساتھ ہی خلجان پیدا ہو گیا کہ کہیں بغاوت کا الزام قائم نہ ہو جائے اس لئے گورنمنٹ کو سمجھانے کی یہ حکمت عملی کی کہ اگر چہ اُس منصور کو سپہ سالار کے طور پر بیان کیا ہے۔ مگر اس مقام میں درحقیقت جنگ و جدل مراد نہیں بلکہ ایک روحانی فوج ہو گی کہ اُس حارث کو دیجائیگی جیسا کہ کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا ف ۱۸۰ مطلب یہ کہ حدیث میں جو لفظ رایات سود اور مقدمۃ الجیش وغیرہ لوازم لشکر مذکور ہیں وہ حضرت کے کشف کی (نعوذ باللہ) غلطی تھی۔

اور امام مہدی کی تائید کی غرض سے حارث کے نکلنے کی تدبیر یہ کہ آل محمد سے اتقیائے مسلمین جو سادات قوم ہیں اور شرفائے ملت ہیں اس وقت کسی حامی دین کے محتاج ہیں ف ۱۸۲ لیجئے مرزا صاحب اب خاصے حارث ہیں اور مسلمانوں پر اُن کی مدد واجب ہے چنانچہ اسی وجہ سے کئی شاخیں چندوں کی کھولی گئیں ف ۱۷۷

اپنی اولاد میں عیسویت قائم کرنیکی تدبیر

براہین احمدیہ میں مرزا صاحب نے ایک الہام لکھا جس میں خدا نے اُن کو یا مریم کہہ کر پکارا ص ۲۲۱ اسی بناء پر لکھتے ہیں کہ اُس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں ہے جس کا نام

ابن مریم رکھا گیا ہے اسلئے کہ خود مریم ہیں ص ۲۳ اور لکھتے ہیں کہ قطعی اور یقینی پیشگوئی میں خدا نے ظاہر کرر کھا ہے کہ میری ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کوکئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اترے گا ف ۵۶ اور لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں تیری ذریت کو بڑھاؤں گا اور تیرے خاندان کا تجھ سے ہی ابتدا قرار دیا جائیگا ایک اولوالعزم پیدا ہوگا وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ تیری نسل سے ہوگا فرزند دلبند گرامی وار جمند مظہر الحق و العلا کان اللہ ینزل من السماء ف ۵۶ واضح رہے کہ مرزا صاحب کوجس طرح یا مریم کا خطاب ہوا اسی طرح یا عیسیٰ کا بھی خطاب ہوا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا ان الہاموں کی رو سے مرزا صاحب میں مریم اور عیسیٰ دونوں کی حقیقت صنفیہ جمع ہے جسکا کشف اُن کو ہوا جب ایسی باحرمت حقیقتوں کے اجتماع سے فرزند دلبند پیدا ہوتو اُس کے احترام صاحبزادگی میں کیا کلام تعجب نہیں کہ اپنے زمانے میں وہ ثالث ثلٰثۃ کا مصداق بن جائے۔ بہر حال مرزا صاحب ہی فقط عیسیٰ نہیں بلکہ اُن کی اولاد میں بہت سے عیسیٰ ہونے والے ہیں اور یہ سلسلہ بہت دور تک خیال کیا گیا ہے جیسا کہ اس الہام سے ظاہر ہے یاتی علیک زمان مختلف بازواج مختلفۃ تری نسلاً بعیدا ل ۵ ۶۳ یعنی تجھ پر ایک زمانہ مختلف آئے گا ازواج مختلفہ کے ساتھ اور دیکھ لے گا تو دور کی نسل کو ازواج مختلفہ سے غالباً اس الہام کی طرف اشارہ ہے۔ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنتہ ص ۲۲، ۱۹ جس کے معنی خود بتلاتے ہیں کہ زوج سے مراد اپنا تابع ہے اگرچہ الہامات مختلفہ سے ازواج مختلفہ کا ثبوت ملتا ہے مگر نسل بعید کی توجیہہ غور طلب ہے ممکن ہے کہ بعید سے ملہم کی مراد بعید عن العقل ہو۔ ہمیں اس میں کلام نہیں کہ حقائق مختلفہ کا اجتماع کیونکر جائز رکھا گیا مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جب ایسے بعید عن العقل امور جائز رکھے جاتے ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا اور وہاں مثل فرشتوں کے رہنا کیوں مستبعد اور قابل انکار سمجھا جاتا ہے۔

خارق عادات معجزوں سے سبکدوشی کی تدبیر

مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کر کے یہ تو کہہ دیا کہ میرے معجزے تمام انبیاء کے معجزوں سے بڑھکر ہیں ف ۵۳ مگر چونکہ ممکن نہ تھا کہ کوئی خارق العادت معجزہ دکھلاتے اس لئے فرمایا کہ کھلے کھلے معجزے ہرگز وقوع میں نہیں آسکتے ص ۸۳ اور انبیاء کے معجزے مکروں کے مشابہ مجوب الحقیقت ہیں۔ص ۲۷ پرانے معجزے مثل کتھا کے ہیں جس کا ایمان عیسائیوں اور یہودیوں اور ہندوؤں کی طرح صرف قصوں اور کہانیوں کے سہارے پر موجود ہو(یعنی معجزوں پر اس کے ایمان کا کچھ ٹھکانا نہیں ص ۲۶۶۔۲۶۷ جن معجزوں کا ذکر قرآن شریف میں ہے اُن کو مسمریزم قرار دیا ص ۵۶ اور لکھا کہ یہ کام قابل نفرت ہے اس لئے میں اُس کا مرتکب نہیں ہوسکتا ص ۲۹۹ اُس کے بعد معجزوں کی دو قسم کئے ایک نقلی جن کو کتھا قرار دیا دوسرے عقلی یعنی داؤ پیچ اور عقلی معجزے ایسے یقینی ہیں کہ مجوب الحقیقت یعنی نقلی معجزے اُن کی برابری نہیں کر سکتے ی ۲۶۷ پھر مدعیان نبوت ومہدویت وغیرہ کے کارناموں سے مدد لیکر طبیعت کے خوب سے جوہر دکھائے۔ اور لکھا کہ خوارق عادات ہم بھی دکھا سکتے ہیں مگر اُن کے ظہور کے لئے یہ شرط ہے کہ طالب صادق کینہ ومکابرہ چھوڑ کر بہ نیت ہدایت صبر وادب سے انتظار کرتا رہے ل ۴۳ جس سے مقصود یہ کہ نہ کوئی ایسا مودب ملے نہ وہ معجزہ ظاہر ہو پھر چارسو بت پرستوں کو نبی قرار دیکر اُن کی کشف کی غلطیاں ثابت کیں بلکہ خود آنحضرت ﷺ کے کئی کشفوں کو غلط قرار دیا ص ۲۶۷ تاکہ اپنے کشفوں اور الہاموں کی غلطیاں قابل اعتراض نہ ہوں۔ الحاصل خارق العادات معجزوں کو محال بتا کر صرف داؤ پیچ میں معجزوں کو محدود کر دیا۔ اور اس میں بھی گریز کا موقع لگا رکھا کہ اگر کوئی داؤ نہ چلے تو اُسی قسم کی غلطیوں میں شریک کرلیا جائے۔

الہاموں کی تدبیر

ایسی شرطیں لگا دینی کہ جن سے گفتگو کو گنجایش ملے جیسے مسٹر اتھم پندرہ مہینے میں مریگا بشرطیکہ رجوع الی الحق نہ کرے ص ۱۶۶ قرائن سے کام لینا جیسے لیکھرام کی بدزبانیوں سے یقین ہوگیا کہ مسلمان اُس کے دشمن ہوگئے مارا جائے گا الہام ہوگیا کہ چھ برس میں اُس پر عذاب نازل ہوگا۔ جو خارق العادت ہے۔

مناسب حال ایک طویل مدت قرار دینا جیسے لیکھرام اور مسٹر اتھم کی موت کی مدت بالائی تدابیر سے کام لینا مثلاً مسٹر اتھم کو وہ دھمکیاں دیں کہ وہ بھاگا پھر اُسی کا نام رجوع الی الحق رکھ دیا۔ اور مرزا احمد بیگ کی لڑکی سے نکاح کے باب میں یہ خیال کیا کہ خوشامدوں اور داؤ پیچ سے کام نکل آئے گا ص ۱۹۴ پہلودار الفاظ کا استعمال جیسے ہاویہ اور رجوع الی الحق مسٹر اتھم والے الہام میں اگر وقوع ہوگیا تو مقصود حاصل ہے ورنہ احتمالی دوسرا پہلو موجود ہے۔ اسی طرح **عفت الدیار محلھا فمقامھا** کے معنی پہلے طاعون کے لکھے پھر جب زلزلے ہونے لگے تو اُس کے وہی معنے مشتہر کر دیئے۔ ص ۴۰

داؤ پیچ سے کام لینا جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب والے الہام میں دھوکا دیکر ایک فتویٰ حاصل کیا اور اُس کی تطبیق اُن پر کر دی ص ۲۱۱ خلاف واقع باتیں گھڑ لینی جیسا کہ مولوی محمد حسین کی ذلت والے الہام میں عزت کی چیزوں کو بھی ذلت قرار دی۔

بالائی تدابیر سے عاجز کرنا مثلاً تین برس میں ایک رسالہ اعجاز احمدی لکھ کر اس غرض سے بھیجا کہ پانچ روز میں اس کا جواب دو جو ممکن نہ تھا اور اعلان دیدیا کہ یہی معجزہ ہے ص ۲۱۸ ابتدا میں کمال جرأت اور انتہاء میں گریز جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت پیشگوئی کی کہ پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے وہ ہرگز نہ آئیں گے اگر آئیں تو ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے اُن کو دیئے جائیں گے۔ اور جب آگئے تو گالیاں دیکر گریز کر گئے ص ۲۲۶ بعض الہاموں کا ایک

جز ثابت ہوتا ہے اور اکثر حصہ غلط اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین بھی اُن کو خبر دیتے ہیں س ۴۰ جس طرح ابن صیاد نے بجائے دخان دخ کی خبر دی تھی۔

کبھی تخمیں سے الہام بنایا گیا جو غلط نکلا مثلاً دیکھا کہ طاعون ملک میں پھیل رہا ہے الہامی پیشگوئی کردی کہ دو سال میں طاعون پنجاب میں آجائے گا مگر نہ آیا۔ س ۳۵ ۔

قرآن کی تحریف کی تدبیر

سب سے پہلے اس کی ضرورت ہوئی کہ تفاسیر ساقط الاعتبار کردیجائیں چنانچہ لکھا کہ تفاسیر موجودہ فطرتی سعادت اور نیک روشی کے مزاحم ہیں جنہوں نے مولویوں کو خراب کردیا۔ ف ۲۲ اور احادیث کو بیکار محض بنادیا اور اجماع کی نسبت کہہ دیا گو اُس میں اولیاء بھی داخل ہوں مگر وہ معصوم نہیں ہوسکتا۔ ل ۱۴۳۔ جب یہ دلائل قویہ جن پر اہل سنت و جماعت کا مدار تھا بیکار کردیئے گئے تو اب شیطان کو روکنے والا کون اس کے ساتھ ہی الہام ہوگیا **الرحمن علم القرآن** ل ۱۹۲ یعنی اُن کے خدا نے خود اُن کو قرآن کی تعلیم کردی۔ اور تعلیم کیا ہوئی کہ انبیاء ساحر تھے اور معجزے مسمریزم اور قیامت جس کا ذکر ہر مسلمان قرآن میں پڑھتا ہے بے اصل وغیر ذلک۔ اور لکھتے ہیں کہ معارف قرآن بذریعہ کشف والہام زیادہ تر صفائی سے کھلتے ہیں۔ مگر یہ بات بھی ثابت ہے کہ جو کشف والہام ہمیشہ غلط اور مصنوعی ثابت ہوا کریں اُن کے ذریعہ سے جو معارف پیدا ہوں وہ تحریفات ہیں۔ ناموں میں تصرف کرکے خود مصداق بن جاتے ہیں چنانچہ قولہ تعالیٰ: **مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد** کو اپنی شان میں کہہ دیا کیونکہ خود احمد ہیں اور الہام کی رو سے رسول بھی ہیں۔ اور **یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک** کا خطاب اپنی نسبت فرماتے ہیں۔ کیونکہ الہام سے عیسیٰ بن چکے ہیں۔ محرف کتابوں کو پیش کرکے قرآن کے معنی بدل دیتے ہیں۔ ص ۵۰ حقیقت کی جگہ مجاز اور مجاز کی جگہ حقیقت لیکر **انی متوفیک** اور **اماتہ اللہ** میں تحریف کردی ف ۳۵۳ بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دعویٰ کرکے چند الہاموں کی جوڑ لگادی اور خاتم النبیین بن گئے۔

خاتم الانبیاء بننے کی تدبیر

الہام ہوا یا احمدی ۲۴۲ اور فرماتے ہیں میں مثیل محمد ﷺ ہوں۔ اور فرماتے ہیں میں ظلی طور پر محمد ﷺ ہوں ف ۵۳ پھر اُن الہاموں کی بھر مار کر دی جو آنحضرت ﷺ کے خصوصیات سے ہیں مثلاً وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ی۵۰۶ لولاک لما خلقت الافلاک یا ایھا المدثر انا فتحنا لک فتحاً مبینا زوجنا کھا۔ وغیرہ الہامات مذکورہ

مرزا صاحب کو حضرت کی ظلیت کا دعویٰ ہے اور اسی بنا پر حضرت کی خصوصیات کے بھی مدعی ہیں۔ مگر یہ امر مشاہد ہے کہ ظل میں کوئی بات اگر ظاہر ہوتی ہے تو اُسی قسم کی ہوتی ہے جو اصل یعنی ذی الظل میں محسوس ہو مثلاً حرکت اور شکل من وجہ پھر اُس کے کیا معنی کہ حضرت کی خصوصیات کا تو دعویٰ ہے اور امور محسوسہ بالکلیہ مفقود ایک ہی بات دیکھ لیجئے کہ وہاں دنیا سے من جمیع الوجوہ اجتناب مشاہد تھا اور یہاں ہمہ وجوہ انہماک واستغراق محسوس ہے۔ مرزا صاحب نے خاتم النبیین بننے کا ایک طریقہ یہ بھی نکالا کہ میں فنا فی الرسول ہوں ل ۵۷۵ مگر عقل سلیم اس کو بھی ہرگز قبول نہیں کر سکتی اس لئے کہ مرزا صاحب اپنی بیوی کی رضا جوئی میں ہمہ تن مستغرق ہیں چنانچہ اقسام کے چندے اسی غرض سے کئے جاتے ہیں کہ جو روپیہ حاصل ہو اُن کو پہنچے۔ سونے کے زیوروں سے ان کو لاد دیا فرزندوں کو محروم کر کے اپنے املاک پر اُن کو قابض کر دیا حالانکہ اس قسم کی کوئی بات ہمارے نبی ﷺ میں نہیں پائی گئی۔ الغرض یہ استغراق وانہماک اُن کا بہ آواز بلند کہہ رہا ہے کہ مرزا صاحب فنا فی الرسول تو ہرگز ہو نہیں سکتے۔

پیسہ پیدا کرنے کی تدبیر

یوں تو جتنی تدابیر اور کارروائیاں مرزا صاحب کی ہیں سب سے مقصود اصلی اور علت غائی یہی ہے جس پر اُن کی طرز معاشرت گواہ ہے ف ۷ ۳ مگر اُن میں سے چند وہ تدابیر لکھی جاتی ہیں جن کو اس مسئلہ سے زیادہ خصوصیت ہے۔ باوجودیکہ مرزا صاحب کو عیسیٰ اور مہدی اور امام الزمان

اور مجدد اور محدث وغیرہ ہونے کا دعویٰ ہے جن کے مدارج دین میں نہایت اعلیٰ ہیں مگر انہوں نے روپیہ فراہم کرنیکی غرض سے حارث یعنی کسان بننے کو بھی قبول کرلیا۔ ہر چند حارث کے معنی وہ زمیندار لکھتے ہیں۔ مگر کتب لغت سے اُس کی غلطی ثابت ہے۔ چنانچہ غیاث ونفائس وغیرہ میں معنی مصرح ہے کہ حارث بمعنی مزارع ہے جس کو ہندی میں کسان کہتے ہیں۔ اور کسان ایک ایسی ذلیل قوم ہے کہ زمینداروں کے نوکروں کے نزدیک بھی اُن کی کوئی وقعت نہیں اقسام کی تصویریں اپنی اور اپنے اہل بیت کی اور خاص جماعت کی اتروا کر بیچتے ہیں جس سے لاکھوں روپیوں کی آمدنی متصور ہے۔ ف ۳۸ منارۃ المسیح جس میں گھڑی اور لالٹین لگائی گئی اُس کی تعمیر کے لئے دس ہزار روپیہ کا چندہ کیا گیا ف ۳۷ مسجد اور مدرسہ کے لئے چندہ جیسا کے اخبار الحکم سے ظاہر ہے۔ کتابوں کی پیشگی قیمت وصول کرلیجاتی ہے اور کتاب ندارد ف ۳۸ ایک کتاب کے دو نام رکھ کر دونوں کی قیمت وصول کیجاتی ہے ف ۴۱ پریس کاغذات اور کاپی نویس کے واسطے ڈھائی سو روپیہ کا ماہانہ چندہ ف ۴۲ کتاب کی قیمت لاگت سے تگنی چوگنی رکھی جاتی ہے ف ۴۳ دعاء کی اجرت پیشگی لیجاتی ہے اور اثر ندارد ف ۴۳ اموال واملاک وزیورات وغیرہ کی زکوۃ دینے کی ترغیب وترہیب اس غرض سے کی جاتی ہے کہ اپنی تصنیفات اُس سے خریدی جائیں۔ ف ۴۲ تمام چندہ مع مد زکوۃ بلا حساب مرزا صاحب ہی کے پیٹ میں ہضم ہو رہے ہیں س ۱۵ پھر جب اہلیان سیالکوٹ نے آمد وخرچ کے انتظام کیلئے کمیٹی کی درخواست کی تو طیش میں آکر جواب دیا کیا میں کسی کا خزانچی ہوں پھر جب مہمانوں کو تکلیف ہونے کی شکایت ہوئی تو جواب دیا کیا بھٹیاری ہوں س ۱۵ مرزا صاحب کا حکم ہے کہ جو لنگر میں چندہ نہ دے وہ اسلام سے خارج ہے ک ۲۷ قیمت کتب وغیرہ وصول کر کے اشتہار دلوادیا کہ امام وقت وخلیفۃ اللہ کو نبیوں بقالوں تنگ دلوں زر پرستوں کے حساب سے کیا کام گویا وہ مال غنیمت تھا۔ ف ۴۳ فرماتے ہیں ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔ اس کے معنی یہ ہیں خدا جس کو چاہتا ہے حکمت

عنایت کرتا ہے اور جس کو حکمت دی اس کو بہت سامال دیا گیا ی ۱۷ ۴۱ اور فرماتے ہیں دوسرا حصہ انبیاء اور اولیاء کی عمر کا فتح میں اقبال میں دولت میں بمرتبہ کمال ہوتا ہے ی ۲۵۴ یہ تدبیر قابل ملاحظہ ہے کیونکہ کوئی مرید اور امتی مرزا صاحب کا ایسا نہیں جس کو مرزا صاحب کی حکمت اور ولایت بلکہ نبوت کا اقرار نہیں۔ اسلئے اُن پر فرض ہوگا کہ جس طرح انہوں نے دمشق کا منارہ قادیان میں بنوا کر اپنے نبی کی عیسویت کی تکمیل کی اسی طرح اپنے نبی کے آخری حصہ عمر میں بہت سامال دے کر دولت کے درجہ کمال تک ان کو پہنچادینگے تاکہ اپنے نبی کی حکمت اور ولایت کی تکمیل ہوجائے مگر یاد رہے کہ یہ منارۃ المسیح نہیں کہ دس بارہ ہزار روپیہ سے کام چل جائے۔ اگر دس بیس لاکھ روپیہ بھی مرزا صاحب کی نذر کریں تو بھی اس زمانہ کے لحاظ سے وہ بہت سامال اور دولت بمرتبہ کمال نہیں ہوسکتی اس زمانہ میں ادنیٰ مہاجن کروڑہا روپیہ کا مالک ہے۔ اس موقع میں ہم سچی پیشگوئی کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مال و دولت میں ہرگز اُس یہودی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے جو اس زمانے میں دولتمندی میں کامل سمجھا گیا جسکا حال اخباروں میں مندرج ہے۔

ایک مقبرے کی بنیاد ڈالی جس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا اور اُس میں دفن ہونے کی یہ شرط لگائی کہ دفن ہونے والا اپنی جائداد کے دسویں حصّہ کی وصیت کردی ک ۵۲ اب ایسا کوئی شقی ہوگا کہ اس حقیر بضاعت کو دینے میں دریغ کر کے ہمیشہ کے لئے بہشت کا حصہ خرید نہ کرے۔ اس کے بعد صرف ایک الہام کی ضرورت ہے کہ جو اس بہشتی مقبرہ میں دفن نہ ہو وہ دوزخی ہے اور وہ غالباً وہ اس عرصہ میں ہوگیا ہوگا آیندہ موقع پر ہوجائے گا۔

مرزا صاحب کے استفادات

یوں تو مرزا صاحب کی طبیعت خود جدت پسند اور اختراعات پر قادر ہے مگر اس کا انکار ہو نہیں سکتا کہ ہر فن میں ابتدائً اساتذہ سے استفادہ کی ضرورت ہے۔ البتہ کثرت ممارست مزاولت سے جب ملکہ پیدا ہوتا ہے تو پھر کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں رہتی اسی وجہ سے براہین

احمدیہ اور ازالۃ الاوہام کی تصنیف کے زمانے کی نسبت ان دنوں کی کاروائیاں مرزا صاحب کی روز افزوں ترقی کر رہی ہیں۔ جیسا کہ الحکم وغیرہ سے ظاہر ہے۔ اب ہم اُن کے ابتدائی زمانے کی چند تقلیدیں بیان کرتے ہیں۔

حیلے

ابن تومرت نے ونشریسی کو جو ایک فاضل جید تھا ایک مدت تک دیوانہ بنا رکھا پھر موقع پر اُس کو عالم بنا کر ہزاروں مسلمانوں کو تباہ کیا ص ۳۳۴ اسحٰق کئی سال گونگا رہ کر ایک دوا کے استعمال سے نبی بن بیٹھا ص ۳۲۱ رسالۂ الہامات مرزا میں مرزا صاحب کی کاروائیاں قابل دید ہیں جن کی نظیریں متقدمین بھی مل نہیں سکتیں اُن کی پیشگوئیاں ملاحظہ ہوں۔

واقعات میں تصرف

یوذ اسف مدعی نبوت نے ابراہیم علیہ السلام کے واقعات مندرجۂ قرآن میں تصرف اور الٹ پھیر کر کے ان کو مجوسی قرار دیا۔ اسی طرح مرزا صاحب عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں تصرف کر کے ان کو ساحر قرار دیتے ہیں ص ۱۲۹

عزلت ریاضت اظہار تقدس

بولس مقدس عیسائیوں کے دین کو خراب کرنے کی غرض سے سلطنت چھوڑ کر فقیر بن گیا ص ۳۲۲ خوزستانی اپنے قرابت دار کو امام زماں بنانے کے واسطے زہد و تقویٰ میں اپنے کو بے نظیر ثابت کیا ص ۳۲۵ اسحٰق نبوت حاصل کرنے کی غرض سے دس برس گونگا اور کسمپرس حالت میں مشقتیں گوارا کرتا رہا ص ۳۲۴ فاضل ونشریسی ابن تومرت کو امام زماں ثابت کرنے کے لئے ایک مدت دراز پاگل اور دیوانہ بنا رہا ص ۳۳۴ چنانچہ سب اپنے اپنے مقاصد میں کامیاب بھی ہوئے مرزا صاحب نے بھی ایک مدت دراز عزلت اختیار کی جس میں براہین احمدیہ کی تصنیف اور

مذاہب باطلہ کی کتابیں اور اُن کی کامیابیوں کے طریقے دیکھتے اور تدبیریں سوچتے رہے اور وہ تقدس ظاہر کیا کہ غیر مقلد علماء کو بھی اپنے الہام منوا کر چھوڑا گو وہ لوگ ایک مدت کے بعد اُن کی غرض پر مطلع ہو کر علٰحدہ ہو گئے۔

امور غیبیہ مثل کشف والہام وغیرہ

ہر زمانہ میں جھوٹے دغل باز ہوا کرتے ہیں جن کا کام بغیر اظہار امور غیبیہ مثل کشف الہام خواب وغیرہ کے چل نہیں سکتا جو صرف حسن ظن سے مان لئے جاتے ہیں۔ اگر حسن ظن کرنیوالوں سے پوچھا جائے کہ اُن کا کشف والہام تو نہ محسوس ہے نہ عقل سے اس کا ثبوت ہوسکتا ہے تو اُن سے سوائے اس کے کچھ جواب نہ ہوسکے گا کہ ایسے مقدس شخص کیوں جھوٹ کہیں گے اسی وجہ سے پہلے اُن لوگوں کو اپنا تقدس ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرزا صاحب جو تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ الہام الٰہی کی رو سے پیدا ہوا ص ۱۶۲ سو یہ کوئی نئی بات نہیں بولس نے سلطنت چھوڑنے کا سبب اسی کشف کو بنایا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے تشریف لا کر مجھ پر لعنت کی اور میری بصارت چھین لی جس سے میں اُن کی حقانیت کا قائل ہو کر فقیر ہو گیا ص ۱۳۱۷ اسحٰق اخرس نے جو اپنی نبوت ایک بڑی قوم قائم کر لی اسی کشف کی بدولت تھا کہ کشفی حالت میں فرشتوں نے نبی بنادیا ص ۳۲۲ ونشریسی اسی کشف کے ذریعہ سے تقریباً لاکھ مسلمانوں کو قتل کر ڈالا ص ۳۲ فرقۂ بزیغیہ کے سب لوگ قائل تھے کہ ہم اپنے اپنے اموات کو ہر صبح وشام دیکھ لیا کرتے ہیں ص ۳۵۰ مرزا صاحب اور اُن کے مریدوں کے بھی دعوے ہیں کہ خواب میں اُن کی حقانیت کی تصدیق ہو جاتی ہے اور بعض مریدوں کے خواب میں آنحضرت ﷺ خود فرمایا کرتے ہیں کہ مرزا مسیح موعود اور خلیفۃ اللہ ہیں اُن کی تصدیق فرض ہے ص ۳۵۱

تعلیم من اللہ

مرزا صاحب متعدد مقاموں میں الہام وغیرہ کی رو سے فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ خود اُن کو قرآن کی تعلیم کرتا ہے ص ۳۲۳ مرزا صاحب تو ذی علم شخص ہیں اخرس اور ونشریسی نے تو اس دعویٰ کو اعجازی طور پر ثابت کر دکھایا تھا ص ۳۲۳۔ ۳۲۴

عقلی معجزے

ابن تومرت نے فریب اور دغابازی کا نام معجزہ رکھا ص ۳۳۱ بہافرید نے ایک قمیص چین سے لا کر اُس کو معجزہ قرار دیا ص ۳۲۹ اسحٰق اخرس نے نئی قسم کا روغن منہ پر لگا کر اُس کو معجزہ قرار دیا ص ۳۲۲ سلیمان مغربی کبوتروں کے ذریعہ سے پوشیدہ خط بھیج کر ہر شخص کا فرمایشی کھانا اپنے گھر سے منگواتا اسی عقلی معجزہ سے لوگ اُس کے معتقد تھے ص ۱۳۷ مرزا صاحب ایسی ہی بدنما تدابیر کا نام عقلی معجزے رکھ کر اُن کو اپنی نبوت کی دلیل قرار دیتے ہیں ص ۲۷ اسود عنسی مدعی نبوت نے گدھے کے اتفاقی طور پر گرنے کو اپنا معجزہ قرار دیا تھا۔ اسی طرح مرزا صاحب بھی اتفاقی امور مثل طاعون وغیرہ کو معجزہ قرار دیتے ہیں ص ۱۳۴ جو کلیں امریکہ یورپ وغیرہ میں ایجاد ہوتی ہیں وہ بھی انہیں کا معجزہ ہے ص ۱۳۵ فرماتے ہیں حجاز ریلوے اپنی عیسویت کی علامت ہے۔ ص ۱۳۴

پیش گوئی

ابن تومرت پیشگوئی کے وقوع کو اپنے امام الزماں ہونے کی دلیل قرار دیا تھا ص ۳۳۲ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں باوجودیکہ سچی ثابت نہیں ہوتیں مگر ان کو اپنی نبوت کا معجزہ قرار دیتے ہیں ص ۲۲۳

مامورمن اللہ ہونا

اخرس نے اپنا مامورمن اللہ ہونا فرشتوں کے قول سے ثابت کیا تھا ص ۳۲۳ مرزا صاحب ترقی کرکے فرماتے ہیں کہ خود خدا نے بالمشافہ اُن کو یہ حکم دیدیا ہے۔ص ۲۸۹۔

امام الزماں

مغیرہ نے پہلے امام الزماں ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن بالآخر اُس کی نبوت تسلیم کرلی گئی ص ۳۴۰ اسی بناء پر مرزا صاحب ضرورۃ الامام ص ۲۴ میں لکھتے ہیں کہ امام الزماں کے لفظ میں نبی رسول، محدث، مجدد سب داخل ہیں یعنی یہ سب مدارج خود بدولت میں موجود ہیں۔اسی وسعت کے لحاظ سے مرزا صاحب اب اسی لقب سے ذکر کئے جاتے ہیں۔مگر معلوم نہیں کہ مرزا صاحب انہی چند معنوں پر کیوں قناعت فرماتے ہیں۔ابوالخطاب اسدی نے تو اس لفظ کے معنے میں الوہیت کو بھی داخل کرلیا تھا۔چنانچہ اُس کا قول ہے کہ امام زماں پہلے انبیاء ہوتے ہیں پھر اللہ ہوجاتے ہیں۔ص ۳۴۹ مرزا صاحب بھی نبوت سے ایک درجہ اوپر ترقی کر گئے ہیں۔چنانچہ خدا کی اولاد کا ہم رتبہ اپنے کو بتلاتے ہیں اب صرف ایک ہی زینہ کی کسر رہ گئی ہے مقنع کے گروہ کا عقیدہ ہے کہ دین فقط امام زماں کی معرفت کا نام ہے ص ۳۴۸ مرزا صاحب کا گروہ اس سے بھی ترقی کر گیا ہے اسلئے کہ اُن میں کے بعض حضرات نے علی روس الاشہاد کہہ دیا کہ جس حمد کیساتھ مرزا صاحب کا ذکر نہ ہو تو وہ شرک ہے ک ۲۵ احمد کیال اپنی قوت علمی کے لحاظ سے امام الزماں ہونے کی یہ شرط لگائی کہ وہ عالم آفاق و انفس کو بیان کرے اور آفاق کو اپنے نفس پر منطبق کردکھائے مگر مرزا صاحب ضرورۃ الامام میں اُس کی چھ شرطیں بیان فرما کر لکھتے ہیں کہ وہ سب شرطیں مجھ میں موجود ہیں اس لئے میں امام الزماں ہوں۔شرطیں یہ ہیں۔

(۱) قوت اخلاقی۔ناظرین سے توقع کیجاتی ہے کہ تھوڑی محنت گوارا کرکے اسی فہرست میں مرزا صاحب کی خوش اخلاقی کا حال ملاحظہ فرمالیں جس سے اذافات الشرط فات المشروط خود پیش نظر ہوجائے گا۔

(۲) امامت یعنی پیش روی کی قوت۔ مگر یہ ایک عام قوت ہے جو کافروں کے اماموں میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ اس باب میں وہ پیش رو رہا کرتے ہیں کہ نہ خدا کی بات مانی جائے نہ رسول کی بلکہ دین میں طعن و تشنیع ہوا کرے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ (التوبۃ: ۱۲) یعنی اگر وہ عہد شکنی کریں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو اُن کے اماموں کو قتل کر ڈالو۔ اب غور کیجئے کہ مرزا صاحب ہمارے دین میں کس قدر طعن کرتے ہیں کہ خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلطیاں پکڑتے ہیں اور تمام محدثین و صحابہ و تابعین وغیرہم کو مشرک قرار دیتے ہیں وغیر ذلک اب وہ مسلمانوں کے امام کیونکر ہوسکتے ہیں۔ قیامت کے روز ہر گروہ اپنے امام کے ساتھ ہوگا۔ خواہ مسلمان ہو یا کافر چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ (الاسراء:۷۱) اور نیز (فرمانِ) حق تعالیٰ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ (ھود: ۹۷:۹۸) یعنی فرعون اپنی قوم کے آگے آگے رہ کر اُن کو دوزخ میں پہنچادے گا۔ الحاصل پیش روی کی قوت مرزا صاحب کے مفید مدعا نہیں۔

(۳) بسطۃ فی العلم۔ مرزا صاحب کی علمی غلطیوں کی فہرستیں لکھی گئی ہیں جن کا اب تک جواب نہ ہوا اُن کے سوا متفرق غلطیاں اور بھی ہیں۔ یہ شرط بھی فوت ہے ص ۲۱۴۔ ۲۱۹

(۴) کسی حالت میں نہ تھکنا اور نہ ناامید ہونا اور نہ سست ہونا۔ جتنے جھوٹے امامت و نبوت وغیرہ کا دعویٰ کرنے والے گزرے سب کی یہی حالت تھی۔ چنانچہ اسی کتاب کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگا کہ بعضوں نے جان تک دیدی مگر اپنے دعوؤں سے نہ ہٹے۔

(۵) قوت اقبال علی اللہ یعنی مصیبتوں کے وقت خدا کی طرف جھکتے ہیں جن کی دعاؤں سے ملاء اعلیٰ میں شور اور ملائکہ میں اضطراب پڑ جاتا ہے۔ مرزا صاحب کی دعاؤں کا حال بھی ملاحظہ فرمالیا جائے کہ کیسی کیسی مصیبتوں اور ضرورتوں کے وقت اُن کی کوئی دعا قبول نہ ہوئی اور ان کے مخالفوں کی ہر دعا قبول ہوگئی۔

(۶) کشوف والہام کا سلسلہ۔ الہاموں کا بھی حال ملاحظہ فرمالیا جائے کہ کس قدر غلط اور خلاف واقع ہوا کرتے ہیں۔

رسالت منقطع نہیں

ابو منصور نے یہ بات نکالی کہ رسالت کبھی منقطع نہیں ہو سکتی ص ۱۴۱ ۳ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ خدا پتھر کی طرح خاموش رہے۔ ی ۲۹۴

وحی

آیت شریفہ واوحی ربک الی النحل کو صحابہ وتابعین وغیرہم ہمیشہ پڑھا کرتے تھے مگر کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم پر وحی اترتی ہے۔ سب سے پہلے مسیلمہ کذاب نے دعویٰ کیا کہ مجھ پر وحی اترتی ہے ص ۱۲۹ اُس کے بعد بحسب ضرورت جھوٹے نبیوں میں یہ سنت جاری ہوگئی۔ مسیلمہ کذاب نے پورا مصحف اپنے وحیوں کا لکھا تھا جو مسجع تھا مرزا صاحب بھی ایک کتاب مسجع لکھ کر جس طرح قرآن معجزہ ہے اُس کو اپنا معجزہ کہتے ہیں جس کا نام ہی اعجاز مسیح رکھا ہے ص ۱۳۰

نبوت

مسیلمہ کذاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو مان کر اپنی نبوت کا بھی دعویٰ کرتا تھا۔ ص ۱۲۹ اسحٰق اخرس کا قول ہے کہ فرشتوں نے اُس کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھلے انبیاء کے خاتم تھے اور تم اس ملت کے نبی ہو جس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم الانبیاء کے بعد کوئی مستقل نبی نہیں ہو سکتا اس لئے ظلی نبی ہو۔ مرزا صاحب بھی اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء تسلیم کر کے نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

صلوۃ

سجاح مدعیہ نبوت نے جب مسیلمہ کذاب کے ساتھ نکاح کیا تو کمال مسرت کی حالت میں اس کو صلی اللہ علیک کہا ص ۳۲۳ یہی کلمہ مرزا صاحب کی امت بھی ان کے نام کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

معارف قرآنی

مغیرہ نے قرآن کے معارف جو لکھے ہیں قابل دید ہیں مثلاً آیت شریفہ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ میں جو امانت مذکور ہے وہ یہ تھی کہ علی کرم اللہ وجہہ کو امام ہونے نہ دینا۔ اُس کو انسان یعنی ابوبکر اور عمر علیہم الرضوان نے اٹھالیا کیونکہ وہ ظلوم وجہول تھے ص ۳۴۰ سید احمد خان صاحب نے بھی قرآن کے معارف دل کھول کر بیان کئے کہ جبرئیل اور ابلیس صرف انسانی قوتوں کے نام ہیں اور نبی ایک قسم کے دیوانے کو کہتے ہیں وغیر ذلک ص ۳۴۳ احمد کیال کی معارف دانی سب سے بڑی ہوئی تھی کیونکہ علم میں بھی وہ ید طولیٰ رکھتا تھا ص ۳۵۲ مرزا صاحب نے بھی اس قسم کے معارف بہت سے لکھے ہیں۔ چنانچہ سورۂ انا انزلنا کے معارف سے ثابت کردیا کہ امریکہ اور یورپ میں جتنی کلیں ایجاد ہویں وہ سب اپنی نشانی ہیں۔ اور آیت شریفہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے مرادمیں ہوں وغیر ذلک اگر انصاف سے دیکھا جائے تو مرزا صاحب کا خیال درست ہے آدمی دماغ پریشان کرکے محنت اٹھائے اور اُس سے کوئی نفع حاصل نہ کرے تو وہ بھی ایک قسم کی یاوہ گوئی ہے۔

عقلی استدلال

بولس مقدس نے عقلی دلیل پیش کی کہ خدا نے تمام جانور آدمیوں کو ہدیہ بھیجا ہے سب کو قبول کرنا اور کھانا چاہیئے سب نے اس دلیل کو قبول کرلیا اسی طرح اور بھی عقلی دلیلیں پیش کرکے دین عیسائی کو بدل دیا ص ۸۲ مرزا صاحب بھی ایسے ہی عقلی دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کرۂ زمہریر سے بچ کر آسمانوں پر کیونکر گئے اور اگر وہاں وہ زندہ ہیں تو ان کے کھانے پینے اور پایخانہ کا کیا انتظام ہے۔

آیتوں کا مصداق بدل دینا

خوارج آیتوں کی شان نزول اور مصداق بدل دیا کرتے تھے چنانچہ اُن کا قول ہے کہ آیت شریفہ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ؕ (البقرۃ:۲۰۷) ابن ملجم قاتل علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی ص ۵۹ ۳ اسی طرح مرزا صاحب آیت بِرَسُوۡلٍ يَّاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِى اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ ؕ (الصّف:۶) احمدی وغیرہ کو اپنی شان میں قرار دیتے ہیں۔

آیتوں سے جھوٹا استدلال

ابو منصور نے قولہ تعالیٰ: لَيۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا (المائدۃ:۹۳) سے استدلال کیا کہ ہر چیز حلال ہے اس لئے کہ اُس سے نفس کی تقویت ہے ص ۴۱ ۳ اسی طرح مرزا صاحب سورۂ انا انزلنا سے اپنے مامور من اللہ ہونے کا استدلال کرتے ہیں اس قسم کے استدلالوں میں مرزا صاحب کو ملکہ حاصل ہے۔

اپنی تعلّی

اپنی تعلّی ابن تومرث فخر کرتا تھا کہ میری جماعت میں ایک ذلیل شخص یعنی ونشریسی کا سینہ مثل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرشتوں نے شق کر کے قرآن وحدیث وعلوم لدنیہ سے بھر دیا ص ۳۳۳ ابو الخطاب اسدی کا قول تھا کہ میری جماعت میں ایسے بھی لوگ ہیں جو جبرئیل اور میکائیل سے افضل ہیں ص ۴۹ ۳ مرزا صاحب نے اس قسم کی سخاوت تو نہیں کی مگر اپنی ذاتی تعلّی کی غرض سے یہ تو لکھ دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کشفوں میں غلطیاں کھائیں اور صدہا انبیاء کے کشف غلط ثابت ہوئے بخلاف اپنے کشفوں کے کہ غلطی کا احتمال ہی نہیں اس لئے کہ خدائے تعالیٰ منہ سے پردہ ہٹا کر صاف طور سے باتیں کیا کرتا ہے ص ۲۹۸ اسی وجہ سے اُن کے الہام دوسروں پر حجت ہیں ص ۱۶۳ احمد کیال جو امام الزماں کہلاتا تھا اُس کا دعویٰ تھا کہ میں عالم کی تکمیل کے واسطے آیا ہوں

اور میرا نام قائم رکھا گیا اب تک جو متضاد کیفیتیں عالم میں تھیں اب وہ باطل ہو جائینگی اور روحانی جسمانی پر غالب ہو جایئگا یعنی قیامت قائم ہو گی ص ۵۲ ۳ مرزا صاحب بھی کہتے ہیں کہ اگر میں نہ ہوتا تو آسمان ہی پیدا نہ ہوتا س ۱۱ اور خدا نے اُن سے فرمایا کہ تیرا نام تمام ہوگا میرا نام تمام نہ ہوگا س ۱۱ اور فرماتے ہیں قرآن اٹھ گیا تھا ثریا سے میں اسے لایا ہوں۔ص ۲۹۷ احمد کیال کا قول تھا کہ انبیاء اہل تقلید کے پیشوا تھے اور قائل یعنی خود اہل بصیرت کا پیشوا ہے ص ۵۳ ۳ اور یہ بھی کہتا تھا کہ میں تمام عوالم کا جامع ہوں ص ۵۳ ۳ مرزا صاحب نے دیکھا کہ جھاڑ پہاڑ اور جانور وغیرہ کے جامع ہونے سے کیا فائدہ اس لئے اُن میں سے وہ چند امور کے لئے جو مفید اور بکار آمد ہوں مثلاً عیسویت موسویت نبوت رسالت مجددیت امامت وغیرہ اور پیشوا ایسی امت کیلئے جو قطعی جنتی ہے۔ص ۲۱

قدرت

عمر تیان مدعی نبوت کمال افتخار سے کہتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو اس گھاس کو ابھی سونا بنا دوں ص ۶۰ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ عیسیٰ کے معجزے عمل مسمریزم سے تھے اگر یہ عمل قابل نفرت نہ ہوتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ان سے کم نہ رہتا ص ۵۹ مغیرہ کا دعویٰ تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں اس سے مردوں کو زندہ کرسکتا ہوں۔ص: ۴۰ ۳ بتاں ابن سمعاں کا دعویٰ تھا کہ میں اسم اعظم کے ذریعہ سے زہرہ کو بلا لیتا ہوں ص ۴۷ ۳ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ مجھے تو کن فیکون دیا گیا ہے و ۵۳ ۳ یعنی جس معدوم کو چاہوں کن کہہ کر موجود کرسکتا ہوں۔اور اجابت دعا دی گئی ہے جو کچھ خدا سے مانگتا ہوں فوراً مل جاتا ہے۔ص ۳۴۵

خدا کی صاحبزادگی

فیثاغورس کا دعویٰ تھا کہ میں اپنے خدا کا بیٹا ہوں۔مرزا صاحب نے مقصود پر نظر کر کے فرمایا کہ میں خدا کی اولاد کا ہم رتبہ ہوں کیونکہ پرستش رتبے ہی کہ لحاظ سے ہوا کرتی ہے ص ۳۰۵ چنانچہ یہاں تک تو نوبت پہنچ گئی ہے کہ جس حمد کے ساتھ مرزا صاحب کا ذکر نہ ہو وہ شرک ہے۔

خدا کو دیکھنا

مغیرہ مدعی نبوت کا کنایۃً دعویٰ تھا کہ میں نے خدا کو دیکھا ہے ص ۳۴۰ مرزا صاحب کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ خدا سے باتیں کرتے وقت وہ خیال کرتے ہیں کہ گویا خدا کو دیکھ رہے ہیں اور اس وقت خدا کسی قدر پردہ اپنے روشن چہرے سے اتار دیتا ہے ص ۲۹۸ مرزا صاحب نے یہ تو نہیں لکھا کہ اُس وقت میری آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں اس سے کنایۃً یہ دعویٰ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اس روشن چہرے کو وہ دیکھ ہی لیتے ہیں۔

تکفیر

اخرس کا قول ہے کہ جو شخص بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجھ پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے (ص ۳۲۴) مرزا صاحب بھی یہی فرماتے ہیں کہ میرا منکر کافر ہے۔خوارج کبار صحابہ کی تکفیر کرتے تھے صفحہ ۳۵۷۔مرزا صاحب بھی صحابہ کہ اعتقادات مرویہ کو شرک بتاتے ہیں۔

اعداد حروف

مرزا صاحب کو ناز ہے کہ اعداد حروف سے اپنے مطالب ثابت کرتے ہیں حالانکہ اس کا موجد فرقۂ باطنیہ ہے جو اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔

ناموں میں تصرف

ذکرویہ ابن یحییٰ اپنا نام محمد ابن عبداللہ ظاہر کر کے مہدی موعود بنا اس لئے کہ احادیث میں امام مہدی کا یہی نام وارد ہے (ص ۳۲۵) مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میرا نام بھی اللہ کے نزدیک یہی ہے اور عیسیٰ یہی ہے اس لئے میں مہدی بھی ہوں اور عیسیٰ بھی ہوں ابو منصور کا قول تھا کہ: میتہ اور لحم خنزیر وغیرہ چند اشخاص کے نام تھے جن کی محبت حرام تھی اسی طرح صلوۃ صوم زکوۃ اور حج چند

اشخاص کے نام تھے جن کی محبت واجب تھی اس لئے نہ کوئی چیز حرام ہے نہ کوئی عبادت فرض (ص ۳۴۱) سید احمد خان صاحب بھی جبرئیل اور ابلیس و شیاطین آدمی کے قوی کا نام رکھ کر فرشتوں اور شیاطین کے وجود سے منکر ہو گئے (ص ۳۴۳) مرزا صاحب نے اسلام کو یتیم کا لقب دیکر زکوۃ لینے کا استحقاق ثابت کیا کیونکہ وہ اسلام کو پرورش کررہے ہیں۔ اور نیز قادیان کا نام دمشق رکھ کر عیسیٰ کا اس میں اترنا ثابت کردیا۔ اور گورنمنٹ اور پادریوں کا نام دجال رکھ کر بڑے دجال کی نشاندہی سے سبکدوش ہو گئے۔

تحریک قوائے انسانی

باطنیہ قائل ہیں کہ ہر زمانے میں نبی اور وصی کی تحریک سے نفوس اور اشخاص شرائع کے ساتھ متحرک ہوتے ہیں (ص ۳۵۶) مرزا صاحب اسی بناء پر اپنے زمانۂ ولادت سے یہ تحریکیں ثابت کرتے ہیں۔

بروز

مرزا صاحب جو مسئلہ بروز کے قائل ہیں سوانہوں نے اس مسئلہ میں فیثا غورس کی پیروی کی ہے (ص ۳۰۴) یہ چند تقلیدیں بطور مشتے نمونہ از خروارے لکھی گئیں اگر مرزا صاحب کی تصانیف بغور دیکھی جائیں اور مدعیان نبوت و امامت والوہیت وغیرہ کے احوال واقوال پیش نظر ہوں تو اس کی نظیریں بکثرت مل سکتی ہیں۔ عقلمند طالب حق کے لئے جس قدر لکھی گئیں وہ بھی کم نہیں حق تعالیٰ بصیرت عطا فرمائے۔

تعارض

لکھتے ہیں کہ قرآن کا مبدل ہونا محال ہے کیونکہ ہزارہا تفسیریں اس کی موجود ہیں (ص ۱۱) اور ظاہر ہے کہ تفسیریں معنوی تحریف سے روکتی ہیں ورنہ یوں فرماتے کہ لاکھوں قرآن موجود ہیں۔ پھر انہی تفاسیر کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ فطرتی سعادت اور نیک روشنی کے مزاحم ہیں انہوں نے مولویوں کو خراب کیا۔ ف ۲۲

لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا شرک اختیار کرنا خدا کی پیشگوئی کی رو سے محال ہے اور ان کا تزلزل ممکن نہیں۔ص ۴۴ ی ۱۱۰

پھر لکھتے ہیں کہ میرا منکر کافر اور مردہ اور اسلام سے خارج ہے یعنی اب کل مسلمان کافر ہو گئے (ف ۴۴ ۵ س ۵) لکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام دنیا میں اتریں گے اور گمراہی کو نیست و نابود کر دیں گے۔ص ۱۵

پھر لکھتے ہیں کہ: مسیح فوت ہو گیا اور یہ دونوں الہام ہیں یعنی خدا نے اُن سے کہا (ص ۲۷) لکھتے ہیں میں اپنے مخالفوں کو کاذب نہیں سمجھتا ص ۲۳۸ پھر لکھتے ہیں: وہ مسلمان ہی نہیں بلکہ کافر اور اسلام سے خارج ہیں۔

لکھتے ہیں میں تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں (ص ۲۸۷) پھر لکھتے ہیں کہ: میں رسول اللہ ہوں نیا دین لایا ہوں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بلکہ بعض انبیاء سے افضل ہوں (ع ۱۴۷)

فرماتے ہیں: مجھے اخلاقی قوت اعلیٰ درجہ کی دی گئی (س ۴۰) مگر علماء کو گالیاں اتنے دیتے ہیں کہ جن کی ایک فہرست مرتب ہو گئی۔ع ۱۴۴

لکھتے ہیں کہ بغیر قرآن کے عقل سے واقعات نہیں معلوم ہو سکتے ص: ۸۰۔ ۱۰۶ اور مخالف قرآن وانا جیل عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر چڑھنے اور بھاگ جانے کا واقعہ دل سے گھڑ لیا ل

لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کھلی کھلی نشانیاں ہرگز نہیں دکھاتا۔ اور اس کے بھی قائل ہیں کہ معجزۂ شق القمر دکھایا گیا۔ص ۱۲۵

لکھتے ہیں کہ ہر پیشگوئی آنحضرت پر کھولی گئی تھی پھر لکھتے ہیں کہ حضرت پر ابن مریم اور دجال وغیرہ کی حقیقت نہیں کھولی گئی ص ۲۶۷

لکھتے ہیں کہ مسلم شریف کی حدیث بخاری میں نہ ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں اور ایک مجہول فارسی قصیدہ قابل وثوق ہے۔ص ۲۷۲

لکھتے ہیں کہ انجیلوں میں کوئی لفظی تحریف نہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ انجیلیں مسیح کی انجیلیں

نہیں اور ایک ذرہ ہم ان کو شہادت کے طور پر نہیں لے سکتے۔ ص ۲۷۷

لکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر صحابہ کا اجماع نہیں اگر ہو تو تین چار سو صحابہ کا نام لیا جائے۔ مگر چودھویں صدی کے شروع مسیح آنے پر اجماع ہے کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب اور نواب صدیق حسن خان صاحب کی رائے ہے کہ شاید چودھویں صدی کے شروع میں مسیح اتر آئیں ص ۲۸۱۔ ۲۸۲ یعنی ان دو راویوں سے اجماع منعقد ہو گیا۔

لکھتے ہیں احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں والظن لا یغنی من الحق شیئاً (سورہ نجم، آیت: ۲۸) یعنی اُن سے کوئی حق بات ثابت نہیں ہوسکتی ف ۹ پھر لکھتے ہیں کہ ایک حصہ کثیرہ دین کا احادیث سے ثابت ہے۔ ص: ۱۱

لکھتے ہیں کہ جو حدیث بخاری میں نہ ہو وہ قابل اعتبار نہیں ف ۱۴ اور خود مسند امام احمدؒ اور ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان کی حتیٰ کہ فردوس دیلمی وغیرہ کی حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں ف ۶۲ ۔ ۶۸۔

بخاری شریف وغیرہ کے راویوں میں یہ احتمال نکالتے ہیں کہ ممکن ہے کہ انہوں نے قصداً یا سہواً جھوٹ کہہ دیا ہو اور اپنی حدیث کا ایک ہی راوی ہے اور اس کی تعدیل کنھیا لال مراری لال اور بوٹا وغیرہ سے کراتے ہیں۔ ف ۱۷

بڑے دجال کے باب میں احادیث صحیح وارد ہیں کہ وہ پانی برسائے گا اور خوارق عادات اُس سے ظہور میں آئیں گے۔ اُس پر لکھتے ہیں کہ یہ اعتقاد شرک ہے کیونکہ اس سے "انما امرہ ان یقول لہ کن فیکون" اس پر صادق آجائے گا اور اپنی نسبت کہتے ہیں کہ مجھے بھی کن فیکون دیا گیا ہے۔ ف ۵۸

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ (المائدۃ: ۱۱۶) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قال ماضی کا صیغہ ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آیا

ہے۔اور جب انہوں نے لکھا کہ مجھے وحی ہوئی عفت الدیا رمحلھا و مقامھا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ عمارتیں نابود ہو جائیں گی تو اس پر اعتراض ہوا کہ عفت ماضی کا صیغہ ہے تو جواب میں لکھتے ہیں کہ ماضی بمعنی مستقبل آتی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔اِذْ قَالَ اللّٰہُ یَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ (سورہ مائدہ آیت:۱۱۶)

انبیاء علیہم السلام وغیرہم پر اُن کے حملے

سوائے اپنی تالیفات کے امام غزالی وغیرہ کی تالیفات قابل التفات نہیں ع ۱۹۰ مسلمان مشرکانہ خیال کے عادی ہیں ص ۲۶۷ حقیقت انسانیہ پر فنا طاری ہوگئی ص ۲۷ تمام مسلمان اسلام سے خارج ہیں ص ۱۳۱۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک معمولی انسان تھا جوش میں آ کر غلطی کھائی۔ع ۱۳۸ موسیٰ علیہ السلام مسمریزم سے مردے کو حرکت دیئے تھے جس کا ذکر قرآن میں ہے یعنی ساحر تھے ص ۱۵۲ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ مفسرین نے حق تعالیٰ کی استاذی کا منصب اپنے لئے قرار دیا۔ص ۱۳۴۶ ابراہیم علیہ السلام نے مسمریزم سے چار پرندوں کو بلالیا تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے ص ۶۴ عیسیٰ علیہ السلام مسمریزم سے قریب الموت مردوں کو حرکت دیئے تھے۔ص ۴۹ نواس رضی اللہ عنہ پر اور اُن کی روایت پر جو عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں مسلم شریف میں مروی ہے اقسام کے حملے ص:۱۳۷ مسمریزم قابل نفرت ہے ورنہ اُس میں بھی میں مسیح سے کم نہ رہتا۔ص ۵۹۔۲۹۹ جائز ہے کے حدیثوں کے راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہو۔ص ۲۷۰ عیسیٰ علیہ السلام بائیس برس اپنے باپ یوسف بخاری کے ساتھ نجاری کا کام کرتے رہے اسلئے کھلونے کے چڑیاں بناتے تھے۔ ص ۳۰۰ بخاری اور مسلم میں بھی حدیثیں موضوع ہیں و ۱۴۹ احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں جس سے کوئی بات ثابت نہیں ہوسکتی ص ۲۷ عیسیٰ علیہ السلام کے دادا سلیمان علیہ السلام تھے۔ص ۳۰۰۔۷۷ تفسیریں

بیہودہ خیالات ہیں۔ و ۱۲۲ اگر مسیح اس زمانے میں ہوتا تو جو میں کر سکتا ہوں ہرگز نہ کر سکتا اور اللہ کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا ص ۳۰۰ انبیاء کے معجزے مکروں کے مشابہ محجوب الحقیقت ہیں۔ص ۷۲ انبیاء سے سہو وخطا ہوتی ہے ص ۲۶۷ چارسو انبیاء کا کشف جھوٹا ثابت ہوا ص ۱۵۵ وہ چارسو شخص بت پرست تھے جن کا کشف غلط تھا ان کو انبیاء میں داخل کیا ع ۲۴۱ مٹی سے پرندے بنا کر زندہ کرتے تھے وہ مشرکانہ خیال ہے۔ص ۴۹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حقیقت عیسیٰ اور دجال اور یاجوج و ماجوج اور دابۃ الارض کی منکشف نہ ہوئی ص ۱۱۵ قرآن شریف میں جو مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ مشرکانہ خیال ہے۔ ۶۰ حضرت کا کلام لغو اور بے معنے۔ ۲۸۲ زمین پر قیامت ہونا جو قرآن میں مذکور ہے وہ یہودانہ خیال ہے۔ ۲۵۳ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قسم کھا کر فرمایا اس کا بھی اعتبار نہ کیا۔ ۱۱۸ اناجیل منحرفہ سے قرآن کی تکذیب۔ ۹۴ طب کی کتاب سے قرآن کا رد۔ص ۲۷۶ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کشف میں غلطی۔ و۲۲۷ خدائے تعالیٰ کی تکذیب۔ص ۱۰۶۔۱۱۱۔۷۶ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم کثیف تھا۔ ۱۹۴ خدائے تعالیٰ پر غلط الفاظ کہنے کا الزام ص ۱۹۳ قرآن شریف میں جو مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قرآنی تعلیمات کو مردہ اسلام قرار دیا۔ک ۶

نشانیوں میں جھگڑنا

حق تعالیٰ فرماتا ہے **وما یجادل فی آیات اللہ الا الذین کفروا** یعنی سوائے کافروں کے خدا کی نشانیوں میں کوئی جھگڑا نہیں کرتا۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب نے خدا کی نشانیوں میں کیسے کیسے جھگڑے ڈالدئے ہیں۔ اب ان کو کیا کہنا چاہئے۔ فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کو جو نشانیاں دی گئی تھیں اوہام باطلہ تھے ص ۴۳ کافروں وغیرہ سے بڑھ کر ان میں معجزے کی کوئی طاقت نہ تھی ص ۴۵ اولوالعزم انبیاء کے معجزے ایک قسم کے سحر یعنی مسمریزم

تھے ص ۴۹ ‘ ۵۵ ‘ ۵۶ ‘ ۶۴ ۔ ۷۰ انبیاء پیش گوئی کی تعبیر میں غلطی کھاتے تھے ف ۱۱۵ خدائے تعالیٰ کھلی کھلی نشانیاں ہرگز نہیں دکھاتا ص : ۸۳ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جتنی کھلی کھلی نشانیاں قرآن میں مذکور اور حق تعالیٰ آیات بینات فرماتا ہے وہ سب نعوذ باللہ خلاف واقع ہیں فرماتے ہیں کہ یاعیسیٰ انی متوفیك ورافعك جو قرآن میں ہے وہ میری نسبت ہے۔ ل ۱۹۲۔ انبیاء کے معجزات مکروں کے مشابہ محجوب الحقیقت ہیں ص ۲۷ پرانے معجزے مثل کتھا کے ہیں جس کا ایمان عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح قصوں اور کہانی کے سہارے ہو یعنی معجزوں پر اس کے ایمان کا کچھ ٹھکانا نہیں ص ۲۶۷

افترا علی اللہ

حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا (الانعام: ۲۱) یعنی جو اللہ کی افترا کرے اس سے بڑھ کر کون ظالم۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کافر سے بھی زیادہ تر وہ شقی ہے۔ ص ۱۶۲ مرزا صاحب بھی خدائے تعالیٰ پر ہمیشہ افترا کیا کرتے ہیں چنانچہ چند یہاں لکھے جاتے ہیں۔ لکھا ہے کہ قرآن میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں کلام اللہ آسمان پر اٹھالیا جائیگا۔ ص: ۲۷

آتھم کے باب میں خدا نے کہا کہ وہ پندرہ مہینے میں مرے گا حالانکہ نہ مرا۔ ص ۱۸۱ و ۲۷ ص ۱۸۵ ص ۱۸۶

لیکھرام کے باب میں خدا نے خبر دی کہ وہ خارق العادت موت سے مرے گا حالانکہ ایسا نہ ہوا۔ اور عبارت الہام غلط ہونے سے تو یقیناً افترا ثابت ہو گیا۔ ص ۱۹۲

مرزا احمد بیگ صاحب کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کو خدا نے کہا بلکہ انا زوجنا کہا کہہ کر نکاح کر بھی دیا جو نشانی مقرر کی تھی وہ غلط نکلی اور اس لڑکی کا نکاح دوسرے سے ہو گیا۔ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ط (الصّف: ٦)

سو وہ رسول میں ہوں۔ خدا نے بارہا مجھے فرمایا کہ جو دعا تو کرے میں قبول کروں گا۔ حالانکہ اشد ضرورت کے وقت ہمیشہ اُن کی دعائیں رد ہوتی ہیں۔ کن فیکون خدا نے مجھ کو دیا۔ ف ۵۳ پھر اس کن سے کونسی خرق عادت دکھلائے۔ میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں خدا نے مجھ کو دین حق دیکر بھیجا ہے ف ۵۳

اور خدا منہ سے پردہ ہٹا کر باتیں اور ٹھٹے کرتا ہے خدا نے کہا کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا۔

مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واہل اسلام

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ (النساء:۱۱۵) یعنی جو مخالفت کرے رسول کی جب کھل گئی اُس پر راہ ہدایت اور مسلمانوں کے رستے کے سوا دوسرا رستہ چلے تو جو رستہ اُس نے اختیار کرلیا ہے ہم اس کو وہی رستہ چلائے جائیں گے اور آخر کار اس کو جہنم میں داخل کردیں گے۔ ص ۵۴

مرزا صاحب نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی مخالفت کا ایک عام طریقہ اور قاعدہ ہی ایجاد کردیا ہے۔ کہ حدیث اگر صحیح بھی ہو تو مفید ظن ہے وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ۲۸ (النجم) جس کی شرح فرماتے ہیں کہ ظن سے کوئی حق بات ثابت نہیں ہوتی جس سے لازم آگیا کہ کوئی حدیث قابل اعتماد و عمل نہیں بلا تردد اُس کی مخالفت کیجائے اور مسلمانوں کی مخالفت کا طریقہ یہ ایجاد کیا کہ اور تو اور خود تمام مسلمانوں کا اجماع بھی کسی مسئلہ پر ہوجائے تو وہ بھی خطاء سے معصوم نہیں اور ظاہر ہے کہ جس بات میں خطا کا احتمال ہو اُس پر عمل پیرا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ایسی بات قابل اعتماد و اعتقاد ہوسکتی ہے۔ پھر جو احادیث واقوال صحابہ وتابعین وعلماء اُن کی غرض کو پوری نہیں ہونے دیتے اُن کو اپنے مصنوعی الہاموں سے باطل ٹھیرا کر ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا جو غیر سبیل المومنین ہے اور اس کی کچھ پروانہ کی کہ اُن احادیث

واقوال کو تمام امت مرحومہ نے قبول کرلیا ہے۔ اس کا ثبوت اسی فہرست کے مضامین فضائل ادعائی مرزا صاحب وغیرہ مقامات سے بخوبی مل سکتا ہے اس کی تفصیل کی حاجت نہیں۔ الغرض رسول اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی مخالفت کو انہوں نے اعلیٰ درجہ تک پہنچادیا۔ اس پر بھی اگر وہ مقتدا ہی مانے جائیں تو قسمت کی بات ہے۔

تمّت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ امّا بعد:

سببِ اختلاف مذاہبِ اسلامیہ

مسلمانوں کا خیر خواہ محمد انوار اللہ ابن مولانا مولوی حافظ ابومحمد شجاع الدین صاحب قندھاری دکنی اہل اسلام کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس عالم میں تشریف فرما تھے۔ فیضان صحبت اور غلبۂ روحانیت کی وجہ سے تمام اہل اسلام عقائد دینیہ میں خودرائی سے مبرّا اور خودغرضی سے معرّا تھے اور اطاعت وانقیاد کا مادّہ اُن میں ایسا متمکن اور راسخ تھا کہ مخالفت خدا اور رسول کے خیال کو بھی وہاں گذر نہ تھا۔ پھر جب حضرت بعد تکمیل دین تشریف فرمائے عالم جاودانی ہوئے بعض طبائع میں بمقتضائے جبلت خودسری کا خیال پیدا ہوا اور عقل خود پسند پر جو قوت ایمانی کا دباؤ تھا کم ہونے لگا اور دوسری اقوام کے علوم اپنے سبز باغ مسلمانوں کو دکھلانے لگے اور ادھر امتداد زمانہ کی وجہ سے خلافت نبوت کی قوت میں بھی کسی قدر ضعف آ گیا جس سے وحدت قہری کا شیرازہ ٹوٹ گیا۔ غرض اس قسم کے اسباب سے جدت پسند طبائع نے مخالفت کی بنیاد ڈالی۔ کسی نے اہل حق پر عدم تدین کا الزام لگا کر کمال تقویٰ کی راہ اختیار کی جو صرف نمائش ہی نمائش تھی اور درحقیقت وہ کمال درجہ کا فسق تھا جیسے خوارج کی جنگ باہمی وغیرہ شبہات کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور جملہ صحابہ کی تکفیر کر کے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو گئے اور بعضوں نے امامت کے مسئلہ پر زور دیکر اُس جماعت سے مخالفت کی جس سے اور ایک جدا فریق قائم ہو گیا۔ کسی نے مسئلہ تنزیہ میں وہ غلو کیا کہ صفات الٰہیہ کا انکار ہی کر دیا۔ اور اُس جماعت سے علیحدگی اختیار کر کے ایک فرقہ بنام معتزلہ اپنے ساتھ کر لیا۔ بعضوں نے مسئلۂ جبر و قدر میں افراط وتفریط کر کے دو فرقے اُس جماعت سے علیحدہ بنا لئے۔

الغرض اُس جماعت حقہ سے بہت سے لوگ علیحدہ ہوکر جداگانہ اسماء کے ساتھ موسوم ہوتے گئے۔ پھر جو جو فرقے علیحدہ ہوتے عقل سے کام لیکر نئے نئے مسائل تراشتے اور اُن کو اپنا مذہب قرار دیتے گئے جس کی وجہ سے بکثرت مذاہب ہوگئے لیکن ان تمام انقلابات کے وقت وہ جماعت کثیرہ جو ابتدائے اسلام سے قائم ہوئی تھی انہیں اعتقادات پر قائم رہی جواُن کو وراثۃً آباء واجداد سے پہنچے تھے انہوں نے عقل کو نقل کے تابع کرکے قرآن وحدیث کو اپنا مقتدا بنا رکھا اور تمام اعتقادات میں قدم بقدم صحابہ کی پیروی کرتے رہے

اہلِ سنت وجماعت

یہ جماعت وہی ہے جو اہل سنت وجماعت کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے تفرقہ کا ذکر فرمایا وہاں اس جماعت کو اس خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ یاد کیا کہ ہر شخص کو اُس میں شریک ہونے کی آرزو ہوتی ہے مگر صرف آرزو سے کیا ہوگا وہاں تو یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور صحابہ کے طریقے پر رہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وتفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا: من هی یا رسول اللہ؟ قال: ما انا علیه واصحابی۔ رواه الترمذی وفی روایة أحمد وأبی داؤد عن معاویة: ثنتان و سبعون فی النار وواحدة فی الجنة۔ كذا فی المشکوۃ۔

بہتّر (۷۲) مذہب ناری ہیں اور ایک ناجی

مدعیانِ نبوت کاذبہ کے پیرو اسلام ہی سے خارج ہیں

یوں تو ہر مذہب والے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بھی صحابہ کے پیرو ہیں اور احادیث ہمارے یہاں بھی موجود ہیں۔ مگر تحقیق کرنے سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ سوائے اہل سنت وجماعت کے یہ بات کسی کو حاصل نہیں فن رجال کی اصدہا کتابیں ہیں جن سے ظاہر ہے کہ علمائے اہل سنت نے

جرح وتعدیل رواۃ اور تحقیق احادیث وآثار صحابہ میں کس قدر جانفشانیاں کیں جن کی وجہ سے کسی مفتری بے دین کی بات کو فروغ ہونے نہ پایا اور احادیث وآثار اُن کی سعی سے اب تک محفوظ رہے اس امر کا اہتمام جس قدر علمائے اہل سنت و جماعت نے کیا ہے اُس کی نظیر نہ امم سابقہ میں مل سکتی ہے نہ کسی دوسرے مذہب میں یہ اہتمام اور خاص توجہ باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ سوائے اہل سنت و جماعت کے کوئی مذہب ناجی اور مصداق اس حدیث کا نہیں ہوسکتا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اہل سنت و جماعت کے سوا گو تمام فرق اسلامیہ نے مسائل اعتقادیہ میں عقل کو دخل دیکر بہت سی نصوص میں اس قدر تاویلیں کیں کہ اُن کو بیکار ٹھیرادیا مگر اُن میں کسی مقتدائے مذہب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ سب اپنے آپ کو صرف امتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہتے رہے۔ اسی وجہ سے کل مذاہب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی امت میں شمار کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی امتی کا لفظ ان کی نسبت فرمادیا ہے۔ بخلاف اُن کے بعض لوگ ایسے بھی پیدا ہوئے کہ اُن کی غرض صرف مقتدا بننے کی رہی ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ مگر اس کے ساتھ اپنی نبوت کو بھی لگا دیا کرتے۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب وغیرہ باوجودیکہ حضرت کی نبوت کے قائل تھے جیسا کہ کتب احادیث وتواریخ سے ظاہر ہے مگر خود بھی نبوت کا دعوی کرتے تھے اور چونکہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اس وجہ سے وہ کذاب کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور صحابہ وغیر ہم نے اُن سے جہاد کر کے اُن کو مخذول کیا اور اُن کا یہ دعویٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں کچھ مفید نہیں ہوا جب اس قسم کے لوگوں کی ابتدا حضرت ہی کے زمانہ سے ہو چکی تو پھر کیونکر ہوسکتا تھا کہ وہ سلسلہ منقطع ہو اس لئے کہ جوں جوں حضرت کے زمانہ سے دوری ہوتی ہے خرابیاں اور بڑھتی جاتی ہیں جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس لئے حضرت نے پہلے ہی فرمادیا کہ قیامت تک اس نبوت کاذبہ کا سلسلہ جاری رہے گا اور اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ جو لوگ نبوت کا دعویٰ کریں گے فی الحقیقت وہ دجال جھوٹے ہیں ان کو نبوت سے

کوئی تعلق نہیں جیسا کہ بخاری شریف کی اس روایت سے ظاہر ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا تقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ اس سے ظاہر ہے کہ اُن تیس دجالوں کے امتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی نہیں ہوسکتے کیونکہ دجالوں کا امتی ہونا قرین قیاس نہیں پھر جب نبی ان کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی نہ ہوں تو اُن کے امتی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی کیونکر ہوسکیں۔

غرض جو مذہب نیا نکلتا ہے اس میں داخل ہونے کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیوں کو اتنا تو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ بہتر مذہب سے خارج نہ ہوں جن پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونیکا اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ یہ مذاہب گوناریہ ہوں مگر مخلد فی النار نہیں اور جو اُن سے بھی خارج ہو اس میں داخل ہونا تو ابدالآباد کے لئے اپنی تباہی اور ہلاکت کا سامان کرنا ہے۔

اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ جب کوئی نیا مذہب نکلتا ہے تو لوگ اسکی طرف فقط مائل ہی نہیں بلکہ صدق دل سے اس کے گرویدہ ہوجاتے ہیں۔ مسیلمہ کذاب نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو تھوڑی مدت میں ایک لاکھ سے زیادہ آدمی فراہم ہوگئے۔ اور اس خوش اعتقادی کے ساتھ کہ جان دینے پر مستعد چنانچہ لڑائیوں میں بہت سے مارے بھی گئے حالانکہ سوائے طلاقت لسانی کے جو کچھ فقرے گھڑ لیتا تھا کوئی دلیل نبوت کی اس کے نزدیک نہ تھی بلکہ معجزے کی غرض سے جو کچھ کرتا اس کا خلاف ظہور میں آتا، مگر وہ کور باطن اُسی کا کلمہ پڑھتے اور باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہزارہا معجزات اظہر من الشّمس تھے۔ مگر ان کے اعتقادوں کو کوئی جنبش نہ ہوتی۔ اسی طرح اب تک یہی کیفیت دیکھی جاتی ہے کہ نئی بات نئے مذہب کی طرف طبیعتیں بہت مائل ہیں۔ چنانچہ فی زماننا بھی ایک نیا مذہب نکلا ہے **جس کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایجاد کیا** ہے اور لوگ اُس کی طرف مائل ہوئے جاتے ہیں۔

ایک زمانہ تک مرزا صاحب کی نسبت مختلف افواہیں سنی گئیں: کوئی کہتا تھا کہ ان کو مجددیت کا دعویٰ ہے، کوئی کہتا تھا کہ مہدویت کا بھی دعویٰ ہے کوئی کہتا تھا عیسیٰ موعود بھی اپنے آپ

کو کہتے ہیں۔ان پریشان خبروں سے طبیعت کو کسی قدر پریشانی تو تھی مگر اس وجہ سے کہ آخری زمانے کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اس قسم کی نئی نئی باتیں پیدا ہوں طبیعت اس کی تحقیق کی طرف مائل نہ تھی یہاں تک کہ ایک شخص نے بطور ابلاغ پیام ایک اشتہار مجھ کو دکھلایا جس میں اُن کو نہ ماننے والوں کی تکفیر تک تھی اس وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ آخر اس مذہب کی حقیقت کیا ہے اُن کی کسی کتاب سے معلوم کرنا چاہئے ۔ چنانچہ تلاش کرنے سے مرزا صاحب کی تصنیف **ازالۃ الاوہام** ملی اور سرسری طور پر اُس کو دیکھا مگر مرزا صاحب کے فحوائے کلام سے معلوم ہوا کہ جب تک یہ کتاب پوری نہ دیکھی جائے ان کے مذہب کی حقیقت اور اُن کا مقصود معلوم نہ ہوگا۔اس لئے اول سے آخر تک اُس کو دیکھا اُس سے کئی باتیں معلوم ہوئیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرزا صاحب بڑے عالی خاندان شخص ہیں۔

مرزا صاحب کے ابتدائی حالات

مختصر حال اُن کے خاندان کا یہ ہے کہ اُن کے جدِ اعلیٰ بابر بادشاہ کے وقت جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلیٰ تھا سمرقند سے ایک جماعت کثیرہ لیکر دہلی آئے اور بہت سے دیہات بطور جاگیر اُن کو دئے گئے آپ نے وہاں بہت بڑا قلعہ تیار کیا اور ایک ہزار فوج سوار اور پیادے کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔جب چغتائی سلطنت کمزور ہوئی آپ نے ایک ملک پر قبضہ کرلیا اور توپخانہ وغیرہ فراہم کر کے بطور طوائف الملوک مستقل رئیس ہو گئے۔مرزا گل محمد صاحب جو مرزا صاحب کے پردادا ہیں انہوں نے سکھوں سے بڑے بڑے مقابلے کئے اور تن تنہا ہزار ہزار سکھوں کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے مگر مسلمانوں کی بدقسمتی تھی کہ باوجودیکہ انہوں نے بہت کچھ کوششیں کیں کہ ایک وسیع ملک فتح کر کے اُس کو دارالاسلام بنادیں مگر نہ ہوسکا۔پھر اُن کے فرزند مرزا عطا محمد صاحب کے عہد ریاست میں سوائے قادیان اور چند دیہات کے تمام ملک قبضے سے نکل گیا اور آخر سکھوں کے جبر وتعدی سے اپنا مستقر بھی اُن کو چھوڑنا پڑا کئی روز کے بعد

مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرزا صاحب کے والد دوبارہ قادیان میں جا بسے اور گورنمنٹ برطانیہ کی جانب سے حصۂ جدی سے قادیان اور تین گاؤں ان کو ملے اور گورنری کے دربار میں اُن کی نہایت عزت تھی چنانچہ اُن کو کرسی ملتی تھی اور غدر میں پچاس گھوڑے اپنی ذات سے خرید کر کے اور اچھے اچھے سوار مہیا کر کے پچاس سوار سے گورنمنٹ کی مدد کی اور گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام بلکہ صاحبان ڈپٹی کمشنر اور کمشنر اُن کے مکان پر آتے تھے۔ پھر اُن تاریخی واقعات کو بیان کر کے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اس تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ یہ خاندان ایک معزز خاندان ہے جو شاہان سلف کے زمانہ سے آج تک کسی قدر عزت موجود رکھتا ہے۔

اس تقریر سے واضح ہے کہ مرزا صاحب ایک اولوالعزم شخص خاندان سلطنت سے ہیں۔ اور صرف ایک ہی پشت گذری ہے جو یہ دولت ہاتھ سے جاتی رہی جس کی کمال درجہ کی حسرت ہونی ایک لازمۂ بشری ہے چونکہ مقتضی فطانت ذاتی کا یہی تھا کہ مجد موثل کی تجدید ہو اس لئے ایک نئی سلطنت کی انہوں نے بنیاد ڈالی۔

یہ بات قابل تسلیم ہے کہ شاہی خاندان کے خیالات خصوصاً ایسی حالت میں کہ طبیعت بھی وقاد ہو اور ذہن کی رسائی بھی ضرورت سے زیادہ ہو کبھی گوارا نہیں کرسکتی کہ آدمی حالت موجودہ پر قناعت کرے۔ بخاری شریف میں مروی ہے کہ جب ہدایت نامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہرقل بادشاہ روم کو پہونچا اُس نے ابوسفیان وغیرہ کو جو وہاں موجود تھے بلا کر حضرت کے بہت سے حالات دریافت کئے منجملہ اُن کے ایک یہ بھی سوال تھا کہ آپ کے اجداد میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے انہوں نے کہا نہیں تو اُس نے کہا میں یقین کرتا ہوں کہ وہ نبی ہیں کیوں کہ اگر اُن کے اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو یہ خیال کیا جاتا کہ اسلاف کی زائل شدہ دولت کے وہ طالب ہیں یہ روایت بخاری میں کئی جگہ مذکور ہے۔

ازالۃ الاوہام جو ہزاروں صفحوں میں لکھی گئی ہے اس میں صرف ایک ہی بحث ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور یہ خدمت میرے اتباع خصوصاً اولاد میں ہمیشہ رہیگی اور کل مباحث اس

میں صرف اسی دعویٰ کے تمہیدات ولوازم ورفع موانع میں ہیں۔ اس کتاب کے دیکھنے سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کی پرزور طولانی تقریروں کا اثر بعض کمزور خوش اعتقادوں کی طبیعتوں پر ضرور پڑے گا۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ چند مباحث جس پر مرزا صاحب کی عیسویت کا مدار ہے لکھی جائیں تا کہ اہل اسلام پر یہ منکشف ہوجائے کہ اس بات میں مرزا صاحب نہ صرف مسلمانوں سے بلکہ اسلام سے مخالفت کر رہے ہیں۔

مرزا صاحب کے ابتدائی خیالات

قبل بیان مقصود مرزا صاحب کے ابتدائی خیالات تھوڑے سے لکھے جاتے ہیں جو قابل غور وتوجہ ہیں۔ مرزا صاحب جو کام کر رہے ہیں یہ کوئی نیا خیال نہیں بلکہ ابتدائی نشوونما سے وہ اُن کے پیش نظر ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ ص ۹۵ میں وہ لکھے ہیں

شنیدم بدل حجت ہر کسے بہر مذہبے غور کردم بسے
بدیدم زہر قوم دانشورے بخواند زہر ملتے دفترے
دریں شغل خود را ابیند اختم ہم از کودکی سوئے این تاختم
دل از غیر این کار پرداختم جوانی ہمہ اندریں باختم

اور اس میں لکھے ہیں میں سچ کہتا ہوں کہ اس تالیف سے پہلے ایک بڑی تحقیقات کی گئی اور ہر ایک مذہب کی کتاب دیانت اور امانت اور خوض وتدبیر سے دیکھی گئی تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ لڑکپن سے مرزا صاحب کو یہی شغل رہا کہ تمام مذاہب باطلہ کے اقوال واحوال پر انہوں نے نظر ڈالی اور تمامی کتابوں کے مضامین کو ازبر کیا اور عقلاء کے تدابیر وایجادات واختراعات میں غور وفکر کر کے ایک ایسا ملکہ بہم پہنچایا کہ کسی بات میں رکنے کی نوبت ہی نہیں آتی پوری عمر اُن کی اسی کام میں صرف ہوئی اور جس طرح اولیاء اللہ دل غیر خدا سے خالی کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنا دل غیر باطل یعنی حق سے خالی کیا جس پر ان کا مصرعۂ موزوں ذیل میں شہادت دے رہا ہے۔ ع دل از غیر این کار پرداختم

ان کا دعویٰ تصفیہ باطن صحیح نہیں

پھر یہ ادعاء کہ مرزا صاحب نے ایک مدت دراز تک خلوت نشین رہکر تصفیہ باطن حاصل کیا چنانچہ فنافی اللہ اور فنافی الرسول وغیرہ مقامات کے حاصل ہونے کا دعویٰ خود بھی متعدد مقامات اور تصنیفات میں کرتے ہیں۔ ان تقریروں سے ظاہر ہیکہ وہ خلاف واقع ہے اس لئے کہ جب پوری عمر مذاہب باطلہ کی کتابیں دیکھنے اور نئے دین کے اختراع کرنے میں گذری تو توجہ الی اللہ کا وقت ہی کب ملا۔ اور ظاہر ہے کہ جب ایسے نقوش متضادہ لوح خاطر پر منقش اور مرتکز ہوں تو ممکن نہیں کہ تصفیۂ قلب ہوسکے جیسا کہ اولیاء اللہ کی کتب سے ظاہر ہے اور جب تک تصفیۂ قلب نہ ہو قلب محل الہام وتجلیات نہیں ہوسکتا جیسا کہ احیاء العلوم اور فتوح الغیب وغیرہ کتب قوم سے ظاہر ہے۔ غرض مرزا صاحب عمر بھر اسی اختراعی مذہب کے الٹ پھیر میں لگے رہے جس کا نقشہ براہین احمدیہ میں تیار کیا اور اب اُس میں رنگ آمیزیاں کر رہے ہیں۔

انہوں نے اپنے کارخانہ کی بنیاد کس طرح ڈالی

اُنہوں نے نئی بنیاد اس طرح ڈالی کہ ایک کتاب مسمیٰ بہ براہین احمدیہ علی حقیقۃ کتاب اللہ والنبوۃ المحمدیہ لکھی جس کے نام سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی حقیقت اس میں ثابت کی گئی۔ اور اس کتاب کی ضرورت اس وجہ (طریقہ) سے ثابت کی

اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ عقل کو بری طور پر استعمال کرنے سے بہتوں کی مٹی پلید ہو رہی ہے ہمارے زمانہ کی نئی روشنی (خاک برفرق این روشنی) نو آموزوں کی روحانی قوتوں کو افسردہ کر رہی ہے اُن کے دلوں میں بجائے خدا کی تعظیم کے اپنی تعظیم سما گئی ہے اور بجائے خدا کی ہدایت کے آپ ہی ہادی بن بیٹھے ہیں۔ سوفسطائی تقریروں نے نو آموزوں کے طبائع میں طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں ان کی طبیعتوں میں وہ بڑھی جاتی ہیں اور وہ سعادت جو سادگی اور غربت اور صفائی باطنی میں ہے وہ اُن کے مغرور دلوں سے جاتی رہی جن جن خیالات کو وہ سیکھے

ہیں وہ اکثر ایسے ہیں جن سے لا مذہبی کے وساوس پیدا کرنے والا ان کے دلوں پر اثر پڑ جاتا ہے اور فلسفی طبیعت کے آدمی بنتے ہیں۔اور نیز عیسائی دین ترقی کر رہا ہے۔چنانچہ پادری ہٹکر صاحب نے لکھا ہے کہ ستائیں ہزار سے پانچ لاکھ تک شمار عیسائیوں کا ہندوستان میں پہنچ گیا ہے۔یہ بات ظاہر ہے کہ جو فساد دین کی بیخبری سے پھیلا ہے اُس کی اصلاح اشاعت علم دین ہی پر موقوف ہے سو اسی مطلب کو پورا کرنے کے لئے ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا ہے جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائے گا۔یہ کتاب طالبین حق کو ایک بشارت اور منکران اسلام پر حجت ہے۔انتہیٰ

اور براہین احمدیہ میں ایک اشتہار اس مضمون کا دیا کہ ’’میں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدۂ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلۂ جمیع ارباب مذاہب اور ملت کے جو حقانیت قرآن مجید اور نبوت محمد مصطفیٰ ﷺ سے منکر ہیں اتماماً للحجۃ شائع کر کے اقرار کرتا ہوں کہ اگر کوئی بحسب شرائط مندرجہ اس کو رد کرے تو اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دیدوں گا‘‘۔ان تحریرات کے ظاہر کو دیکھ کر کون مسلمان ہوگا جو مرزا صاحب پر جان فدا کرنے کو آمادہ نہ ہو جائے۔

اور قرآن شریف کی بھی بہت تعریفیں اُس میں کیں چنانچہ ص:۱۰۹ میں لکھتے ہیں: کہ قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجہ پر نازل ہوئی۔پس انہیں معنوں سے شریعت فرقانی مختتم اور مکمل ٹھیری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں۔اور قرآن شریف کے لئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کہ اس کے بعد اور کتاب بھی آوے کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں اور ص:۲۱۵ میں لکھتے ہیں کہ وحی رسالت بجہت عدم ضرورت منقطع ہے اور ص:۱۱۰ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کا محرف اور مبدل ہونا محال ہے کیونکہ لاکھوں مسلمان اُس کے حافظ ہیں۔ہزارہا اُس کی تفسیریں ہیں پانچ وقت اُس کی آیات نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ کی مدح میں لکھتے ہیں: پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ حقیقت

میں خاتم الرسل ہیں۔ اور ص: ۵۰۸ میں لکھتے ہیں جو اخلاق فاضلہ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہزار ہا درجہ بڑھ کر ہے اور ص: ۳۰۰ میں لکھتے ہیں ہاں ان نعمتوں کے حصول میں خاتم الرسل اور فخر الرسل کی بدرجہ کامل محبت بھی شرط ہے تب بعد محبت نبی اللہ کے انسان اُن نوروں سے بقدر استعداد خود حصہ پالیتا ہے۔

پھر مسلمانوں کی بھی بہت کچھ تعریفیں کیں ہیں چنانچہ ص: ۱۱۰ میں لکھتے ہیں مسلمانوں کا پھر شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات سے ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس بارے میں بھی پیشین گوئی کر کے آپ فرمادیا ہے **مایبدئ الباطل وما یعید** جب اُن ایام میں کہ مسلمانوں کی تعداد بھی قلیل تھی تعلیم توحید میں کچھ تزلزل واقع نہیں ہوا بلکہ روز بروز ترقی ہوتی گئی تو اب کہ جماعت اس موحد قوم کی بیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ ہے کیونکر تزلزل ممکن ہے اور لکھتے ہیں عیسائی لوگ آسانی سے دوسرے مذہبوں کو ناممکنات ظاہر کر کے ان کے پیروؤں کو مذہب سے ہٹا سکتے ہیں۔ مگر محمدیوں کے ساتھ ایسا کرنا ان کیلئے ٹیڑھی لکیر ہے۔

براہین احمدیہ کا جواب نہ ہونے کی وجہ

اہل اسلام نے جب دیکھا کہ مرزا صاحب اسلام کے ایسے خیر خواہ ہیں کہ اپنی جائداد تک راہ خدا میں مکفول کردی اور ایسی کتاب لکھی کہ جس کا جواب کسی دوسرے دین والے سے نہیں ہوسکتا اس لئے ان کے معتقد ہو گئے۔

اگرچہ اس کتاب کو لاجواب بنانے والی شروط کی جکڑ بندیاں ہیں جن کو علماء جانتے ہیں مثلاً یہ کہ ہمارے دلائل کو نمبروار توڑے اور اُس پر تین منصف مقبولۂ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کردیں کہ ایفائے شرط جیسا کہ چاہئے تھا ظہور میں آگیا اور اپنی کتاب کے دلائل معقولہ جیسے ہم نے پیش کیں پیش کریں یا اُس کا خمس ورنہ بصراحت تحریر کرنا ہوگا کہ بوجہ ناکامل یا غیر معقول ہونے کتاب کے اس شق کے پورا کرنے سے مجبور اور معذور رہے پھر اُن میں اقسام کے صنف

بیان کئے اور یہ شرط لگائی کہ ہر صنف میں نصف یا ربع دلائل پیش کرنا ہوگا۔غرض ایسے قیود وشروط اُس میں لگائے کہ پینسٹھ صفحے کا اشتہار ہوگیا۔ان شروط کے دیکھنے کے بعد ممکن نہیں کہ کوئی شخص بتوقع انعام اُس کے رد کا ارادہ کرسکے اسی بھروسہ پر انہوں نے جائداد مکفول کر کے مفت کرم داشتن کا مضمون پورا کیا مگر جاہلوں میں تو نام آوری ہوگئی کہ مرزا صاحب نے ایسی کتاب لکھی کہ آج تک نہیں لکھی گئی اس لئے کہ غالباً کسی کتاب کے جواب پر اتنا انعام مقرر نہ ہوا ہوگا۔ مرزا صاحب نے ایسے اعلیٰ درجہ کی یہ تدبیر نکالی کہ جس کا جواب نہیں تمام مسلمانوں میں اُن کی اور اُن کی کتاب کی ایسی مقبولیت ہوگئی کہ تین چار روپیہ کی قیمتی کتاب کو پچیس پچیس روپیہ دیکر لوگوں نے لیا اور امراء نے جو بطور انعام یا طبع کتاب کے لئے دیا وہ علیحدہ ہے۔

ہر چند مرزا صاحب نے تصریح کی کہ یہ کتاب صرف قرآن شریف اور نبی کریم ﷺ کی نبوت ثابت کرنے کی غرض سے لکھی گئی مگر بحث نفس الہام اور مطلق نبوت کی چھیڑ دی گویا روئے سخن آریہ اور برھمو سماج کی طرف ہے جو منکر الہام ونبوت ہیں اور یہ ثابت کیا کہ عقل سے کچھ کام چل نہیں سکتا جب تک وحی الٰہینہ ہو نہ واقعات گزشتہ معلوم ہوسکتے ہیں نہ کیفیت حشر وغیرہ نہ مباحث الٰہیات پھر یہ ثابت کیا کہ وحی قطعی چیز ہے جس کا انکار ہو نہیں سکتا اور اس پر زور دیا کہ وحی اور الہام ایک ہی چیز ہے اور اس کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کیا سرمایہ خدا کا خرچ ہوگیا یا اُس کے منہ پر مہر لگ گئی یا الہام بھیجنے سے عاجز ہوگیا اور رسالت میں بھی عام طور پر گفتگو کی کہ وہ ہر شخص کو مل نہیں سکتی بلکہ حسب قابلیت بعض افراد کو ملا کرتی ہے۔ دیکھئے ابتدائی دعویٰ اثبات نبوت خاصہ اور کلام خاص یعنی قرآن شریف کا تھا اور ثابت یہ کیا کہ خاص خاص لوگوں کو نبوت ملا کرتی ہے اور ہمیشہ کے لئے وحی کا دروازہ کھلا ہوا ہے چنانچہ اسی بنا پر اب اُن کو یہ دعویٰ ہے کہ خدا نے مجھے رسول اور نبی بنا کر بھیجا ہے اور اپنے پر جو وحی ہوا کرتی ہے وہ لوگوں پر حجت ہے۔ یہ اسی تخم کا پھل ہے جو براہین میں بویا گیا تھا۔ پھر بہت سے الہام اُس میں ذکر کئے اُن میں بعضے خوش کن جیسے وقت نزدیک رسید کہ پائے محمد یاں بر منار بلند محکم افتاد۔ اور بعض غرض

کتاب سے بے تعلق جیسے یا عیسیٰ انی متوفیک ور افعک الی ، و کذالك مننا علی یوسف لنصرف عنه السوء ، یا احمد انا اعطینا ك الکوثر۔ محمد رسول اللہ والذین معه الآیه۔ انا فتحنا لك فتحا مبینا۔ لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تأخر۔ اور جس نبی کا نام الہام میں ذکر کیا۔ ترجمہ میں لکھا کہ اس سے مراد میں ہوں۔

چونکہ مرزا صاحب نے آریہ وغیرہ کو مخاطب کیا تھا۔ اس لئے علماء نے خیال کیا کہ اسلام کی جانب سے اس وقت وہ برسر مقابلہ ہیں اور مبارزت کے وقت حریف پر رعب ہونے کی غرض سے اپنے افتخار اور الحرب خدعة کے لحاظ سے خلاف واقع بھی کچھ بیان کرنا شرعاً و عقلاً جائز ہے۔ اگر ان تدابیر سے خصم پر غلبہ ہو جائے اور وہ نفس الہام کو مان لے اور قرآن پر ایمان لائے تو ایک بڑا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ رہی افراط و تفریط جو مرزا صاحب کے کلام میں ہے اُس کی اصلاح ہوتے رہے گی۔ اور نیز مرزا صاحب نے یہ طریقہ بھی اُس میں اختیار کیا کہ الہاموں میں خوب ہی اپنی تعلیاں کر کے آخر میں لکھ دئے ہیں کہ یہ سب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اور عنایت اور اتباع کے سبب سے ہے جس سے مسلمانوں نے یہ خیال کر لیا کہ جب اتباع کی وجہ سے ایسے کمالات حاصل ہو سکتے ہیں تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کس درجہ کے ہوں گے۔ غرض اس قسم کے اسباب سے کسی کو ان کے رد کی طرف توجہ نہ ہوئی۔ اور انہوں نے دل کھول کے الہام لکھ ڈالے اور اپنے الہامی کارخانہ کی بنیاد بخوبی قائم کر لی۔ اگرچہ یا عیسیٰ انی متوفیک کے الہام سے انہوں نے اپنا مقصود ظاہر کر دیا تھا کہ خدا نے مجھے عیسیٰ کہہ کر پکارا مگر لوگوں کو دھوکا یہ ہوا کہ محمد رسول اللہ وغیرہ بھی الہاموں میں شریک ہیں اور اس کے معنی خود وہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے مثلیت عامہ مراد ہے جیسے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں ہے۔ پھر جب ان کو دعویٰ ہی نہیں تو جواب کی کیا ضرورت ظاہری عبارتوں کو فضول یا لغو سمجھ کر علماء نے التفات نہ کیا۔

ہر چند براہین احمدیہ میں سب کچھ کہہ گئے مگر اس ہوشیاری کے ساتھ کہ کسی کو رد کرنے کا موقع ہی نہ ملے اور عیسویت کے دعوے سے تو ایسی تبری کی کہ کسی کے خیال میں بھی نہ آئے کہ آئندہ وہ اُس کا دعویٰ کریں گے۔ چنانچہ اسی کے ص ۵۰۵ میں لکھتے ہیں الہام **عسیٰ ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکافرین حصیرا** خدائے تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔ یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف واحسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیات بیّنہ سے کھل گیا ہے اُس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالت کے ساتھ دنیا میں اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کریں گے اور کج اور ناراست کا نام ونشان نہ رہے گا اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی سے نیست ونابود کردے گا اور یہ زمانہ اُس زمانہ کے لئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے یعنی اُس وقت جلالی طور پر خدائے تعالیٰ اتمام حجت کریگا اب بجائے اُس کے جمالی طور پر یعنی رفق واحسان سے اتمام حجت کر رہا ہے انتہیٰ

مرزا صاحب نے اس الہام کے معنی میں صاف وصریح طور پر یہ بتلا دیا کہ عیسیٰ موعود آئندہ آنے والے ہیں اور میں عیسیٰ موعود نہیں ہوں بلکہ بطور پیش خیمہ ہوں اور اُن کی سواری نہایت کروفر سے آئیگی اور گمراہی کو وہ بالکل نیست ونابود کریں گے۔ اب دیکھئے کہ براہین احمدیہ میں کیسے حزم واحتیاط سے کام لیا اور کس طرح پہلو بچا بچا کر گفتگو کی کہ کسی کو پتا ہی نہ لگے کہ آئندہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ پھر جب وہ کتاب تمام ہوگئی اور خالی الذہن علماء نے اُس کی توثیق بھی

کی اور بہت سے مسلمانوں نے ان کو اپنا مقتدا مان لیا جس سے پورا اطمینان اُن کو ہوگیا اور رقم کافی اُس کتاب کی بدولت مل گئی اُس وقت آریہ وغیرہ کو چھوڑ کر مسلمانوں پر اُلٹ پڑے اور اُن کو پکڑ لیا کہ تم سب نے میری کتاب کی توثیق کی ہے اور مجھے عیسیٰ موعود مان لیا ہے اب اگر انکار کرو گے تو تم سب کافر ملعون بے دین دوزخی ہیں۔ اُس وقت مسلمانوں کی آنکھ کھلی کہ یہ کیا ہوگیا ہم نے تو براہین احمدیہ کو یہ سمجھا تھا کہ اُس سے کافر مسلمان ہوں گے نئی روشنی والے فلسفہ کی ظلمت سے نکل کر اپنے قدیم دین کی تصدیق کریں گے مگر وہ تو مسلمانوں ہی کو کافر بنانے لگی۔ خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم۔ ہماری وہ ساری خوشیاں اور انتظار کہ کفار پر حجت قائم ہوگئی۔ اب وہ مسلمان ہوئے جاتے ہیں اور پادری مسلمان ہوکر گورنمنٹ پر اثر ڈالتے ہیں سب خاک میں مل گئے۔ ہزار ہا روپیہ برباد گئے شیخ چلی سمجھے گئے۔ اور ہوا یہ کہ اُلٹے ہمیں کافر بنائے گئے کیا اتنا روپیہ ہم نے اس واسطے خرچ کیا تھا کہ کافر بنائے جائیں۔ مگر اب کیا ہوتا ہے یہ مرزا صاحب کا عقلی معجزہ تھا جو بغیر اثر کئے رہ نہیں سکتا کیونکہ آئندہ یہ بات معلوم ہوگی کہ عقلی معجزات کیسے قوی الاثر اور کم مدت میں پرزور اثر ڈالتے ہیں۔

براہین کی توثیق کس طرح کرائی

جب مسلمانوں نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ حضرت آپ تو براہین احمدیہ میں تمام انبیاء کے مثیل تھے جن میں ایک عیسیٰ بھی ہیں اور اس کی تصریح بھی کی تھی کہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں عیسیٰ علیہ السلام بڑی شان وشوکت سے تشریف فرما ہوں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے مثیل وغیرہ ہونے کی تخصیص کیسی تو اُس کے جواب میں ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۶۱) میں فرماتے ہیں۔ کہ براہین احمدیہ میں صاف طور پر اس بات کا تذکرہ کیا تھا کہ یہ عاجز روحانی طور پر وہی مسیح ہے جس کی اللہ ورسول نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے ہاں اس بات کا انکار نہیں کہ شاید پیشگوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی مسیح موعود بھی آئندہ پیدا ہو مگر فرق اس وقت کے بیان میں اور

براہین احمدیہ کے بیان میں صرف اس قدر ہے کہ اس وقت بباعث اجمال الہام کے اور نہ معلوم ہونے ہر ایک پہلو کے اجمالی طور پر لکھا گیا تھا اور اب مفصل طور پر لکھا گیا انتہیٰ ۔ براہین کے الہام میں اجمال یہ تھا کہ مسیح علیہ السلام خود آکر گمراہی کے تخم کو نیست و نابود کردیں گے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسیح مر گئے اب نہ وہ آئیں گے اور نہ گمراہی کو مٹائیں گے اور اُن کی جگہ میں مسیح موعود ہوں ۔ اس اجمال و تفصیل کا سمجھنا بھی ہر کسی کا کام نہیں کیونکہ اجمال و تفصیل میں مطلب دونوں کا ایک ہوا کرتا ہے اور یہاں تباین و تناقض ہے ۔

اور نیز ازالۃ الاوہام ص (۱۹۷) میں لکھے ہیں ۔ میں نے براہین میں جو کچھ مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں سو ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے براہین میں لکھ دیا تھا کہ میں صرف مثیل موعود ہوں ۔ یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے صرف اُس سرسری پیروی کی وجہ سے تھا جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے کیونکہ جو لوگ خدائے تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کرسکتے انتہیٰ آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں ایک خاص الہام وان عدتم عدنا کا اس غرض سے بیان کیا تھا کہ اگر مرزا صاحب کی بات لوگ نہ مانیں تو جب عیسیٰ علیہ السلام جلالی طور پر آئیں گے تو وہ لوگ معذب ہوں گے معتقدین نے اُس کو یہی سمجھا تھا کہ مثل دوسری وحیوں کے مرزا صاحب پر یہ وحی بھی ہوئی ہے کیونکہ اُس وقت انہوں نے کوئی اشتباہ اُس میں بیان نہیں کیا اور نہ یہ فرمایا تھا کہ میں اپنی طرف سے مقلدانہ بیان کرتا ہوں ۔ اور ازالۃ الاوہام میں فرماتے ہیں کہ وہ ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے لکھا تھا یعنی وہ الہام و وحی نہ تھی اگر فی الواقع وہ وحی تھی تو جو دعویٰ مرزا صاحب اب کررہے ہیں کہ عیسیٰ مر گئے اور میں ہی مسیح موعود ہوں ۔ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ اپنے خدا کی تکذیب کررہے ہیں جس نے

پہلے وحی بھیجی تھی اور نیز ان کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی طرف سے لکھدیا تھا جھوٹ ثابت ہوگا۔ حالانکہ جھوٹ کہنے کو انہوں نے شرک لکھا ہے اور نیز یہ کہنا کہ ملہم اپنی خودی سے کچھ کہہ نہیں سکتا خلاف واقع ہے۔ اس لئے کہ ازالۃ (الاوہام) کی تقریر سے ثابت ہے کہ وہ الہام اپنی خودی سے بنالیا تھا اور اگر فی الواقع وہ الہام نہ تھا تو براہین احمدیہ میں اُس کو الہاموں میں داخل کرنا خلاف واقع اور اُس کے الہام ہونے کا دعویٰ جھوٹا تھا۔ غرض ان دونوں کتابوں سے ایک کتاب جھوٹی ضرور ثابت ہوتی ہے اور علی سبیل البدلیت دونوں کتابیں ساقط الاعتبار ہوگئیں جس سے مرزا صاحب کے کل دعاوی قطعاً بے اعتبار ہوگئے۔

الحاصل جو ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر جو براہین میں لکھا تھا وہ مشہور اعتقاد کے لحاظ سے تھا اس سے ظاہر ہے کہ براہین میں یہ لحاظ رکھا گیا تھا کہ کوئی ایسی بات نہ لکھی جائے جس سے لوگوں کو توحش ہو اور مقصود فوت ہوجائے اسی وجہ سے مسلمانوں کی بہت سی تعریفیں بھی کیں کہ قیامت تک وہ مشرک اور گمراہ نہیں ہوسکتے تاکہ اس قسم کی ابلہ فریب چالوں سے جب وہ پورے طور سے اپنے دام میں آجائیں گے اور اپنے نامزد ہونے کی وجہ سے زوجیت متحقق ہوجائے گی تو خود اُن کو دوسرے طرف جانے سے حیا مانع ہوگی کیونکہ براہین احمدیہ ص (۴۹۶) میں یہ الہام لکھتے ہیں کہ **یا احمد اسکن انت و زوجک الجنۃ** یعنی اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع ہو رفیق ہے جنت میں انتہیٰ۔

براہین میں کن امور کی بنیاد ڈالی

مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں سوائے عیسویت کے اور بہت سے اُمور کی بنیادیں ڈالیں جو مختصراً یہاں لکھے جاتی ہیں۔

(۱) اپنی ضرورت اس الہام سے **ففھمنا ھا سلیمان** براہین احمدیہ ص (۵۶۱) جس کا مطلب یہ بتلایا کہ طریقۂ حال کے لوگوں پر مشتبہ ہوگیا ہے اس عاجز سے پوچھ لیں۔ براہین ص ۵۶۱۔

ابھی براہین کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ شریعت فرقانی مختتم اور مکمل ہے کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں اور مسلمان قیامت تک گمراہ اور متزلزل نہیں ہو سکتے پھر مرزا صاحب کی کیا ضرورت قرآن وحدیث سے جو طریقہ معلوم ہوا وہ تو ظاہر ہے۔ اب نیا طریقہ سوائے اس کے کہ مرزا صاحب اپنی طرف سے ٹھیرائیں اور کیا ہوسکتا ہے اگر وہ طریقہ دین سے خارج ہوگا تو باطل ہے اور اگر داخل ہوگا تو بہتر (۷۲) مذہب میں سے کوئی ایک مذہب ہوگا۔ پھر مرزا صاحب کی اس طریقے کو بتلانے کی ضرورت ہی کیا اور اس مدت میں سوا ایک عیسویت کے مسئلہ یا اُس کے لوازم ومناسبات کے کوئی تصنیف دیکھنے میں ہی نہ آئی جس سے معلوم ہو کہ مقصود عیسویت سے کیا ہے اور اس میں کونسی تحقیقات کی گئی۔

(۲) وحی کا اپنے پر مستقل طور سے اترنا اس الہام سے **قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ** براہین احمدیہ صفحہ (۵۱۱) یعنی اللہ نے فرمایا کہ کہو مجھ پر وحی اترتی ہے۔

(۳) جو وحی اترتی ہے اُس کو اُمت میں رواج دینا اس الہام سے **واتل علیھم ما اوحی الیک من ربک** براہین احمدیہ صفحہ (۲۴۲) یعنی تجھ پر جو وحی تیرے رب کے طرف سے اترتی ہے وہ اُن کو پڑھ کر سنایا کر۔ مرزا صاحب کی موت کا انتظار ہے مرتے ہی ان کے خلیفہ تمام وحی متلو کو جمع کر کے فرمائیں گے کہ جس طرح قرآن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وفات کے بعد جمع ہوا اسی طرح یہ نیا قرآن ان کے بعد جمع کیا گیا اور اس کا منکر کافر ہے مسیلمہ کذاب چونکہ قتل کیا گیا اور اس کی امت بھی مقتول ومخذول ہوئی اس لئے اس کا قرآن جس کو اس کی امت نے قبول کرلیا تھا باقی نہ رہا مگر مرزا صاحب کا قرآن تعجب نہیں کہ باقی رہ جائے۔

(۴) اپنا کعبہ جدا اس الہام سے **فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلی** براہین احمدیہ صفحہ (۵۶۱) اور اس الہام سے **الم نجعل لک سھولۃ کل امر بیت الفکر و بیت الذکر ومن دخلہ کان آمنا** براہین احمدیہ صفحہ (۵۵۸) یعنی جو اُن کے گھر میں داخل ہو وہ امن والا ہے اور وہ مقام ابراہیم ہے اس کو مصلیٰ بناؤ یہ دونوں آیتیں کعبہ کی شان میں اتری ہیں۔

اس الہام میں سہولت کا جو ذکر ہے درست ہے اس سے بڑھ کر کیا سہولت ہوگی کہ صدہا ہزار ہا روپیہ صرف کر کے سفر کی مشقتیں اٹھا کر مکہ شریف کو جانا پڑتا تھا جب مرزا صاحب کا گھر ہی کعبہ ٹھیر گیا تو وہ سب مشقتیں جاتی رہیں اور صرف زر کثیر کی ضرورت نہ رہی اسی وجہ سے نہ مرزا صاحب نے حج کیا نہ اب اس کی ضرورت ہے اور اُن کی امت کو یہ سہولت ہوگئی کہ ڈسمبر کی تعطیل میں جو معمولاً مجمع مریدوں کا قادیان میں ہوتا ہے وہی اجتماع حج ہو۔ اور ڈسمبر ذی الحجہ قرار پایا جائے۔ ابرہہ (ابرہہ بادشاہ حبشہ کے اس نائب کا نام ہے جس نے خانہ کعبہ کی پرستش سے حسد کر کے یمن میں ایک بت خانہ بنوایا جس کا نام قُلَّیس رکھا بہت کچھ اس نے اس کی پرستش لوگوں سے کرانی چاہی لیکن کسی نے بھی اس کی پوجا نہ کی آخر کار خانۂ خدا کے ڈھانے کی غرض سے ہاتھیوں کی ان گنت فوج بھیجی۔ جب وہ خدا کے گھر کے پاس پہنچی تو خدا کے حکم سے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ امنڈ آئے اور ان پر کنکریوں کا مینہ برسایا۔ جو کنکری جس آدمی یا ہاتھی کے سر پہنچی وہ وہیں سرد ہو گیا واللہ اعلم ۱۲ محمد وزیر المصحح اول) کے کعبہ کو وہ بات نصیب نہ ہوئی جو مرزا صاحب کے کعبہ کو حاصل ہے اس لئے کہ وہ ایک ایسے زمانے میں بنا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت شریف اور ظہور حق کا زمانہ بہت قریب تھا اس وجہ سے وہ تباہ ہوا مرزا صاحب کا کعبہ ایسے زمانے میں بنا ہے کہ اس سے قیامت قریب ہے جس کے آثار و علامات میں ایسے چیزوں کا وقوع ضروری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کعبہ دیر پا رہے گا۔

(۵) خلافت الٰہی جو آدم علیہ السلام کو دی گئی تھی اپنے لئے مقرر ہونا ذیل کے الہاموں سے ثابت کرتے ہیں یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة براہین ص (۴۵۶) اور ازالۃ الاوہام ص (۳۹۳) میں لکھتے ہیں کہ وہ آدم جس کا نام ابن مریم بھی ہے بغیر وسیلہ ہاتھوں کے پیدا کیا جائے گا۔ اسی کی طرف وہ الہام اشارہ کر رہا ہے کہ براہین میں درج ہو چکا ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم۔

(۶) اپنے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت اس الہام سے اعمل ماشئت فانی قد غفرت لک براہین ص (۵۶۰) یعنی اب جو جی چاہے کر تیرے سب گناہوں کی مغفرت میں نے کردی۔

بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ قیامت کے روز جب اہل محشر بغرض شفاعت انبیا کے پاس جائیں گے تو وہ سب اپنے اپنے گناہوں کا ذکر کر کے کہیں گے کہ آج محمد ﷺ کا کام ہے اس لئے کہ اُن کے گناہوں کی مغفرت پہلے سے ہو چکی ہے اس الہام کی ضرورت مرزا صاحب کو بہت تھی اس لئے کہ پیشینگوئیوں میں انہوں نے بہت سی بدعنوانیاں کیں داؤ پیچ کئے، عہد شکنی کی، دھوکے دئے، جھوٹ کہی، افترا کیا جھوٹی قسمیں کھائیں غرض کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جیسے رسالۂ الہامات مرزا میں مذکور ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب میں بھی متفرق مقاموں سے معلوم ہوگا۔ باوجود ان حالات کے مرزا صاحب کے امتیوں کے اعتقاد میں کوئی فرق نہ آیا اس لئے کہ ان کے گناہوں کی مغفرت تو پہلے ہی ہو چکی ہے۔

(۷) ان کے امتی جنتی ہونا اس الہام سے **یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ نفخت فیک من لدنی روح الصدق** براہین ص (۴۹۶) یعنی اے احمد تو اور تیری زوجہ جنت میں رہو میں نے تجھ میں صدق کی روح اپنی طرف سے پھونک دی اور زوج سے مراد تابع اور رفیق بتلایا اب مرزا صاحب کی امت کو کس قدر خوشی ہوگی کہ اپنی ام المومنین کے مقام میں ہو کر مرزا صاحب کے ساتھ جنت میں عیش کریں گے اگرچہ ظاہر الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی باغ میں اپنی زوجہ کے ساتھ رہنے کا اُن کو حکم ہے مگر چونکہ یہ سنا نہیں گیا کہ کسی باغ میں وہ اپنی امت کے ساتھ رہتے ہیں اس لئے اس کا مطلب یہی ہوگا کہ اُس عالم میں ساری امت کے ساتھ جنت میں رہیں اور یہ ممکن بھی ہے کہ اُس عالم میں قلب ماہیت ہو کر مرد عورتیں بن جائیں غرض حوصلہ افزائیاں ایسے ہی وعدوں سے ہوا کرتی ہیں۔

(۸) ان کی امت پر عذاب نہ ہونا اس الہام سے **ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم** براہین ص (۵۱۴) اور اس الہام سے **وما ارسلناك الا رحمۃ للعالمین** براہین ص (۵۰۶) یعنی ہم نے تجھ کو عالمین کے واسطے رحمت بھیجے اور تو جس قوم میں ہے اس پر اللہ عذاب نہ کرے گا۔

(۹) مسیح کا اپنی اولاد میں ہونا اس الہام سے یا مریم اسکن انت و زوجک الجنة براہین ص (۴۹۶) یعنی اے مریم تو اور تیرا زوج جنت میں رہو اور اس اجمال کی تفصیل ازالة الاوہام ص (۴۱۸) میں یوں کرتے ہیں کہ اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں ہے جس کا نام ابن مریم رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا گیا انتہیٰ مقصود یہ کہ مسیحیت کا خاتمہ مرزا صاحب پر ہونے والا نہیں ہے یہ سلسلہ اُن کی ذریت میں بھی جاری رہے گا۔ بلکہ مرزا صاحب کی تقریر سے تو ظاہر ہے کہ مسیح موعود اُن کی اولاد ہی میں ہوگا کیونکہ ازالة الاوہام ص (۲۶۱) میں لکھتے ہیں کہ اس بات کا انکار نہیں کہ شاید پیشگوئیوں کے ظاہری معنی کے لحاظ سے مسیح موعود آئندہ پیدا ہوا نتہیٰ ۔ یہ مضمون کہ ذریت میں اُن کے کوئی مسیح ہوگا الہام کے اشارة النص سے نکالا گیا کہ جب مرزا صاحب مریم ہوئے تو ابن مریم بھی کوئی ضرور ہوگا۔ یعنی مرزا صاحب کا لڑکا اور عبارة النص سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب جنت میں کبھی مریم بنے رہیں گے اور کبھی آدم یعنی مرد اور عورت اور امت کبھی زوج ہوگی اور کبھی زوجہ اس لئے کہ زوج سے مراد وہ تابع اور رفیق فرماتے ہیں اگرچہ اس کا سمجھنا مشکل ہے لیکن بہر حال دونوں صورتیں ان کی امت کے لئے بشارت سے خالی نہیں۔

جب براہین احمدیہ میں لوگوں نے یہ الہام دیکھا ہوگا کہ حق تعالیٰ ان کو یا مریم فرماتا ہے تو کسی کو یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ مرزا صاحب آئندہ چل کے اس الہام سے سلسلہ عیسائیوں کا قائم کرلیں گے۔ غرض کسی نے اُس کو مہمل سمجھا ہوگا اور کسی نے کسی قسم کی تاویل کرلی ہوگی مگر مرزا صاحب نے اس وقت اپنے دل کا بھید اور مقصود نہیں بتایا اسی طرح اور الہاموں کا بھی حال سمجھ لیا جائے مگر مرزا صاحب نے ان تمام الہاموں کے مجموعہ کو عیسویت کا دعویٰ کرکے ازالة الاوہام میں پیش کردیا کہ وہ سب اہل اسلام کے مقبولہ ہیں۔

ان سے مسلمان کیوں پھر گئے

ان تمام کارروائیوں کے بعد کیا عُقلاء پر یہ بات پوشیدہ رہے گی کہ براہین احمدیہ کس غرض سے تصنیف کی گئی تھی۔ علانیہ کہا جاتا ہے کہ وحی مستقل، کعبہ مستقل، خلافت الٰہی مستقل، مغفرتِ جملہ معاصی حاصل، ساری امت اپنی جتنی غرض جتنے امور کلیہ مرغوبہ پیش نظر تھے سب اس میں طے کردئے گئے ایک مدت تک مرزا صاحب چپ چاپ طبیعتوں کا اندازہ کرتے ہوئے ہوشیاری سے قدم جماتے جاتے تھے اور ادھر لوگ اس غفلت میں کہ آخر الہام بھی مرتاض لوگوں پر ہوا ہی کرتے ہیں۔ اور اس کا ظاہری معنوں پر حمل کرنا بھی ضروری نہیں۔ ممکن ہے کہ خواب کی سی کوئی تعبیر لی جائے۔ مگر مرزا صاحب نے نبوت کے دعوی کے ساتھ جب وہ تمام دعوے شروع کردئے اُس وقت لوگ چوں کہ اور جن کو خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق باقی رکھنا منظور تھا وہ علیحٰدہ ہو گئے یہی وجہ تھی کہ علماء جب تک دین کا فائدہ خیال کرتے تھے مصلحتاً اُن کے الہاموں کی تکذیب نہیں کی جیسا کہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۹۱) میں لکھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ان تمام الہاموں کی اگرچہ ایمانی طور پر نہیں۔ مگر امکانی طور پر تصدیق کرچکے اور بدل وجان مان چکے مگر ان کو بھی منکرانہ جوش دل میں اٹھتا ہے انتہیٰ تعجب کی کوئی بات نہیں اُس وقت یہ خیال جما ہوا تھا کہ مرزا صاحب سچ مچ مسلمانوں کی طرف سے کفار کا مقابلہ کررہے ہیں۔ اس لئے ان الہاموں کو مصلحتاً دائرۂ امکان میں داخل کردیا مگر وہ امکان ایسا ہے جیسے کروڑ سر کا آدمی پیدا ہونا ممکن ہے جس کا بدل وجان ماننا ممکن نہیں۔ پھر جب مرزا صاحب کا حال معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں کے بلکہ اسلام کے دشمن ہیں اس لئے اُن کو بھی مثل تمام مسلمانوں کے انکار کا جوش پیدا ہوگیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی کیا وجہ کہ باوجود ان تمام دعوؤں کے مرزا صاحب نے نبوت مستقلہ کا دعویٰ نہیں کیا اور اپنی نبوت اور رسالت کو ظلی بتاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ یقین کیونکر کیا جائے کہ استقلال کا دعویٰ ان کے پیش نظر نہیں ہے براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ میں بھی تو کوئی دعویٰ نہ تھا صرف تمہید ہی تمہید تھی۔ مگر جب موقع مل گیا تو وہ سب تمہیدات دعوؤں کی شکل میں آ گئے۔ اسی طرح بحسب ضرورت باقی دعوے بھی وقتاً فوقتاً ظہور میں آتے جائیں گے اور اس پر قرینہ بھی موجود ہے کہ ان تمام دعوؤں میں کہیں بھی ظلیت کا نام نہیں لیا گیا چونکہ مقصود کامیابی ہے سو وہ لفظ طفیلیت کے بدولت ہو رہی ہے اگر مستقل نبوت کا دعویٰ کریں تو اندیشہ لگا ہوا ہے کہ کہیں کل تمہیدات اور بنی بنائی بات بگڑ نہ جائے کیونکہ اس پر کوئی مسلمان راضی نہ ہوگا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی مستقل نبی ہو اور بظاہر یہ بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی دوسرے فرقہ والا اُن کی نبوت کی تصدیق کرے اس لئے کہ ایک مدت دراز سے اشتہارات اور کتب شائع کر رہے ہیں مگر اب تک کوئی عیسائی یا ہندو قادیانی سنا نہیں گیا یہ تو آخری زمانہ والے مسلمانوں ہی کی قسمت ہے جو جوق جوق کھنچے جاتے ہیں۔

غرض جب انہوں نے دیکھا کہ ایک بنی بنائی امت صرف لفظ طفیلی اور ظلی کہہ دینے سے اپنی امت ہو جاتی ہے تو اس لفظ کے کہنے سے کیا نقصان بلکہ اس قسم کے اور کئی الفاظ کہہ دیئے جائیں تو بھی کیا قباحت اسی وجہ سے ازالۃ الاوہام ص ۱۳۷ میں لکھتے ہیں کہ ایک لفظ قرآن کا کم وزائد نہیں ہو سکتا۔ اور صفحہ ۱۳۷ میں لکھتے ہیں کہ کوئی ایسا الہام نہیں ہو سکتا جس سے قرآن میں تغیر ہو۔ اسی قسم کے اور عبارتیں بھی ہیں جن سے کمال درجہ کا تدیّن نمایاں ہے۔ مگر چونکہ اغراض ذاتی ثابت کرنے میں اکثر قرآن وحدیث کی مخالفت کی ضرورت پڑتی تھی اس لئے یہ قاعدہ قرار دیا جو ازالۃ الاوہام ص ۱۳۹ میں لکھا ہے کہ کشف سے معانی قرآن نئے طور سے کھلتے ہیں تو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں انتہیٰ۔ اب قرآن میں کمی وزیادتی کی ضرورت ہی کیا۔ آسان طریقہ نکل آیا کہ جو آیت قرآنی اپنے مقصود کے مخالف ہو اُس کے معنی کشف سے بحسب ضرورت گھڑ لئے اور قرآن بلاکم وزیادت اپنی جگہ رکھا رہا جیسے ایک جعلی نبی کو حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر الآیہ میں کشف سے معلوم ہوا تھا کہ میتہ اور دم وغیرہ پڑھنے سے مراد چند

معین اشخاص تھے جن کے لئے حرمت کا لفظ استعمال کیا گیا۔ مردار اور سور اور خون وغیرہ سے اس آیت کو کیا تعلق یہ سب چیزیں حلال طیب ہیں دیکھئے ابھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص ۱۹۷ میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے اُس سرسری پیروی کی وجہ سے تھا جو ملہم کو قبل انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے انتہیٰ آثار مرویہ کے مضامین جو مرزا صاحب نے براہین میں لکھے ہیں اور اس کی ابھی نقل کی گئی یہی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نہایت جلالت کے ساتھ دنیا میں اتریں گے اور الہام سے اُن کو معلوم ہوا کہ وہ مر گئے اب نہ اتریں گے۔ اور آثار نبویہ سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام آ کر کج اور ناراست کا نام ونشان دنیا میں باقی نہ رکھیں گے۔ اور الہام ہوا کہ ایسا نہ ہوگا۔ بلکہ عیسیٰ یعنی مرزا صاحب ایسے داؤ پیچ کریں گے کہ ان کا سمجھنا مشکل ہوگا۔

آثار نبویہ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی سے نیست ونابود کردے گا۔ اور الہام یہ ہوا کہ ایسا نہ ہوگا بلکہ کروڑ ہا مسلمان جو موجود ہیں وہ بھی کافر ہو جائیں گے۔ جب نبی کے ارشاد اور امتی کے الہام میں اس قدر فرق ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کے وجود کی خبر دیں الہام اُس کا عدم ثابت کرے تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ نبی کی تکذیب الہام سے درست ہے۔ پھر جب تکذیب درست ہو تو تنسیخ کونسی بڑی بات ہے بہر حال مرزا صاحب کے الہام معمولی نہیں نبوت کے رنگ میں ہیں رفتہ رفتہ بہت کچھ رنگ لانے والے ہیں۔

غرض اس قسم کے قاعدے اسی غرض سے قرار دئے کہ مطلب برآری میں کوئی رکاوٹ نہ رہے اور خوش کن الفاظ بھی اپنی جگہ قائم رہیں پھر اگر پابندیوں سے کوئی مجبوری واقع ہو اور موقع ملجائے تو اُن خوش کن الفاظ کو ہٹا دینا کون بڑی بات ہے۔ دیکھ لیجئے ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۹۰) میں لکھتے ہیں کہ میں یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری وکذاب ہے۔ اور نیز ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں کہ میں نے براہین احمدیہ میں جو کچھ مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے۔ ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے لکھا ہے اور

اس میں ص ۱۳۴ پر لکھتے ہیں کہ یہ بات بہ بداہت ثابت ہے کہ ابن مریم سے وہ ابن مریم رسول اللہ مراد نہیں ہے جو فوت ہو چکا ہے اور خدائے تعالیٰ کی حکمت عجیبہ پر بھی نظر ڈالو کہ اس نے آج سے قریباً دس برس پہلے اس عاجز کا نام عیسیٰ رکھا اور بتوفیق وفضل براہین میں چھپوا کر ایک عالم میں اس نام کو مشہور کر دیا اور ایک مدت دراز کے بعد خاص الہام سے ظاہر فرمایا کہ یہ وہی عیسیٰ ہے جس کے آنے کا وعدہ تھا۔ خدائے تعالیٰ نے دس برس تک اس دوسرے الہام کو جو پہلے الہام کے لئے بطور تشریح تھا پوشیدہ رکھا انتہیٰ اس کا مطلب ظاہر ہے کہ دس برس پیشتر اس کی تمہید کی تھی اور نیز ازالۃ الاوہام ص (۵۶۱) میں لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کا الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے و کان وعداللہ مفعولا۔

آپ نے دیکھ لیا کہ ابتدا میں تمہیداً کہا گیا تھا کہ میں مثیل مسیح ہوں اور مسیح علیہ السلام بڑی شان وشوکت سے خود تشریف لانے والے ہیں اس سے کسی کو خیال بھی نہ ہوا کہ مرزا صاحب کو مسیحائی کا دعوی ہے اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ خود ازالۃ الاوہام ص ۲۵۹ میں لکھتے ہیں کہ مثیل کہنا ایسا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اس کے بعد یہ الہام کتاب میں درج کر دیا کہ تو عیسیٰ ہے اس پر بھی لوگوں نے چنداں توجہ نہ کی کہ الہاموں کے اصلی ولفظی معنی لینے کی ضررت نہیں۔ اس کے بعد یہ الہام ہو گیا کہ عیسیٰ اب کہاں وہ تو مر گئے مسیح موعود تو ہی ہے اور لکھتے ہیں ؎

عیسیٰ کجا است تا بہ نہد پا بہ منبرم ۔۔۔ اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ازالہ (ص ۱۵۸)

اور تلافی مافات اس طور سے کی گئی کہ عیسیٰ کا دوبارہ آنا ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے لکھا گیا تھا اور خدا کی قدرت ہے کہ اس آخری الہام سے دس برس پہلے خدا نے اپنا نام عیسیٰ رکھ کر مشہور کر دیا تھا۔ اسی طرح جب ظل اور طفیل وغیرہ الفاظ کو ہٹانا منظور ہوگا تو ایک الہام ہو جائے گا کہ ہم نے تجھے مستقل نبی کر دیا۔ اس وقت اگر پرانے خیال والا کوئی معترض چوں و چرا کرے تو کمال

غیظ وغضب سے فرمادیں گے کہ تم بھی عجب بیوقوف ہو۔ ارے میاں خدا سے بالمشافہہ بات کرنے والا جس پر وحی بھی اترتی ہو اور اُس کو خدا نے اپنا خلیفہ بھی بنادیا اور تمام قدرت اُس کے قبضے میں دیدی کہ جو چاہئے کُن کہہ کر کر ڈالے کہیں طفیلی ہوسکتا ہے۔ یہ الفاظ ہم نے صرف ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے سرسری پیروی کے طور پر لکھدیئے تھے اور اس حکمت عجیبہ پر نظر ڈالو کہ بیس پچیس برس پہلے خدا نے اس عاجز کو تمام فضائل مذکورہ مستقل طور پر دیگر عالم میں مشہور کر دیا تھا۔ دیکھتے ہو کہیں ان فضائل میں ظلی اور طفیلی کا نام بھی ہے۔

مرزا صاحب کو اپنی عیسویت جو ابتدا سے پیش نظر تھی اُس کے ثابت کرنے میں کیسی کیسی کارروائیاں کرنی پڑیں۔ ابتدا یوں کی گئی کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** اس لئے میں تمام انبیاء کا مثیل ہوں اور چونکہ اس میں کوئی خصوصیت اُن کی نہ تھی اس لئے کہ تمام علماء اس بشارت میں شریک تھے اس وجہ سے خدا کی طرف سے پیام پہنچایا گیا کہ خاص طور پر فلاں فلاں نبی کے مثیل مرزا صاحب ہیں۔ چنانچہ وہ آیتیں الہام میں پیش کی گئیں جن میں انبیاء کے نام تھے جیسا **ففھمنا ھا سلیمان** اور **یا عیسیٰ انی متوفیک** وغیرہ اور اُن کے ترجمہ میں لکھدیا کہ اس سے مراد عاجز ہے۔ یہ کارروائی اس خیال سے کی گئی کہ حمقاء اس زوردار حکم کو ہرگز رد نہ کریں گے پہلے تو آیت قرآنی اور اس پر الہام ربانی اور جہلاء جب ان آیتوں کو قرآن میں دیکھ لیں گے اور اس کے الہامی معنی سمجھ لیں گے تو اُن کو کامل یقین ہو جائے گا کہ مرزا صاحب اس پایہ کے شخص ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے پہلے ہی سے ان کی خبریں قرآن میں دے رکھی ہیں کیونکہ جاہلوں کو ایسی باتوں کا یقین اکثر ہوجایا کرتا ہے۔ چنانچہ کسی گاؤں کا واقعہ ہے کہ وہاں ایک ہندو زمیندار تھا جس کا نام ابا تھا اور تعظیماً اُس کو لوگ اباجی کہتے تھے ایک معمر اور عقلمند شخص ہونے کی وجہ سے اُس کی وقعت رعایا کے دل میں جمی ہوئی تھی اتفاقاً کوئی مولوی صاحب اس گاؤں میں گئے ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ حضرت ہمارے اباجی کا بھی نام آپ کے قرآن میں ہے۔ مولوی صاحب نے کہا ہاں موجود ہے **ابیٰ و استکبر و کان من الکافرین**

اور اتفاقاً وہ کمبخت کا نام بھی تھا یہ سنتے ہی وہاں کے لوگوں کو بڑا فخر ہو گیا کہ ہمارے کانے اباجی کا ذکر مسلمانوں کے قرآن میں بھی موجود ہے۔

ان الہاموں میں یہ خاص طریقہ اس غرض سے اختیار کیا گیا کہ جاہلوں میں شور وشغب ہو کہ مرزا صاحب کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور یہ بھی غرض تھی کہ علماء کی نظروں میں یا عیسیٰ والا الہام دوسرے الہاموں میں چھپا رہے اور کسی کو اس طرف توجہ نہ ہو کہ یا عیسیٰ کہہ کر مرزا صاحب کو خدا کا خطاب کرنا کیسا۔ پھر بتدریج دعویٰ خاص مثیل عیسیٰ ہونے کا شروع کیا۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۹۱) میں لکھتے ہیں کہ آٹھ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ اور اسی میں لکھتے ہیں کہ اس عاجز کو اللہ تعالیٰ نے آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا اور کسی کو علماء میں سے اِس بات پر ذرا بھی رنج دل میں نہیں گذرا اور پھر مثیل نوح اور مثیل یوسف اور مثیل داؤد اور مثیل ابراہیم علیہم السلام قرار دیا یہاں تک نوبت پہنچی کہ بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دیا تو بھی کوئی جوش وخروش میں نہیں آیا اور جب خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کو عیسیٰ یا مثیل عیسیٰ کر کے پکارا تو سب غضب میں آ گئے۔

یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ یہ الہام براہین میں لکھا جا چکا ہے اُس وقت تو لوگ مرزا صاحب کو اپنے جیسے مسلمان سمجھتے تھے یہ غضب اُس وقت آیا کہ وہ مسلمانوں سے خارج ہو کر دوسری راہ لی اور سب کو چھوڑ کر عیسویت کی تخصیص کی اور جس وقت وہ الہام براہین میں لکھا تھا اس وقت کوئی نہیں پوچھا کہ اس تخصیص کی کیا وجہ اسکی وجہ یہی تھی کہ مرزا صاحب سے یہ توقع کسی کو نہ تھی کہ مسلمانوں ہی کو کافر بنائیں گے۔ کیونکہ اس وقت وہ مسلمانوں کی طرف سے کافروں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ غرض اس وقت صرف مثیل مسیح کہا گیا تھا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ مسیح آنے والے بھی ہیں یا مر گئے۔ چونکہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں باور کرا دیا تھا کہ مسیح بڑی شان وشوکت سے آئیں گے اور میں بطور پیش خیمہ ہوں اس وجہ سے مسیح علیہ السلام کی

موت کی طرف کسی کو توجہ ہونے کا کوئی منشا ہی نہ تھا۔ اس کے بعد مثیل مسیح موعود بڑھایا گیا جس سے دیکھنے میں تو یہ بات ہو کہ مسیح موعود کے مثیل ہیں اور در باطن تمہید اس کی تھی کہ لفظ موعود صفت مثیل کی قرار دیجائے چنانچہ معتقدین میں سینہ بہ سینہ یہ بات رواج پاگئی اس کے بعد لفظ مسیح کو ہٹا کر مثیل موعود کہہ دیا اور اس کے ساتھ الہام کی جوڑ لگادی کہ مسیح جو نبی تھے وہ مر گئے اور ان کی جگہ میں آیا ہوں اور مثیل موعود میں ہوں اور جتنے آیات و احادیث میں صراحتاً عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر ہے کہدیا کہ اُس سے میں ہی مراد ہوں پھر صرف اپنے ہی پر مسیحیت کو ختم نہیں کیا بلکہ انہیں پہلے الہاموں کی بناء پر یہ سلسلہ اپنی اولاد میں بھی قائم کردیا اور اس کی دلیل یہ بیان کی کہ میرا نام براہین میں مریم بھی خدا نے رکھا ہے اس لئے ابن مریم ضرور میری اولاد میں ہوگا اور وہ الہام جو براہین میں بے تکے سے معلوم ہوتے تھے کیونکہ مقصود اس کتاب کا صرف کفار کا مقابلہ تھا اس میں اس قسم کے الہاموں سے کیا تعلق وہ الہام اتنی مدت کے بعد اب کام آگئے اور وہ غرض پوری ہوئی جو براہین احمدیہ کی تصنیف سے تھی۔

یہاں وہ عبارت بھی قابل دید ہے جو مرزا صاحب نے علماء کے نام سے معذرتی نیاز نامہ میں لکھا ہے جو ازالۃ الاوہام ص (۱۹۰) میں درج ہے۔

اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے آٹھ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور یہ میری طرف سے کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی کہ میں نے اپنے رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا ہے جس کے آنے کا قرآن شریف میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً بیان کیا گیا ہے کیونکہ میں تو پہلے بھی براہین میں بتصریح لکھ چکا ہوں کہ میں وہی مثیل موعود ہوں جس کے آنے کی خبر روحانی طور پر قرآن اور احادیث نبویہ میں پہلے سے وارد ہو چکی ہے انتہیٰ

اس عبارت پر غور کیا جائے کہ اُس سے عیسیٰ علیہ السلام کا آئندہ آنا ثابت ہوتا ہے یا مرزا صاحب کا جانشین قرار پانا۔ مرزا صاحب نے اس عبارت میں صنعت نافقا کام میں لایا ہے

جس کا حال عنقریب معلوم ہوگا۔ مولویوں کو اس میں یہ سمجھایا کہ آٹھ سال سے میں اپنے کو فقط مثیل مسیح کہہ رہا ہوں اور یہ کہ موعود کا یعنی مسیح موعود کا مثیل ہوں۔ کوئی نئی بات نہیں نکالی کہ وہ موعود اپنے تئیں ٹھیرایا کہ جس کے آنے کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے وہ تو اپنے وقت پر آئیں گے جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔

اور اسی عبارت سے معتقدین کو یہ سمجھایا کہ میں وہی مثیل ہوں جو موعود ہے اور آٹھ سال سے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کر رہا ہوں اور یہ بات کہ اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا جس کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے کوئی نئی بات نہیں نکالی قدیم سے یہی کہہ رہا ہوں کہ میں مثیل موعود ہوں۔ میرے ہی آنے کا وعدہ قرآن وحدیث میں ہے۔

اب غور کیا جائے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں کس قدر داؤ پیچ کئے۔ اس پر یہ ارشاد ہوتا ہے کہ مولوی لوگ لومڑی کی طرح داؤ پیچ کیا کرتے ہیں اگر انصاف سے دیکھا جائے تو لومڑی کتنی ہی مسن ہو مرزا صاحب کو نہیں پہنچ سکتی۔

اہل سنت والجماعت بقول مرزا صاحب لکیر کے فقیر ہیں جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اس حد سے وہ خارج نہیں ہوسکتے دیکھئے عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کے قریب آنے کی تصریح متعدد حدیثوں میں فرمائی ہے کہ آنے والے وہی عیسیٰ ابن مریم ہیں جو روح اللہ اور نبی اللہ تھے اس میں کہیں مثیل کا نام بھی نہیں یہی اعتقاد تمام امت کا ابتدا سے آج تک ہے جس پر ہزاروں کتابیں گواہ ہیں۔ اب اس میں داؤ پیچ کی اہل سنت والجماعت کو ضرورت ہی کیا۔

مرزا صاحب کی تقریر سے ابھی معلوم ہوا کہ مسیح موعود جس پر حدیث کی پیش گوئیاں صادق آئیں گی وہ مرزا صاحب کی اولاد میں ہوگا جس کے مثیل مرزا صاحب ہیں جب موعود وہ ہوا تو مرزا صاحب کا موعود ہونا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ حدیث شریف میں صرف ایک مسیح موعود ہیں اگر مثلیت کی وجہ سے خود موعود ہونا چاہتے ہیں تو اولاد اُس سے محروم ہوجاتی ہے۔ مگر

چونکہ مرزا صاحب نے مہر پدری سے لفظ موعود اپنے فرزند کو ہبہ کر دیا ہے تو اب اس ہبہ میں عود کرنا اُن کی شان سے بعید ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ خود ہی اُس سے دست بردار ہو جائیں یا یوں کہئے کہ جناب مرزا صاحب نے اپنے مضامین موعودیت کو براہین میں اس طرح سے روا رکھا تھا کہ آخر عمر میں اُس دعوی کا انتقال اپنی نسل کے لئے کر جائیں اور چونکہ اب مرزا صاحب کی عمر آخر ہے۔ لہٰذا یہ دعویٰ بصراحت لکھا گیا ہے کہ اُن کی اولاد میں مسیح موعود پیدا ہوگا۔

براہین احمدیہ میں جو مرزا صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ نئی روشنی والوں اور پادریوں وغیرہ مذاہب باطلہ پر یہ کتاب حجت ہوگی اور اُس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہوجائے گا۔ چنانچہ اسی بات پر لوگوں نے زر خطیر اس پر صرف کیا جس کا حال اوپر معلوم ہوا۔ افسوس ہے کہ یہ وعدہ غلط ثابت ہوا اس لئے کہ اس کتاب سے نہ کوئی نیچر راہ راست پر آیا نہ پادری وغیرہ مسلمان ہوئے۔ بلکہ برخلاف اس کے بیس کروڑ سے زیادہ مسلمان جن کی نسبت خود مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے پیشگوئی کی ہے کہ قیامت تک وہ گمراہ نہ ہوں گے مشرک اور کافر قرار پائے چنانچہ الحکم میں وہ لکھتے ہیں کہ جو کوئی میری نبوت کی تکذیب کرے یا اُس میں تردد کرے اُس کے پیچھے نماز پڑھنی میری جماعت پر حرام اور قطعی حرام ہے۔ کیونکہ وہ ہلاک شدہ قوم اور مردہ یعنی کافر ہے۔

الغرض تحریر سابق سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں کمال درجہ کی عیاری سے اسرار پوشیدہ رکھے تھے جو بظاہر مرزا صاحب کے مقصود کے خلاف تھے پھر جب انہوں نے دیکھا کہ ضرورت کے موافق روپیہ اور ہم خیال لوگ جمع ہو گئے اُس وقت اُن اسرار کے ظاہر کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ایک کتاب تخمیناً ساٹھ جزو کی لکھی جس کا نام ازالۃ الاوہام رکھا۔ اس نام سے ظاہر ہے کہ اُس میں اُن خیالات کا دفعیہ ہے جو مصلحتاً اُن کی عیسویت کے مخالف اُس میں درج کئے گئے تھے۔ اور اس پوری کتاب میں صرف اسی بحث پر

زور دیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ چونکہ ان کا مسیح موعود ہونا دو باتوں پر موقوف تھا۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت۔ دوسری ان کا خدا کی طرف سے مامور ہونا۔ شق ثانی کی تمہید براہین میں کی جس کا حال کسی قدر معلوم ہوا اگر اس نظر سے وہ کتاب دیکھی جائے جس کی خبر ہم دے رہے ہیں تو بحسب فہم ونزاکت طبع معلوم ہوگا کہ کس قدر داؤ پیچ مرزا صاحب نے اُس میں کئے ہیں۔ اُمور کلیہ کو اُس میں طے کر دیا مثلاً اگلے لوگوں کے برابر ہم ہو سکتے ہیں۔ الہام حجت ہے سلسلہ الہام کا ہمیشہ جاری ہے۔ وحی بحسب ضرورت نازل ہوتی ہے۔ الہام ووحی ایک ہیں۔ الہام قطعی ہوتا ہے۔ الہام کی قابلیت شرط ہے۔ پھر اپنے الہام درج کئے جن میں سے چند یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ قل جاء الحق وزھق الباطل الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحمدک اللہ من عرشہ ویحمدک ویصلی۔ وما کان اللہ معذبھم وانت فیھم۔ انی معک وکن معی۔ یاعیسیٰ انی متوفیک۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ ولو کان الایمان بالثریا لنالہ انار اللہ برھانہ۔ یا احمد یرفع اللہ ذکرک ویتم نعمتہ علیک فی الدنیا والآخرۃ۔ یا ایھا المدثر قم فانذر۔ اور جو معجزات انبیاء علیہم السلام کے قرآن وحدیث میں منقول ہیں سب کو گستاخانہ طور پر کتھا قرار دیکر عقلی معجزات کی ضرورت بتائی۔ اور لکھا کہ میں نہ آتا تو جہاں میں اندھیرا ہوجاتا۔ میرے متبعین کو غلبہ قیامت تک ہے۔ وغیر ذلک۔ اور شق اول یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی بحث ازالۃ الاوہام میں کر کے اپنی عیسویت کو جمایا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ دیکھو یا عیسیٰ کا مجھ کو خطاب ہوا تھا اور میں رسول بھی ہوں۔ اور خدا نے ہدایت کے لئے مجھے بھیجا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب رہی یہ بات کہ احادیث وغیرہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمانوں پر جانا ثابت ہے تو ان میں تاویل کر ڈالی بلکہ ساقط الاعتبار کر دیا۔ اور تفسیروں کی نسبت یہ لکھ دیا کہ بیہودہ خیالات ہیں۔ اور لکھا کہ کوئی شخص زندہ آسمانوں پر جا نہیں سکتا۔ اور اسی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے معراج جسمانی کا انکار ہی کر دیا۔اور جو احادیث صحیحہ اُس باب میں وارد ہیں اُن کی تغلیط کی ۔اور قولہ تعالیٰ : اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ (آل عمران:۵۵) سے یہ استدلال کیا کہ خدائے تعالیٰ نے اُن کو خبر دی تھی کہ تم مرنے والے ہو اور تم کو میں اٹھانے والا ہوں ۔چونکہ اس آیت میں پہلے اُن کی وفات کا ذکر ہے۔اس سے ثابت کیا کہ وفات پہلے ہوئی ۔اور اُس کو نظر انداز کیا کہ واؤ ترتیب کیلئے نہیں ہے۔حالانکہ کئی آیتوں سے ثابت ہے کہ واؤ سے جو عطف ہوتا ہے اُس میں ترتیب نہیں ہوتی ۔اسی بنا پر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت ہے کہ اس آیت شریفہ میں معنًی تقدیم و تاخیر ہے اُس کی نسبت کہا کہ اُنہوں نے اپنے لئے خدا کی استادی کا منصب قرار دیا پھر اپنے زعم میں عیسیٰ علیہ السلام کو میت قرار دیکر لکھا کہ کسی مرے ہوئے کو خدا زندہ کیا ہی نہیں حالانکہ متعدد واقعات میں ہزار ہا مردوں کا زندہ ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے۔سب میں تاویلیں کر کے اُن کا انکار کر دیا اور جس قدر احادیث اس باب میں وارد ہیں سب کو غلط ٹھیرایا پھر اس مسئلہ میں یہاں تک ترقی کی کہ قیامت میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر آنا غیر ممکن بتایا۔اور حشر اجساد سے صاف انکار کر دیا اور دجال اور امام مہدی کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب کی تکذیب کی ۔

براہین احمدیہ اور ازالۃ الاوہام کی تصنیف سے مقصود

غرض کہ اپنے مقاصد میں جس آیت یا حدیث کو ہارج دیکھا سب کی تکذیب یا تحریف کر ڈالی ان کے سوا اور بہت سے مباحث ہیں جن کا ذکر موجب تطویل ہے۔حاصل یہ کہ براہین احمدیہ اور ازالۃ الاوہام خاص اپنی عیسویت اور نبوت ثابت کرنے کی غرض سے لکھی جیسا کہ الہامات مذکورۂ بالا سے ثابت ہے۔

مرزا صاحب ہر موقع میں گریز کی راہ لگا رکھتے ہیں

نبوت کی آرزو ابتدا میں مسیلمہ کذاب کو ہوئی اُس کے بعد اکثر عقلا کو ہوا کی (ہوتے رہی) اور چونکہ آیت شریفہ خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی اُنکی تکذیب کرتی تھی اُس کے جواب کے لئے بہت سی تدابیر سوچی گئیں بعضوں نے معنی میں تصرف کیا بعضوں نے یہ تدبیر کی کہ لا نبی بعدی کے بعد "الا ان یشاء اللہ" روایت میں زیادہ کردیا مگر کسی کی چلی نہیں گو بعض بے دینوں نے مان لیا مگر عموماً اہل اسلام ان کی تکذیب ہی کرتے رہے مرزا صاحب نے دیکھا کہ اُس زمانہ میں روایت کی بھی ضرورت نہیں اپنی جرأت سے لا نبی بعدی کے بعد الا نبی ظلی بڑھا دیا۔ کیونکہ وہ ظلی نبوت کو مع جمیع لوازم نبوت حقیقتاً جائز رکھتے ہیں اور خوش اعتقادوں نے اس پر بھی آمنا وصدقنا کہہ دیا۔

قرائن قویہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مرزا صاحب کو نبوت مستقلہ کا دعویٰ ہے مگر یہ خوف بھی لگا ہوا ہے کہ کہیں کوئی مسلمان پکڑ لے کہ وہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے تو رہائی مشکل ہوگی اس لئے انہوں نے فرار کی یہ راہ نکالی کہ ظلی کہہ کر چھوٹ جائیں گے۔ اور یہی عقلاء کا طریقہ بھی ہے کہ قدم الخروج قبل الولوج کو ہمیشہ پیش نظر رکھا کرتے ہیں۔ بلکہ کتب لغت اور تفاسیر میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ بعض ہوشیار جانوروں کا بھی اس پر عمل ہے۔ چنانچہ جنگلی چوہے کی عادت ہے کہ جس زمین میں گھر بناتا ہے اس میں ایک سوراخ ایسا بھی بنا رکھتا ہے کہ اگر کوئی آفت آئے تو اُس راہ سے نکل جائے۔ اس احتیاطی راستہ کو عرب نافقا کہتے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی اس قسم کے عقلاء پیدا ہو گئے تھے کہ ظاہری موافقت اہل اسلام کو جان بچانیکی راہ بنا رکھی تھی حق تعالیٰ نے ایسے عقلاء کا نام منافق رکھا جن کی نسبت ارشاد ہے: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ (النساء:۱۴۵) یعنی منافق کفار سے بھی بدتر ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ہے۔

جس طرح نبوت کے دعوے میں مرزا صاحب گریز کا طریقہ نکال لیا

جس طرح نبوت کے دعوے میں مرزا صاحب نے گریز کا طریقہ نکال لیا اسی طرح ہر موقع میں یہی کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ تمام فضائل سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پر چسپاں کر کے گریز کا یہ طریقہ نکالا کہ بطور ظلی وہ سب فضیلتیں حق تعالیٰ نے اپنے کو دیں۔

اور نیز دعویٰ کیا کہ ہر قسم کے معجزات و خوارق عادات میں دکھلا سکتا ہوں اور گریز کا طریقہ یہ نکالا کہ طلب کرنیوالا نہایت خوش اعتقاد اور طالب حق ہونا شرط ہے۔ اگر ذرا بھی اعتقاد میں فرق آجائے تو کوئی خارق عادت ظاہر نہیں ہوسکتی پیشگوئیوں میں بھی یہی کیا چنانچہ مسٹر اتھم صاحب والی پیشگوئی میں لکھا کہ وہ اتنی مدت میں مرجائے گا۔ بشرطیکہ رجوع الی الحق نکرے۔ اور جب مدت معینہ میں وہ نہیں مرا تو کہہ دیا کہ اُس نے رجوع الی الحق کی تھی۔ حالانکہ اُن کو انکار ہے۔ اگر اُن کی کتابیں دیکھی جائیں تو اُس کی نظائر بہت مل سکتی ہیں۔

مرزا صاحب نے جتنے فضائل کے دعوے کئے ہیں کہ: میں محدث ہوں۔ امام زماں۔ ہوں حارث ہوں۔ جو امام مہدی کے زمانہ میں ان کی تائید کے لئے نکلے گا اور جس کی تائید تمام مسلمانوں پر واجب ہوگی۔ امام مہدی ہوں۔ عیسیٰ موعود ہوں۔ خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ میں نبی ہوں۔ مجھ پر سچی وحی اُترتی ہے۔ خدا بے پردہ ہوکر مجھ سے باتیں کرتا ہے بلکہ ٹھٹھے کرتا ہے۔ خدا کی اولاد کے برابر ہوں۔ میری تکذیب کی وجہ سے طاعون خدا نے بھیجا۔ میرا منکر کافر ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ کسی کو خبر نہیں ہوسکتی کہ مرزا صاحب سچ کہہ رہے ہیں یا جھوٹ۔ ہر فاسق خبر دے سکتا ہے کہ خدا نے مجھ سے یہ فرمایا دیکھ لیجئے جتنے جھوٹوں نے نبوت کا دعویٰ کیا سب کے دعوے اسی قسم کے ہوا کرتے تھے کوئی کہتا تھا کہ ''میرا سینہ شق کر کے فرشتے نے علم لدنی سے اس کو بھر دیا'' کوئی کہتا تھا کہ '' خدا نے مجھے یا بُنَیَّ یعنی اے میرے پیارے لڑکے کہا'' کوئی کہتا تھا کہ ''میں عیسیٰ' مہدی' یحییٰ' زکریا' محمد ابن حنفیہ' جبریل اور روح القدس وغیرہ

ہوں‘‘ ایسے امور میں اندرونی معاملہ پر کوئی مطلع نہیں ہوسکتا ممکن ہے کہ اُن کو شیطان کا مشاہدہ ہوتا ہو۔ اور اُس کو انہوں نے خدا سمجھ لیا ہو جیسا کہ بعض بزرگواروں کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے جن کا حال آئندہ معلوم ہوگا اور شیطان کا وحی کرنا بھی اس آیہ شریفہ سے ثابت ہے قولہ تعالیٰ:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ (الانعام:۱۱۲) تعجب نہیں کہ شیطان نے وحی اُن پر ٹھٹھے سے اتاری ہو کہ تم سب کچھ ہو یہاں تک کہ یہ بھی کہہ دیا کہ ان امرک اذا اردت شیئًا ان تقول له کن فیکون۔ یعنی تم جو کچھ پیدا کرنا چاہو تو کُن کہہ دیا کرو وہ چیز فوراً وجود میں آجائے گی۔ مرزا صاحب کو اس وحی کے بعد حق تھا کہ ملہم سے کہہ دیتے کہ حضرت میں نے براہین احمدیہ کس محنت سے لکھی اور اس کے صلہ میں کیسی دقتوں سے روپیہ جمع کیا۔ لوگوں کی خوشامدیں کیں۔ بُرا بھلا کہا۔ عار دلائی اور لوگوں نے میرے اس وعدے کے بھروسے پر مدد دی کہ نیچر اور جملہ فرق باطلہ پر اب فتح عظیم ہوجاتی ہے۔ میں کفار سے کہتے کہتے تھک گیا کہ مسلمان ہوجاؤ۔ مگر اب تک کوئی مسلمان نہ ہوا۔ میرے ہزار ہا کن بیکار گئے اور جارہے ہیں ایسا کن آپ ہی کو مبارک۔ میری تائید اسی قدر ہو تو کافی ہے کہ جو وعدے میں نے براہین میں کئے تھے جن پر تمام مسلمان فریفتہ ہوگئے تھے وہی پورے کرادئے جائیں۔

غرض ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرزا صاحب کے کل دعوے مجرد ہیں جن کے ساتھ کوئی دلیل نہیں جیسے اور دنیا داروں کی عادت ہے کہ جب دیکھتے ہیں کہ بغیر اس قسم کے دعووں کے کام نہیں نکلتا تو جھوٹ سچ کہہ کر کام نکال لیتے ہیں۔ مرزا صاحب نے بھی یہی کام کیا کہ اپنی خوب سی تعلیاں کیں اور براہین احمدیہ میں وعدے کئے کہ نیچروں سے مقابلہ کرتا ہوں۔ پادریوں کو قائل کرتا ہوں۔ آریہ وغیرہ کو الزام دیتا ہوں وغیرہ وغیرہ مگر ایفاء ایک کا بھی نہ ہوا اور اس ذریعے سے مسلمانوں سے ایک رقم خطیر حاصل کرلی جس کے دینے پر وہ ہرگز راضی

نہیں۔کیا جن لوگوں نے روپیہ دیا تھا۔اب وہ اس بات پر فخر کر سکتے ہیں کہ ہمارا روپیہ ایسے کام میں صرف ہوا کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اُس کی بدولت کافر بنائے جارہے ہیں۔کیا ان کو یہ ندامت نہ ہوگی کہ مرزا صاحب نے ہمیں احمق بنا کر اس قدر روپیہ ہم سے لے لیا اور ایسے کام میں لگایا کہ ہمارے ہی دین کی بیخ کنی ہورہی ہے۔کیا اب وہ اس بات پر افسوس نہیں کرتے کہ اگر ذرا بھی ہمیں معلوم ہوتا کہ اس کارروائی کا انجام یہ ہونے والا ہے تو اس وقت ان کا وہ چندروپیہ مخالفت میں صرف کرتے تاکہ وہ آتش فتنہ اس قدر بھڑکنے ہی نہ پاتی۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ؕ (النساء:۲۹) یعنی اے مسلمانو! ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ہاں تراضیٔ طرفین سے تجارت میں اگر مال لیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ کی تصنیف اور طبع کے زمانے میں بخوبی جانتے تھے کہ یہ ایسا خنجر بنایا گیا ہے کے جب بے رحمی سے مسلمانوں کے گلوں پر چلایا جائیگا تو باپ کو بیٹے سے۔ بھائی کو بھائی سے۔جورو کو شوہر سے جدا کردے گا ایک دوسرے کا جانی دشمن اور خون کا پیاسہ ہو جائیگا۔مسلمانوں میں ایک تہلکہ عظیم برپا ہوگا جس سے مخالفوں کو اقسام کے مواقع ہاتھ آجائیں گے مسلمانوں کی حالت کو دیکھ کر وہ خوش ہوں گے بغلیں بجائیں گے ناچیں گے کہ اب یہ قوم ایک زمانہ تک خانہ جنگیوں سے فرصت نہیں پاسکتی اگرچہ پہلی مخالفتیں بھی بہت تھیں مگر امتداد زمانہ کی وجہ سے ان کا احساس کم ہوگیا تھا اس نئی مخالفت کے پرانی ہونے کو ایک مدت دراز درکار ہے۔

الحاصل اس نئی مخالفت نے تمام مسلمانوں کو ایک ایسے تہلکے میں ڈالدیا ہے کہ الامان۔ علاوہ شماتت اعداء کے اس خانہ جنگی نے مخالفین اسلام کو پورا موقع دیدیا ہے کہ بے فکری سے اپنی کامیابیوں میں کوشش کریں۔کیا اس تفرقہ انداز بلائے ناگہانی کے مول لینے پر کوئی مسلمان

راضی ہوسکتا ہے۔کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ مال مسلمانوں کی رضامندی سے انہوں نے حاصل کیا تھا پھر باوجود اس کے کہ خدائے تعالیٰ نے ایسا مال لینے سے منع کر دیا ہے۔دھوکا دیکر جو مال مسلمانوں سے انہوں نے لیا اس کا خدا کو کیا جواب دیں گے اب ہم اُن کے تقدس کو کتنا ہی مانیں مگر اُس کا کیا علاج کہ اُن کی کارروائیاں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ انہوں نے بدنیتی سے فتنہ انگیزی کی۔مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا۔جھوٹ کے مرتکب ہوئے بیوفائی خیانت، وعدہ خلافی، نمک حرامی اور خدا اور سول کی مخالفت کی۔دھوکا دیا۔داؤ پیچ سے ناجائز طور پر مسلمانوں کا مال ٹٹولا۔

م۔گالی کی تعریف

ناظرین یہاں یہ خیال نہ فرمائیں کہ مرزا صاحب جو الفاظ علماء ومشائخین کی شان میں استعمال کیا کرتے ہیں۔ہم نے اُن کا جواب دیا کیونکہ ہم نے کوئی لفظ غصہ کی حالت میں نہیں کہا صرف مسلمانوں کو اُن کے حالات معلوم کرانے کی ضرورت تھی تا کہ اُن کی کارروائیوں پر مطلع ہوں۔پھر اُن کی کارروائیاں جو الفاظ پیش کر رہی ہیں اگر وہ بے موقع ہیں اور اُن کی جگہ دوسرے الفاظ مل سکتے ہیں تو ہمیں بھی اُس میں کلام نہیں۔غرض ہم نے یہ سب ٹھنڈے دل سے لکھا جس کو مرزا صاحب بھی جائز رکھتے ہیں بخلاف اُن کے کہ وہ غصہ کی حالت میں جو جی چاہتا ہے کہہ جاتے ہیں جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے جو علماء ومشائخین کی شان میں تحریر فرماتے ہیں: پلید۔ دجال۔خفاش۔لومڑی۔کتے۔گدھے۔خنزیر سے زیادہ پلید۔چوہڑے۔چمار غول الاغوال۔ روسیاہ۔دشمن قرآن۔منافق۔نمک حرام وغیرہ وغیرہ۔جو عصائے موسیٰ میں اُن کی تصانیف سے نقل کر کے بلحاظ حروف تہجی ایک طولانی فہرست مرتب کی ہے۔اور ہم نے جو لکھا اُس کی اجازت مرزا صاحب کی تحریر سے بھی ثابت ہے۔چنانچہ ازالۃ الاوہام (ص: ۱۳) میں تحریر فرماتے ہیں۔جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو دشنام نہیں ہے۔دشنام اور سبّ وشتم فقط اُس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقع اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے

استعمال کیا جائے۔ ہر ایک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پوری پوری طور پر مخالف گم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دیوے۔ اور تلخ الفاظ جو اظہار حق کے لئے ضروری ہیں۔ اور اپنے ساتھ اپنا ثبوت رکھتے ہیں وہ ہر ایک مخالف کو صاف صاف سنا دینا نہ صرف جائز بلکہ واجبات سے ہے تا مداہنت میں مبتلا نہ ہو جائے۔

یوں تو بحسب اقتضائے زمانہ ہزار ہا مسلمان نیچر کرستان آریہ وغیرہ بنے اور بنتے جارہے ہیں۔ ہر شخص اپنی ذات کا مختار ہے ہمیں اُس میں کلام نہیں۔ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ ۙ (الکھف: ۲۹) یعنی جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر ہو جائے ہم نے ظالموں کے لئے آتش دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ مگر چونکہ مسلمان خوش اعتقادی سے مرزا صاحب کو عیسیٰ موعود اور نبی وغیرہ سمجھ کر ان کی اتباع میں خدا اور سول کی خوشنودی خیال کرتے ہیں اس لئے بمصداق الدین النصیحۃ صرف خیر خواہی سے مرزا صاحب کے حالات اور خیالات جو اُن کی تصانیف میں موجود ہیں ظاہر کر دینے کی ضرورت ہوئی اس پر بھی اگر وہ نیا دین ہی قبول کرنا چاہیں تو ہمارا کوئی نقصان نہیں وما علینا الا البلاغ۔

معجزات کی بحث

مرزا صاحب کو چونکہ نبوت کا دعویٰ ہے اور معجزات اُس کے لوازم ہیں اُن کو فکر ہوئی کہ باتیں بنانا تو آسان ہے طبیعت خداداد سے بہت سے حقائق و معارف تراش لئے جائیں گے مگر خوارق عادات دکھلانا مشکل کام ہے کیونکہ وہ خاص خدائے تعالیٰ کی رضامندی اور مدد پر موقوف ہے اس لئے ان کو اس مسئلہ میں بڑا ہی زور لگانا پڑا دیکھا کہ الہام کا طریقہ بہت آسان ہے۔ جب وہ ثابت ہو جائے گا تو پھر کیا ہے۔ بات بات میں الہام و وحی اُتار لی جائیگی اس لئے براہین احمدیہ میں الہام کی ایک وسیع بحث کی۔ اگر چہ بظاہر وہ مخالفین اسلام کے مقابلہ میں تھی اس لئے کہ وہاں صرف وحی اور نبوت ثابت کرنا ظاہراً منظور تھا مگر ایسا بین بین طریقہ اختیار کیا کہ عام طور پر

الہام ثابت ہو جائے اور اہل اسلام اس کا انکار بھی نہ کر سکیں۔ پھر اپنے الہامات پیش کئے اور الہامی پیشگوئیوں کا دروازہ کھول دیا اور ان میں ایسی ایسی تدابیر عمل میں لائی گئیں کہ انہیں کا حصہ تھا چنانچہ مسٹر اتھم وغیرہ کی پیشگوئیوں سے ظاہر ہے۔ مرزا صاحب باوجودیکہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر معجزات سے متعلق اُن کی عجیب تقریریں ہیں۔

عیسیٰؑ کے معجزے اوہام باطلہ تھے

ازالۃ الاوہام (ص:۲۹۶) میں عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بیان کر کے لکھتے ہیں کہ ان تمام اوہام باطلہ کا جواب یہ ہے کہ وہ آیات جن میں ایسے ہی متشابہات ہیں اور یہ معنی کرنا کہ گویا خدا نے اپنے ارادے اور اذن سے عیسیٰ کو صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے۔ اگر خدا اپنے اذن وارادہ سے اپنی خدائی کی صفتیں بندوں کو دے سکتا ہے تو بلاشبہ وہ اپنی ساری صفتیں خدائی کی ایک بندے کو دیکر پورا خدا بنا سکتا ہے۔ پس اس صورت میں مخلوق پرستوں کے کل مذاہب سچے ٹھیر جائیں گے۔ یہ حملہ اُن لوگوں پر ہے جن کا ایمان اس آیت شریفہ پر ہے۔ وَرَسُوۡلًا اِلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۙ الخ (آل عمران:۴۹) ترجمہ: وہ یعنی عیسیٰ بن مریم ہمارے پیغمبر ہونگے جن کو ہم بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے اور وہ اُن سے کہیں گے کہ میں تمھارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں یعنی معجزات لیکر آیا ہوں کہ میں پرندہ کی شکل کا سا بناؤں پھر اُس میں پھونک ماروں اور وہ خدا کے حکم سے اُڑنے لگے اور خدا کے حکم سے مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا اور مردوں کو زندہ کردوں اور جو کچھ تم کھا کر آو اور جو کچھ تم نے گھروں میں سینت رکھا ہے تم کو بتادوں بیشک اس بیان میں نشان ہے تمھارے لئے اگر تم ایمان والے ہو۔ یہ خبر حق تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پیشتر دی تھی جس کا حال بیان کر کے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نشانی انہی لوگوں کے واسطے ہے جو ایمان والے ہیں اور یہ ظاہر بھی ہے کہ جن کو خدا کی خبروں پر ایمان نہ ہو اُن کو یہ بیان کیا مفید

ہوگا۔مرزا صاحب جیسے شخص اُس کو نہیں مانتے تو کفار اُس کی کیونکر تصدیق کرسکیں۔مگر الحمدللہ اہل اسلام کو اُس کا پورا پورا یقین ہے اور مرزا صاحب کے تشکیک سے وہ زائل نہیں ہوسکتا۔

مرزا صاحب نے براہین احمدیہ صفحۂ (۱۸۶) میں لکھا ہے۔لیکن قرآن شریف کا کسی امر کے بارے میں خبر دینا دلیل قطعی ہے۔وجہ یہ ہے کہ وہ دلائل کاملہ سے اپنا منجانب اللہ اور مخبر صادق ہونا ثابت کر چکا ہے۔شاید مرزا صاحب نے یہ بات آریہ وغیرہ کے مقابلے میں مصلحتاً کہی تھی ورنہ وہ تو قرآن کی خبروں کو دلیل قطعی تو کہاں دلیل ظنی بھی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس پر ایمان لانے کو شرک والحاد سمجھتے ہیں۔انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ خدائے تعالیٰ کے ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ بے ایمان اُس کی تصدیق نہ کریں گے۔حیرت ہے کہ جس طرح ابلیس نے دھوکا کھایا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا شرک ہے کیونکہ مسجودیت خاص صفت باری تعالیٰ کی ہے مرزا صاحب بھی اسی دھوکے میں پڑ گئے کہ ایسی قدرت عیسیٰ علیہ السلام میں خیال کرنا شرک ہے۔مرزا صاحب مسلمانوں پر شرک کا الزام جو لگا رہے ہیں در پردہ وہ خدائے تعالیٰ پر لاعلمی کا الزام لگا رہے ہیں۔دیکھئے براہین احمدیہ ص (۱۱۰) میں وہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا پھر شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات سے ہے کہ خدائے تعالیٰ اس بارے میں پیشین گوئی کر کے فرما دیا ہے کہ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴿۴۹﴾(السبا) ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ جو مسلمانوں نے اختیار کیا ہے شرک ہے تو خدائے تعالیٰ کی پیشگوئی جس کی تصدیق مرزا صاحب کر چکے ہیں نعوذ باللہ بقول مرزا صاحب جھوٹی ہوئی جاتی ہے مگر انہوں نے اپنی ذاتی غرض کے لحاظ سے اس کی کچھ پروا نہ کی اور صحابہ تک کے کل مسلمانوں پر شرک کا الزام لگا دیا۔اور ازالۃ الاوہام ص (۳۱۵) میں لکھے ہیں کہ نبی لوگ دعا اور تضرع سے معجزہ مانگتے ہیں معجزہ نمائی کی ایسی قدرت نہیں رکھتے جیسا کہ انسان کو ہاتھ ہلانے کی قدرت ہے انتہیٰ اور نیز ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۲۰) میں یہ بھی لکھا ہے کہ اناجیل اربعہ کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح جو کام اپنی قوم کو

دکھاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہیں اور قرآن شریف میں بھی کسی جگہ یہ ذکر نہیں کہ مسیح بیماروں کے چنگا کرنے یا پرندوں کے بنانے کے وقت دعا کرتا تھا بلکہ وہ اپنی روح کے ذریعہ سے جس کو روح القدس کے فیضان سے برکت بخشی گئی تھی ایسے ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔ چنانچہ جس نے کبھی غور سے انجیل پڑھی ہوگی وہ ہمارے اس بیان کی بیقین تمام تصدیق کریگا اور قرآن شریف کے آیات بھی بہ آواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے ایسے عجائب کاموں میں اس کو طاقت بخشی گئی تھی اور خدائے تعالیٰ صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر ایک فرد بشر کی فطرت میں مودع ہے۔ مسیح سے اس کی کچھ خصوصیت نہیں چنانچہ اس بات کا تجربہ اس زمانے میں ہو رہا ہے۔ مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق اور بے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے بھی پہلے مظہر عجائبات تھا جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم و مفلوج و مبروص وغیرہ ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے۔ لیکن بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے اس وقت تو کوئی تالاب بھی موجود نہ تھا انتہیٰ ۔ دعا کا ذکر نہ ہونے سے مرزا صاحب جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ عجائب جس کا ذکر حق تعالیٰ بطور اعجاز بیان فرماتا ہے وہ معجزات نہ تھے تو اس لحاظ سے فطرتی قوت بھی ثابت نہ کرنا چاہئیے اس لئے کہ اس کا بھی ذکر اس آیۂ شریفہ میں نہیں ہے۔ پھر اپنی رائے سے ایک غیر مذکور چیز کو ثابت کرنا اور خدائے تعالیٰ کی خبر کو نہ ماننا کس قسم کی بات ہے۔ اگر معجزہ کے لئے یہ شرط ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھکر وقت خاص میں دعاء کی جائے اور اُس کی قبولیت کے لئے حضّار مجلس آمین آمین اُس وقت تک کہتے رہیں کہ آثار اجابت ظاہر ہو جائیں تو اس آیت شریفہ میں دعا کرنا بھی باقتضاء النص مقدر سمجھا جاسکتا ہے جس کو اصول شاشی (اصول فقہ کی کتاب) پڑھا ہوا شخص بھی جانتا ہے۔

پھر اگر وہ کام فطرتی طور پر ہوتے تھے تو اُن پر ایمان لانے کی کیا ضرورت مثلاً اگر کہا جائے کہ ایک نجار صندوق میں قفل نصب کرتا ہے یا کسی کل کے ذریعہ سے فلاں کام کرتا ہے تو کیا

اس قسم کی خبر کی نسبت یہ کہا جائے گا کہ تم اس پر ایمان لاؤ ہر گز نہیں۔ حالانکہ یہاں حق تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ: جو لوگ ہماری باتوں پر ایمان لاتے ہیں وہ اس کو آیت یعنی نشانی قدرت کی سمجھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے کلام پر ایمان لانا منظور نہیں جب ہی تو حیلے اور بہانے ہو رہے ہیں ورنہ خود براہین احمدیہ ص (۴۹۵) میں لکھتے ہیں: واصل کو مجمع الاضداد ہونا پڑا کہ وہ کامل طور پر رو بخدا بھی ہوا اور پھر کامل طور پر رو بخلق بھی پس وہ ان دونوں قوسوں الوہیت اور انسانیت میں ایک وتر کی طرح واقع ہے جو دونوں سے تعلق کامل رکھتا ہے۔ جب کامل تزکیہ کے ذریعہ سے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے ساتھ تحقق ہو جائے اور اپنی ہستی ناچیز سے بالکل ناپدید ہو کر اور غرق دریائے بیچوں و بیچگون ہو کر ایک جدید ہستی پیدا کرے جس میں بیگانگی اور دوئی اور جہل اور نادانی نہیں ہے اور صبغۃ اللہ کے پاک رنگ سے کامل رنگ ہی میسر آئے۔ الخ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب خود اپنے ذاتی تجربہ کی خبر دیتے ہیں کہ اولیاء اللہ وقت واحد میں رو بخلق و رو بخدا ہوتے ہیں اور یہ باتفاق جمیع اہل اسلام مسلم ہے کہ انبیاء کا رتبہ بہ نسبت اولیاء اللہ کے بدر جہا بڑھا ہوا ہے تو اسی نسبت سے ان کی حضوری بھی اولیاء کی حضوری سے بڑھی ہوئی ہو گی اور ظاہر ہے کہ اس حضوری میں درخواست و اجابت فوراً ہو سکتی ہے۔ پھر جب حق تعالیٰ ان معجزات کی خبر دیتا ہے تو اتنا تو حسن ظن کر لیتے کہ جس طرح ہم نے کسی مقام میں لکھا ہے کہ وقت واحد میں ہم رو بحق اور رو بخلق رہتے ہیں۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی ہونگے۔ مگر اس تحریر کے وقت وہ بات مرزا صاحب کے حافظے سے نکل گئی۔ اگر واقع میں اُن کی ایسی حالت ہوتی تو بھول نہ جاتے۔ اب غور کیا جائے کہ آپ تو انبیاء کے ساتھ بھی حسن ظن نہیں رکھتے اور شکایت یہ کہ اپنی نبوت کا حسن ظن نہیں کیا جاتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب عیسیٰ علیہ السلام کو تقرب الٰہی میں اپنے برابر بھی نہیں سمجھتے۔

مرزا صاحب کی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا دعاء کرنا ثابت نہیں۔ باوجود اس کے یہ عجائبات صادر ہوتے تھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بغیر دعاء کے خلاف عقل معجزات

اُن سے کیونکر صادر ہوگئے اس لئے بہتر یہ ہے کہ وہ معجزات انہی کے اقتداری افعال ٹھیرائے جائیں اور مرزا صاحب اس پر اس قدر اڑے ہیں کہ کتنی ہی حدیثیں جو اس باب میں وارد ہیں سنائے ایک نہیں سنتے دیکھ لیجئے کہ تمام تفاسیر و کتب احادیث پر ان کی پوری نظر ہے اور وہ بہ آواز بلند سنا رہے ہیں کہ وہ معجزات خدا کے اذن اور حکم و اجازت سے تھے اور ان کی ذاتی قدرت کو اس میں کوئی دخل نہ تھا مگر ان کی سمجھ میں نہیں آتا نہ وہ کسی کی سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے اُن کے معجزوں کی خبر دی ہے تو ضرور اس کا وقوع ایسے طور پر ہوا ہے کہ اس پر ایمان لانے میں کوئی شرک نہیں مثلاً یوں سمجھا جائے کہ حق تعالیٰ کو اُن کی نبوت دلوں میں متمکن کرنا اور جو نہ مانیں ان پر حجت قائم کرنا منظور تھا اس لئے ان کے دعوے کے وقت خود حق تعالیٰ ان چیزوں کو وجود بخش دیتا تھا تو کسی قسم کا شرک لازم نہیں آتا۔ اب دیکھئے کہ باوجودیکہ آیت قرآنیہ کے معنی پورے طور پر بن جاتے ہیں مگر صرف اس غرض سے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے ثابت ہوں تو اپنی مساوات فوت ہوجاتی ہے قرآن کے معنی بگاڑ رہے ہیں جس سے حق تعالیٰ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایسی بات قرآن میں بیان کی جس سے لوگ مشرک ہوگئے نعوذ باللہ من ذالک۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایسی ہٹ دھرمیوں سے بہت احتراز کیا کریں کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: **وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑩** (الملک) یعنی فرشتوں کے سوال کے جواب میں دوزخی کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو اہل دوزخ میں نہ ہوتے۔ **فَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ**۔

مرزا صاحب عبارت مذکورۂ بالا میں لکھتے ہیں کہ: قرآن شریف کی آیات بھی باآواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے ایسے عجائب کاموں میں اس کو طاقت بخشی گئی تھی انتہیٰ ہم بھی تو اسی آواز کو سن کر ایمان لائے ہیں کہ احیائے موتیٰ اور ابراء اکمہ و ابرص وغیرہ عجائب اس قوت سے کرتے تھے جو ان کو حق تعالیٰ نے بخشی تھی۔ یہ کس نے کہا تھا کہ وہ اپنی ذاتی اور فطرتی قوت سے جو ہر فرد بشر میں رکھی ہے یہ کام کرتے تھے۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ عام فطرتی طاقت سے کام لیتے تھے جیسا

کہ ابھی معلوم ہوا۔ اگر یہی بات ہے تو مرزا صاحب میں بھی وہ فطرتی طاقت جو ہر فرد بشر میں مودع ہی موجود ہے میدان میں اگر دعویٰ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران: ۴۹) وغیرہ کا کریں۔ اور جس طرح حق تعالیٰ کی اخبار سے ہمیں اس کی تصدیق ہوگئی ہے۔ اسی طرح اپنے دعوی کی بھی تصدیق کرادیں۔ مگر یہ ان کی حد امکان سے خارج ہے یہ کاغذ کے سفید چہرے کو سیاہی سے زینت دینا نہیں ہے کہ قلم اٹھایا اور چند صفحے لکھ ڈالے۔ یہاں نہ قلم کی ضرورت ہے نہ زبان آوری کی حاجت۔ اُدھر کن باذن اللہ منہ سے نکلا ادہر جو چاہا فوراً وجود میں آگیا۔

شلیم حوض کا حال جس سے وہ عجائب دکھلاتے تھے

مرزا صاحب جو لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر فرد بشر کی فطرت میں مودع ہے مسیح سے اس کی کچھ خصوصیت نہیں سو یہ افترائے محض ہے ممکن نہیں کہ اس دعوی پر کوئی آیت پیش کریں قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۝۲۱ (الانعام) براہین احمدیہ ص (۴۳۵) میں انجیل یوحنا سے نقل کیا ہے کہ شلیم میں ایک حوض ہے اس کے پانچ اسارے ہیں ان میں ناتوانوں اندھوں اور لنگڑوں اور پژمردوں کی ایک بڑی بھیڑ پڑی تھی جو پانی کے ہلنے کے منتظر تھے کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اس حوض میں اتر کر پانی کو ہلاتا تھا پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی پہلے اس میں اترتا کیسی ہی بیماری کیوں نہ ہو اس سے چنگا ہوجاتا تھا انتہیٰ۔ اور نیز براہین احمدیہ ص (۴۵۴) میں لکھتے ہیں۔ بلا ریب اس حوض عجیب الصفات کے وجود پر خیال کرنے سے مسیح کی حالت پر بہت سے اعتراضات عائد ہوتے ہیں جو کسی طرح اٹھ نہیں سکتے۔ انتہی

اور ازالۃ الاوہام ص (۳۲۲) میں لکھتے ہیں کہ: یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب یعنی مسمریزم تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہوگیا تھا۔ یہ بھی

ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہرحال یہ معجزہ صرف کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ فتدبّر فانه نکتة جلیلة ما یلقیها الا ذو حظ عظیم انتہیٰ۔

مرزا صاحب خود ہی براہین احمدیہ ص (۳۴۰) میں لکھتے ہیں۔ انجیل بوجہ محرف اور مبدل ہوجانے کے ان نشانیوں سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے۔ بلکہ الٰہی شان تو ایک طرف رہے معمولی راستے اور صداقت کہ جو ایک منصف اور دانشمند متکلم کے کلام میں ہونی چاہئیے انجیل کو نصیب نہیں۔ کم بخت مخلوق پرستوں نے خدا کے کلام ہدایت کو خدا کے نور کو اپنے ظلمانی خیالات سے ایسا ملا دیا کہ اب وہ کتاب بجائے رہبری کے رہزنی کا ایک پکا ذریعہ ہے۔ ایک عالم کو کس نے توحید سے برگشتہ کیا اسی مصنوعی انجیل نے ایک دنیا کا کس نے خون کیا انہیں تالیفات اربعہ نے عیسائیوں کے محققین کو خود اقرار ہے کہ ساری انجیل الہامی طور پر نہیں لکھی گئی انتہیٰ۔

اب دیکھئے کہ جن کتابوں کو محرف مبدل ظلمانی خیال اور باعث گمراہی خود ہی بتاتے ہیں انہی کتابوں سے ایک قصہ نقل کر کے قرآن میں شبہات پیدا کر رہے ہیں کہ قرآن میں جو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات مذکور ہیں ان کا مدار اس حوض پر تھا جس کا ذکر اناجیل محرفہ میں ہے اور اُن کی نبوت کا ذکر جو قرآن میں ہے اور جو منشائے معجزات ہے وہ ایک فطرتی قوت تھی جو ہر فرد بشر میں ہوا کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے مساوی کرنے میں خوب ہی زور لگایا۔

مگر حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِذَا جَآءَتۡهُمۡ ءَايَةٞ قَالُواْ لَن نُّؤۡمِنَ حَتَّىٰ نُؤۡتَىٰ مِثۡلَ مَآ أُوتِيَ رُسُلُ ٱللَّهِۘ ٱللَّهُ أَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهُۥۗ سَيُصِيبُ ٱلَّذِينَ أَجۡرَمُواْ صَغَارٌ عِندَ ٱللَّهِ وَعَذَابٞ شَدِيدُۢ بِمَا كَانُواْ يَمۡكُرُونَ۝١٢٤ (الانعام) یعنی جب ان کے پاس کوئی آیت قرآنی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک وہ چیز نہ دیجائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی۔ اللہ اس مقام کو بہتر جانتا ہے جس کو رسالت کے لئے خاص کرتا ہے۔ جو لوگ

خود پسند ہیں گناہگار رہیں۔ان کوعنقریب اللہ کے ہاں ذلت ورسوائی اور بڑا سخت عذاب ان کی فتنہ انگیزیوں کے سبب پہنچے گا۔حاصل یہ کہ جولوگ انبیاء کی خصوصیات ومراتب کو دیکھ کر نبوت کی تمنا کرتے ہیں دنیا میں رسوا اور آخرت میں عذاب شدید کے مستحق ہوتے ہیں جس کو خدا کے کلام پر پورا ایمان اور تھوڑی بھی عقل ہو ممکن نہیں کہ کسی نبی کی برابری کا دعویٰ کرے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب ایسا حوض عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھا کہ مایوس العلاج امراض والوں کو صرف اس میں ایک غوطہ لگانے سے شفا ہو جاتی تھی تو تمام روئے زمین کے بیمار وہاں جمع رہتے ہونگے تو پانچ اساروں میں ان کی گنجایش کیونکر ہوتی تھی اور جب یہ یقین تھا کہ جو پہلے حوض میں کودے اسی کو صحت ہوتی ہے تو ہر شخص یہی چاہتا ہوگا کہ سبقت کر کے سر دست صحت حاصل کر لے یہ تو ممکن نہیں کہ ہر شخص دوسرے سے کہے کہ تم صحت پا کر جلدی سے چلے جاؤ اور ہم اُس فرشتے کے انتظار میں یہاں سڑتے پڑے رہیں گے اور اُن پانچ اساروں میں کس قدر کشت مشت اور کیسی خانہ جنگیاں ہوتی ہوں گی کتنے تو اس بھیڑ میں دم گھٹ گھٹ کر مرتے ہوں گے اور کتنے پانی میں گرا کر ڈبو دئے جاتے ہوں گے اور کتنوں کے زد وضرب سے خون ہوتے ہوں گے پھر اُس فرشتے کے اترنے کا وقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کا ہمیشہ مجمع رہتا ہی ہوگا۔جس سے ہوا میں عفونت اور سمیت پیدا ہو کر صدہا آدمی مرتے ہوں گے۔غرض کوئی عاقل قبول نہیں کر سکتا کہ ایک غیر معین شخص کی صحت کے واسطے صدہا موتیں گوارا کی جاتی ہوں گی۔پھر اس فرشتے کو اتنا بخل یا آدمیوں سے عداوت کیوں تھی کہ کبھی کبھی پانی میں اتر کر ہلا دیتا تھا۔اگر گھنٹے یا آدھا گھنٹہ پر پانی میں اُترتا تو کیا اس کو سردی ہو جاتی یا فالج وغیرہ کا مادہ پیدا ہو جاتا۔اور اس کی کیا وجہ کہ ایک آدمی سب سے پہلے اس میں کودے وہی شفا پائے۔اگر کوئی زہریلا مادہ اس میں تھا تو ہر طرف تھا کیونکہ کوئی ایک جگہ معین نہ تھی کہ شفا اس سے متعلق ہو۔

الغرض عقل کی رو سے یہ بات ہرگز سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسے حوض کا کہیں بھی دنیا میں وجود ہوا ہو۔مرزا صاحب نے انجیل محرف پر ایمان لا کر قرآن پر اس حوض سے ایسے ایسے اعتراضات قائم

کردئے جن کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ ’’اعتراضات اٹھ نہیں سکتے‘‘ مگر افسوس ہے کہ قرآن پر ایمان لاکر یہ نہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے جو معجزات عیسیٰ علیہ السلام کو دئے تھے وہ ایسے نہ تھے کہ ان میں ایسے مصنوعی قصوں سے کسی قسم کا شبہ واقع ہو۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ** (البقرۃ:۸۷) یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کھلے کھلے معجزے دئے تھے جن میں کوئی شک وشبہ ممکن نہ تھا۔

مسمریزم کا تاریخی حال

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص (۴۱۱) میں لکھتے ہیں کہ: حضرت مسیح کے عمل الترب یعنی مسمریزم سے وہ مردے جو زندہ ہوتے یعنی وہ قریب الموت آدمی جو گویا نئے سرے سے زندہ ہوجاتے تھے وہ بلاتوقف چند منٹ میں مرجاتے تھے کیونکہ بذریعۂ عمل الترب روح کی گرمی اور زندگی صرف عارضی طور پر ان میں پیدا ہوجاتی تھی۔ انتہیٰ۔ قرآن شریف میں صاف طور پر ویحیی الموتیٰ باذن اللہ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ کوئی مردہ انہوں نے زندہ نہیں کیا بلکہ جیسے قریب الموت شخص کو جواہر مہر وغیرہ سے چند منٹ کے لئے گرمی آجاتی ہے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی چند منٹ کے لئے قریب الموت کو کسی قسم کی گرمی پہنچا دیا کرتے تھے‘‘۔ مگر اس کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ اب تک کوئی مسلمان اس کا قائل ہوا بلکہ مسیح کا نام اسلام میں احیائے اموات اور شفائے بیماروں کے باب میں ایسا مشہور اور ضرب المثل ہے۔ جیسے حاتم کا نام جود وسخا میں۔ قرآن وحدیث سے مرزا صاحب کو وہیں تک تعلق ہے کہ اپنا مطلب بنے اور جب کوئی بات اُن کی مرضی اور مقصود کے خلاف نکلی تو پھر نہ قرآن کو مانیں نہ حدیث کو کیا نبی ﷺ نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے ہوں گے کہ وہ مسمریزم سے حرکت دیا کرتے تھے۔ مسمریزم کو نکل کر تو سو برس بھی نہیں ہوئے۔ چنانچہ فن مسمریزم کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ’’یورپ وسطیٰ میں۔ راس نام ایک بڑا دریا ہے جس کے کنارے پر چھوٹا سا قصبہ سپٹین نامی مشہور ہے اس قصبے

میں ۵ مئی ۱۸۳۴ء میں ایک مشہور ڈاکٹر جس کا نام انتونی مسمر تھا پیدا ہوا اُس نے اپنی بے حد کوششوں سے اس فن کو ایجاد کیا چنانچہ اسی کے نام سے مسمریزم مشہور ہوا۔ اب مرزا صاحب کے اس قول کو بھی یاد کر لیجئے جو فرمایا تھا کہ: قرآن کا ایک لفظ کم و زائد نہیں ہوسکتا۔ دیکھ لیجئے قرآن کے کل الفاظ اپنی جگہ رکھے رہے اور مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا خاتمہ کر دیا۔

غرض مرزا صاحب نے جو معنی اس آیت شریفہ کے تراشے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے ابو منصور نے قولہ تعالیٰ: حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ وَالدَّمُ وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِيۡرِ (المائدۃ:۳) کے معنی تراشے تھے مسلمانوں کو ان کی پیروی میں سخت ضرر اُخروی ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحَآدُّوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ كُبِتُوۡا كَمَا كُبِتَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ (المجادلۃ:۵) یعنی جو لوگ خدا اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں خوار و ذلیل ہونگے جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو اُن سے پہلے تھے اور ارشاد ہے قولہ تعالیٰ: وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا ۝۱۱۵ (النساء) یعنی جو مخالفت کرے رسول اللہ کی جب کھل گئی اس پر راہ ہدایت اور مسلمانوں کے رستے کے سوا دوسرا رستہ چلے تو جو رستہ اُس نے اختیار کر لیا ہے ہم اس کو وہی رستہ چلائے جائیں گے اور آخر کار اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

ادنیٰ تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اس آیت شریفہ میں کمال درجہ کی تخویف ہے اس لئے کہ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص نیا طریقہ ایجاد یا اختیار کرے اُس سے توفیق الٰہی مسدود اور منقطع ہوجاتی ہے اور صراط مستقیم سے علیحدہ کر کے حق تعالیٰ اس کو ایسے راستہ پر چلاتا ہے جو سیدھا جہنم میں نکلے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آج کل کے مسلمانوں میں جو فتور و قصور عمل ہو گیا ہے وہی طریقہ اختیار کیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ کتب اہل سنت و جماعت میں جو طریقہ عمل و اعتقاد کا مذکور ہے وہ اختیار کیا جائے۔

وَاِذۡ قَتَلۡتُمۡ نَفۡسًا کی تفسیر اور مسمریزم سے مردہ حرکت کرنا

مرزا صاحب کو اس کا بڑا ہی غم ہے کہ نیچری قرآن و حدیث کو نہیں مانتے۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام ص (۵۵۵) میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''حال کے نیچریوں کے دل میں کچھ بھی عظمت قال اللہ وقال الرسول کی باقی نہیں رہی'' انتہیٰ۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اگر وہ مرزا صاحب کی اس قسم کی تقریریں کہیں سن لیں تو یہ کہنے کو مستعد ہو جائیں گے کہ مرزا صاحب کے دل میں بھی عظمت نہیں۔ جب ہی تو خدا و رسول جن کی عظمت بیان کرتے ہیں وہ اُن کی توہین کرتے ہیں۔ اور اپنی ذاتی غرض کے مقابلہ میں نہ خدا کی بات مانتے ہیں نہ رسول کی۔ آپ نے دیکھ لیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے جن کو متعدد مقاموں میں حق تعالیٰ نے ذکر فرمایا اور ان کو آیات بینات کہا۔ مرزا صاحب نے ان کے ابطال میں کیسی کیسی باتیں بنائیں۔ مشرکانہ خیال ان کو قرار دیا اور کہا کہ وہ معمولی طاقت بشری سے صادر ہوتے ہیں اور حوض کی وجہ سے وہ مشتبہ ہو گئے تھے۔ اور مسمریزم کے وہ اثر تھا۔ آب از سر گذشت چہ یک نیزہ وچہ صد یکدست۔ اور اس معجزہ میں بھی مرزا صاحب کو کلام ہے جو اس آیت شریفہ میں مذکور ہے قولہ تعالیٰ: وَاِذۡ قَتَلۡتُمۡ نَفۡسًا فَادّٰرَءۡتُمۡ فِیۡهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخۡرِجٌ مَّا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ۚ﴿۷۲﴾ فَقُلۡنَا اضۡرِبُوۡهُ بِبَعۡضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحۡىِ اللّٰهُ الۡمَوۡتٰى ۙ وَيُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۷۳﴾ (البقرۃ) یعنی اے بنی اسرائیل جب تم نے ایک شخص کو مار ڈالا اور لگے اُس کے بارے میں جھگڑنے اور جو تم چھپاتے تھے اللہ کو اس کا پردہ فاش کرنا منظور تھا۔ پس ہم نے کہا کہ گائے کے گوشت کا کوئی ٹکڑا مردے کو مارو اسی طرح جیسے وہ مردہ زندہ ہوا اللہ مردوں کو جلائے گا اور اللہ تم کو نشانیاں دکھلاتا ہے کہ تم سمجھو کہ قیامت کا ہونا برحق ہے۔ تفسیر درمنثور و ابن جریر وغیرہ معتبر تفاسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ علیہم الرضوان وتابعین کی متعدد روایتوں سے یہ واقعہ منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بڑا مالدار شخص تھا اس کو کسی نے قتل کر کے دوسرے قبیلہ میں ڈال دیا اس غرض سے کہ قاتل کا پتہ نہ لگے اس قتل سے قبیلوں میں

سخت خصومتیں اور فساد پھیلا۔ عقلاء نے کہا کہ خدا کے رسول موسیٰ علیہ السلام اس وقت موجود ہیں ان سے دریافت کرلو اصل واقعہ ابھی معلوم ہوجاتا ہے جب موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے ایک گائے لانے کو کہا وہ لوگ اس کی تعمیل نہ کرکے فضول باتیں پوچھنے لگے کہ وہ کیسی ہونی چاہیئے۔ اس کا رنگ روپ وغیرہ کس قسم کا ہو۔ غرض جن اوصاف کی گائے بیان کی گئی زرِ خطیر صرف کرکے اس کو خریدا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اُس کو ذبح کرکے ایک تکڑا اس کا مقتول پر ماردو وہ زندہ ہوجائے گا پھر جو چاہو اسی سے پوچھ لو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور وہ شخص زندہ ہوا اور قاتل کا نام بیان کرکے مرگیا۔ یہ خلاصہ قرآن وحدیث کا ہے مرزا صاحب نے یہ خیال کیا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت بھی کردی جائے تو یہ احتمال پیش ہوگا کہ ممکن ہے کہ زمین پر اترنے سے پہلے وہ زندہ کئے جائیں اس احتمال کو روکنے کی غرض سے تمام قرآن پر انہوں نے نظر ڈالی اور جن جن آیتوں میں یہ ذکر ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا اُن سب میں تاویل کرکے اپنی مرضی اور غرض کے مطابق قرآن بنالیا۔ چنانچہ اس آیت کو اس طرح رد کرتے ہیں۔ ازالۃ الاوہام ص (۷۴۹) میں فرماتے ہیں ’’ایسے قصوں میں قرآن شریف کی کسی عبارت سے نہیں نکلتا کہ فی الحقیقت کوئی مردہ زندہ ہوگیا تھا اور واقعی طور پر کسی قالب میں جان پڑگئی تھی بلکہ یہودیوں کی ایک جماعت نے خون کیا تھا ان کو یہ تدبیر سمجھائی گئی کہ ایک گائے ذبح کرکے لاش پر نوبت بہ نوبت اُس کی بوٹیاں ماریں۔ اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگے گی تو اُس لاش سے ایسی حرکات صادر ہونگی جس سے خونی پکڑا جائے اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جس کے بعض خواص سے یہ بھی ہے کہ جمادات یا مردہ یا حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہوکر اس سے بعض مشتبہ اور مجہول امور کا پتہ لگ سکتا ہے انتہیٰ۔ مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ کسی عبارت سے زندہ ہونا نہیں نکلتا کیا یہ کافی نہیں کہ حق تعالیٰ تمام قصہ بیان کرکے فرماتا ہے کَذٰلِکَ یُحْیِ اللّٰہُ الْمَوْتٰی جس کا مطلب ظاہر ہے کہ جیسے یہ شخص زندہ ہوا اسی طرح حق تعالیٰ مردوں کو زندہ کریگا مرزا صاحب کے قول پر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جیسے بوٹی مارنے

سے اس کو حرکت ہوئی ویسے ہی خدا مردوں کو زندہ کریگا یعنی کسی قالب میں جان نہ پڑیگی۔ چونکہ مرزا صاحب حشر اجساد کے قائل نہیں اس لئے یہ بات اُن کے مذہب پر ٹھیک ہوجاتی ہے۔

آیت موصوفہ سے اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں پر دو باتوں کی فرمائش کی تھی۔ ایک گائے کو ذبح کرنا۔ دوسرے اُس کی بوٹی مقتول پر مارنا بقول مرزا صاحب تیسری تدبیر یہ بھی بتائی گئی کہ قاتل مسمریزم کی مشاقی بھی حاصل کرلے چونکہ وہ بغیر سیکھنے کے نہیں آتی اس لئے ضرور موسیٰ علیہ السلام نے قاتل کو بلا کر مسمریزم کا طریقہ سمجھا دیا ہوگا کہ اس طرح سے بوٹی مارو تو لاش حرکت کریگی جس سے تم گرفتار ہوجاؤ گے اور قاتل نے بھی اُس کو بطیب خاطر قبول کرکے مسمریزم میں مشاقی حاصل کرلی کیونکہ بغیر مشاقی کے مسمریزم کا عمل پورا نہیں ہوتا۔ چنانچہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص (۳۱۲) میں لکھتے ہیں کہ عمل الترب یعنی مسمریزم میں مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے'' یہ بات غور طلب ہیکہ ایسا عمدہ طریقہ قاتل کے گرفتار کرنے کا اس مقام پر قرآن میں کیوں بیان نہیں کیا گیا۔ جہاں بوٹی مارنے کا ذکر ہے مسمریزم کا ذکر بھی ہوجاتا اور اس سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ پولیس کو قاتل کے گرفتار کرنے میں بڑی مدد ملتی اور بہت سے بے جرم رہائی پاتے اب تو مسمریزم شائع بھی ہے۔ اگر مرزا صاحب گورنمنٹ کو یہ رائے دیں تو مرزا صاحب کی بڑی نام آوری ہوگی یہ بھی مرزا صاحب کی قرآن و معارف دانی ہے جس پر بے نظیر ہونے کا فخر ہے۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام ص (۶۳۶) میں فرماتے ہیں کہ ''خدائے تعالیٰ کی عنایت خاصہ میں ایک یہ بھی مجھ پر ہے کہ اس نے علم حقائق معارف قرآنی مجھ کو عطا کیا ہے اور ظاہر ہے کہ مطہرین کی علامتوں سے یہ بھی ایک عظیم الشان علامت ہے کہ علم معارف قرآنی حاصل ہو کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے: لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ ﴿۷۹﴾ (الواقعۃ) انبیاء کے معجزات مبینہ قرآن کی حقیقت جو مرزا صاحب پر کھلی کہ وہ مسمریزمی عمل تھا فی الحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے سے آج تک کسی پر نہ کھلی۔ مگر ظاہر

میں تو یہی سمجھیں گے کہ نصاریٰ کو یہ کام کرتے دیکھ کر آپ نے قیاس جمایا اگر مسمریزم کے خود موجد ہوتے تو کسی قدر اس خیال کو گنجائش تھی کہ آپ کے کشف والہام کو اس میں دخل ہے۔اب اس الہام کا افتخار حاصل ہے تو مسمر صاحب کو ہے جو کل مسمریزمی خیالوں کے استاد ہیں۔

مرزا صاحب کو اس باب میں جو الہام ہوا ہے وہ وہی الہام ہے جو مسمر صاحب کو ہوا تھا۔البتہ اس قدر فرق ہے کہ وہ اُس کے موجد ہونے کی وجہ سے نیک نام ہوئے اور مرزا صاحب اس بات کے موجد ہیں کہ اس کو انبیاء کے معجزات قرار دیئے۔اب ایسا الہام جو ابتداً ایسے دل پر ہوا تھا جو تثلیث کی نجاست میں متلطخ تھا۔کیونکر اس قابل سمجھا جاسکے کہ پاک دلوں کو مکدر اور نجس کرے اور اس یقین کے بعد کیا کوئی مسلمان لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ (الواقعة) والے پاکیزہ دلوں پر اُس کا اثر کرنا خیال کرسکتا ہے یہ الہام مشتے نمونہ از خروارے ہے جس سے اور الہاموں کا حال بھی اہل فراست سمجھ سکتے ہیں۔

اگر چہ مرزا صاحب نے مسمریزم پر معجزے کا قیاس اس قرینہ اور اٹکل سے کیا ہے کہ مسمریزم کا عمل بھی ہے ہر شخص نہیں کرسکتا اور ایسا شخص لوگوں میں ممتاز بھی ہو جاتا ہے مگر ایسے اٹکلوں اور قیاسوں سے ہمارا دین مانع ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے: قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿۱۱﴾ (الذاریات) ترجمہ مارے گئے اٹکل دوڑانے والے وہ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں اور خود بھی ازالۃ الاوہام ص (۵۴۷) میں لکھتے ہیں ”ایک نئے معنی اپنی طرف سے گھڑ لینا بھی تو الحاد اور تحریف ہے خدائے تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے بچائے آپ خود غور فرمائیں کہ حق تعالیٰ اکابر انبیاء کے معجزات کی خبریں دیکر اُن کی فضیلت اپنے کلام پاک میں بیان فرماتا ہے اُن معجزات کو مسمریزم قرار دینا کیا نئے معنی نہیں؟ پھر بقول آپ کے بھی تو الحاد ہے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ حق تعالیٰ نے جن انبیاء کے معجزات قرآن شریف میں بیان کئے اُس کا مطلب یہی ہے کہ اپنے غیبی تائیدیں دیکر اُنسے ایسے ایسے افعال عجیبہ صادر کرائے جن کا صدور دو

سروں سے ممکن نہیں اور یہ غیبی تائیدیں اُن حضرات کی عظمت اور علو شان پر دلیل ہیں مگر مرزا صاحب جہاں تک ہوسکتا ہے مسمریزم میں اُن کو داخل کر کے اُن کی توہین و تذلیل کرتے ہیں۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام ص (۳۰۹) میں لکھتے ہیں ''یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ عمل مسمریزم ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اُس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا ہے کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا مرزا صاحب کے اس قول پر کہ میں بھی اگر چاہتا تو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات دکھلاتا۔ عُمیر تیان کا قول یاد آتا ہے جس کو ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ملل ونحل میں لکھا ہے کہ عمیر تیان نے کوفے میں نبوت کا دعویٰ کر کے بہت سے لوگوں کو فراہم کرلیا تھا جب اپنے اصحاب میں بیٹھتا تو اکثر کہتا کہ اگر میں چاہوں تو اس گھانس کو ابھی سونا بنادوں۔ آخر خالد ابن عبداللہ قیصری نے اُس کو قتل کیا انتہیٰ۔ غرض مرزا صاحب کی تقریر سے ظاہر کہ عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء جو معجزات دکھلاتے تھے وہ دراصل عمل مسمریزم تھا جو مکروہ اور قابل نفرت ہے۔ یہاں یہ امر محتاج بیان نہیں کہ جو لوگ ایسے قبیح کام کرکے ان کو معجزہ من جانب اللہ بتائیں وہ کس قسم کے آدمی سمجھے جائیں گے۔ حالانکہ حق تعالیٰ اُن کی فضیلت کی تصریح فرماتا ہے: کما قال اللہ تعالیٰ: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۘ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ ۖ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۚ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ (البقرۃ: ۲۵۳) ترجمہ وہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ایک کو دوسرے سے اللہ نے بعضوں سے کلام کیا اور بعضوں کے درجہ بلند کئے اور دیں دیا ہم نے عیسیٰ بن مریم کو نشانیاں صریح اور قوت دی ہم نے روح القدس سے انتہیٰ۔ اب اس کلام کے سننے کے بعد بھی کیا کسی مسلمان کو جرأت ہوسکتی ہے کہ ان معزز حضرات میں سے کسی کی توہین و تذلیل کرے حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨﴾

(المنافقون:۸) یعنی اللہ کو عزت ہے اور اُس کے رسول کو اور مسلمانوں کو لیکن یہ بات منافق لوگ نہیں جانتے۔ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص (۱۳۹) میں فرماتے ہیں: افسوس ہماری قوم میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بعض حقائق و معارف قرآنیہ اور دقائق آثار نبویہ کو جو اپنے وقت پر بذریعہ کشف والہام زیادہ تر صفائی سے کھلتے ہیں۔ محرمات اور بدعات ہی میں داخل کر لیتے ہیں۔ خود ہی غور فرمائیں کہ جب حقائق قرآنیہ یہ ہوں کہ حق کی حقیقت باطل یعنی معجزہ کی حقیقت مسمریزم اور عزت کی حقیقت ذلت اور نبی معزز کی حقیقت ذلیل وغیرہ ثابت ہو رہی ہو تھوڑی اُلٹ پُلٹ میں اسلام کی حقیقت کفر اور کفر کی حقیقت اسلام ثابت ہو جانے کو کیا دیر لگے گی اور تعجب نہیں کہ اسی قسم کا خیال پختہ بھی ہو گیا ہو۔

افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو جس قدر کہ مسمریزم سے خوش اعتقادی اور اس پر وثوق ہے خدائے تعالیٰ کی قدرت پر نہیں اگر عقل کی راہ سے بھی دیکھا جائے تو خدائے تعالیٰ کا اُس مردہ کو زندہ کرنا جس قدر اطمینان بخش ہے مسمریزم کی بدنما کارروائی سے نہیں ہو سکتا مگر مرزا صاحب کی عقل اُسی کی مقتضی ہوئی۔ سید احمد خان صاحب بھی اس مردہ کے زندہ ہونے کو نہیں مانتے چنانچہ تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں کہ: بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا تھا اور قاتل معلوم نہ تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ بات ڈالی کہ سب لوگ جو موجود ہیں اور انہیں میں قاتل بھی ہے مقتول کے اعضاء سے مقتول کو مارے جو لوگ درحقیقت قاتل نہیں وہ بسبب یقین اپنی بے جرمی کے ایسا کرنے میں کچھ خوف نہ کریں گے۔ مگر اصلی قاتل بسبب خوف اپنے جرم کے جو از روئے فطرت انسان کے دل میں اور بالتخصیص جہالت کے زمانے میں اس قسم کی باتوں سے ہوتا ہے ایسا نہیں کرنے کا اور اسی وقت معلوم ہو جائے گا اور وہی نشانیاں جو خدا نے انسان کی فطرت میں رکھی ہیں لوگوں کو دکھا دیگا انتہیٰ۔ خاں صاحب تو خدا کا نام تبرکاً لیا کرتے ہیں تا کہ مسلمانوں میں بھی اپنا نام رہے اس لئے ان کا صفت احیائے موتی سے انکار کرنا بے موقع نہیں مگر

مرزا صاحب سے حیرت ہے کہ اس مسئلہ میں وہ بھی ان کے ہم خیال ہو گئے اور صرف اتنی اصلاح کی کہ مردہ کی حرکت مسمریزم کی وجہ سے تھی۔ خاں صاحب کی رائے مرزا صاحب سے کم نہ تھی۔ مگر چونکہ وہ فن تاریخ میں مہارت رکھتے تھے ان کو معلوم تھا کہ مسمریزم کا اُس وقت وجود ہی نہ تھا۔ اس لئے اس رائے کو پسند نہیں کیا مرزا صاحب نے دیکھا کہ جو لوگ خلاف قرآن وحدیث حسن ظن سے اپنی بات کو مان لیں گے۔ ان پر خلاف تاریخ مان لینا کیا دشوار ہے غرض ان لوگوں نے قرآن کو کھلونا بنالیا ہے۔ اس کی کچھ پروا نہیں کہ خدا کے کلام کو بگاڑنا اور اُس کی مرضی کے خلاف تفسیر کرنا کس درجہ کا گناہ ہے اور طرفہ یہ ہے کہ مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ: تفسیر بالرائے کرنا مسلمان کا کام نہیں اس سے یہ غرض کہ حسن ظن والے سمجھ جائیں کہ وہ تفسیر بالرائے نہیں کرتے۔

ق۔ ابراہیم علیہ السلام کا پرندوں کو زندہ کرنا جس کو وہ مسمریزم کہتے ہیں

اس آیت شریفہ میں بھی مرزا صاحب کو کلام ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾ (البقرۃ:۲۶۰) ترجمہ: اور جب کہا ابراہیم نے اے رب دکھا مجھ کو کیونکر جلاوے گا تو مردے۔ فرمایا: کیا تم نے یقین نہیں کیا؟ کہا: کیوں نہیں۔ لیکن اس واسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو فرمایا تم پکڑو چار جانور اڑتے پھر ان کو بلاؤ اپنے ساتھ پھر ڈالو ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو پکارو کہ وہ آویں تمہارے پاس دوڑتے اور جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ انتہیٰ۔ مقصود ان پرندوں کے بلانے سے یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس بات میں پوری شناخت ان کی ہو جائے اور زندہ ہونے کے بعد اُن کی آواز پر دوڑ آئیں اور ابراہیم علیہ السلام کو شناخت کی وجہ سے دوسرے پرندوں کا اشتباہ نہ ہو ابن عباس فرماتے ہیں کہ فَصُرْهُنَّ کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں ہے فَصُرْهُنَّ ای قطعھن درمنثور میں

امام سیوطی نے نقل کیا ہے اور اسی میں یہ بھی عبارت ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فَصُرْهُنَّ ھی بالنطیۃ شققھن اور اسی میں یہ بھی عبارت ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: وضعھن علی سبعۃ اجبل واخذ الرؤوس فجعل ینظر الی القطرۃ یلقی القطرۃ و الریشۃ یلقی الریشۃ حتیٰ صرن احیاء لیس لھن رؤوس فجئن الی رؤوسھن فدخلن فیھا یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ابراہیم علیہ السلام نے ان پرندوں کے ٹکڑے کر کے سات پہاڑوں پر رکھ دئے اور سروں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پھر قطرہ سے قطرہ اور پر سے پر ملنے لگے جس کو وہ دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک وہ زندہ ہو گئے اپنے اپنے سروں سے آملے۔ ان روایات کے بعد اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ ان چاروں پرندوں کی بوٹیاں پہاڑوں پر رکھی گئی تھیں جو زندہ ہو کر ابراہیم علیہ السلام کے پکارنے پر آ گئے اور انھوں نے ان کے زندہ ہونے کو بچشم خود دیکھ لیا۔ اور سیاق آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اُن کی درخواست یہ تھی کہ مردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت دکھلائی جائے کما قال: رب ارنی کیف تحیی الموتی اس پر ارشاد ہوا: کیا تمھیں اس پر ایمان نہیں؟ عرض کیا ایمان تو ہے لیکن میں اس سے اپنی خلت کا اطمینان چاہتا ہوں کہ اگر میں فی الواقع خلیل ہوں تو یہ دعاء مقبول ہو جائے درحقیقت انھوں نے اس دعاء کی اجابت کو اپنی خلت کی نشانی قرار دی تھی نفس احیائے موتٰی سے چنداں تعلق نہ تھا۔ چنانچہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درمنثور میں لکھا ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ: ولکن لیطمئن قلبی یقول انک تجیبنی اذا دعوتک وتعطینی اذا سألتک یعنی یہ اطمینان چاہتا ہوں کہ اگر خلت متحقق ہے تو میری دعاء قبول ہو گی اور جو مانگوں گا وہ تو دیگا۔ اور نیز درمنثور میں ہے۔ عن السدی یقول: رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ حتیٰ اعلم انی خلیلک قال: اولم تؤمن؟ یقول: تصدق بانی خلیلک قال بلی ولکن لیطمئن قلبی بخلولتک یعنی احیائے موتی کی دعاء اس غرض سے کی کہ: اس کے قبول ہونے سے خلت کا یقین ہو جائے۔ ارشاد ہوا: کیا اس کا یقین نہیں۔ عرض کی یقین تو ہے لیکن اطمینان چاہتا ہوں جو دعاء کی قبولیت پر موقوف ہے۔ اب اس سوال و جواب اور

دوسرے قرائن پر غور کرنے کے بعد عقل سے تھوڑا سا کام لیا جائے کہ باوجود قدرت کے خدائے تعالیٰ اپنے خلیل کو نشانی دکھلا کر مطمئن فرمایا ہوگا یا نہیں۔ ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے نہ بحسب روایات اس کا انکار ہوسکتا ہے نہ بحسب درایت۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہ کوئی پرندہ زندہ ہوا نہ خلیل اللہ کی دعاء قبول ہوئی بلکہ دعاء پر یہی حکم ہوا کہ مسمریزم کے ذریعے سے پرندوں کو اپنی طرف کھینچ لو تو معلوم ہوجائے گا کہ مردے بھی ایسے ہی زندہ ہونگے چنانچہ لکھتے ہیں کہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو قرآن میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے کہ ان کو اجزائے متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چار پہاڑیوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بلانے سے آ گئے تھے یہ بھی مسمریزم کی طرف اشارہ ہے ممکن ہے کہ انسان کی قوت مقناطیسی اس حد تک ترقی کر لے کہ کسی پرند یا چرند کو صرف اپنی طرف کھینچ لے فتدبر و لا تغفل انتہیٰ۔ اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ فَخُذۡ اَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّيۡرِ میں جو (فا) ہے گویا تفریع اسی دعاء پر ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے باب میں تھی جس سے ظاہر ہے کہ وہ دعاء قبول ہوئی اور پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم ہوا ورنہ صاف ارشاد ہوجاتا کہ یہ دعاء کیسی مردوں کو زندہ کرنا تو اس عالم میں نہیں ہوسکتا بلکہ خلاف مرضی دعاء ہوتی تو اس پر عتاب ہوجاتا جیسے دیدار الٰہی کی درخواست کرنے والوں پر عتاب ہوا تھا جن پر بجلی گرائی گئی اور وہ جل کر مر گئے کما قال تعالیٰ: فَقَالُوۡۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهۡرَةً فَاَخَذَتۡهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلۡمِهِمۡ ۚ (النساء:۱۵۳) جب قرائن سے معلوم ہوا کہ دعائے احیائے موتیٰ قبول ہوئی تو اس کے بعد بجائے احیائے موتیٰ مسمریزم کا خیال کرنا گویا در پردہ یہ کہنا ہے کہ نعوذ باللہ حق تعالیٰ کو احیائے موتیٰ کی قدرت نہ تھی اور مسمریزم کے عمل کے بعد بھی اُن کا مقصود جو خلت کی نشانی معلوم کرنا تھا حاصل نہ ہوا کیونکہ نشانی تو احیاء تھی اور اُس عمل سے جو معلوم ہوا اسی قدر تھا کہ انسان کے روحانی تصرف سے جانور بھی مسخر ہوجاتے ہیں جس سے اُن کی دعاء کو کوئی تعلق نہیں اور اگر یہ غرض تھی کہ اس پر قیاس کریں کہ جیسے پرندے بلاتے ہی آ جائیں گے روحوں کو بھی خدائے تعالیٰ ایسا ہی بلا لے گا تو یہ مثال قائم کرنے کے لئے

اس سے آسان طریقہ یہ تھا کہ کسی خادم کو پکارنے کا حکم ہو جاتا جو پرندوں سے بھی پہلے پکارتے ہی آ کھڑا ہوتا اور مسمریزم کی مشاقی حاصل کرنے کی زحمت جو ضرورت سے زیادہ تھی اٹھانی نہ پڑتی پھر ابراہیم علیہ السلام کو احیائے موتی دیکھنے سے خواہ خلت کی نشانی معلوم کرنا منظور ہو یا مشاہدۂ احیائے اس مسمریزم سے دونوں مقصود فوت ہیں اور ایمان بالغیب جو پہلے تھا وہی اس کے بعد بھی رہا۔ نہ دعاء سے کچھ فائدہ ہوا نہ اجابت دعاء سے بلکہ بہت بڑا نقصان یہ لازم آتا ہے کہ خلت کا جو پہلے سے ایمان تھا نعوذ باللہ وہ بھی جاتا رہے اس لئے کہ باوجود قدرت کے جب اس کی نشانی نہیں دکھلائی جائے تو یہی یقین ہوگا کہ دراصل اُس کا وجود نہیں حالانکہ انبیاء اپنے اطمینان کے لئے جب کوئی نشانی طلب کرتے ہیں تو ان کو دکھلائی جاتی ہے۔ چنانچہ زکریا علیہ السلام کے قصہ سے ثابت ہے کما قال تعالیٰ: قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَۃً ؕ قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ (آل عمران:۴۰،۴۱) حاصل یہ کہ جب فرشتوں نے زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری سنائی کہ آپ کو ایک فرزند ہوں گے جن کا نام یحییٰ ہے۔ عرض کی کہ اے رب مجھے کیونکر لڑکا ہوگا ایسی حالت میں کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے فرمایا خدائے تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے پھر عرض کی اے رب اس کی کوئی نشانی مقرر فرما جس سے حمل کا وقت معلوم ہو جائے ارشاد ہوا کہ تین روز تک تم لوگوں سے بات نہ کرسکو گے سوائے اشارہ کے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی تھی اور اُن کی بی بی کی عمر اٹھانوے (۹۸) سال کی اس وجہ سے ان کو استبعاد ہوا کہ ایسی حالت میں کیونکر لڑکا ہوگا اور نشانی طلب کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اور نشانی جو قرار دی گئی تھی اس کا ظہور اس طرح سے ہوا کہ تین روز تک سوائے ذکر الٰہی کے اگر کوئی بات کرنا چاہے تو زبان رک جاتی صرف ہاتھ یا پیر کے اشارہ سے کوئی مطلب ظاہر کرسکتے تھے۔ غرض

سنت الٰہی جاری ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب کسی بات کے یقین یا اطمینان حاصل ہونے کیلئے کوئی نشانی طلب کرتے ہیں تو اُن کو دکھلائی جاتی ہے پھر خاص خلیل کو اُن کے خلت کے متعلق نشانی باوجود طلب کے نہ بتلائے جانا ہرگز قرین قیاس نہیں اور یہ ایسا بودا خیال ہے کہ کوئی مسلمان جس کو خلت کے معنی معلوم ہوں اور قدرت الٰہی کو جانتا ہو ہرگز اس طرف توجہ نہیں کرسکتا کہ مسمریزم سے وہاں کام لیا گیا۔ مرزا صاحب کو صرف اتنا موقع مل گیا کہ آیت شریفہ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (البقرۃ:۲۶۰) میں لفظ ذبح نہیں ہے اس لئے ہر پرندے کو چار پرندوں کا جز قرار دیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر پہاڑ پر ان چار پرندوں کا ایک ایک جز یعنی ایک ایک پرندہ چھوڑ دو۔ اہل فصاحت پر پوشیدہ نہیں کہ مرزا صاحب ثم اجعل الخ کا جو مطلب بتاتے ہیں کہ وہ پرندے پہاڑوں میں جدا کر کے چھوڑ دو اس کے لئے تو یہ الفاظ ثم فرقھن فی الجبل کافی ہے اس مطلب کے لئے ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا کہنا قطع نظر فصاحت و بلاغت کے فوت ہوجانے کے مضمون بھی دوسرا ہو ہی جاتا ہے اس لئے کہ اگر یہ مضمون بیان کرنا ہو (ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھدو) تو سوائے ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا کہنے کے یہ مضمون ہرگز ادا نہ ہوسکے گا۔ پھر جب مرزا صاحب والا مضمون دوسرے الفاظ میں ادا ہوسکتا ہے اور یہ مضمون سوائے الفاظ آیت شریفہ کے ادا نہیں ہوسکتا اور اسی مضمون کی تصدیق صحابہ خصوصاً ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کے قول سے ہو رہی ہے اور اس تصریح کے ساتھ کہ چار پرندوں کے ٹکڑے سات پہاڑوں پر رکھے گئے تھے تو اس کو چھوڑ کر ایسا مضمون نکالنا جس سے کلام پایۂ بلاغت و فصاحت سے گر جائے اور کلام الٰہی پر ایسا بدنما دھبہ لگے جس کو کوئی مسلمان قبول نہیں کرسکتا۔ کس قدر جرات کی بات ہے اگر مرزا صاحب مثلاً یہ کہنا چاہیں کہ چار شخص ہم نے معین کئے پھر اُن میں سے ہر ایک کو ایک گاؤں بھیجا تو کیا یہ فرمائیں گے تم ارسلت الیٰ کل قریۃ منھم جُزْءًا میں سمجھتا ہوں کہ بجائے جُزْءًا کے واحداً فرمائیں گے۔ بشرطیکہ اس

بحث کا تعلق معلوم نہ ہو اس لئے ایسے موقع میں جب کوئی پوری چیز بیان کرنا ہو تو جُزءًا نہیں کہا جاتا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ (آل عمران: ۸۴) دیکھ لیجئے ایک نبی بقول مرزا صاحب تمام انبیاء کا جز ہے مگر بین جزءً امنھم نہیں فرمایا یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس معنی کے مرزا صاحب قائل ہیں کہ واقع میں پرندے پہاڑوں پر چھوڑ دئے گئے تھے اس معنی پر تو قرآن شریف کی عبارت غلط ٹھیرتی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا پھر اسی پر اڑے رہنا ضمناً یہ دعویٰ ہے کہ اس مقام میں قرآن میں غلطی ہے۔

مرزا صاحب اپنی عیسویت پر یہ استدلال بھی پیش کرتے ہیں کہ کریم بخش کی گواہی سے ثابت ہے ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۸۰) میں کہ ایک بزرگ گلاب شاہ نام نے پیشگوئی کی تھی کہ عیسیٰ لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ اگر وہ بزرگ فی الحقیقت صاحب کشف تھے تو پیشگوئی ان کی صحیح نکلی۔ مگر مقام تردد یہ ہے کہ پھر انہوں نے عیسیٰ کیوں کہا۔ کہہ دیتے کہ ایک شخص ایسا کام کرے گا اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ انہوں نے کشف میں مرزا صاحب کا دعویٰ عیسویت بھی دیکھ لیا تھا اس لئے عیسیٰ کہہ دیا یعنی عیسیٰ ادعائی اور چونکہ قرآن میں غلطیاں نکالنا عیسیٰ موعود کی شان کے منافی ہے اس لئے انہوں نے ضمناً یہ بھی کہہ دیا کہ اگرچہ عیسویت کے مدعی ہوں مگر عیسیٰ نہیں ہوسکتے اسکی مثال ایسی ہے کہ کسی مجلس میں لوگ کہیں کہ فلاں شخص شیر ہے اور ایک شخص کہے کہ شیر ایسا ہے کہ بکری سے ڈرتا ہے تو اُس کا شیر کہنا اعتراف نہ سمجھا جائے گا بلکہ وہ منافی صفت بیان کرنا اس بات پر دلیل ہوگا کہ اس صفت کا ابطال اس کو مقصود ہے۔

مسمریزم سحر ہے

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں سحر کے کئی اقسام بیان کئے ہیں منجملہ ان کے ایک سحر اصحاب اوہام اور نفوس قویہ کا ذکر کیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ آدمی جب قوت وہمیہ اور نفسانیہ بڑھانے میں کوشش کرتا ہے تو وہ قوتیں اس قدر بڑھتی ہیں کہ ان سے

عجائبات صادر ہونے لگتے ہیں۔اور دوسری قسم استعانت بالا رواح الارضیہ لکھا ہے یعنی ارواح ارضیہ کی مدد سے امور عجیبہ ظاہر کئے جاتے ہیں۔یہ بات بتواتر ثابت ہے کہ ساحر لوگ عملی تدابیر سے ارواح مناسبہ پر کچھ ایسا اثر ڈالتے ہیں کہ وہ مسخر اور فرماں بردار ہو جاتی ہیں۔چنانچہ حدیث شریف ان من البیان لسحرا سے بھی اشارۃً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جیسے سحر ارواح ارضیہ میں تاثیر کر کے اُن کو مسخر کر لیتا ہے ایسا ہی بعض بیان بھی اپنے پر زور اثر سے اپنا مسخر بنا لیتے ہیں۔اس کی تصدیق کے لئے مرزا صاحب کی تقریر پر تاثیر گواہ ناطق ہے غرض سحر میں بعض ارواح پر نفسانی اثر ڈالا جاتا ہے جس سے وہ مسخر ہو جاتی ہیں پھر ان سے وہ وہ کام لئے جاتے ہیں جو بالکل غیر معمولی اور حیرت انگیز ہوتے ہیں۔الحاصل سحر میں نفوس ساحرہ کی تاثیر بھی ہوتی ہے اور ارواح بھی اس سے مسخر ہوتی ہیں جو مسمریزم میں ہوا کرتا ہے دیکھ لیجئے مسمریزم کی کتابوں میں وہی تدابیر بتلائی گئی ہیں کہ جن سے شخص معمول کی روح مسخر ہو جائے اور ایسے کام کرنے لگے جو غیر معمولی اور ظاہراً خارق عادات ہوں اس سے ثابت ہے کہ مسمریزم ایک قسم کا سحر ہے جس میں مسمر صاحب نے ترقی کر کے اس کو ایک مستقل فن سحر قرار دیا اور چونکہ وہ تعلیم و تعلم سے حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ خوارق عادات کی حد تک بھی نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ معجزہ کا اس پر اطلاق ہو سکے کیونکہ معجزہ تو خاص اس فعل کا نام ہے جو حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے کسی نبی کے ہاتھ پر اس غرض سے ظاہر کرے کہ سب عاجز ہوں اور کسی دوسرے کو اس پر قدرت نہ ہو۔مرزا صاحب ان چار پرندوں کے زندہ ہونے کو مسریزمی قوت بتلاتے ہیں اور نیز عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات جو قرآن شریف میں مذکور ہیں ان کو بھی مسمریزمی عمل قرار دیتے ہیں۔حالانکہ حق تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے قولہ تعالیٰ: اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۙ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ (آل عمران:۴۹)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے یہ تھے کہ پرندے بنا کر ان میں پھونکتے جس سے وہ زندہ ہوجاتے اور مادرزاد اندھوں کو بینا اور برص والوں کو اچھا کرتے اور مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ یہ تو حق تعالیٰ فرماتا ہے اور مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص (۳۰۸) میں لکھتے ہیں کہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوچکی کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع کی طرح عمل مسمریزم میں کمال رکھتے تھے۔ یہ بات جاننا چاہئے کہ سلب امراض کرنا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈالنا درحقیقت یہ سب عمل مسمریزم کی شاخیں ہیں ہر ایک زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہتے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جو اس روحانی عمل کے ذریعہ سے سلب امراض کرتے رہتے ہیں اور مفلوج ونیز برص ومدقوق وغیرہ ان کی توجہ سے اچھے ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت مسیح کے عمل مسمریزم سے وہ مردہ زندہ ہوتے تھے یعنی وہ قریب الموت آدمی جو گویا نئے سر سے زندہ ہوجاتے تھے وہ بلاتوقف چند منٹ میں مرجاتے تھے۔ واقعی اور حقیقی حیات پیدا نہیں ہوتی تھی بلکہ جھوٹی حیات جو عمل مسمریزم کے ذریعہ سے پیدا ہوسکتی ہے ایک جھوٹی جھلک کی طرح ان میں نمودار ہوجاتی تھی۔ ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ مسمریزم کے ذریعہ سے پھونک کے ہوا میں وہ قوت پیدا ہوجائے جو اُس دخان میں پیدا ہوتی ہے جس کی تحریک سے غبارہ اوپر چڑھتا ہے۔

اب اہل ایمان غور فرمائیں کہ عمل مسمریزم جو یقینی طور پر سحر ہے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اسی عمل کے ذریعہ سے الیسع اور عیسیٰ علیہما السلام عجائبات دکھلا کر لوگوں کو مسخر کرتے تھے اور ابھی معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو پرندوں کو زندہ کیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں جو مردہ زندہ ہوا تھا وہ سب مسمریزم ہی کے ذریعہ سے تھا جس کا مطلب صاف وصریح طور پر ظاہر ہے کہ یہ انبیائے اولوالعزم ساحر اور جادوگر تھے نعوذ باللہ من ذالک اب ہر شخص قرآن پڑھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ نبی کو ساحر کون لوگ کہا کرتے تھے اُن کی تصریح کی ہمیں ضرورت نہیں۔

غرض مرزا صاحب جو معجزہ خارق عادت دیکھتے ہیں اس کو حتی الامکان مسمریزم میں

داخل کردیتے ہیں جو ایک قسم کا سحر اور قوت بشری کے حد کے اندر ہے۔اب مشکل یہ ہے کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ ہر زمانہ میں کفار معجزات کو سحر اور انبیاء کو ساحر کہا کرتے تھے یہ کوئی نہیں کہتا تھا کہ خدائے تعالیٰ نے انبیاء کو ایک غیر معمولی قدرت دی ہے جس سے ان خوارق عادات کا صدور صرف باذن الٰہی ہوتا ہے۔اور مرزا صاحب بھی اسی کے قائل ہیں کہ ان معجزات کا صدور مسمریزمی قوت انسانی سے ہوتا تھا معلوم نہیں کہ ان دونوں مذہبوں میں مابہ الامتیاز کیا ہوگا۔ پھر اگر اسی مسمریزمی قوت کے آثار معجزات تھے تو مسمریزم کے عمل کرنے والوں کو بھی انبیاء کہنا چاہئے اور اگر معجزہ خاص اور مسمریزم عام ہے تو تصادق کے لحاظ سے نبی کو من وجہ نبی اور من وجہ ساحر کہنا پڑے گا۔اس آیت شریفہ میں مرزا صاحب سے پہلے خانصاحب نے تفسیر میں بہت زور لگایا کہ ممکن نہیں کہ وہ پرندے خلاف فطرت زندہ ہوئے ہوں اور نہ کوئی عاقل ایسا سوال کرسکتا ہے کہ دنیا میں مردے کو زندہ کردکھائے بلکہ ابراہیم علیہ السلام نے درخواست کی کہ خواب میں یہ بات دکھلادی جائے چنانچہ ان کی درخواست منظور ہوئی اور خواب میں چار پرندوں کو زندہ ہوتے دیکھ لیا۔مرزا صاحب نے یہ ترمیم کی کہ اس کو خواب پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں مسمریزم سے کام نکل سکتا ہے جس سے مقصود بھی حاصل ہوجائے گا کہ معجزہ ثابت نہ ہوگا اور واقعہ کا بھی انکار نہ ہوگا۔الحمدللہ مرزا صاحب خدائے تعالیٰ کا بہت ادب کرتے ہیں ورنہ جیسے انبیاء کو ساحر قرار دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے احیائے موتی وغیرہ معجزات کو مشرکانہ خیال بتایا ممکن تھا کہ خدائے تعالیٰ کی نسبت بھی کچھ کہہ دیتے کہ ساحروں کے قصّے بیان کرکے لوگوں کو نعوذ باللہ گمراہ کررہا ہے۔ بات یہ ہے کہ عقلاء کی عادت ہے کہ ایسی کوئی بات دل میں آئے تو کسی ایسے پیرایہ میں ظاہر کردیا کرتے ہیں کہ الکنایۃ ابلغ من التصریح کی رو سے مقصود بھی حاصل ہو اور تصریح قبیح سے بھی احتراز ہو یہ تمام دقتیں اور خرابیاں اسی وجہ سے ہیں کہ مرزا صاحب کو نبوت کا دعویٰ ہے اور خارق عادات معجزہ ان سے ظہور میں آنا محال ہے اس لئے وہ معجزات کی توہین کے درپے

ہو گئے چنانچہ براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں: جو معجزات بظاہر صورت ان مکروں سے متشابہ ہیں گو کہ وہ سچے بھی ہوں تب بھی محجوب الحقیقت اوران کے ثبوت کے بارے میں بڑی بڑی دقتیں ہیں۔ اور نیز براہین احمدیہ ص (۴۲۸) میں لکھتے ہیں: تمہید پنجم جس معجزہ کو عقل شناخت کر کے اس کے منجانب اللہ ہونے پر گواہی دے وہ ان معجزات سے ہزار ہا درجہ افضل ہوتا ہے کہ جو صرف بطور کتھا یا قصہ کے مد منقولات میں بیان کئے جاتے ہیں اس ترجیح کے دو باعث ہیں: ایک تو یہ کہ منقولی معجزات ہمارے لئے جو صدہا سال پیچھے پیدا ہوئے ہیں جب معجزات دکھلائے گئے تھے مشہود اور محسوس کا حکم نہیں رکھتے اور اخبار منقولہ ہونیکے باعث سے وہ درجہ ان کو حاصل نہیں ہوسکتا جو مشاہدات اور مرئیات کو حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جن لوگوں نے منقولی معجزات کو جو تصرف عقل سے بالاتر ہیں مشاہدہ کیا ہے ان کے لئے بھی وہ تسلی تام کے موجب نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ بہت سے ایسے عجائبات بھی ہیں کہ ارباب شعبدہ بازی ان کو دکھلاتے پھرتے ہیں گو وہ مکرو فریب ہی ہیں مگر مخالف بداندیش پر کیونکر ثابت کر کے دکھلائیں جو عجائبات اس قسم کے ظاہر ہوتے ہیں۔ کسی نے سانپ بنا کر دکھلا دیا اور کسی نے مردہ زندہ کر کے دکھلا دیا اس قسم کی دست بازیوں سے منزہ ہیں جو شعبدہ باز لوگ کیا کرتے ہیں یہ مشکلات کچھ ہمارے زمانہ ہی میں نہیں ہوئیں بلکہ ممکن ہے کہ انہیں زمانوں میں یہ مشکلات پیدا ہو گئے ہوں۔ انتہیٰ۔

فی الحقیقت جو معجزات مشاہد و محسوس ہوں زیادہ تر مفید علم ہونگے اور بڑا افائدہ ان سے یہ ہوگا کہ محسوس ہونے کی وجہ سے انبیائے سابقین کی تصدیق اور زیادہ ہوگی کہ جب امتی لوگ ایسے ایسے معجزات دکھلاتے ہیں تو اُن کے نبی کے معجزات جو بالاصالت صادر ہوتے تھے ضرور اعلیٰ درجہ کے ہونگے اور جتنے خلاف عقل معجزات کتابوں میں لکھے ہیں سب کو مان لینے پر عقل مجبور ہو جائے گی اور گویا ان سب کا وقت واحد میں مشاہدہ ہو جائے گا اسی وجہ سے جس جس زمانہ میں اولیاء اللہ کی کرامات لوگوں نے برای العین دیکھ لیں اُن کو وقوع معجزات میں ذرا بھی شک نہ

رہا جو لوگ اُس امت مرحومہ میں اولیاء اللہ کے معتقد ہیں کرامات کے تواتر سے معجزات کا اُن کو کچھ ایسا یقین ہے کہ اگر کسی ضعیف روایت سے بھی کوئی معجزہ ثابت ہو تو اُس کے وقوع میں ذرا بھی تردد نہیں ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں اگر معجزات صادر ہوں تو مسلمانوں کے اعتقاد کو اصلی معجزات کی تصدیق میں راسخ اور مستحکم کردیں گے جس سے نبوت پر ایمان مکمل ہو جائے گا۔ اور نئی روشنی والے جو عقلوں کی اطاعت سے ایمان سے علیحدہ ہوئے جاتے ہیں دین سے خارج نہ ہوں گے۔ اور ادیان باطلہ پر حجت قائم ہوگی کہ جس نبی کے تابع کا یہ حال ہو تو متبوع یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا حالت ہوگی۔ پھر اس مشاہدہ کی بدولت جن کی طبیعت میں صلاحیت ہے وہ مشرف باسلام بھی ہونگے اور حدیث شریف **علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل** کا مضمون پورے پورے طور پر صادق آجائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ ہندوستان وغیرہ میں لاکھوں آدمی اولیاء اللہ کی کرامات دیکھ کر مشرف باسلام ہوتے گئے جس سے دین کی روز افزوں ترقی ہوئی جیسا کہ بزرگان دین کے تذکروں اور تواریخ سے واضح ہے۔

مگر مرزا صاحب ان معجزات کو کتھا اور قصوں کے مد میں داخل کر کے فرماتے ہیں کہ ممکن ہے وہ شعبدہ بازیاں ہوں۔ مسلمان تو پہلے ہی سے ضعیف الاعتقاد ہو رہے تھے اگر مرزا صاحب کی تقریر خدانخواستہ اثر کر جائے تو رہا سہا ایمان بھی گاؤ خورد ہو جائے گا۔ اور پوری پوری نیچریت طبیعتوں میں آجائیگی۔ مرزا صاحب کو کس نے مجبور کیا تھا کہ خواہ مخواہ معجزے دکھلائیں جس کے دفعیہ کی یہ تدبیر نکالی جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ معجزے کل انبیاء کے بے اصل ٹھہر جائیں۔ ہاں جب انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ہر شخص کو بینہ اور نشانی طلب کرنے کی ضرورت ہوئی کیونکہ معجزہ نبوت کا لازمہ ہے۔ اگر فرمائیں کہ میں نے تو ظلی نبوت کا دعویٰ کیا تھا جو اولیاء اللہ کو حاصل ہے تو پوچھا جائے گا کہ وہ کس ولی نے ظلی نبوت کا دعویٰ کر کے بطور تحدّی معجزے دکھلانے کو کھڑا ہو گیا تھا جیسے آپ معجزے اس غرض سے دکھلا رہے ہیں کہ نبوت ثابت ہو کسی تذکرہ یا تاریخ میں بتلا دیں کہ فلاں

ولی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں نبی اور رسول اللہ ہوں خدا نے مجھ کو بھیجا ہے اور جو شخص مجھ پر ایمان نہ لائے وہ کافر اور دوزخی ہے اور اُس کے پیچھے نماز درست نہیں اور میرے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جائے اور میری بی بی کو ام المومنین کہو اور اُس کے بعد یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں معجزے بھی دکھلاتا ہوں۔

الحاصل ظلی نبوت اگر بمعنی ولایت لیجائے تو اُس کے لئے معجزہ شرط نہیں پھر معجزات دکھلانے کا دعویٰ ہی کیوں کیا اور اگر اُس نبوت کا دعویٰ ہے جس کے لئے معجزہ شرط اور لازم ہے تو ان معجزات کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ایسی کھلی کھلی نشانیاں ہوں کہ ہر شخص سمجھ جائے کہ ان کا تعلق خاص خدائے تعالیٰ کی قدرت سے ہے اور بداہۃً یہ معلوم ہو جائے کہ وہ امور آدمی کے اقتدار سے خارج ہیں نہ مسمریزم کو ان میں دخل ہے نہ سحر کو ان سے تعلق۔ نہ کاہنوں کی کہانت کو گنجائش ملے جو پیشگوئیاں کرتے ہیں نہ عقل کا ان میں تصرف ہو۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ: قبیلہ کندہ کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں اسی (۸۰) سوار تھے انہوں نے بطور امتحان کسی ظرف میں ٹڈے کی آنکھ بند کر کے کہا فرمایئے کہ اس میں کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ یہ کام تو کاہنوں کا ہے اور کاہن و کہانت کا انجام دوزخ ہے۔ انہوں نے کہا پھر ہمیں کیونکر معلوم ہو کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہو۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں پڑی ہوئی چند کنکریاں اٹھا کر فرمایا دیکھو یہ کنکریاں میری رسالت پر گواہی دیتی ہیں چنانچہ ان کنکریوں سے تسبیح کی آواز انہوں نے اپنے کانوں سن لی اور وہ سب فوراً بول اٹھیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ رسول اللہ ہو۔ دیکھئے معجزہ اس کو کہتے ہیں کہ جس کے صدور میں سوائے قدرت الٰہی کے کسی چیز کا لگاؤ نہیں نہ تصنع ہے نہ شروط و قیود ہیں نہ کوئی پینچدار عبارت نہ پہلو دار فقرے کہ جن سے موقع پر گریز کا رستہ ملے جیسا کہ مرزا صاحب کے الہامات میں یہ سب باتیں ہوا کرتی ہیں۔

مرزا صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات میں صرف ایک معجزہ پسند اور قابل تصدیق معلوم ہوا جو براہین احمدیہ ص (۴۶۱) میں لکھا ہے۔ یہودا اسکریوطی کی خراب نیت پر مسیح کا

مطلع ہو جانا اس کا ایک معجزہ ہی تھا جو اپنے شاگردوں اور صادق الاعتقاد لوگوں کو دکھایا۔ اگرچہ اس کے دوسرے عجیب کام بباعث قصہ حوض اور بوجہ آیت مذکورۂ بالا وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (انعام:۹۱) کے مخالف کی نظر میں قابل انکار اور محل اعتراض ٹھہر گئے اور اب بطور حجت مستعمل نہیں ہو سکتے لیکن معجزہ مذکورۂ بالا منصف مخالف کی نظر میں بھی ممکن ہے کہ ظہور میں آیا ہوا۔ نتہیٰ۔ معجزۂ مذکورۂ بالا کا اشارہ اس طرف ہے کہ ایک شخص نے عیسیٰ علیہ السلام سے نشانی طلب کی انہوں نے کہا کہ کوئی نشان دیا نہ جائیگا اسی کی نسبت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ ظہور میں آیا ہو جس معجزہ کو خود قبول کرتے ہیں اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ظہور میں آیا ہو جس سے ظاہر ہے دوسرے معجزات تو خیر امکان ہی سے خارج ہیں یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ جتنے معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے حق تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائے ہیں ان کا ظہور مرزا صاحب کے نزدیک ممکن ہی نہیں۔ جب قرآن کی تصدیق میں یہ حال تو حدیث و اجماع کا کیا پوچھنا ہے۔

جن معجزات کی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَجَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ (یونس:۱۳) یعنی انبیاء کھلے کھلے معجزے اپنی قوموں کو دکھلایا کرتے تھے ایسے معجزے ممکن نہیں کہ مرزا صاحب دکھلا سکیں اس لئے کہ وہ قوت بشری کے امکان سے خارج ہیں۔ اور مرزا صاحب کو معجزے دکھلانے کی ضرورت ہے اس لئے انہوں نے اصلی معجزات سے گریز کی یہ تدبیر نکالی کہ معجزوں کے دو قسم کر دئے ایک نقلی دوسری عقلی۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام ص (۳۰۱) میں لکھتے ہیں دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہ معجزہ جو صرح ممرد من قواریر ہے جس کو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا اور نیز اس کے ص (۳۰۴) میں لکھتے ہیں اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید نہیں کیونکہ حال کے اکثر صناع ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں۔

بلقیس رضی اللہ عنہا کے اسلام کا واقعہ سورہ نمل میں بشرح وبسط مذکور ہے۔ ہدہد کا نامہ لیجانا تخت کا ایک لمحہ میں صدہا کوس سے آجانا۔ صرح ممرد من قواریر یعنی شیش محل اسی سے متعلق ہیں۔ چونکہ کبوتر کی نامہ بری مشہور ہے شاید ہدہد کا بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا کہ اس کو بھی تعلیم دی گئی ہوگی مگر ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ تعلیم پذیر نہیں اس لئے کہ وہ وحشی الطبع ہے قفس سے چھوٹتے ہی اڑ جاتا ہے اور پھر واپس آنے کی توقع نہیں اور کبوتر کتنا ہی دور اڑے اپنے مالک کے گھر آجاتا ہے غرض ہدہد کے ذریعہ نامہ و پیام ایک ایسا معجزہ تھا کہ انسانی قوت کو اس میں کوئی بھی دخل نہیں۔ اور اس سے بڑھ کر تخت کے منگوانے کا معجزہ تھا۔ تفاسیر میں لکھا ہے کہ بلقیس رضی اللہ عنہا کو تخت سے نہایت دلچسپی تھی جب سلیمان علیہ السلام کی طرف جانے کا قصد کیا تو اس تخت شاہی کو ایک ایسے مکان میں رکھا جس میں سات حجرے در حجرے تھے ساتویں حجرے میں اس کو رکھ کر تمام حجروں کو مقفل کر دیا تاکہ کسی کا گزر وہاں نہ ہو پھر مزید احتیاط کے لئے پہرے چوکیاں اس مکان کی حفاظت کے لئے مقرر کئے۔ اب خیال کیجئے کہ جس تخت کے ساتھ ملکہ کو ایسی دلچسپی ہو اس میں کیسی کیسی خوردہ کاریاں اور صنعتیں ہونگی۔ یہی وجہ تھی کہ سلیمان علیہ السلام نے ان کی تمام ریاست و املاک سے صرف اسی تخت کو منتخب کر کے منگوالیا تاکہ اُن کا تعلق خاطر اُس مرغوب و محبوب چیز سے نہ رہے چنانچہ مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چونکہ بلقیس از دل وجان عزم کرد	برزمان رفتہ ہم افسوس خورد
ترک مال وملک کرد او انچنان	کہ تبرک نام وننگ آن عاشقان
ہیچ مال و ہیچ مخزن ہیچ رخت	می دریغش نامد الا جز کہ تخت
پس سلیمان از دلش اگاہ شد	کز دل اوتا دل او ارہ شد
دید از دورش کہ آن تسلیم کیش	تلخش آمد فرقت آن تخت خویش
آن بزرگی تخت کز حد می فزود	نقل کردن تخت راامکان نبود

خوردہ کاری بودد تفریقش خطر | ہمچوا وصال بدن باہم دگر

پس سلیمان گفت گر چہ فی الاخیر | سرد خواہد شد بر وتاج و سریر

لیک خود با این ہمہ بر نقد حال | جست باید تخت اورا انتقال

تانہ گردد خستہ ہنگام لقا | کود کانہ حاجتش گردد روا

پھر بلقیس رضی اللہ عنہا کی اقامت کے لئے ایک محل بنوایا جس کا فرش شیشے کا تھا اور اس کے تلے ایک حوض جس میں مچھلیاں چھوٹی ہوئی ان شفاف شیشوں سے نمایاں ہوتی تھیں جب بلقیس رضی اللہ عنہا آئیں تو سلیمان علیہ السلام نے کہا أَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؟ یعنی کیا تمھارا بھی تخت ایسا ہی تھا؟ اس کے جواب میں اس خیال سے کہ اتنا بڑا اپنا تخت اس مدت قلیل میں صحیح وسالم کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ بادی النظر میں یہ کہہ تو دیا کہ كَاَنَّهٗ هُوَ یعنی یہ ہو بہو ویسا ہی ہے مگر سلیمان علیہ السلام کے سوال کو سوچا کہ اس سے عقل کا امتحان مقصود ہے اور تخت کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنا ہی تخت ہے جو معجزہ سے صحیح وسالم پہنچ گیا ہے اور فوراً کہدیں کہ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ یعنی ہم کو تو اس معجزہ سے پہلے ہی آپ کا برگزیدۂ خدا ہونا معلوم ہو گیا تھا اور تب ہی آپ کو مان گئے تھے۔ اس سوال وجواب کے بعد بلقیس رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ: اس محل میں جاؤ۔ انہوں نے وہاں پانی خیال کر کے پائینچے اٹھا لئے کہا گیا: اس کی ضرورت نہیں شیشے کا فرش ہے اس وقت انہوں نے کہا رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی میں نے بیشک اپنے نفس پر ظلم کیا کہ ایسے جلیل القدر نبی کے پاس آنے میں تاخیر کی جن کی سلطنت ظاہری کا یہ حال کہ پرند چرند جنات تک تابع فرمان اور سلطنت باطنی کی وہ کیفیت کہ محال کو تصرف باطنی اور معجزے سے واقع کر دکھاتے ہیں اور شفقت اور عزت بخشی کی یہ صورت کہ ایسا بے مثل و بے نظیر مکان آنے سے پہلے تیار کر رکھا۔ غرض اس معذرت کے بعد اپنے قدیم ایمان کو اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہکر سلیمان علیہ السلام کی تسکین کر دی۔

اب دیکھئے کہ بلقیس رضی اللہ عنہا کا ایمان تخت دیکھنے کے وقت قرآن شریف سے ثابت ہے جس پر و کنا مسلمین گواہی دی رہا ہے اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ شیش محل کا عقلی معجزہ دیکھ کرانہوں نے ایمان لایا۔ افسوس کا مقام ہے کہ صرف اس غرض سے کہ کوئی عقلی معجزہ ثابت کر کے اپنی عقلی تدابیر کو معجزے قرار دیں اور نبی بن بیٹھیں قرآن میں تصرف کرر ہے ہیں کہ واقعات کی شکل بدل کر تحریف اور تفسیر بالرائے کرتے ہیں پھر جہاں خود کو ضرورت ہوتی ہے تو فرماتے ہیں: تفسیر بالرائے کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ اب ان کو کیا کہنا چاہئے۔ اس سے بڑھ کر قرآن میں کیا تصرف ہوگا کہ حق تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے کے باب میں فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللهِ فرماتا ہے کہ ان کی بنائی ہوئی چڑیاں پرندہ ہوجاتی تھیں اور وہ کہتے ہیں پرندہ نہیں ہوتی تھیں بلکہ جس مٹی سے وہ چڑیاں بناتے وہ اپنے حال پر رہتی تھی یعنی پرند نہیں بنتی تھیں کما مرّ۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ ص (۱۵۹) میں جہاں وحی اور کتاب آسمانی کی ضرورت ثابت کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ: جو لوگ اپنی عقل کے زور سے خدا کی معرفت کا دعویٰ کرتے ہیں ان کا یہ خیال ہے کہ ہم نے اپنی ہی عقل کے زور سے خدا کا پتہ لگایا ہے اور ہمیں انسانوں کو ابتدا میں یہ خیال آیا کہ کوئی خدا مقرر کرنا چاہئے اور ہماری یہی کوشش سے وہ گوشۂ گمنامی سے باہر نکلا وغیرہ پھر لکھتے ہیں کہ: یہ اعتقاد بت پرستوں کے اعتقاد سے کچھ کم نہیں۔ انتہیٰ۔

جب عقل سے خدا کو پہچاننا بغیر وحی آسمانی کے بت پرستی سے کم نہ ہو تو عقل سے وحی الٰہی کو رد کرنے کا کیا حال ہونا چاہئے۔ اور نیز براہین احمدیہ ص (۴۰۸) میں لکھتے ہیں: پس اس صورت میں ہماری نہایت کم ظرفی اور سفاہت ہے کہ ہم اس اقل قلیل عقل کے پیمانہ سے خدا کی غیر محدود حکمتوں اور قدرتوں کو ناپنے لگیں۔ اور نیز براہین احمدیہ ص (۲۹۰) میں لکھتے ہیں: اے لوگو اس بات کے سمجھنے میں کچھ بھی دقت نہیں کہ عقل انسانی مغیبات کے جاننے کا آلہ نہیں ہوسکتی۔ انتہیٰ۔ فی الواقع یہ بات بدیہی ہے کہ زمانہ گزشتہ کے واقعات ہمارے حق میں مغیبات ہیں جن میں عقل چل نہیں سکتی پھر اس کو آلہ بنا کر قرآن کو رد کیوں کرر ہے ہیں۔ شاید یہاں یہ کہا جائے گا

کہ بذریعہ الہام معلوم ہوا کہ ان کے بنائے ہوئے پرندے طیر نہیں ہوتے تھے تو ہم کہیں گے کہ خدائے تعالیٰ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ فرماتا ہے اوران کا الہام اس کی تکذیب کرتا ہے تو ایسا الہام بیشک شیطانی ہے جس کے مرزا صاحب بھی قائل ہیں۔

تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ کلون کو ایجاد کرنا شیشے کا فرش بچھانا مرزا صاحب کے نزدیک معجزات ہیں جو نبوت پر دلیل ہوسکتے ہیں جیسا کہ انہوں نے سلیمان اور عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات سے ثابت کیا۔اس صورت میں یہ کہنا پڑیگا کہ امریکہ اور یورپ میں جتنے کلین ایجاد کرنے والے ہیں سب انبیاء ہیں پھر مرزا صاحب کی کیا خصوصیت۔شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ ہمیں الہام بھی ہوتا ہے سو یہ جواب نہیں ہوسکتا اس لئے کہ شہد کی مکھی کو بھی الہام بلکہ وحی ہوتی ہے کما قال وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اور ہر فاسق وفاجر کو بھی الہام ہوتا ہے کما قال تعالیٰ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا جب بھی مرزا صاحب کی خصوصیت نہ رہی۔

عقلی معجزات ثابت کرنے سے مرزا صاحب کا مقصود یہی معلوم ہوتا ہے کہ جتنی کارروائیاں وہ کمال دانائی سے کررہے ہیں جن کی تہ تک ہر کسی کی عقل نہیں پہنچ سکتی معجزے سمجھے جائیں مثلاً براہین احمدیہ کو اس چالاکی اور جزم سے لکھا کہ بہت سے مولویوں نے اس کی تصدیق کرلی اوران کو خبر تک نہ ہوئی کہ ہم کن باتوں کی تصدیق کررہے ہیں پھر آہستہ آہستہ وہی الہام جو براہین میں لکھے تھے اُن کی تفسیر کرکے مولویوں کو کافر اور اپنے کو عیسیٰ موعود بنا لیا۔اور نیز پیشگوئیوں میں ایسے مفید شروط وقیود لگاتے ہیں کہ ہر پہلو پر کامیابی ہو۔مثلاً مسٹر آتھم کی موت کی پیشگوئی کی کہ اگر رجوع الی الحق نہ کرے تو اتنے سال میں مرجائیگا جب اس مدت میں نہ مرا تو فرمایا کہ اس نے رجوع الی الحق ضرور کی تھی۔اب وہ ہزار طرح سے کہے کہ میں نے رجوع الی الحق نہیں کی مگر سب کا ایک ہی جواب کہ دشمن کی بات کا اعتبار ہی کیا۔

جحا کے حالات میں لکھا کہ کسی دوست نے ان سے گدھا مانگا انہوں نے عذر کیا کہ کسی نے لے گیا ہے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ گدھے نے پکارا اس دوست نے کہا کہ حضرت گدھا تو گھر میں

موجود ہے۔ حجا صاحب تھے بڑے ہوشیار فوراً جواب دیا کہ تم بھی عجیب آدمی ہو میں خود کہہ رہا ہوں کہ گدھا نہیں ہے اور تم گدھے کی بات کا اعتبار کرتے ہو کیا گدھے کی گواہی بھی قبول ہو سکتی ہے۔

اخرس جس کا حال آئندہ معلوم ہوگا اُس کے واقع سے ظاہر ہے کہ کس دانائی اور عقلی معجزے سے اُس نے اپنی نبوت جمائی جس پر لوگوں نے ایمان بھی لایا مگر اسلام اس کو اسی نگاہ سے دیکھتا ہے جو کسی کذاب مفتری جعلساز کو دیکھنا چاہیئے اس قسم کی کارروائیوں کو معجزات تو کیا استدراج بھی نہیں سمجھ سکتے۔ غرض مرزا صاحب کے عقلی معجزے معجزات ہی سمجھے جائیں تو جتنے جھوٹے نبیوں نے اس قسم کے معجزے دکھلائے اُن کی نبوت کی بھی تصدیق کرنی پڑے گی اس لئے کہ نبوت ملزوم ہے اور معجزات اُس کے لازم مساوی اور یہ قاعدہ مسلم ہے کہ لازم مساوی کے وجود سے ملزوم کا وجود ہو جاتا ہے غرض کہ اُن معجزات کی تصدیق سے نبوت کی خود تصدیق ہو جائیگی مگر جو شخص خاتم النبیین پر ایمان لایا ہو وہ ان کی نبوت کی تصدیق کو کفر جانتا ہے اس لئے مرزا صاحب کے عقلی معجزے اعتبار کے قابل نہیں۔ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص (۲۸۱) میں لکھتے ہیں کہ: یہی معجزہ آسمان سے اُترنے کا ہمارے نبی ﷺ سے بھی مانگا گیا تھا اور اس وقت اس معجزے کے دکھلانے کی بھی ضرورت تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ کے انکار رسالت کرنے سے جہنم ابدی کی سزا تھی مگر پھر بھی خدائے تعالیٰ نے یہ معجزہ نہ دکھلایا اور سائلوں کو صاف جواب ملا کہ اس دار الابتلاء میں ایسے کھلے کھلے معجزات خدائے تعالیٰ ہرگز نہیں دکھاتا تا ایمان بالغیب کی صورت میں فرق نہ آئے انتہیٰ۔ مرزا صاحب کی اس تقریر سے ظاہر ہے کہ کھلے کھلے معجزات حق تعالیٰ ہرگز نہیں دکھاتا مگر حق تعالیٰ نے اس خیال کا رد پہلے ہی فرما دیا چنانچہ قرآن شریف میں انبیا کے معجزات کی نسبت بکرات ومرات آیات بینات کا لفظ فرمایا ہے جس کے معنی کھلے کھلے معجزات کے ہیں۔ یہاں مرزا صاحب کو اس وجہ سے موقع ملا کہ کفار باوجود کھلے کھلے معجزات دیکھنے کے اقسام اقسام کے معجزے طلب کرتے تھے کوئی کہتا کہ زمین سے چشمے جاری کر دو تا کہ زراعت

خوب ہونے لگے۔کوئی کہتا کہ اپنے لئے بہت ہی شاداب باغ بنا لیجئے جس میں نہریں نخلستان انگور منڈوے وغیرہ بکثرت ہوں۔کوئی کہتا کہ ایک سونے کا گھر تیار کر دکھائے۔کوئی کہتا کہ آسمان توڑ کر اس کا ایک ٹکڑا گرا کر دکھائے۔کوئی کہتا کہ آسمان پر جا کر ایک کتاب ہمارے نام اُتار لائے۔اس قسم کے واہی فضول سوال ہر طرف سے ہونے لگے جس سے حق تعالیٰ کا عتاب ان پر ہوا۔اس پر مرزا صاحب نے یہ بات جمائی کہ کھلے کھلے معجزات دکھلانے سے حق تعالیٰ انکار کرتا ہے۔کیا شق القمر کھلی نشانی نہ تھی جس کی مرزا صاحب بھی ازالۃ الاوہام میں تصدیق کرتے ہیں یا جمادات و نباتات حیوانات میں پورا پورا تصرف اس قابل نہ تھا کہ کھلی نشانی سمجھا جائے۔معجزہ کی حقیقت اگر سمجھ لی جائے تو معلوم ہوگا کہ کفار کے اس قسم کے سوالات کیسے فضول اور بے موقع تھے۔بات یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ نے کسی نبی کو کسی قوم میں بھیجا تو ان کو چند نشانیاں ایسی دیں کہ جن کو تھوڑی بھی عقل اور طبیعت میں راستی تھی وہ مان گئے کہ بیشک یہ نشانیاں خدا ہی کی دی ہوئی ہیں ممکن نہیں کہ کوئی مفتری اس قسم کا کام کر سکے اس لئے وہ انبیا کی تصدیق کرتے اور اُن پر ایمان لاتے تھے۔اس کی توضیح کے لئے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں اگرچہ خدائے تعالیٰ کے کارخانہ کی کوئی مثال نہیں بن سکتی مگر سمجھنے کے لئے ان مثالوں سے تائید ملتی ہے۔ یہ بات ہر شخص جانتا ہے اور اکثر اس کا تجربہ ہے کہ جب کسی کو اپنے مکان سے مثلاً کسی چیز کے منگا نے کی ضرورت ہوتی ہے تو مالک مکان کسی اعتمادی شخص کے ہاتھ بطور نشانی کوئی ایسی چیز بھیجتا ہے کہ گھر والے جان لیں کہ وہ مالک مکان کی بھیجی ہوئی ہے۔پھر وہ فرستادہ شخص جب وہ نشانی ان لوگوں کو دکھا دیتا ہے تو وہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ مقصود مالک کا اس نشانی کے بھیجنے سے یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر فرستادہ شخص کو اپنا اعتمادی سمجھیں اور جو کچھ کہے مان لیں اور اس کی تعمیل کریں۔اسی وجہ سے کیسی ہی بیش قیمت چیز وہ طلب کرے تو فوراً دیدیں گے اور اگر نہ دیں تو مالک مکان ان پر عتاب اور باز پرس کریگا کہ میں نے خاص اپنی ایسی نشانی بھیجی تھی جو تم اس کو جانتے تھے کہ وہ

میری ہی بھیجی ہوئی ہے پھر تم نے اس کو دیکھ کر میرے حکم کی تعمیل میں کیوں توقف کیا۔ اسی طرح اگر وہ لوگ اس بھیجی ہوئی نشانی پر کفایت نہ کر کے یہ کہیں کہ فلاں نشانی لے آؤ مثلاً مالک کی پگڑی اُتار لاؤ یا مہر وغیرہ جب بھی قابل عتاب ہونگے اور مالک اُن سے پوچھے گا کہ میں نے جو نشانی بھیجی تھی اس سے مقصود حاصل ہو گیا تھا کہ وہ شخص میرا ہی بھیجا ہوا ہے پھر اس پر کفایت نہ کر کے میرے بھیجے ہوئے شخص کی توہین کیوں کی گئی اور اس مسخرگی کی کیا وجہ کہ فلاں نشانی اور فلاں نشانی لاؤ جس سے سراسر میری توہین کی گئی اور میرا فعل لغو ٹھیرایا گیا۔ ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس سوال کا جواب ان بیہودہ سوال کرنے والوں سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ ہاں اس نشانی میں یہ ضرور ہے کہ مالک کے ساتھ اُس کو ایسی خصوصیت ہو کہ کسی جعلسازی کی کارروائی اور دغابازی کا اشتباہ نہ ہو سکے اور اگر مشتبہ نشانی کی تصدیق کر لیں جو کوئی شخص اپنی عقل سے بنا سکتا ہے جب بھی قابل باز پرس ہونگے اس لئے کہ اکثر بد معاش مشتبہ نشانیاں بنا کر لوگوں کو دھوکے دیا کرتے ہیں اور بیوقوف ان کی تصدیق کر کے نقصان اٹھاتے ہیں۔

اب غور کیجئے کہ نبی کی نشانی کس قسم کی ہونی چاہئیے۔ اگر بقول مرزا صاحب عقلی تدبیر ہی معجزہ ہو جیسے شیش محل وغیرہ تو کیا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ خاص خدا کی دی ہوئی نشانی ہے۔ ہرگز نہیں وہ تو ہر شخص جس کو معمولی عقل سے کچھ زیادہ ہو بنا لے سکتا ہے۔

مواہب اللدنیہ میں علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے ایک بار کسی تدبیر سے شیشے میں سالم انڈا داخل کر کے قوم کے روبرو پیش کیا کہ دیکھو معجزہ اسے کہتے ہیں چونکہ وہ تدبیر کسی کو معلوم نہ تھی سب مان گئے اور اسی قسم کے اور عقلی معجزے دکھاتا تھا جن کو جہلاء آیات بینات سمجھتے تھے چنانچہ علامہ زرقانیؒ نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ جب وہ مارا گیا ایک شاعر نے مرثیہ لکھا جس کا مطلب یہ کہ اُس نے کھلی کھلی نشانیاں مثل آفتاب ظاہر کیں کما قال۔

لہفی علیک ابا ثمامہ لہفی علیٰ رکنی یمامہ
کم آیۃ لک فیھم کالشّمس تطلع من غمامہ

کتاب المختار میں لکھا ہے کہ بعض دوائیں ایسی بھی ہیں کہ اگر سوتے وقت اُس کا بخور لیا جائے تو آئندہ کے واقعات معلوم ہوتے ہیں چنانچہ جھوٹے مدعی اسی قسم کے تدابیر سے پیشگوئیاں کیا کرتے ہیں۔

بولس کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ سلطنت چھوڑ کر نصاریٰ میں درویشی ہیٔت سے گیا اور ان کا معتمد علیہ بن کر خوش بیانی اور پرزور تقریروں سے ان کو ان کے قبلہ سے منحرف کردیا اور کل جانور حلال کردئے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کا خدا ٹھیرادیا۔

اسحٰق اخرس کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ دس برس گنگا رہا اور ایک رات کسی تدبیر سے چہرے کو منور بنا قرآن نہایت تجوید سے پڑھ لیا علیٰ روس الاشہاد یہ دعویٰ کیا کہ مجھ سے جاہل اور گنگے شخص کو نبوت ملی چنانچہ تمام کتب آسمانی مجھے یاد ہوگئے اور اب بفضلہٖ تعالیٰ عالم ہوں جو چاہے مناظرہ کرلے۔

خوزستانی کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ کوفہ میں ایک مدت ریاضت شاقہ اٹھا کر اپنی پرزور تقریروں سے سب کا معتمد علیہ بن گیا اور آخر تقلید وغیرہ چھڑا کر من لم یعرف امام زمانہ کی حدیث پرزور دیا اور ایک شخص کو امام زمان بنا کر ایک عالم کو تباہ کیا۔

بہافرید بن ماہ کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ ایک مہین قمیص جو کسی نے ویسا دیکھا نہ تھا پہنکر دعویٰ کیا کہ مجھے یہ خلعت خدا نے دی ہے اور اُس کے ساتھ کئی الہام اور مکاشفات شریک کرکے نبی بن بیٹھا۔

محمد ابن تومرت کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ ایک عالم کو جاہل پاگل بنا کر ساتھ رکھ لیا پھر ایک مجمع کثیر میں اس کو عالم بنادیا اور نجوم سے پیشگوئی کی جو سچی نکلی جس سے ہزار آدمی تک معتقد ہوگئے۔

فتوحات اسلامیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مسیحیت اور ایک نے مہدویت کا دعوے ایک ہی زمانہ میں کیا اور مسیح نے بہت سے عقلی معجزات دکھلائے جس سے لوگ دونوں کے تابع ہوگئے۔

مغیرہ ابن سعید نے جس نے ایک فرقہ مغیریہ جو قائم کرلیا تھا عقلی ہی معجزات دکھلائے تھے جو از قسم نیرنجات وطلسمات تھے۔

مقنع نے چند عقلی معجزات دکھلا کر الوہیّت کا دعویٰ کیا۔

ہزیغ کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ اپنے گروہ سے متفق اللفظ کہلوادیا کہ ہم ہر صبح و شام اپنے بزرگوں کو دیکھ لیا کرتے ہیں۔

احمد کیال کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ قرآن کے معارف اور علوم انفس و آفاق بیان کر کے لوگوں کو تقریر میں بند کر دیتا تھا جس کا دعویٰ تھا کہ اپنا سا مقرر کسی زمانے میں پایا نہیں گیا۔

فارس بن یحییٰ عقلی ہی معجزات سے عیسیٰ موعود بن گیا تھا۔

تفصیلی حالات ان لوگوں کے حسن ظن کی بحث میں لکھے ہیں وہاں دیکھ لئے جائیں اس کے سوا عقلی معجزے بہت ہیں کہاں تک لکھے جائیں طالبین حق کے لئے اتنے ہی کافی ہو سکتے ہیں۔

مرزا صاحب نے ایک رسالہ موسوم باعجاز المسیح لکھ کر اعلان دیا ہے کہ ستر (۷۰) دن میں یہ کتاب میں نے لکھی اور سید مہر علی شاہ صاحب نہ لکھ سکے اس لئے یہ کتاب معجزہ ہے چنانچہ اسی اشتہار میں لکھتے ہیں یہی تو معجزہ ہے اور معجزہ کیا ہوتا ہے۔ یہ کتاب اگر معمولی خط سے لکھی جائے تو چار جزو سے زیادہ نہیں ہے اس پر مرزا صاحب کا اپنے مکان میں لکھنا مخالفین کو اس اشتباہ کا موقع دیتا ہے کہ خود نے لکھی ہے یا کسی اور سے لکھوائی ہے چنانچہ خود اسی اعلان میں فرماتے ہیں کہ: مخالفین کا خیال ہے کہ یہ اس شخص کا کام نہیں کوئی اور پوشیدہ طور پر اس کو مدد دیتا ہے۔ ستر (۷۰) دن میں چار جز کی کتاب لکھنا یا لکھوانا اگر معجزہ ہے تو باوجود قلت علم کے اس زمانے میں بھی ایسے معجزات بکثرت ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اگر مرزا صاحب کسی ادیب کے سامنے بیٹھ کر قلم برداشتہ کوئی کتاب لکھدیں تو بھی وہ معجزہ نہں ہوسکتا کیونکہ منشی ایسے کام کیا ہی کرتے ہیں چہ جائیکہ اتنی مدت میں ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا جائے اور اس میں دوسرے کی مدد کا گمان بھی ہو تو وہ کیونکر معجزہ سمجھا جائے۔ اگر مرزا صاحب کوئی اعلان جاری فرمائیں کہ اتنی ہی بڑی مسجع کتاب کوئی لکھدے تو میں نبوت کے دعوی سے توبہ کرتا ہوں تو ملاحظہ فرمالیں گے کہ کتنے رسالے شائع

ہو جاتے ہیں۔ مرزا صاحب نے ستر (۷۰) دن کی مہلت اس چار جزء کے رسالہ کے واسطے جو قرار دی تھی اور مقابلہ کہ لئے شاہ صاحب وغیرہ کو بلوایا تھا اس سے ظاہر ہے کہ طبیعت آزمائی اور لیاقت نمائی اس سے مقصود تھی کیونکہ سجعوں کی تلاش اور تک بندی وغیرہ کے لئے کتب لغت وغیرہ کی مراجعت ضرور ہے اور اگر شاہ صاحب نے فی الواقع باوجود اقرار کے اس مدت میں کوئی کتاب نہیں لکھی تو بیشک مرزا صاحب کی ذکاوت طبع اور ممارست فن ادب اُن سے زیادہ ثابت ہوگی مگر اس سے نبوت کا ثبوت محال ہے۔ عبارت میں تکلف سے سجعوں کا فراہم کرنا اور صنائع و بدائع کا التزام زائد از ضرورت ہے جو صرف طبیعت آزمائی اور لیاقت نمائی کی غرض سے ہوا کرتا ہے۔ نبوت سے اُس کو کچھ تعلق نہیں بلکہ ایسے تکلفات مذموم سمجھے جاتے ہیں بخاری شریف (کتاب الطب' باب الکھانۃ) ص (۸۵۷) میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کیف اعزم یا رسول اللہ من لا شرب ولا اکل۔ ولا نطق ولا استھل فمثل ذلک بطل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انما ھذا من اخوان الکھان یعنی یہ تو کاہنوں کا بھائی ہے۔ چونکہ اعجاز المسیح میں اس کا التزام کیا ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ ان کو اظہار لیاقت مقصود ہے۔ اس مقام میں مخالف فیضی کی تفسیر (سواطع الإلھام) کو ضرور پیش کریگا جس کی نسبت مرزا صاحب نے براہین احمدیہ ص (۳۷۴) میں لکھا ہے کہ بے نقط عبارتوں کا لکھنا نہایت سہل اور آسان ہے اور کوئی ایسی صنعت نہیں ہے جس کا انجام دینا انسان پر سخت مشکل ہوا ہے اسی وجہ سے بہت سے منشیوں نے اپنی عربی اور فارسی املاء میں اس قسم کی بے نقط عبارتیں لکھی ہیں اور اب بھی لکھتے ہیں بلکہ بعض منشیوں کی ایسی بھی عبارتیں موجود ہیں جن کے تمام حروف نقطہ دار ہیں اور کوئی بے نقطہ حرف ان میں داخل نہیں انتہیٰ۔

جب ذکاوت طبع ہی دکھانا منظور تھا تو کاش ایسی تفسیر لکھدیتے جس میں تمام حروف نقطہ دار ہوں جس سے مرزا صاحب کی ذکاوت کا حال بھی معلوم ہو جاتا کہ فیضی کے برابر ہے یا زائد۔ اور تمام مخالفین مان لیتے کہ مرزا صاحب ہمارے زمانہ میں فخر روزگار ہیں اس موقع میں ہم

فیضی کو ضرور قابل تحسین کہیں گے کہ باوجودیکہ پورے قرآن کی ایسی تفسیر لکھی مگر نہ دعویٰ نبوت کیا نہ اس کو معجزہ قرار دیا اور مرزا صاحب چار ہی جزء کا رسالہ اور وہ بھی ایسا کہ تقریباً نصف میں تو سبّ وشتم اور مدح وذم وخود ستائی وغیرہ معمولی باتیں ہیں اور باقی میں اکثر حصہ عیسویت سے متعلق مباحث ہیں جو ایک زمانہ کی مشاقی اور مزاولت وممارست سے مرزا صاحب کو حفظ ہیں ستر دن میں لکھ کر اسکو معجزہ قرار دیتے ہیں یہ زمانہ کے انقلاب کا اثر ہے اگر مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ رسالہ الہام سے لکھا گیا ہے جیسا کہ اس عبارت اشتہار سے ظاہر ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حقیقت میں ایک اور ہے جو مجھے مدد دیتا ہے لیکن وہ انسان نہیں بلکہ وہی قادر توانا ہے جس کے آستانہ پر ہمارا سر ہے۔اس صورت میں مرزا صاحب کے غلبہ کی آسان تدبیر یہ تھی کہ شاہ صاحب کو لکھ بھیجتے کہ آپ مع چند علماء اور ہم کسی جگہ جمع ہوں پھر آپ جس سورہ کی تفسیر چاہیں لکھنے کی فرمایش کردیں ہم بلاتکلف مسجع اور بلیغ وفصیح الہامی عبارت متصل کہتے جائیں گے اور آپ لکھ لیا کریں پھر جب مرزا صاحب اسی طرح عبارت لکھوادیتے تو کسی کو کلام کی گنجائش ہی نہ رہتی اور ایک ہی جلسہ میں فیصلہ ہوجاتا اور ممکن ہے کہ اب بھی یہی تدبیر فرمائیں کیونکہ خدا کی مدد تو ابھی منقطع نہ ہوئی ہوگی۔

مگر یاد رہے کہ انشا پردازی کیسی ہی بلاغت وفصاحت کے ساتھ بے نقط کیوں نہ ہوا گر اعلیٰ درجہ تک ترقی کر جائے تو بھی متنبّی بنا سکتی ہے نبی نہیں بنا سکتی کیونکہ رسول کے ساتھ نشانی ایسی ہونی چاہئیے کہ اس کو بھیجنے والے کے ساتھ خصوصیت ہوتا کہ پرسش کے وقت کسی کو اس عذر کا موقع نہ ملے کہ الٰہی وہ نشانی جو ہمیں دکھلائی گئی تھی وہ تو ہمارے جیسے آدمی نے اپنی عقل سے بنالی تھی کوئی بات مافوق العادت نہ تھی جو انسان کی قدرت سے خارج ہو۔

نشانی طلب کرنا انسان کے جبلیت میں داخل ہے اسی وجہ سے جب کبھی خدائے تعالیٰ نے کسی قوم میں رسول بھیجا اس کے ساتھ کوئی نشانی بھی ایسی دی جس سے پوری حجت قائم ہوجاتی تھی اور نہ ماننے والوں پر عذاب نازل ہوتا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ (غافر) یعنی اُن لوگوں کو رسولوں نے کھلی کھلی نشانیاں دکھلائیں۔ پھر جب انہوں نے نہ مانا تو اللہ نے ان کو پکڑا اور اللہ قوی اور شدید العقاب ہے۔

اب دیکھئے کہ جن نشانیوں کے قبول نہ کرنے پر سخت مواخذہ ہو وہ کیسی کھلی خوارق العادات ہونی چاہئے جس میں کسی قسم کی جلسازی کا اشتباہ نہ ہو اسی وجہ سے حق تعالیٰ رسولوں کو بھیجنے سے پہلے ان کو نشانیاں دیا کرتا تھا چنانچہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ (سورہ طٰہٰ، آیت: ۴۲) یعنی اے موسیٰ تم اور تمھارے بھائی میری نشانیاں کو لیکر فرعون کی طرف جاؤ اور ان نشانیوں یعنی عصا اور ید بیضاء کا امتحان پہلے ہی کرا دیا گیا جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ پھر جب فرعون کے پاس وہ گئے تو پہلے یہی کہا کہ: ہم خدا کے بھیجے ہوئے اس کی نشانیاں لیکر تیرے پاس آئے ہیں کما قال تعالیٰ: قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ (طٰہٰ: ۴۷) اور آخر یہی نشانیاں دیکھ کر ہزار ہا جادوگر وغیرہ مسلمان ہو گئے اور جان کی کچھ پروانہ کی جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ (طٰہٰ: ۷۲) نشانیاں اس قوت کی ہوتی ہیں کہ ایک ہی جلسہ میں اجنبیوں کو ایسے مسخر کر لیا کہ جان دینے پر مستعد ہو گئے۔ اور کل انبیاء کی نشانیاں ایسی ہی ہوا کیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ (النمل: ۱۳، ۱۴) یعنی جب ان کے پاس ہماری نشانیاں آئیں آنکھیں کھول دینے والیں تو لگے کہنے یہ تو صریح جادو ہے اور باوجود یکہ اُن کے دل یقین کر چکے تھے مگر انہوں نے ظلم اور شیخی سے اُن کو نہ مانا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ نشانیاں دیکھ کر کفار انکار تو کرتے تھے مگر ان کے دل ان کی منجانب اللہ ہونے کا یقین کر لیتے تھے اور ظاہر ہے کہ جب تک وہ نشانیاں قدرت بشری سے خارج نہ ہوں کبھی اس قسم کا یقین نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے جہاں لفظ ''آیات'' کا استعمال قرآن

شریف میں ہوا ہے ایسی ہی چیزوں میں ہوا جو قدرت بشری سے خارج ہیں مثلاً قولہ تعالیٰ: وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ (فصّلت:۳۷) وقولہ تعالیٰ : وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ (الروم:۲۴) وقولہ تعالیٰ: وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ (الروم:۴۶) وغیر ذلک ہر چند یہ نشانیاں خاص قدرت الٰہی پر دال ہیں اور انبیاء سے متعلق نشانیاں اُن کی نبوت پر دال تھیں لیکن حق تعالیٰ نے ان دونوں قسموں پر آیات ہی کا اطلاق فرمایا اس لئے کہ دونوں کا صدور خاص قدرت الٰہی سے متعلق ہے اسی وجہ سے کل آیات کا انکار قدرت الٰہی کے انکار کو مستلزم ہے اور عموماً آیات میں جھگڑنے والوں کی شان میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (غافر:۴) یعنی اللہ کی نشانیوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں وقال تعالیٰ: كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ (غافر) یعنی ایسا ہی گمراہ کرتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور شک میں پڑے ہوئے ہیں اور بغیر سند کے اللہ کی نشانیوں میں جھگڑتے ہیں اُن کو بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں اور ایمانداروں کے ہاں۔ اسی طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر یہ بات یاد رہے کہ مرزا صاحب نشانیوں کے باب میں جو جھگڑتے ہیں ان کے پاس بھی کوئی سند نہیں۔ کیا ممکن ہے کہ حوض کا قصہ قرآن کے مقابلہ میں سند بن سکے ہرگز نہیں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۵۶﴾ (غافر) یعنی جن لوگوں کے پاس کوئی سند تو نہیں اور ناحق خدا کی نشانیوں میں جھگڑے نکالتے ہیں ان کے دلوں میں تو بس بڑائی کی ایک ایسی ہی ہوس سمائی ہے کہ وہ اپنے اس مراد کو کبھی پہنچنے والے نہیں۔ ان لوگوں کی شرارتوں سے خدا کی پناہ مانگتے رہو۔ بیشک وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

مرزا صاحب میں اس بڑائی کی ہوس سمائی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے برابر کسی طرح بن جائیں مسیحائی کے درجہ تک تو ترقی ممکن نہیں اس لئے ان کی تنقیص میں اپنا یہ مقصود حاصل کرنا چاہتے ہیں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾ (النمل) یعنی اور جس دن گھیر بلائیں گے ہم فرقے سے ایک گروہ کو جو جھٹلاتے تھے ہماری نشانیاں پھران کی مثلیں بنائی جائینگی یہاں تک کہ جب وہ خدا کے روبرو حاضر ہوں گے تو خدا ان سے پوچھے گا کہ باوجودیکہ تم نے ہماری نشانیوں کو اچھی طرح سمجھا بھی نہ تھا کیا تم نے ان کو بے سمجھے جھٹلایا یا اور کیا کرتے رہے۔

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب نے نشانیوں کی حقیقت سمجھی نہیں جب ہی تو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے خوارق عادات کا انکار ہی کر دیا اور حق تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْ اٰيَاتِنَا مُعَاجِزِيْنَ اُولٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ (سورہ سبا' آیت: ۳۸) یعنی جو لوگ مخاصمانہ ہماری نشانیوں کے توڑنے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں وہ عذاب میں رکھے جائیں گے۔ ازالۃ الاوہام کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب آیتوں کے توڑنے کے کیسے پیچھے پڑ گئے ہیں گویا انہوں نے اپنا کمال اسی میں سمجھ رکھا ہے یہ نشانیوں میں جھگڑنے والوں کی خرابیاں تھیں جن کو مرزا صاحب بھی قرآن میں پڑھتے ہوں گے مگر کچھ پروا نہیں کرتے اور جو لوگ اُن پر ایمان لاتے ہیں اُن کے لئے کیسی کیسی خوشخبریاں اور بشارتیں ہیں کہ نہ قیامت میں اُن کو خوف ہوگا نہ غم بلکہ اپنی بیبیوں کے ساتھ جنت میں جا کر اعلیٰ درجہ کے عیش میں ہمیشہ رہیں گے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّأَكْوَابٍ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ

الْاَعْیُنُ ۚ وَ اَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ (الزخرف) اب ہر شخص مختار ہے چاہے ایمان لا کر یہ دولت بے زوال حاصل کرے یا جھگڑے کر کے وہ عذاب و نکال۔ حق تعالیٰ صاف فرماتا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ (الکھف:۲۹)

اگر اللہ تعالیٰ کسی کو رسول بنا کر بھیجے اور نشانی دکھلانا اسی کے ذمہ کر دے کہ تو ہی اپنی عقل سے کوئی بات بنا لے میں اپنی خاص قدرتی کوئی نشانی تجھے نہ دوں گا تو رسول کو عرض کرنے کا حق ہو گا کہ الٰہی کوئی بات عقل سے میں بنالوں تو آخر ان میں بھی عقلمند لوگ ہیں اگر بھید کھل جائے یا ویسی ہی عقلی بات کوئی دوسرا بنا کر پیش کر دے تو صرف میری رسوائی نہ ہو گی بلکہ تیری قدرت پر بھی الزام آئے گا کہ کیا خدا کوئی ایسی نشانی نہیں دکھلا سکتا تھا کہ آدمی کی قدرت سے خارج ہو اس سے تو رسالت کا مقصود ہی فوت ہو جائے گا۔

کفار کو منہ بولی نشانیاں نہ بتلانے کی وجہ

اب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر غور کیا جائے کہ کیسے کیسے کھلی قدرتی نشانیاں تھیں کہ عقل کے وہاں پر جلتے ہیں جمادات نباتات' حیوانات میں بلکہ عالم علوی تک تصرف کر دکھایا کہ ایک اشارہ سے قمر کو شق فرما دیا کیا ممکن ہے کہ ایسی نشانیوں پر کوئی یہ الزام لگا سکے کہ حضرت نے اپنی عقل سے کام لیا تھا۔ جب ایسی ایسی خارق العادت کھلی کھلی قدرتی نشانیاں دیکھ کر بھی پھر اور نشانیاں کفار نے طلب کیں تو حکم الٰہی ہو گیا کہ بس اب ان سے کہہ دیا جائے کہ جو نشانیاں مجھے دی گئی تھیں وہ تمھیں دکھلا دیں مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ تمھاری منہ بولی نشانیاں بھی دکھلایا کروں۔ البتہ ان کو اس قدر حق تھا کہ انصاف کی راہ سے یہ شبہ پیش کرتے کہ جتنی نشانیاں دکھلائی گئیں ان کے آسمانی ہونے میں تامل ہے مگر ممکن نہ تھا کہ اس قسم کا شبہ پیش کر سکتے ہاں بے ایمانی اور قصور عقل سے ساحر اور شاعر کہتے تھے اس لئے کہ ان کی طبیعتوں میں متمکن تھا کہ جو خلاف عقل کام ہو وہ سحر ہے چنانچہ جب اُن سے قیامت کا حال بیان کیا جاتا کہ تم مر کر پھر اٹھو گے تو یہی کہتے کہ یہ تو

کھلے طور پر سحر ہے کما قال تعالیٰ وَلَئِنْ قُلتَ اِنَّکُمْ مَّبعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ ھٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (سورہ ھود' آیت: ۷) مگر یہ دعوی اس وقت قابل التفات ہوتا کہ کسی ساحر کو نظیراً پیش کردیتے کہ شق القمر وغیرہ مافوق العادت کام اس نے کیا تھا یا کوئی ایسی کتاب پیش کردیتے کہ فصاحت و بلاغت میں قرآن سے بڑھکر یا برابر ہے۔ غرض صدہا خارق العادت نشانیاں دکھلانے کے بعد حضرت کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ ان کی فرمایشی نشانیاں بھی پیش کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تصرّف فی الاکوان حاصل تھا

ہاں اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات وفات شریف تک جاری رہے بلکہ اب تک جاری ہیں مگر وہ کفار کے مقابلہ میں اور بر سبیل تحدی نہ تھے چونکہ حضرت کو تصرف فی الاکوان حاصل تھا جس چیز سے چاہتے ایسا کام لیتے جیسے خدمت گاروں سے لیا جاتا ہے مثلاً جب میدان میں حاجت بشری کا تقاضا ہوتا تو جھاڑوں کو کہلا بھیجتے وہ باہم ملکر مثل بیت الخلاء کے ہوجاتے اسی طرح جب پانی کی ضرورت ہوتی تو خشک کنوئیں کو حکم ہوجاتا فوراً اس سے پانی اُبلنے لگتا اور اس قسم کے صدہا بلکہ ہزارہا معجزے متصل وقوع میں آتے جن میں نہ کسی کا مقابلہ پیش نظر ہوتا نہ تحدی۔ چونکہ ان میں تحدی مقصود نہ تھی اس لئے بعضوں نے ان خوارق کا نام معجزہ ہی نہیں رکھا کیونکہ یہ امور حضرت کے حق میں ایسے معمولی تصرفات تھے جیسے ہمارے تصرف اپنے اعضاء و جوارح میں ہوتے ہیں۔

حکماء بھی معجزوں کو منجانب اللہ کہتے تھے

چنانچہ حکماء بھی اس بات کے قائل ہیں جیسا کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارات کے نمط تاسع میں لکھا ہے والنبی متمیز باستحقاق الطاعة لاختصاصه بالآیات تدل علی انها من عند ربه یعنی کمالات ذاتیہ کی وجہ سے نبی کو استحقاق حاصل ہوتا ہے کہ لوگ اس کی اطاعت کریں جس کی وجہ سے وہ

تمام عالم میں ممتاز ہوتا ہے اس لئے کہ جو نشانیاں اس کو دی جاتی ہیں وہ یقیناً دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کی طرف سے ہیں اور وہ نشانیاں اسی کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں کوئی دوسرا وہ نشانیاں نہیں دکھلاسکتا۔ انتہیٰ اور نیز شیخ نے اشارات کے نمط عاشر میں لکھا ہے ولایستبعدن ان یکون لبعض النفوس ملکۃ یتعدی تاثیر ھا بدنھا اویکون لقوتھا کانھا نفس ماللعالم یعنی عقلاً یہ بعید نہیں کہ بعض نفوس کو ایسا ملکہ اور قوت حاصل ہو کہ بدن سے متجاوز ہوکر دوسری اشیاء پر اس کا اثر پڑے یا وہ نفس کمال قوت کی وجہ سے یہ درجہ رکھتا ہو کہ گویا تمام عالم کا نفس ناطقہ ہے اور اس میں ایسا متصرف ہے جیسے دوسرے نفوس اپنے ابدان متعلقہ میں تصرف کرتے ہیں۔

تصرّف فی الاکوان شرک نہیں

یہاں مرزا صاحب ضرور اعتراض کریں گے کہ یہ عقیدہ شرک فی التصرف ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ تخلیق طیر وغیرہ میں کہا تھا مگر اُس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے بعض صفات مختصہ اپنے بندوں کو بھی عطا کئے ہیں جیسے کہ سمع، بصر، علم، قدرت، ارادہ وغیرہ گو یہ صفات حق تعالیٰ میں علی وجہ الکمال اور اصالتہً ہیں اور بندوں میں ناقص طور پر لیکن عطائے الٰہی ہونے کی وجہ سے آخر بندہ بھی سمیع و بصیر وغیرہ کہلاتا ہے پھر ان میں بھی باہم تفاوت ہے مثلاً کوئی بہت دور سے باریک چیز کو صاف دیکھتا ہے اور کوئی نزدیک سے موٹی چیز کو بھی پورے طور پر نہیں دیکھ سکتا مگر بصیر دونوں کو کہیں گے اسی طرح ہر شخص کو کچھ نہ کچھ تصرف بھی دیا گیا ہے کسی کو اپنے گھر میں کسی کو محلے میں کسی کو شہر پر کسی کو ملک و اقلیم پر۔ پھر تصرف بھی اقسام کے ہیں: کوئی اقلیم میں ایسا تصرف کرتا ہے جو دوسرا اپنے گھر میں بھی نہیں کرسکتا پھر جیسے حکام ظاہر پر تصرف کرتے ہیں۔ طبیب اور عامل آدمی کے باطن میں تصرف کرتے ہیں جس کے آثار ظاہر جسم پر نمایاں ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسمریزم والا روح پر ایسا تصرف کرتا ہے کہ شخص معمول غیب کی خبریں دینے لگتا ہے۔ اور ساحر ارواح خبیثہ پر تصرف کرکے نادر امور ظاہر کرتا ہے جو ان ارواح کے تحت تصرف

ہیں۔غرض حق تعالیٰ نے جس کو جس قدر قوت تصرف عطا کی ہے وہ اپنے مقدورات میں اس کو پورے طور پر استعمال کرتا ہے اگر اختیاری تصرف مطلقاً شرک ہو تو کوئی شخص اس قسم کے شرک سے بچ نہ سکے گا اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ مخلوق کے کل تصرفات کا مدار حق تعالیٰ کی تخلیق پر ہے ممکن نہیں کہ کوئی شخص اپنے تصرف سے کوئی چیز یا کوئی اثر پیدا کر لے۔غایۃ الامر یہ ہے کہ عادت کی وجہ سے آدمی اپنا تصرف خیال کرتا ہے حالانکہ درحقیقت وہ بھی تصرف الٰہی ہے۔اس صورت میں کیسا ہی خارق العادت تصرف فرض کیا جائے وہ تصرف الٰہی سے خارج نہیں ہوسکتا بلکہ معمولی تصرفات مخلوق جب تصرف الٰہی سمجھے جائیں تو خارق العادت تصرف بطریق اولیٰ تصرف الٰہی سمجھا جائے گا۔غرض مسلمانوں کے عقیدہ میں جب یہ توحید جمی ہوئی ہے تو ان کے پاس شرک آنے ہی نہیں پاتا البتہ جو لوگ مخلوق کو مستقل فی التصرف سمجھتے ہیں ان کے مشرک ہونے کے لئے خارق العادت تصرف کی کوئی ضرورت نہیں روز مرّہ معمولی تصرفات ہی ان کو مشرک بنانے کے لئے کافی ہیں۔

اب ہم اُس تصرف کا حال کسی قدر بیان کرتے جس کو ہر شخص اپنے وجدان سے اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور یقیناً سمجھتا ہے کہ یہ کام میں نے اپنے ارادہ اور قدرت سے کیا یہ بات ظاہر ہے کہ جب آدمی کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے اُس کام کا خیال آتا ہے جس کو ہاجس کہتے ہیں۔قبل اس خیال کے آدمی اُس سے غافل رہتا ہے یعنی اُس خیال کے آنے سے پہلے آدمی میں وہ خیال نہیں ہوسکتا ورنہ تقدم الشئے علی نفسہ لازم آئے گا جو محال ہے۔بسا اوقات آدمی کسی کام میں مشغول رہتا ہے بلکہ چاہتا ہے کہ کوئی خیال نہ آئے مگر وہ تو آ ہی جاتا ہے اور خبر تک نہیں ہوتی کہ کیونکر آ گیا۔پھر جب وہ نیا خیال آتا ہے تو پہلے سے جو خیال دل میں موجود رہتا ہے اُس کو ہٹا کر آپ اس کی جگہ قائم ہوجاتا ہے۔اگرچہ کبھی اس خیال کے اسباب ظاہراً موجود ہوتے ہیں۔مثلاً کسی چیز کو دیکھنا یا سننا وغیرہ مگر وہ خیال تو آخر عدم ہی سے وجود میں آ کر نہانخانہ دل میں جلوہ گر ہوتا ہے یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وجود سے وجود میں آیا جو تحصیل حاصل اور محال ہے۔پھر اُس معدوم کو

وجود دینا نہ شرعاً مخلوق سے ہوسکتا ہے نہ عقلاً۔ اگر اُس ہا جس کا وجود آدمی کے اختیار میں ہوتو اول یہ لازم آئے گا کہ انسان بھی کسی معدوم شئے کو پیدا کرتا ہے حالانکہ وہ بدیہی البطلان ہے اور قطع نظر اس کے اگر وہ اختیاری ہوتو ہر فعل اختیاری کے وجود سے پہلے اس کا علم پھر ایجاد کا ارادہ پھر عزم شرط ہے حالانکہ ابھی معلوم ہوا کہ وہ یکا یک عدم سے وجود میں آتا ہے اور اگر اس کا علم وارادہ پہلے سے موجود ہوتو اس میں بھی یہی کلام ہوگا کہ اُن کا وجود ابتداءً ہوا یا ان کا بھی پہلے سے علم وغیرہ تھا یہاں تک کہ امور موجودہ واقعیہ میں تسلسل لازم آئے گا جو باطل ہے اس سے ثابت ہے کہ اس صورت خیالیہ کا وجود آدمی کے اقتدار واختیار سے خارج اور خاص موجد حقیقی کے اختیار میں ہے جس نے اُس کو وجود عطا کر کے آدمی کے دل میں جگہ دی اور اس کے تو حکماء بھی قائل ہیں کہ موثر حقیقی تمام اشیاء میں حق تعالیٰ ہے جیسا کہ علامہ صدرالدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اسفار اربعہ میں لکھا ہے وقول المحققین منھم ان المؤثر فی الجمیع ھو اللہ بالحقیقۃ۔

الحاصل بدلائل یہ ثابت ہے کہ جو خیال آدمی کو آتا ہے اُس کا خالق حق تعالیٰ ہی ہے اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ** (ملک: ۱۴-۱۳) یعنی خواہ تم آہستہ کوئی بات کہو یا بآواز بلند خدائے تعالیٰ تو اس بات کو بھی جانتا ہے جو سینوں میں چھپی ہوتی ہے۔ کیا ممکن ہے کہ جس نے اس کو پیدا کیا وہ نہ جانے اس سے ثابت ہے کہ دل میں بات کا پیدا کرنا خدا ہی کا کام ہے مولانائے روم فرماتے ہیں۔

ہمچنان کز پردہ دل بے کلال   دمبدم درمی رسد خیل خیال

گرنہ تصویرات از یک مغرس اند   درپے ہم سوئے دل چون میرسند

پھر اس خیال کا باقی رکھنا بھی حق تعالیٰ ہی کا کام ہے ممکن تھا کہ جیسے اس ہا جس کو خیال سابق کی جگہ قائم کیا تھا اُس کی جگہ دوسرے خیال کو قائم کر دیتا پھر احد الجانبین کی ترجیح بھی منجانب اللہ ہی ہے اس لئے کہ حدیث نفس کے وقت جو منافع ومضار کی وجہ سے تردد تھا اس کا منشاء ہمّ

وعزم کی حالت میں بھی موجود ہے باوجود اُس کے عزم کی کیفیت جدیدہ کا ابتداءً موجود ہونا بغیر موجد کے ممکن نہیں۔غرض خیال کے ابتدائی وجود سے آخری درجہ عزم تک جتنے مدارج ہیں یعنی ہاجس خاطر حدیث نفس ہم اور عزم سب تخلیق الٰہی ہیں کسی درجہ میں آدمی کے فعل کو دخل تام نہیں پھر عزم کے متصل فعل شروع ہوتا ہے اس کی کیفیت حکماء کے نزدیک یہ ہے جس کو شیخ نے قانون میں لکھا ہے کہ حرکت ارادی جو اعضاء سے متعلق ہے اس کی تکمیل اس قوت سے ہوتی ہے جو دماغ سے بواسطہ اعصاب اعضاء میں پہنچتی ہے۔اِس کی صورت یہ ہے کہ عضلات جو اعصاب ورباطات وغیرہ پر مشتمل ہیں جب سمٹ جاتے ہیں تو وتر (دجو رباط وعصب سے ملتئم اور اعضاء تک نفوذ کئے ہوئے ہیں) کھینچ جاتے ہیں جس سے اعضا کھنچ جاتے ہیں اور جب عضلہ منبسط ہوتا ہے تو وتر ڈھیلا ہوجاتا ہے اور عضو دور ہوجاتا ہے۔اس تقریر سے معلوم ہوا کہ جب نفس کسی ادراک کے بعد کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو عضلات کو کشش وغیرہ دیکر کسی خاص وتر کے ذریعے سے جس عضو کو چاہتا ہے ایک خاص طور پر حرکت دیتا ہے۔

حکماء نے تصریح کی ہے کہ عضلات آدمی کے جسم میں پانسوانتیس (۵۲۹) ہیں اور اعصاب ستتر (۷۷) ہیں یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ نفس کو سر سے پاؤں تک جس عضو کو حرکت دینی ہو پانسوانتیس عضلات اور ستتر اعصاب سے اس عضلہ اور اس عصب وغیرہ کو پہلے معین کرلے جو اس مقصود بالحرکت عضو سے متعلق ہے کیونکہ جب تک وہ خاص عضلہ اور عصب وغیرہ معین نہ ہو اور کیف ما اتفق حرکت دے تو بارہا ایسا اتفاق ہوگا کہ ہاتھ کو حرکت دینا چاہیں تو کبھی پاؤں کبھی آنکھ وغیرہ حرکت کرنے لگیں گے اور عضلات واعصاب وغیرہ کا معین کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ پہلے تمام عضلات واعصاب وغیرہ کو معین طور پر جان لے کہ فلاں عصب اور وتر فلاں مقام سے جدا ہوکر فلاں انگلی تک مثلاً پہنچا ہے اس کی مثال بعینہ ایسی ہے کہ جہاں تاروں کا مجمع ہوتا ہے تو ان تمام تاروں سے اس تار کو معین کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس مقام سے مختص ہو جہاں خبر بھیجی جاتی ہے۔اس موقع میں عقلاً جس عضو کو چاہیں بکرات ومرات حرکت دیکر

غور و تعمق نظر سے کام لیکر اپنے وجدان کی طرف رجوع کریں کہ اس اختیاری حرکت کے وقت کوئی عضلہ یا وتر یا عصب کی طرف اپنے نفس کو توجہ بھی ہوتی ہے یا اندر کوئی عضلہ یا وتر وغیرہ بھی وجدان سے دکھائی دیتا ہے یا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم کسی چیز کو کھینچتے ہیں جس سے وہ عضو کھینچتا ہے۔ ہم یقیناً کہتے ہیں کہ کوئی ان امور کی خبر اپنے وجدان سے ہرگز دے نہیں سکتا اور ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کسی کو اس کی بھی خبر نہیں کہ اعصاب وغیرہ کو حرکت میں دخل بھی ہے یا نہیں۔ ہاں اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم فلاں عضو کو حرکت دینا چاہتے ہیں پھر ہوتا یہ ہے کہ ادھر خاص قسم کی توجہ ہوئی اور ادھر اس کو حرکت ہوگئی یہاں یہ کہنا بے موقع نہ ہوگا کہ عضلہ وغیرہ کو حرکت دینا بھی ہمارے اختیار سے خارج ہے کیونکہ اختیاری حرکت ہوتی تو اس کا علم اور ارادہ ہوتا اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ عضو کی حرکت کا ارادہ بعینہ عضلہ وغیرہ کی حرکت کا ارادہ ہے اس لئے کہ جب ہمارے وجدان ہی میں نہیں کہ عضلہ وغیرہ کوئی چیز بھی ہے تو پھر یہ کیونکہ کہہ سکتے ہیں کہ اُس کی حرکت کا ارادہ ہوا پھر جب بحسب تحقیق اطبا یہ ثابت ہے کہ بغیر عضلات وغیرہ کی حرکت کے کوئی عضو حرکت نہیں کرسکتا تو ضرور ہوا کہ وہی ملتفت الیہ بالذات ہوں گو مقصود بالذات ان کی حرکت نہ ہو حالانکہ ملتفت الیہ بالذات بھی عضو ہی کی حرکت ہے۔ یہ عموماً اعضاء کی حرکت اور افعال کا حال تھا اب آنکھوں کے فعل کا حال سنئے کہ دیکھنے کے وقت حدقوں کو ایک مناسبت کے ساتھ پھیرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس وجہ سے کہ جب تک خطوط شعاعی دونوں آنکھوں کے مرئی پر ایسے طور پر نہ ڈالے جائیں کہ جنکے باہم ملنے سے وہاں زاویہ پیدا ہو وہ شئے ایک نظر نہ آئیگی کیونکہ ہر ایک آنکھ مستقل طور پر دیکھتی ہے اسی وجہ سے احول دو دیکھتا ہے پھر دونوں خط کے ملنے سے شئے مرئی پر جو زاویہ پیدا ہوتا ہے جس قدر کشادہ ہوگا مرئی بڑی نظر آئیگی اور جس قدر تنگ ہوگا چھوٹی نظر آئیگی اسی وجہ سے ہر چیز نزدیک سے بڑی اور دور سے چھوٹی نظر آتی ہے اس کی تفصیل ہم نے کتاب العقل میں کسی قدر شرح و بسط سے لکھی ہے یہاں صرف اسی قدر بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ جب مرئی کے ایک نظر آنے کا مدار خطوط شعاعی کے ملنے پر ہے تو مرئی جس قدر دور یا نزدیک ہوتے جائیگی

حدقہ کی وضع بدلتی جائیگی یہاں تک کہ جب وہ بہت ہی نزدیک ہوجائیگی تو حدقہ ناک کی جانب قریب ہوجائینگے اور بہت دور ہوتو کانوں کی جانب مائل ہونگے۔اب ہم دیکھنے والوں سے پوچھتے ہیں کہ ہرایک گز یا ہاتھ کے فاصلے پر حدقہ کوکس قدر مائل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کو اپنے وجدان میں سوچیں اور اگر وجدان یاری نہ دے تو کسی حکیم کی تقریر سے ثابت کریں کہ اس قدر فاصلے پر کوئی چیز ہوتو حدقوں کواس وضع پر رکھنا چاہئے اور اس قدر فاصلے پر اتنی حرکت دینی چاہئے یہ بات یادرہے کہ کوئی حکیم اس کا اندازہ ہرگز نہیں بتاسکتا۔حالانکہ ہم جب کسی چیز کو دیکھنا چاہتے ہیں تو بغیر اس کے کہ ہم کواس کا طریقہ معلوم ہو یہ سب کچھ ہوجاتا ہے ادھر ہماری خاص توجہ ہوئی ادھر حدقوں نے اپنے موقع پر آکر نشست جمالیا اور ہم کو خبر بھی نہ ہوئی کہ یہ کام کس نے کیا علیٰ ہذا القیاس بات کرنے کے وقت حلق زبان وغیرہ کے عضلات کو کھینچنا اور ڈھیلے چھوڑنا اور مخرج پر جلد جلد لگانا بغیر اس علم کے کہ کہاں کون عضلہ کھینچا جاتا ہے اور ڈھیلا چھوڑا جاتا ہے اس پر دلیل واضح ہے کہ ہمارے اختیار کو اس میں کچھ دخل نہیں ادھر بات کی طرف توجہ خاص ہوئی اور ادھر زبان کی حرکت اور موقع موقع پر جہاں لگنا ہے شروع ہوگیا اگر کہا جائے کہ یہ افعال طبیعت سے صادر ہوتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ حکماء نے اسکی بھی تصریح کی ہے کہ طبیعت محض بے شعور ہے پھر اس کو یہ خبر کیونکر ہوتی ہے کہ نفس فلاں قسم کا کام کرنا چاہتا ہے اور فلاں چیز کو دیکھنا چاہتا ہے اور وہ چیز اس قدر فاصلے پر ہے اور نفس نے فلاں عبارت کو پڑھنا چاہا اور اگر نفس طبیعت کو یہ سب بتادیتا ہے تو اول تو یہ خلاف وجدان ہے اور اگر بالفرض تسلیم بھی کرلیا جائے تو خلاف تحقیق حکماء ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک نفس جزئیات مادیہ کا ادراک نہیں کرسکتا اور جتنے عضلات اور اوتار وغیرہ ہیں سب جزئیات مادیہ ہیں پھر ان مادیات کا ادراک اس کو کیونکر ہوسکتا ہے۔اگر کہا جائے کہ آدمی کی قدرت یہ سب کام کرلیتی ہے تو ہم کہیں گے کہ قدرت ارادے کے تابع اور ارادہ علم کے تابع ہے جب تک کسی چیز کا علم نہیں ہوتا اس کا ارادہ نہیں ہوسکتا اور جب تک ارادہ نہ ہو قدرت کچھ کرنہیں سکتی کیونکہ بغیر ارادہ کے اگر قدرت کام کرنے لگے تو چونکہ آدمی میں ہر کام کی قدرت

ہے تو چاہئے کہ ہر کام ہر وقت ہونے لگے اور آدمی کو دم بھر کی فرصت نہ لینے دے جس سے آدمی دیوانہ مشہور ہوجائے پھر ارادہ بغیر علم کے نہیں ہوتا ورنہ مجہول مطلق کی طرف طلب لازم آئیگی جو محال ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ تحریک عضلات وغیرہ میں صرف قدرت بیکار ہے۔

اب یہاں یہ دیکھنا چاہئے کہ فعل کے وقت تحریک عضلات وغیرہ جو ہوتی ہے وہ خود بخود ہوتی ہے یا ہمارے ارادے سے یا خدائے تعالیٰ کے ارادہ اور تخلیق سے۔ چونکہ یہ ثابت ہے کہ کسی چیز کا وجود بغیر موجد کے نہیں ہوسکتا اس لئے خود بخود عضلات وغیرہ کی حرکت باطل ہے اور تقریر سابق سے ثابت ہے کہ ہمارے ارادے سے بھی حرکت نہیں ہوتی تو وہی تیسری صورت باقی رہ گئی کہ حق تعالیٰ اعصاب وغیرہ میں حرکت پیدا کردیتا ہے یعنی خود حرکت دیتا ہے اور وہ کام وجود میں آجاتا ہے اور یہی ہونا بھی چاہئے اس لئے کہ وہ حرکت ممکن ہے اور ممکن کے احد الجانبین کو ترجیح دیکر اس کو واجب بالغیر بنانا حق تعالیٰ ہی کا کام ہے۔

الحاصل فعل کے سلسلے میں ہا جس سے لیکر وقوع فعل تک کوئی درجہ ایسا نہیں نکلا کہ اس میں حق تعالیٰ کا تصرف نہ ہو۔اس سے ثابت ہے کہ جس طرح آدمی کی ذات وصفات مخلوق الٰہی ہیں اس کے جملہ حرکات وسکنات وافعال بھی مخلوق الٰہی ہیں جیسا کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴿٩٦﴾** (الصّٰفّٰت) اور یث شریف میں یہ دعا وارد ہے **اللھم ان قلوبنا ونواصینا وجوارحنا بیدک لم تملکنا منھا شیئاً فاذا فعلت ذلک بنا فکن انت ولینا واھدنا الی سواء السبیل** یعنی الٰہی ہمارے دل اور پیشانی کے بال اور ہاتھ پاؤں وغیرہ جوارح تیرے ہاتھ میں ہیں اُن میں سے کسی کا مالک ہم کو تو نے نہیں بنایا۔ جب یہ معاملہ تو نے ہمارے ساتھ کیا تو اب تو ہی ہمارے کاموں کا متولی ہوجا اور ہمیں سیدھی راہ دکھا۔اس سے ظاہر ہے کہ ہمارے تصرف اور افعال جن کو ہم اپنے اختیار اور قدرت کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔انہیں سوائے ایک توجہ خاص کے ہم کو کوئی دخل نہیں اور اس کا سبھی مدار خدائے تعالیٰ کے ارادہ اور تخلیق ہی پر ہے۔اور وہ توجہ انہیں اعضاء سے متعلق ہوتی ہے جن کی حرکت سے ہماری اغراض متعلق ہیں اور بعض اعضاء ہم میں ایسے بھی

ہیں کہ کتنی ہی توجہ کیجئے متحرک نہیں ہوتے اور بعض کبھی متحرک ہوتے ہیں اور کبھی نہیں اور بعضوں کے لئے ایک حد مقرر ہے اس سے زیادہ حرکت نہیں ہوسکتی بہرحال جس قدر ضرورت تھی حق تعالیٰ نے ہمارے جسم پر ہم کو ایک قسم کا تصرف دیا جس کی کیفیت اور حقیقت خود ہمیں معلوم نہیں مگر اس بات کا یقین بھی ہوتا ہے کہ افعال ہمارے ہی اختیار سے وجود میں آتے ہیں بلکہ اپنی دانست اور وجدان میں ایک قسم کی تکوین ہم اس کو سمجھتے ہیں۔

چونکہ حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ اپنے رسول سب میں بحسب شرافت ذاتی ممتاز رہیں اور ان کا دباؤ دلوں پر پڑے جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا (سورہ بنی اسرائیل' آیت: ۵۹) اس لئے ان کو یہ نشانی دی گئی کہ عالم میں تصرف کریں اور تصرف کی وہی صورت کہ ادھر ان کی توجہ خاص ہوئی اور اُدھر وقوع منجانب اللہ ہوگیا جیسے ہمارے افعال اختیاری میں ہوا کرتا ہے۔ پھر جو مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص (۲۹۶) میں لکھتے ہیں کہ: اگر خدا اپنے اذن اور ارادہ سے اپنی خدائی صفتیں بندوں کو دے سکتا ہے تو بلاشبہ وہ اپنی ساری صفتیں خدائی کی ایک بندے کو دیکر پورا خدا بنا سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر چند وہ مسلمان خاندان میں پیدا ہوئے مگر نہ اُن کو مسلمانوں کے عقیدہ سے خبر ہے نہ قرآن کی سمجھ۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ نشانی دینا کسے کہتے ہیں اور خدا بنا دینا کیسا ہوتا ہے اور اگر جانتے ہیں تو خود غرضی سے خدائے تعالیٰ کے کلام کی تکذیب کر رہے ہیں حق تعالیٰ صاف فرماتا ہے وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ (سورۃ البقرۃ' آیت: ۲۵۳) یعنی عیسیٰ کو ہم نے کھلی کھلی نشانیاں دیں۔ وہ کہتے ہیں خدا کسی کو ایسی نشانیاں دے ہی نہیں سکتا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے وہ احیائے موتیٰ وغیرہ کیا کرتے تھے مرزا صاحب کہتے ہیں: وہ ممکن ہی نہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے: کسی رسول کی طاقت نہ تھی کہ بغیر ہمارے حکم کے کوئی معجزہ دکھائے کما قال تعالیٰ: وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط (رعد: ۳۸) مرزا صاحب کہتے ہیں کہ: اپنی عقل کے زور سے وہ معجزے تراشتے تھے جو معمولی فطرتی طاقت تھی۔ جس کا مطلب یہ

ہوا کہ خدا نے خاص طور پر ان کو کچھ نہیں دیا تھا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاٰتَیۡنٰہُمۡ اٰیٰتِنَا (حجر:۸۱) غرض کے مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ اس قسم کے معجزے خدائے تعالیٰ کسی کو دے ہی نہیں سکتا کیسی بھاری بات ہے۔ کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاہِہِمۡ ؕ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا۵ (الکھف)۔ حالانکہ براہین احمدیہ میں لکھ چکے ہیں کہ: قرآن کی سب خبریں صحیح ہیں اور ان کو نہ ماننا بے ایمانی ہے۔ چنانچہ اس کے ص (۲۸۹) میں لکھتے ہیں: اور جبکہ اس عالم کا مورخ اور واقعہ نگار بجز خدا کے کلام کے کوئی اور نہیں ہوسکتا اور ہمارے یقین کا جہاز بغیر وجود واقعہ نگار کے تباہ ہوا جاتا ہے اور بادصرصر وساوس ایمان کی کشتی کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالتی جاتی ہے تو اس صورت میں کون عاقل ہے کہ جو صرف عقل ناقص کی رہبری پر بھروسہ کر کے ایسے کلام کی ضرورت سے منہ پھیرے جس پر اس کی جان کی سلامتی موقوف ہے انتھی۔ تقریر بالا سے ظاہر ہے کہ براہین میں اس قسم کی باتیں جو لکھی گئیں صرف زبانی اور مصلحتاً تھیں مرزا صاحب کے دل میں ان کا کوئی اثر نہیں۔

انبیاء کا درجہ تو اُرفع ہے اور ان کو خوارق عادات معجزات دکھلانے کی ضرورت بھی تھی تصرف فی الاکوان تو اولیاء اللہ کو بھی دیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں وھنئت بالتوفیق والقدرۃ والامر النافذ علی النفس وغیرھا من الاشیاء والتکوین باذن الہ الا شیاء فی الدنیا قبل الاخریٰ یعنی ولایت کے ایک درجہ میں تمہارا حکم انفس وآفاق میں جاری ہونے لگے گا اور دنیا میں باذن خالق اشیاء تمھیں صفت تکوین دی جائیگی اور دوسرے مقام میں اسی کتاب کے فرماتے ہیں ثم یر دعلیک التکوین فتکن بالاذن الصریح لاغبار علیہ۔قال تعالیٰ فی بعض کتبہ: یا ابن آدم انا اللہ لا الہ الا انا أقول للشیء کن فیکون واطعنی اجعلک تقول للشی کن فیکون وقد فعل ذالک بکثیر من انبیا ئہ وخواصہ من بنی آدم۔ یعنی بعد اتباع شریعت اور طے مقامات مخصوصہ کے صفت تکوین تمھیں دیجائیگی اور کھلے طور پر تم حق تعالیٰ کے اذن سے اشیاء کو موجود کرسکو گے۔ حق تعالیٰ نے بعض کتب میں فرمایا ہے:

اے ابن آدم میں اللہ ہوں کوئی معبود میرے سوا نہیں جب کسی شئے کو میں کن کہتا ہوں تو وہ موجود ہوجاتی ہے۔تو میری اطاعت کرتو تیرے لئے بھی یہ قرار دوں گا کہ جب تو کسی شئے کو کُن کہے تو وہ موجود ہوجائیگی اور یہ بات بہت سے انبیاء اور خاص خاص لوگوں کو دی بھی گئی چونکہ مرزا صاحب فتوح الغیب سے بھی استدلال کیا کرتے ہیں اس لئے یہ عبارتیں اس سے نقل کی گئیں۔اس کے سوا بزرگان دین کے اکثر تذکروں سے ثابت ہے کہ بہت سے اولیاء اللہ کو تصرف فی الاکوان دیا گیا اور برابر وہ تصرف کیا کرتے تھے اگر وہ واقعات لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب ہوجائیگی۔قطع نظر اس کے مرزا صاحب کو خود دعویٰ ہے کہ **کن فیکون** ان کو بھی دیا گیا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی خارق العادت تصرف طلب کیا جائے تو ضرور فرمادیں گے کہ وہ تو شرک ہے جب قرآن کو ہم نے اس باب میں نہیں مانا تو خود اس کے کیونکر مرتکب ہوسکتے اس سے ظاہر اور مبرہن ہوسکتا ہے کہ **کن فیکون** کا دعویٰ صرف لفظی اور نمائش کے لئے ہے جس کے کوئی معنی نہیں اور جب یہ ثابت ہے کہ ان کو بے انتہا معجزوں کا دعویٰ ہے مگر **کن فیکون** سے متعلق ایک بھی معجزہ انہوں نے نہیں دکھلایا تو مخالف کو ایک بہت بڑا قرینہ ہاتھ آگیا کہ مرزا صاحب کے جتنے معنوی دعوی مثلاً فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول وغیرہ ہیں سب اسی قسم کے ہیں کتابوں سے دیکھ دیکھ کر لکھ لیا ہے۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص (۲۹۶) میں لکھتے ہیں کہ: عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات متشابہات میں داخل ہیں۔اس سے مقصود یہ کہ ان کا اعتقاد کرنیکی ضرورت نہیں۔مگر دراصل یہ بات نہیں بلکہ جو امور خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق قرآن میں ایسے ہیں جن کا سمجھنا غیر ممکن یا دشوار ہے ان پر ایمان لانے کی ضرورت ہے کیونکہ حق تعالیٰ متشابہات کے باب میں فرماتا ہے **وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ** (آلِ عمران:۷) مسئلہ استوا علی العرش میں سلف صالح سے مروی ہے کہ **الاستواء معلوم والکیفیۃ مجھولۃ والسؤال بدعۃ** یعنی نفس

استواء بلا کیف پر ایمان لانا ضرور ہے۔ ابراء اکمہ وابرص اور احیا باذن اللہ وغیرہ معجزات میں کوئی ایسی بات نہیں جو سمجھ میں نہ آئے جتنے بیمار طبیبوں کے علاج سے اچھے ہوتے ہیں آخر باذن اللہ ہی اچھے ہوا کرتے ہیں اسی طرح اکمہ اور ابرص بھی اچھے ہوتے تھے اور مسمریزم سے تحریک ہوا ہی کرتی ہے رہ گیا جان ڈالنا سو وہ بھی کوئی بڑی بات نہیں خدائے تعالیٰ ہمیشہ اجسام میں جان ڈالتا ہی ہے جس سے مرزا صاحب کو بھی انکار نہ ہوگا۔ البتہ اس قدر نئی بات ہوئی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی قم باذن اللہ وغیرہ کہدیا ہوگا پھر اس سے خدا کی قدرت میں کونسی نئی بات پیدا ہوگئی تھی کہ نعوذ باللہ صفت احیا معطل ہوگئی یا ان مردوں میں صفت عصیاں پیدا ہوگئی تھی کہ خدا کے اذن سے بھی انکو جنبش نہ ہوئی۔ یہ اعتقاد مشرکوں کے اعتقاد سے بھی بدتر ہے کیونکہ مشرک بھی خدائے تعالیٰ کو خالق عالم اور متصرف سمجھتے ہیں کما قال تعالیٰ: وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ط (لقمٰن: ۲۵) وقولہ تعالیٰ: وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ط (عنکبوت: ۶۳)

اب اس کے بعد قابل غور یہ بات ہے ک مرزا صاحب ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں کہ: خدائے تعالیٰ کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ سے اتار کر ان سے باتیں کرتا ہے اور بعض وقت ٹھٹے کرتا ہے۔ کسی کو اس میں شبہ نہیں کہ وَجْهٌ اور يَدٌ وغیرہ متشابہات سے ہیں مگر مرزا صاحب کو اس کے سمجھنے بلکہ دیکھنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوا اور عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو صحابہ کے زمانے سے اب تک کسی نے متشابہ نہیں کہا اور نہ کسی حدیث میں یہ مذکور ہے نہ عقل ان کے سمجھنے سے قاصر ہے ان کو خود غرضی سے متشابہ میں داخل کر رہے ہیں عجیب بات ہے۔

کُل اقوام خوارق عادات کے قائل ہیں

تمام روئے زمین پر جو اقوام بستی ہیں ان میں تقریبا کل مسلمان، یہود، نصاریٰ، بت پرست اور مجوس ہیں۔ یہ سب خوارق عادات کے قائل ہیں چنانچہ ہر ایک اپنے اپنے پیشوایان

قوم کے کارنامے، عجیب وغریب بیان کرتے ہیں جن کا وقوع آدمی کی عقل اور قدرت سے خارج ہے اور بن مانسوں کے جیسے تھوڑے لوگ ہونگے جو اس کے قائل نہیں۔ اگر فلاسفہ خوارق عادات کے قائل نہ ہوتے تو چنداں مستبعد نہ تھا اس لئے کہ خلاف عقل اور خلاف طبیعت بات کو وہ جائز نہیں رکھتے مگر آخر عقلاء ہیں دیکھا کہ معجزات انبیا کے بتواتر ثابت ہیں اور تواتر سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بدیہی ہوتا ہے جس کا انکار اعلیٰ درجہ کی حماقت ہے اس لئے انہوں نے بڑے شدومد سے وقوع خوارق کو مدلل کیا چنانچہ اشارات وغیرہ میں اس کے دلائل مذکور ہیں۔

اس آخری دور میں سید احمد خان صاحب کسی مصلحت سے اسلام کی بیخ کنی کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ دعویٰ کیا کہ اسلام کوئی معین دین کا نام نہیں بلکہ وہ مفہوم کلی ہے جو ہر دین پر صادق آتا ہے اس کے لئے نہ خدا کی ضرورت ہے نہ نبی کی چنانچہ تہذیب الاخلاق میں لکھتے ہیں کہ: جن لوگوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ خدا کے وجود کے بھی قائل نہیں ہیں میں تو ان کو بھی مسلمان جانتا ہوں انتہیٰ۔ اور تفسیر میں لکھتے ہیں: ہزاروں شخص ہیں جنہوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی کہ وہ بغیر بولنے والے کے اپنے کانوں سے آواز سنتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو کھڑا ہوا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں ہاں ان دونوں یعنی مجنون اور پیغمبر میں اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنون ہے اور پچھلا پیغمبر گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتاتے تھے انتہیٰ۔ یعنی کسی پیغمبر کا وجود مان بھی لیا جائے تو وہ ایک دیوانہ کا نام ہے کہ خشکی دماغ سے آوازیں سنتا ہے اور کسی خیالی شخص کو دیکھتا ہے یعنی فرشتہ سمجھتا ہے جس کی وجہ سے کافر اُس کو مجنون سمجھتے تھے۔ اور تہذیب الاخلاق میں لکھتے ہیں کہ: انسان کے دین اور دنیا اور اخلاق اور تمدن اور معاشرت بلکہ زندگی کی حالت کو کرامت اور معجزے پر یقین یا اعتقاد رکھنے سے زیادہ خراب کرنے والی کوئی چیز نہیں انتہیٰ۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جب آدمی خوارق عادت کو دیکھ لے تو اُس کو خالق کے وجود پر فوراً یقین آجائے گا اور اس کے بعد نبوت یا ولایت پر۔ اور جہاں نبوت اور ولایت دل میں جمی تو خان صاحب کا

منصوبہ بگڑ گیا اس لئے انہوں نے خوارق کے نزدیک جانے سے روک دیا جس قدر خدا اور رسول کو اثبات حق کے لئے معجزے کی ضرورت ہے اُسی قدر خان صاحب کو اس سے نفرت اور وحشت ہے۔ چونکہ مرزا صاحب کو بھی مثل خان صاحب کے نیا دین قائم کرنے کی ضرورت تھی مگر نہ ایسے طور پر کہ خان صاحب نے کیا کہ لوگوں کا دین تو بگاڑ دیا اور اپنا کوئی نفع نہیں نہ نبوت اپنے لئے تجویز کی نہ امامت بلکہ مرزا صاحب نیا دین ایسے طور پر قائم کرتے ہیں کہ اپنے لئے منصب نبوت اور امامت عیسویت وغیرہ مسلم ہو اور خاندان میں عیسویت مستمر رہے۔ اس لئے ان کو بھی معجزوں سے وحشت اور نفرت کی ضرورت ہوئی ورنہ اگر کوئی بمقتضائے جبلت انسانی نبوت کی نشانی طلب کر لے تو مشکل کا سامنا تھا کیونکہ جیسے پیشگوئیوں میں کاہنوں وغیرہ کی طرح باتوں سے کام نکل آتا ہے۔ خوارق عادات میں نہیں نکل سکتا اس لئے انہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ معجزوں کے دو قسم کر دئے نقلی اور عقلی، نقلی جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں ان کو کتھا اور قصوں کے ساتھ نامزد کر کے ساقط الاعتبار کر دیا اور جو معجزات قرآن شریف میں ہیں اُن میں دل کھول کر وہ بحثیں کیں کہ نہ کوئی پادری کر سکتا ہے نہ یہودی نہ ہندو نہ مجوسی۔ اس لئے کہ وہ بھی آخر خوارق عادات کے قائل ہیں دلائل الزامیہ سے فوراً ان کا جواب ہو سکتا ہے۔ الغرض خوارق العادات میں ایک پہلو یہ اختیار کیا کہ خان صاحب کی طرح ان کے قلع وقمع کی فکر کی اور اپنے زعم میں ثابت کر دیا کہ اظہار معجزات میں انبیاء کی طاقت ایک معمولی طاقت تھی جو عوام الناس میں بھی موجود ہے اور خدا کی طرف سے کوئی نشانی اُن کو ایسی نہیں دی گئی جو مافوق طاقت بشری ہو۔ اور دوسرا پہلو یہ اختیار کیا کہ خوارق عادات انبیاء سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ مگر ہر کس وناکس میں یہ صلاحیت نہیں کہ اُن کو دیکھ سکے۔ چنانچہ براہین احمدیہ ص (۴٦١) میں لکھتے ہیں: معجزات اور خوارق عادات کے ظہور کے لئے صدق اور اخلاص شرط ہے اور صدق واخلاص کے بھی آثار وعلامات ہیں کہ کینہ اور مکابرہ درمیان نہ ہو اور صبر اور ثبات اور غربت اور تذلل سے بہ نیت ہدایت پانے کے کوئی نشانی

کے ظہور تک صبر اور ادب سے انتظار کیا جائے تا خداوند کریم وہ بات ظاہر کرے جس سے طالب صادق یقین کامل کے مرتبہ تک پہنچ جائے لیکن جو لوگ خدائے تعالیٰ کی طرف سے صاحب خوارق ہیں ان کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ شعبدہ بازوں کی طرح بازاروں اور مجالس میں تماشا دکھاتے پھریں اور نہ یہ امور ان کے اختیار میں ہیں۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اُن کے پتھر میں آگ بلاشبہ ہے لیکن صادقوں اور مخلصوں کے پر ارادات ضرب پر اس کا ظہور اور بروز موقوف ہے۔

حاصل یہ کہ جو شخص مرزا صاحب سے اُن کی نبوت کی نشانی طلب کرے وہ پہلے اُن پر ایمان لا دے اور نہایت عقیدت وارادت سے غریب و ذلیل ہو کر مودب بیٹھے پھر انتظار کرتا رہے کہ دیکھیئے کب نشانی ظاہر ہوتی ہے تا کہ میں اُن پر ایمان لاؤں اس وقت خارق عادات معجزہ ظاہر ہوگا۔ اور جہاں کوئی شرط فوت ہوگئی یا قرینے سے معلوم ہوا کہ اس شخص میں کینہ ہے یا مکابرہ کرنا چاہتا ہے تو معجزہ مرزا صاحب کے پاس نہیں آسکتا۔ عقلاء اس تقریر کی شرح خود اپنے وجدان سے کرلیں ہمیں طول کلامی کی ضرورت نہیں۔ ہاں اتنا تو کہنا ضرور ہے کہ قرآن وحدیث سے اور نیز عقل سے ثابت ہے کہ نشانی اور معجزے کی ضرورت مخالفت اور نہ ماننے کے وقت ہوتی ہے۔ اگر کوئی ابتداءً رسالت کو تسلیم کرلے تو اس کے لئے نشانی کی ضرورت ہی کیا۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کافر طالب معجزے سے یہ کبھی نہ فرمایا کہ پہلے تم ایمان لاؤ اور منتظر بیٹھے چقماق کی طرح صدق کی ضرب لگائے جاؤ کبھی نہ کبھی کوئی نشانی دکھ جائیگی۔ فرعون کا واقعہ اظہر من الشمس ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا وہ کیسا جانی دشمن تھا۔ پھر اس کے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام نے کیسی کھلی نشانی ظاہر کی جو اب تک بطور ضرب المثل لکل فرعون موسیٰ کہا جاتا ہے۔

زبان وقلم سے جتنے کام متعلق تھے مرزا صاحب نے بخوبی انجام دیئے۔ الہامات کا سلسلہ متصل جاری رکھا۔ تالیف وتصنیف واشاعت کی کمیٹیاں قائم کردیں۔ مدرسہ کی مستحکم بنیاد ڈالدی۔ عقلی معجزات ایسے دکھائے کہ جعلی نبوت کا نقشہ پیش نظر کردیا جس کو لوگ مان گئے مگر آخر

اصلی اور نقلی کارخانہ میں فرق ضروری ہے اس لئے جس کو معجزہ کہتے ہیں وہ نہ دکھلا سکے اور وہ ان سے طلب کرنا بھی تکلیف مالا یطاق ہے۔انہیں کی ہمت اور رسائی عقل ہے کہ اس باب میں بھی وہ برابر سوال وجواب کئے جاتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ گو سید احمد خان صاحب کو اقدمیت اور نئے دین کے بانی ہونے کی فضیلت حاصل ہے لیکن اُن کی عقل سے مرزا صاحب کی عقل بدر جہا بڑھی ہوئی ہے اس لئے کہ خان صاحب نے اسلام کی ایسی تعمیم کی کہ کوئی فرد بشر اس سے خارج نہیں رہ سکتا اس سے ان کو کچھ حاصل نہ ہوا اور مرزا صاحب نے جو اسلام کو اپنی امت میں محدود کر دیا اس سے ان کی وہ تو قیر ہوئی کہ ان کی تصویر مکانوں میں اس اعزاز اور آداب سے رکھی جاتی ہے کہ شاید کرشن جی کی تصویر کو برہمن کے گھر میں بھی وہ اعزاز نصیب ہو۔

خان صاحب نے نبوت کو جنون قرار دینے سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا مرزا صاحب نبوت کا ایک زینہ بڑھا کر وہ ترقی کی کہ قیامت تک مسیحائی کے سلسلے کو اپنے خاندان میں محفوظ کر لیا۔

خان صاحب معجزات کا انکار کر کے دونوں جہاں میں بے نصیب رہے۔مرزا صاحب نے عقلی معجزات ثابت کر کے لاکھوں روپے حاصل کر لئے جس سے اعلیٰ درجہ کے پیمانے پر مدرسہ وغیرہ کے کام چلا رہے ہیں۔

نبوت کو عام فطرتی قوت دونوں نے قرار دیا مگر خان صاحب بجز اس کے کہ نبوت گھر گھر کر گئے ان کو ذاتی کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ ان کی امت کے لوگ ان کے بھی مقلد نہ رہے اپنی عقل کے مطابق رائے قائم کر لیتے ہیں اور مرزا صاحب نے اس قوت کو قیود و شروط لگا کر ایسی جکڑ بندی کی کہ اس زمانہ میں تو اُن کے گھر سے نہیں نکل سکتی اور ان کی امت ان کی ایسی متبع ہے کہ ان کے کلام کے مقابلہ میں خدا اور رسول کے کلام کو بھی نہیں مانتی۔

معجزوں سے انکار کرنے کا سبب

معجزات اور خوارق عادات کا جو انکار کیا جاتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ دین اور کتب دینیہ سے لوگوں کو چنداں تعلق نہ رہا۔ ورنہ معجزات کا انکار ایک ایسی چیز کا انکار ہے کہ جس کا علم ضروری ہے اس لئے کہ ہزارہا صحابہ نے معجزے دیکھے پھر انہوں نے اپنی اولاد اور شاگردوں سے ان کے حالات بیان کئے پھر وہ کتابوں میں درج ہوئے اور ہر زمانہ اور ہر طبقہ کے لوگ اس کثرت سے ان کی گواہی دیتے آئے کہ ان سب کا اتفاق کر کے جھوٹ کہنا عقلاً محال ہے۔ اس وقت لاکھوں کتابیں موجود ہیں جن میں معجزات و خوارق عادات کا ذکر ہے۔ مسلمان تو اس تواتر کا انکار نہیں کر سکتے۔ ممکن ہے کہ دوسرے اقوام اس کا انکار کریں مگر انصاف سے دیکھیں تو ان کو بھی انکار کا حق نہیں۔ اس لئے کہ اتنی کثرت کے بعد عقلاً بھی اس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ دیکھئے ہندوؤں سے سنتے سنتے کرشن جی کے وجود کا یقین ہو ہی گیا چنانچہ مرزا صاحب کو کرشن جی بننے کی رغبت اسی تواتر کی وجہ سے ہوئی ورنہ صاف فرمادیتے کہ کرشن کیسا اس کا تو وجود ہی ثابت نہیں۔

اگر مسلمانوں کی کتابیں جھوٹی ٹھہر جائیں تو اپنے اسلاف کے حالات اور ان کے وجود کی خبر دینے والی کونسی چیز ہمارے ہاتھ میں رہیگی کوئی ملت اور دین والا آدمی ایسا نظر نہ آئے گا جو اپنی دینی کتابوں کو جھوٹی قرار دیکر اپنے کو اس دین کی طرف منسوب کرے۔

متواتر کا یقین فطرتی بات ہے

جو بات بتواتر پہنچتی ہے اس کو یقین کر لینا آدمی کی فطرتی بات ہے دیکھئے جب بچہ کئی شخصوں کی زبانی سن لیتا ہے کہ یہ تمہارا باپ ہے تو اُس کو یقین ہو جاتا ہے جس کے سبب عمر بھر اُسے باپ سمجھتا اور کہتا ہے۔ اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ آدمی کو حق تعالیٰ نے ایک صفت علم دی ہے۔ جس پر اس کا کمال موقوف ہے علم سے مراد یہاں یقین ہے اگر فرض کیا جائے کہ کسی شخص

میں صفت یقین نہ ہوتو وہ اعلیٰ درجہ کا پاگل اور احمق ہوگا اس لئے کہ جب اس کوکسی بات کا یقین ہی نہیں ہوتا یہ بھی یقین نہ ہوگا کہ میں آدمی ہوں اور نہ کھانے کو یقیناً کھانا سمجھے گا جس سے بھوک دفع ہوتی ہے اور نہ پانی کو پانی اور نہ کسی مفید چیز کو مفید سمجھے گا نہ مضر کو مضر غرض کہ کسی چیز کا یقین نہ ہونیکی وجہ سے اُس کی زندگی جانوروں کی زندگی سے بھی بدتر ہوگی اس لئے کہ آخر جانور اپنے فائدہ کی چیز کو مفید سمجھ کر راغب ہوتے ہیں اور مضر کو مضر یقین کر کے اس سے دور ہوتے ہیں۔ الحاصل انسان کو یقین کی صفت ایسی دی گئی ہے کہ اسی کی بدولت ہر ایک کمال حاصل کرتا ہے۔ پھر یقین حاصل ہونے کے چند اسباب قرار دئے گئے وجدان، مشاہدہ، تجربہ وغیرہ دیکھئے جب آدمی کو بھوک یا پیاس لگتی ہے تو اس کا وجدان گواہی دیتا ہے جس سے یقین ہوجاتا ہے کہ بھوک یا پیاس لگی ہے اور کھانے پینے کی فکر کرتا ہے۔ جس سے بقائے شخصی متعلق ہے اسی طرح کسی کو دیکھنے یا اُس کی آواز سننے سے یقین ہوجاتا ہے کہ یہ فلاں شخص ہے ایسا ہی چند بار کسی چیز کو آزمانے سے یقین ہوجاتا ہے کہ یہ ایسی چیز ہے یا اُس کی یہ خاصیت ہے اسی طرح جب کوئی بات متعدد اشخاص اور مختلف ذرائع سے سنی جاتی ہے تو اُس کے وجود کا یقین ہوجاتا ہے کسی خبر کے سننے سے اکثر وہم کی کیفیت پہلے پیدا ہوتی ہے پھر شک پھر ظن اُس کے بعد یقین ہوتا ہے۔ اس مثال سے ان مدارج کی توضیح بخوبی ہوگی کہ جب کوئی شخص دور سے نظر آتا ہے تو پہلے وہم سا ہوتا ہے کہ وہ فلاں شخص ہے مثلاً زید ہوگا پھر وہ جب کسی قدر قریب ہوتا ہے تو ایک شکّی کیفیت پیدا ہوتی ہے یعنی زید ہونے اور نہ ہونے کے احتمال برابر برابر ہونگے اور کسی ایک جانب کو غلبہ نہ ہوگا پھر جب اور قریب ہوتو ایک جانب کا غلبہ ہوجائے گا کہ مثلاً وہ زید ہی ہے مگر ہنوز ایسا یقین نہیں کہ قسم کھاسکیں پھر وہ جب اور نزدیک ہوا اور ایسے مقام تک پہنچا کہ بصارت نے پوری یاری دی اور جتنے احتمالات زید نہ ہونے کے تھے سب رفع ہوگئے اس وقت ابتداًا ایک ایسی اذعانی حالت دل میں پیدا ہوگی کہ بے اختیار کہہ اٹھے گا کہ واللہ یہ تو زید ہی ہے اور اس پر وہ آثار مرتب ہونگے

جو زید کے آنے پر مرتب ہونے والے تھے مثلاً اگر دوست ہو تو استقبال کے لئے دوڑ جائے گا اور دشمن ہو تو کچھ اور فکر کریگا۔ بہر حال کیفیات قلبیہ ابتدائے رویت سے یقین کے پیدا ہونے تک وقتاً فوقتاً بدلتے رہیں گے اور آخر میں یقین کی کیفیت پیدا ہوگی۔

یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ اس کیفیت یقین پیدا ہونے میں اختیار کو کوئی دخل نہیں اگر آدمی اُس وقت خاص میں یہ چاہے بھی کہ یقین پیدا نہ ہو جب بھی پیدا ہو ہی جائے گا چنانچہ اس آیت شریفہ سے بھی یہی ثابت ہے۔ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ (سورہ نمل آیت ۱۲-۱۱) یعنی معجزوں کو دیکھ کر گو وہ انکار کرتے تھے مگر یقین اُن کو ہو ہی جاتا تھا۔ اسی طرح جب کوئی واقعہ کی خبر آدمی سنتا ہے تو پہلے وہم اس واقعہ کے وقوع کا ہوگا پھر جیسے جیسے مختلف ذرائع سے وہ خبر پہنچتی جائیگی شک اور ظن تک نوبت پہنچے گی اور آخر میں جب جانب مخالف کے احتمالات رفع ہو جائیں تو خود بخود یقین پیدا ہو جائیگا جس کے حاصل ہونے پر انسان بالطبع مجبور ہے اس کی توضیح کے لئے یہ مثال کافی ہو سکتی ہے کہ ان دنوں جب اہل اخبار نے جاپان اور روس کے جنگ کا حال لکھنا شروع کیا اور بالآخر جاپان کی فتح کی خبر دی تو جتنے مدارج یہاں ہم نے بیان کئے سب کا وجدان ناظرین اخبار کو ہو گیا ہوگا کہ ابتداءً کسی ایک اخبار میں جب یہ کیفیت دیکھی گئی ہوگی تو وہم پھر بحسب تواتر اخبار شک اور ظن اور یقین ہو گیا ہوگا۔ اب جن لوگوں کو جاپان کی فتح کا یقین ہے اگر ان سے کوئی ناواقف شخص کہے کہ حضرت کہاں جاپان اور کہاں روس اتنی دور کی ریاستوں میں لڑائی کیسی۔ پھر جاپان کی حیثیت ہی کیا کہ روس سے مقابلہ کر سکے۔ جاپان بے چارہ چین کا ایک صوبہ ہے خود چین روس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور بہت سا ملک اس کے حوالہ کر دیا۔ روس کے کئی صوبہ ایسے ہیں کہ جاپان ان کی برابری نہیں کر سکتا جیسا کہ جغرافیہ سے ثابت ہے پھر یہ کیونکر تسلیم کیا جائے کہ جاپان نے اس عظیم الشان سلطنت روس کے ساتھ مقابلہ کیا اور فتح بھی پائی۔ عقل اُس کو ہرگز قبول نہیں کر سکتی۔ رہی

اخبار کی خبریں سو وہ سب محتمل صدق و کذب ہیں بلکہ قرائن عقلیہ سے کذب ہی کا پلہ بھاری ہے۔ پھر کوئی اخبار نویس اپنا چشم دید واقعہ بھی نہیں لکھا جس کو ایک گواہ قرار دیں۔ سامع کی گواہی کا اعتبار ہی کیا۔ ہر ایک اخبار دوسرے اخبار سے نقل کرتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ سب اخباروں کا مدار ایک اخبار پر ہے جس نے پہلے یہ خبر شائع کی تھی۔ معلوم نہیں اس نے کس مصلحت سے یا لوگوں کی عقل کے امتحان کی غرض سے یہ خبر شائع کردی ہو۔ اور اگر بذریعۂ تار اس کو خبر پہنچی بھی ہو تو تار میں بھی وہی عقلی احتمالات قائم ہیں۔ الغرض ایسے ایسے قوی احتمالات عقلیہ اور شہادت جغرافیہ کے بعد ہم ہرگز یقین نہیں کرسکتے کہ جاپان اور روس میں جنگ ہوئی اور جاپان نے فتح پائی۔ اب ہم ناظرین اخبار سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان احتمالات عقلیہ سے آپ کا وہ یقین جاتا رہے گا جو آپ نے زر خطیر خرچ کر کے بذریعۂ اخبارات حاصل کیا تھا یا اُن احتمالات کو آپ لغو اور اس کے قائل کو پاگل سمجھیں گے۔ میرا وجدان گواہی دیتا ہے کہ ناظرین اخبار پر ان احتمالات کا ہرگز اثر نہ پڑے گا اور یہی جواب دیں گے کہ جیسے اخبار ابتدائی جنگ سے خاتمہ تک ہم نے دیکھے ہیں جس سے وقتاً فوقتاً قلبی کیفیتیں ہماری بدلتے بدلتے یقین کی کیفیت تک نوبت پہنچی۔ اگر آپ بھی دیکھتے تو ہرگز یہ احتمالات قائم نہ کرسکتے اور اس تواتر کے مقابلہ میں آپ کی عقل خود مقہور ہو جاتی۔ اب اہل انصاف غور کریں کہ باوجودیکہ اخبار نویسوں کی نہ دیانت مسلم ہے نہ عدالت صرف تواتر کی وجہ سے جب ان کی خبر کا یہ اثر ہو کہ عقل مقہور ہو جائے تو اہل اسلام کے نزدیک معجزات کی ہزار ہا خبریں ایسے لوگوں کی جن کی دیانت و عدالت بھی ان کے نزدیک مسلم ہے کس درجہ قابل وثوق ہونی چاہئے۔ اب دیکھئے کہ جو شخص ان کتابوں کو نہ دیکھ کر احتمالات عقلیہ پیدا کرے اس کی بات کو مسلمان لغو سمجھیں گے یا قابل وقعت جو لوگ اس مقام میں احتمالات عقلیہ پیدا کرتے ہیں ان کو معذور سمجھنا چاہئے اس لئے کہ انہوں نے صرف خبر کے معنی کا تصور کرلیا کہ الخبر مایحتمل الصدق والکذب اور ذرائع وصول خبر کی اُن کو اطلاع ہی نہیں ہوئی ورنہ ممکن نہ تھا کہ

اُن کو نظر انداز کر سکیں جیسے جاپان کی فتح کی خبر کا حال معلوم ہو۔ الحاصل جن کو اخبار معجزات کی کثرت ذرائع کا علم ہے گو ہر ایک معجزہ کا تواتر ثابت نہ ہو مگر نفس معجزات کے وقوع کا وہ انکار نہیں کر سکتے اور جس طرح مشاہدہ سے یقینی علم ہوتا ہے اسی طرح تواتر سے وقوع معجزات کا ان کو علم ضروری ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول کا مسئلہ اسلام میں ایسا ظاہر اور متفق علیہ ہے کہ ابتدا سے اب تک نہ علمائے ظاہر کو اُس میں اختلاف ہے نہ اولیاء اللہ کو قرآن وتفاسیر واحادیث وغیرہ کتب اسلامیہ اُس کے ثبوت پر گواہ ہیں۔ مگر مرزا صاحب باوجود اس تواتر کے اس کا انکار کرتے ہیں۔

ناظرین کرزن اخبار پر ظاہر ہے کہ مرزا حیرت صاحب ایک زمانہ دراز سے مرزا صاحب کا ردوقدح اُس اخبار میں کیا کرتے تھے مگر مرزا صاحب پر اُس کا کچھ اثر نہ تھا آیات واحادیث واقوال میں گفتگو اور ردوقدح برابر کرتے رہے۔ مرزا حیرت صاحب بھی آخر مرزا ہیں انہوں نے دیکھا کہ وہ یوں نہ مانیں گے اور عمر بھر باتیں بنائے جائیں گے اور اُن کی کج بحثیوں سے لوگوں کے خیال میں یہ بات متمکن ہوتی جائے گی کے مرزا صاحب کو کوئی قائل نہیں کر سکتا جس سے اُن کی حقیت کا گمان عموماً جاہلوں کو پیدا ہوگا اس لئے انہوں نے ایک ایسے مسئلے میں گفتگو شروع کی کہ عالم سے لیکر جاہل تک کسی کو اُس میں اختلاف نہیں اور جس کی واقعیت کا اثر اسلامی دنیا میں یہاں تک ہے کہ ہر سال لاکھوں روپے صرف کئے جاتے ہیں اور اس تواتر کی وجہ سے ہندو بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوکر ہزارہا روپے نذر ونیاز میں صرف کرتے ہیں یعنی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور واقعہ کربلا کا انکار ہی کر دیا اور عقلی قرائن قائم کر کے بخاری وغیرہ کی معتبر احادیث کو رد کیا۔ اور کل کتب سیر اور تواریخ میں کلام کر کے اس باب میں اُن سب کو ساقط الاعتبار کر دیا۔ اب ہر چند علماے شیعہ اور اہل سنت تواتر وغیرہ دلائل پیش کرتے ہیں مگر وہ ایک نہیں مانتے اور کج بحثیوں سے سب کا جواب دئے جاتے ہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ ایک بڑی کتاب کا سامان فراہم ہوگیا ہے۔ اخبار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا ہے کہ جس طرح مرزا صاحب نصوص میں تاویلیں اور تواتر میں

کلام کرتے ہیں اور عقل کے زور سے ہر موقع میں کچھ نہ کچھ گھڑ لیتے ہیں وہ بھی وہی کررہے ہیں۔اس سے یقین ہوتا ہے کہ جس طرح مرزا صاحب کی چل گئی اُن کی بھی چل جائے گی اور اُن کی کتاب بھی مقصود پورا کرنے میں مرزا صاحب کی ازالۃ الاوہام سے کم نہ ہوگی چنانچہ ابھی سے بعضوں نے ہاں میں ہاں ملادی اور ہم خیال پیدا ہونے لگے۔

قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا حیرت صاحب کو اس کتاب کے لکھنے سے یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ جب آدمی کج بحثی پر آجائے تو کیسی ہی روشن بلکہ اظہر من الشّمس بات کیوں نہ ہو اس پر بھی وہم اور شک کی ظلمت ڈال سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ خدائے تعالیٰ ہی کہ منکر ہیں برابر اہل حق کا مقابلہ کئے جاتے ہیں اور کوئی اثر براہین قاطعہ کا اُن کے دلوں پر نہیں پڑتا۔

مرزا حیرت صاحب نے باوجود اس سخت مقابلہ کے جو قادیانی صاحب کے ساتھ ان کو تھا کہ کوئی پرچہ اُن کے اخبار کا ایسا نہیں نکلتا تھا جس میں قادیانی صاحب پر سخت حملہ نہ ہوتا۔ یکبارگی اُن کا تعاقب چھوڑ کر مسئلہ شہادت چھیڑ دیا اُس میں یہ مصلحت ضرور ہے کہ اس بحث میں بھی روئے سخن قادیانی صاحب ہی کے طرف ہے کہ جس طرح آپ متفق علیہ مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ہم بھی اسی قسم کے بلکہ اس سے زیادہ تر روشن مسئلہ کا انکار کرتے ہیں اگر تیزی طبع کا کچھ دعویٰ ہے تو میدان میں آکر چوں و چرا کیجئے اور جواب لیجئے مگر مرزا صاحب باوجود اُس خصومت کے جو ایک مدت سے چلی آرہی ہے اور باوجود اُس دعوی کے کہ میں حکم بنکر آیا ہوں اور ایسے امور کے فیصل کرنے کا مامور ہوں تجاہل کر کے خاموش ہوگئے اور یہ غنیمت سمجھا کہ کسی طرح پیچھا تو چھوٹا مگر یاد رہے کہ اس مسئلہ شہادت کا اثر مرزا صاحب کی کارروائیوں پر ضرور پڑے گا اور ادنیٰ عقل والے بھی سمجھ جائیں گے کہ دونوں مرزا ایک ہی قسم کا کام کررہے ہیں۔اور جس طرح انکار شہادت عقلی احتمالوں کے پیدا کرنے سے کوئی عاقل کر نہیں سکتا اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا انکار عاقل مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ہم بھی اس مقام میں ایک سچی پیشگوئی

کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کو کتنا ہی اشتعال دیجئے وہ مرزا حیرت صاحب کا مقابلہ نہ کریں گے اور بالفرض کیا بھی تو ممکن نہیں کہ کامیاب ہوسکیں۔

یہاں ایک دوسرا مسئلہ پیش نظر ہوتا ہے کہ تواتر جس کے بعد یقین کی کیفیت جو پیدا ہوتی ہے اُس کے لئے کتنے شخصوں کی خبر کی ضرورت ہے سو اس کا تصفیہ خود ہر شخص کا وجدان کر لے سکتا ہے اس لئے کہ یقینی کیفیت ایک وجدانی خبر ہے اگر یہ قرار دیا جائے کہ مثلاً سو آدمیوں کی خبر سے یقین ہو جاتا ہے تو بعض مواقع ایسے بھی ہوں گے کہ سو تو کیا لاکھوں آدمیوں کی بات بھی قابل اعتبار نہ سمجھی جائے گی مثلاً کوئی جھوٹا نبوت کا دعویٰ کر کے کسی بات کی خبر دے اور اُس کے ہزار ہا پیرو بھی وہی خبر دیں تو یقین تو کیا وہم بھی نہ ہوگا دیکھ لیجئے مرزا صاحب خبر دیتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے اور اُن کے اتباع بھی لوگوں سے یہی کہتے ہیں مگر اب تک کسی کو وہمی طور پر بھی اس کا تصور نہ ہوا بہ خلاف اس کے مسلمانوں کو اپنے نبی کی خبر پر وہ یقین ہوتا ہے کہ اگر اس کے خلاف لاکھوں آدمی کہیں تو اس یقین پر ذرا بھی برا اثر پڑ نہیں سکتا اسی طرح مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہے کہ کل صحابہ علیھم الرضوان عدول اور سچے تھے۔ اس وجہ سے مسلمان کو دو چار ہی صحابہ کا اتفاق کسی خبر پر معلوم ہو تو اُس کی یقین کی کیفیت دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور منافق سو صحابیوں کی خبر کو بھی نہ مانے گا۔ الغرض اس یقین کی کیفیت پیدا ہونے کا مدار حسن ظن پر ہے جس قدر مخبروں پر حسن ظن زیادہ ہوگا اذعانی کیفیت جلد پیدا ہوگی اور احتمالات عقلیہ جلد مقہور ہو جائیں گے اور جس قدر بدگمانی زیادہ ہوگی احتمالات عقلیہ زیادہ شورش کریں گے دیکھ لیجئے مرزا صاحب کو چونکہ اسلاف پر بالکل حسن ظن نہیں اس لئے حدیث وتفسیر میں ایسے ایسے احتمالات عقلیہ کر دیتے ہیں کہ اب تک کسی مسلمان کو نہیں سوجھے علیٰ ہذا القیاس خان صاحب کا بھی یہی حال ہے۔

مسلمانوں کی شناخت

اب مشکل یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی ہدایت پر ہونے کی شناخت حق تعالیٰ نے یہ مقرر کی ہے کہ صحابہ علیہم الرضوان کے سے اعتقاد ہم میں ہوں چنانچہ ارشاد ہے **قولہ تعالیٰ** فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (سورہ بقرہ آیت ۱۳۷) یعنی حق تعالیٰ صحابہ علیہم الرضوان سے مخاطب ہو کے فرماتا ہے کہ اگر تمھاری طرح وہ لوگ بھی اُن خبروں پر ایمان لائیں یعنی کامل اعتقاد رکھیں تو وہ ہدایت پر ہیں اب اگر احادیث ساقط الاعتبار کر دئے جائیں تو کیونکر معلوم ہو کہ صحابہ علیہم الرضوان کا اعتقاد کیا تھا مثلاً تمامی کتب اسلامیہ سے ثابت ہے کہ صحابہ علیہم الرضوان کا یہی اعتقاد تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور قریب قیامت آسمان سے اتر ینگے جس کو ہر زمانہ کے محدثین ، فقہا ، اولیاء اللہ اور جمیع علماء بیان کرتے اور اپنی تصنیفات میں لکھتے رہے جس پر آج تک کل امت گواہی دیرہی ہے اور ایک روایت بھی کسی کتاب میں نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مرکر مردوں میں جا ملے۔ اس صورت میں اگر تمام کتب ساقط الاعتبار ہوں تو کیونکر معلوم ہو کہ اس مسئلہ میں ہم صحابہ علیہم الرضوان کے اعتقاد پر ہیں یا نہیں۔

مرزا صاحب کی یہ خودغرضی کا نتیجہ ہے کہ تمام امت کے ساتھ بدظنی کی جارہی ہے اور اس تواتر کو اتنی بھی وقعت نہیں دی گئی جو یورپ کے اخبار نویسوں کو دی جاتی ہے۔ جتنا ہندوؤں کے کہنے سے مرزا صاحب کو کرشن جی پر اعتقاد ہے اس کا ہزارواں حصہ اس مسئلے پر نہیں حالانکہ کروڑہا اکابر دین اور مسلمانوں کی شہادت سے ثابت ہے۔

اب مرزا صاحب کے عقلی معجزات کا حال کسی قدر بیان کیا جاتا ہے اُنہوں نے اپنے عقلی معجزات ثابت کرنے سے پہلے یہ تمہید کی کہ اس دارالابتلا میں کھلے کھلے معجزات خدائے تعالیٰ ہرگز نہیں دکھاتا۔ تا ایمان بالغیب کی صورت میں فرق نہ آئے جس کا مطلب ظاہر ہے کہ اگر کھلے کھلے معجزات ظاہر ہوں تو ایمان بالغیب جو مطلوب ہے باقی نہ رہے گا۔ اس سے مقصود یہ کہ خود کھلے

معجزات اس وجہ سے نہیں دکھاتے کہ کہیں لوگوں کے ایمان بالغیب میں فرق نہ آجائے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان ویقین کے درجہ سے نکل کر عیاں کے درجہ کو پہنچ جائیں گے جو ایمان کے درجہ سے بھی ارفع ہے۔ مگر براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ: جو معجزات تصرف عقلی سے بالاتر ہیں وہ محجوب الحقیقت ہیں اور شعبدہ بازیوں سے منزہ کرنا ان کا مشکل ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ یعنے وہ ایسے مشتبہ ہیں کہ ان کا یقین بھی نہیں ہوسکتا۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کھلے معجزات میں بجائے اس کے کہ ایمان بالغیب میں فرق آئے شعبدہ بازی کے اشتباہ کا ایک حجاب اور زیادہ ہوتا ہے اب کونسی بات کو سچ سمجھیں۔ مرزا صاحب خاطر جمع رکھیں کہ اگر کوئی کھلا معجزہ دکھلائیں گے تو کسی کے ایمان بالغیب میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ہمت کر کے چند معجزے ایسے دکھلائیں کہ تصرف اور تدبیر عقلی سے بالاتر ہوں جیسے خود ازالۃ الاوہام ص (۳۰۱) میں تحریر فرماتے ہیں: معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو محض سماوی ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ جیسے شق القمر جو ہمارے سید ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور خدائے تعالیٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راست باز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کو دکھایا تھا انتہیٰ۔ اگر چیکہ معجزہ شق القمر بھی مرزا صاحب کی تحقیق مذکور کے موافق محجوب الحقیقت ہے مگر اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت میں ایسے معجزات کا دکھانا ممکن ہے جس سے راستبازوں کی عظمت ظاہر ہوا کرتی ہے۔ پھر مرزا صاحب کی راست بازی کو کیا ہوا کہ کوئی ایسا معجزہ اب تک ان سے صادر نہ ہوا اور وہاں تو مرزا صاحب ہی نہیں بلکہ بروزی طور پر نعوذ باللہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں تو پھر معجزہ شق القمر دوبارا ہو جانا کوئی بڑی بات نہ تھی ہم نے اس کو بھی چھوڑا اقلاً اتنا تو ہوتا کہ کوئی زمینی خارق عادت دکھائی ہوتی۔ آخر جو معجزے بتا رہے ہیں اُن میں بھی اقسام کے کلام ہو رہے ہیں ویسا ہی اُن میں بھی کلام ہوتے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جوانہوں نے لکھا ہے کہ: وہ فطرتی طاقت سے کام لیکر معجزے دکھاتے تھے جو ہر فرد بشر میں موجود ہے۔ اس سے بھی یہی مقصود ہے کہ خود بھی اسی طاقت سے

کام لیکر معجزے دکھاتے ہیں اس صورت میں ضرور تھا کہ چند مادرزاد اندھے اور کوڑیوں کو مثل عیسیٰ علیہ السلام کے چنگے کر دکھاتے۔اور اگر یہ فرمادیں کہ جتنے لوگ قادیانی ہوگئے ہیں وہ مادر زاد اندھے اور کوڑی ہی تو تھے تو ہم اُس کو نہ مانیں گے اس لئے کہ انہوں نے قبل قادیانی ہونے کے خدا ورسول اور جملہ احکام قرآنیہ پر ایمان لایا تھا۔اور اگر اس ایمان کو بھی کفر بتائیں تو یہ کہنا صادق ہوگا کہ مرزا صاحب کے نزدیک اسلام کفر ہے۔

عقلی معجزات کا اختراع کرنا جو کسی نے نہ سنا ہوگا۔ پھر نقلی معجزات کی توہین۔اور عقلی معجزات کی فضیلت اور تحسین وغیرہ امور اس بات پر دلیل ہیں کہ مرزا صاحب کی عقل معجزات دکھانے میں ید طولیٰ رکھتی ہے۔کیوں نہ ہو کل عقلاء کا اتفاق ہے کہ جس عضو اور قوت سے جس قسم کا کام زیادہ لیا جائے اس میں زیادہ طاقت پیدا ہوتی ہے اور مرزا صاحب براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ: وہ لڑکپن سے اسی کام میں مصروف ہیں تو ان کی عقلی قوت بڑھ جانے میں کوئی تامل نہیں۔

عقلا کی تدابیر اور داؤ پیچ

عقلی معجزات کا نام سنکر عقلاء کی عقلوں کو ضرور یہ خیال پیدا ہوگا کہ مرزا صاحب کی عقل مشاقی پیدا کر کے نبوت کرے تو کیا ہم اس قابل بھی نہیں کہ اس کے تراشیدہ معجزات کو سمجھ سکیں۔اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب بہت بڑے عاقل ہیں مگر کا دستور اور مقتضائے عقل ہے کہ جو بڑا کام کرنا منظور ہوتا ہے اُس میں کتب تواریخ و وقائع سے مدد لیکر پہلے علمی مواد حاصل کر لیتے ہیں جس سے عمل میں آسانی ہوتی ہے۔اگر چہ مرزا صاحب ایک مدت دراز سے اسی طرف متوجہ ہیں ان کی نظر عقلاء کی کارروائیوں اور اعجاز نمائیوں میں نہایت وسیع ہے اُس کا احاطہ ہم سے متعذر رہے مگر باوجود کم فرصتی اور بے توجہی کے چند مثالیں جو ہمیں مل گئی ہیں وہ بیان کی جاتی ہیں اس سے ظاہر ہوگا کہ مرزا صاحب نے سابق کے عقلاء سے کیسی مسابقت کی اور انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ بعض امور میں انہیں کی عقل کے گھوڑے بڑے رہے۔

یوذاسف کا دعویٰ نبوت

ابوالریحان خوارزمیؒ نے ’’الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ‘‘ میں لکھا ہے کہ: یوذاسف جو ملک طہمورث کے وقت میں ہندوستان میں آکر نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔اور دراصل وہ ستارہ پرست تھا۔اس نے ابراہیم علیہ السلام کی نسبت یہ تہمت لگائی کہ وہ ستارہ پرست تھے اتفاقاً ان کے قلفہ (عضوِ تناسل کی کھال) میں برص نمودار ہوا اس زمانے میں برص والے کو لوگ نجس سمجھ کر اس سے مخالطت نہیں کرتے تھے اس وجہ سے انہوں نے اپنے قلفہ کو قطع کرڈالا یعنی اپنی ختنہ کی جب کسی بت خانہ میں حسب عادت گئے تو کسی بت سے آواز آئی کہ اے ابراہیم تم ایک عیب کی وجہ سے ہمارے پاس سے چلے گئے تھے اور اب دو عیب لیکر آئے ہو چلو ہمارے پاس سے نکلو اور پھر یہاں کبھی نہ آنا یہ سنکر اُن کو غصہ آیا اور اس بت کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور مذہب بھی چھوڑ دیا اس کے بعد اُن کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور چاہا کہ اپنے بیٹے کو مشتری کے لئے ذبح کریں کیونکہ اس زمانہ میں دستور تھا کہ ایسے مواقع میں اپنی اولاد کو ذبح کیا کرتے تھے جب مشتری کو ان کی سچی توبہ کی صداقت معلوم ہوگئی تو ایک دُنبہ ان کے فرزند کے عوض میں دیدیا۔

اسی طرح مرزا صاحب نے بھی عیسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ مسمریزم سے وہ قریب الموت مردوں کو حرکت دیتے تھے یعنی جادوگر تھے۔اور اپنے باپ نجار سے کلون کی چڑیاں بنانا سیکھ لیا تھا۔اور تالاب کی مٹی میں خاصیت تھی جس سے وہ چڑیاں بناتے اور کلون کے ذریعہ سے حرکت دیتے تھے اور کوڑی وغیرہ کا اسی مٹی سے علاج کرتے تھے۔تعجب نہیں کہ یوذاسف کی تقریر نے مرزا صاحب کو اس طرف توجہ دلائی ہو کیونکہ ’’سخن از پہلوئے سخن می خیزد‘‘ اور اگر بغیر تقلید کے وہ خود انہی کا اختراع ہے تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ ان کی طبیعت یوذاسف کی طبیعت سے کم ہے۔اسی طرح مسیح علیہ السلام کے سولی پر چڑھانے کا واقعہ انہوں نے اپنی طبیعت سے تراشا کہ اُن کو یہود نے سولی پر چڑھایا اور مرگئے سمجھ کر شام سے پہلے اتار لیا اتفاقاً اس وقت آندھی

چلی اور گڑبڑ میں وہ بھاگ گئے اور اپنے وطن کلیل میں مرے اور پھر کشمیر میں آ کر مرے چنانچہ وہاں اُن کی قبر موجود ہے حالانکہ یہ قصہ نہ مسلمانوں کی کسی کتاب میں ہے نہ عیسائیوں کی کتاب میں۔ اسی طرح دجال وغیرہ کے حالات میں اپنی طبیعت سے واقعات اور اسباب تراشتے ہیں۔ اگر اہل علم ازالۃ الاوہام کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارے زمانہ میں مرزا صاحب کی طبیعت یوذاسف کی طبیعت سے اس باب میں کم نہیں واقعات اور آیات واحادیث کے نئے نئے مضامین تراشنے میں ان کو کمال ہے علماء کو عقلی لطف اٹھانے کے لئے یہ کتاب قابل دید ہے اور اگر بیچارے بے علم حسن ظن سے اس کو دیکھیں تو ضرور گمراہ ہوجائیں گے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص ابراہیم علیہ السلام کے اصلی واقعات کو نہ جانتا ہو اور یوذاسف کی تقریر مذکور کو حسن ظن سے دیکھ لے تو پھر اس کو اس بات کی تصدیق کرنے میں کہ ابراہیم علیہ السلام نعوذ باللہ مجوسی تھے کون چیز مانع ہے۔ اس لئے بے علم اور نیم ملا کو مرزا صاحب اور خانصاحب کی تصانیف کا دیکھنا سم قاتل ہے۔

مسیلمہ کذاب کی تدابیر

تاریخ کامل میں علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نہار الرجال بن عنفوہ ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرآن پڑھ کر اہل یمامہ کی تعلیم کے لئے گیا جو سب مسلمان ہو گئے تھے۔ مسیلمہ کذاب نے اس کو کسی تدبیر سے اپنے موافق کر لیا اس نے اہل یمامہ میں یہ بات مشہور کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو اپنی نبوت میں شریک کر لیا ہے چونکہ وہ لوگ نومسلم اور دین کی حقیقت سے ناواقف تھے اور سب میں عالم بلکہ معلم وہی نہار (الرجال) تھا۔ پس انہوں نے حسن ظن سے اس کی تصدیق کر لی اور مسیلمہ کے تابع ہو گئے چونکہ وہ ایک زبان آور عقلمند شخص تھا دعویٰ کیا کہ مجھ پر بھی وحی اترتی ہے اور مسجع عبارتیں یہ کہہ کر پیش کرتا کہ مجھ پر یہ وحی ہوئی ہے چنانچہ ایک وحی اس کی یہ ہے یا ضفدع بنت ضفدع نقی ما تنقین۔ اعلاک فی الماء' واسفلک فی الطین' لاالشارب تمنعین' ولا الماء تکدرین۔ اور

ایک وحی اس کی یہ ہے۔والمبد یات زرعا۔والحاصدات حصدا۔والذاریات قمحا۔ والطاحنات طحنا' والخابزات خبزا۔والثاردات ثردا۔واللاقمات لقما' اھالۃ وسمنا' لقد فضلتم علی اھل الوبر وما سبقکم اھل المدر۔زیقکم فامنعوہ والمعیی فادوہ والباغی فتادوہ۔علامہ خیرالدین افندی آلوسیؒ نے الجواب الفلیح لما لفقہ عبدالمسیح میں عبدالمسیح نصرانی کا قول نقل کیا ہے کہ اس کا پورا مصحف میں نے پڑھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ایک مصحف ہی تصنیف کرڈالا تھا اور دعویٰ یہ تھا کہ وہ الہامی کتاب ہے۔غرض اس نے اس تدبیر سے بنی بنائی قوم کو یعنے مسلمانوں کو اپنے قبضہ میں کرلیکر زبان آوری سے ان کا نبی بن بیٹھا اور کوئی شریعت نئی تجویز نہیں کی بلکہ وہ سب پانچ وقت کی نمازیں پڑھا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بھی معترف تھے۔

مرزا صاحب نے بھی یہی کام کیا کہ پہلے مسلمانوں کو اپنے موافق بنانے کی یہ تدبیر نکالی کہ براہین احمدیہ مخالفین اسلام کے مقابلہ میں تصنیف کی جب معتقدوں کا اعتقاد راسخ ہو گیا تو بنی بنائی قوم کے نبی بن بیٹھے اور اعجاز مسیح لکھ کر معجزہ بھی ظاہر کردیا۔جیسے مسیلمہ نے مصحف لکھا تھا۔ ضرورۃ الامام ص (۲۵) میں لکھتے ہیں کہ: میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کرسکے۔انتہیٰ یہی وجہ تھی کہ مسیلمہ کذاب کی فصاحت و بلاغت کو اس احمق قوم نے نشانی سمجھ لی جس سے گمراہ اور ابدالآباد کے لئے دوزخی بن گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق اُن کے کچھ کام نہ آئی۔

مرزا صاحب کی امت ہنوز اسی خیال میں ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تصدیق کرتے ہیں اس لئے مسلمان ہیں ذرا غور کریں کہ مسیلمہ کذاب کی امت بھی تو حضرت کی تصدیق کرتی تھی مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُس کا کچھ اعتبار نہ کیا اور صحابہ علیھم الرضوان حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو پہلے سے ہو چکا تھا جہاد کر کے ان سب کو قتل کرڈالا۔حق تعالیٰ نے

آدمی کو وجدان بھی بڑی نعمت دی ہے ذرا اس کی طرف توجہ کر کے دیکھیں کہ اگر مرزا صاحب کا واقعہ صحابہ کے زمانے میں وقوع میں آتا تو کیا یہ نبوت مسلم رہتی اور یہ ایمان کافی سمجھا جاتا۔

مسیلمہ کذاب کا مختصر حال جو مواہب اللدنیہ اور اس کی شرح میں مذکور ہے بمناسبت مقام لکھا جاتا ہے کہ اس کی عمر مرتے وقت ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ اس حساب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اسکی عمر سوا سو برس کی تھی اور اُس زمانہ میں رحمن یمامہ مشہور تھا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بسم اللہ الرحمن الرحیم ابتداءً پڑھا کسی نے کہا کہ اس میں تو مسیلمہ کا ذکر ہے وہ مدینہ طیبہ میں وفد بنی حنیفہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا مگر ساتھ ہی یہ درخواست بھی کی کہ آدھا ملک اپنے کو دیا جائے جس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہو گئے پھر یمامہ آ کر نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ نامہ لکھا۔ من مسیلمة رسول اللہ الیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَّا بَعۡدُ فَاِنِّیۡ اَشۡرَکۡتُ مَعَکَ فِی الۡاَمۡرِ وَاِنَّ لَنَا نِصۡفُ الۡاَمۡرِ وَ لِقُرَیۡشٍ نِصۡفُ الۡاَمۡرِ انتہیٰ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ من محمد رسول اللہ اِلی مسیلمة الکذاب سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ اما بعد! فَاِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰہِ یُوۡرِثُہَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ۔ (سورہ اعراف، آیت:۱۰۸) انتہیٰ۔

سجاح کا دعویٰ نبوت

علامہ برہان الدین وطواطؒ نے غرر الخصائص الواضحہ میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اوائل خلافت میں سجاح بنت سوید یربوعیہ نے نبوت کا دعویٰ کیا چونکہ یہ عورت نہایت فصیحہ تھی اور جو بات کہتی مسجع کہتی تھی اس لئے اس کے مسجع اور پرزور تقریروں نے لوگوں کو مسخر کرلیا چنانچہ کئی قبیلے عرب کے اُس کے ساتھ ہو گئے پھر اُس نے بنی تمیم کا قصد کیا چونکہ وہ بہت بڑا قبیلہ ہے۔ اُن سے کہا کہ اگرچہ میں نبیہ ہوں مگر عورت ہوں اگر تم مجھے تائید دو گے تو سلطنت اور امارت تم ہی میں رہیگی۔ انہوں نے قبول کیا ان دنوں مسیلمہ کذاب کی بھی شہرت تھی سجاح نے

کہا چلو اُس کو آزمائیں گے۔ اگر فی الحقیقت نبی ہے تو مضائقہ نہیں ورنہ اُس کے قوم کو شرمندہ کرنا چاہئے اور ایک بڑی فوج لیکر روانہ ہوئی۔ جب مسیلمہ کو یہ حال معلوم ہوا تو گھبرایا اور تحف وہدایا بھیج کر امن کا خواستگار ہوا جب اس نے امن دیا تو چالیس شخصوں کو لیکر اُس کے طرف روانہ ہوا قریب پہنچکر اپنے رفقا سے کہا کہ ایک عمدہ خیمہ اس کے لئے نصب کر کے بخور وغیرہ سے معطر کر دو چنانچہ خیمہ آراستہ اور معطر کر کے اس کی دعوت کی گئی جب وہ خیمہ میں داخل ہوئی اور نبی و نبیہ کا اجتماع ہوا تو ادھر اُدھر کی گفتگو اور موانست کے بعد سجاح نے پوچھا کہ: تم پر کیا وحی ہوئی؟ مسیلمہ نے کہا: (الم تر کیف فعل ربک بالحبلی۔اخرج منها نسمة تسعی۔من بین صفاق وحشی۔کہا اس کے بعد کیا؟ کہا: ان اللہ خلق النساء افواجاً وجعل الرجال لهن ازواجا فنولج فیهن غرا میلنا ایلا جا۔ثم نخر جها اذاشئن اخراجا۔فینتجن لنا سخا لا نتا جا سجاح نے کہا: اشهد انک نبی اللہ مسیلمہ نے کہا: کیا تم مناسب سمجھتی ہو کہ تم سے نکاح ہو اور تمھاری اور ہماری فوج ملکر کل عرب کو فتح کرلے کہا: اچھا۔ ساتھ ہی مسیلمہ نے یہ اشعار پڑھے۔

الا قومی الی النیک	فقد هئی لک المضجع
فان شِئُت ففی البیت	وان شِئُت ففی المخدع
وان شِئُت سلقناک	وان شِئُت علی اربع
وان شِئُت بثلثیه	وان شِئُت به اجمع

اُس نے آخر فقرے کو پسند کر کے کہا: به اجمع فهو للشمل اجمع صلی اللہ علیک مسیلمہ نے کہا: مجھے بھی ایسی ہی وحی ہوئی ہے۔

جب بعد کامیابی کے سجاح اپنے مقام پر گئی لوگوں نے حال دریافت کیا، کہا: کہ مسیلمہ برحق نبی ہے اسی وجہ سے میں نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا لوگوں نے کہا: کچھ مہر بھی دیا گیا۔ کہا: نہیں۔ کہا افسوس ہے تجھ جیسی عورت کا کچھ مہر مقرر نہ ہو ساتھ ہی سجاح لوٹی مسیلمہ نے کہا: خیر تو ہے؟ کہا: مہر کے لئے آئی ہوں۔ کہا: تمھارا موذن کون ہے؟ کہا: شبیب ابن ربعی۔ کہا: اس کو بلاؤ

جب وہ آیا تو مسیلمہ نے کہا: سجاح کے مہر میں تم سب لوگوں سے صبح اور عشا کی نماز میں نے معاف کردی سب قوم میں پکار دو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پانچ نمازیں مقرر کی تھیں ان میں سے دو نمازیں مسیلمہ بن حبیب رسول اللہ نے معاف کردیں چنانچہ بنی تمیم یہ دو نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

اس واقعہ سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ درود اس زمانے میں سوائے انبیاء کے اور کسی کے نام کے ساتھ کہا نہیں جاتا تھا اسی وجہ سے سجاح نے مسیلمہ کو صلی اللہ علیک اس وقت کہا جبکہ اس کے نبوت کا اعتراف کیا۔

اب مرزا صاحب کے نام پر صلی اللہ علیہ جو کہا جاتا ہے وہ سجاح اور مسیلمہ کی سنت ہے اس لئے کہ پہلے جس مدعی نبوت کے نام پر یہ جملہ کہا گیا مسیلمہ کذاب ہی تھا۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ: اسود عنسی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا اس کے روبرو سے ایک گدھا جا رہا تھا اتفاقاً وہ گر گیا اس نے اس کو اپنا معجزہ قرار دیا کہ وہ اپنے کو سجدہ کرتا ہے پھر جب وہ اٹھنے لگا تو کچھ کہہ دیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اُس کے حکم سے گدھا کھڑا ہو گیا۔

الغرض اتفاقی امور سے بھی عقلاء اعجاز نمائی کا کام لے لیتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب نے کئی مواقع میں ایسا ہی کیا۔ طاعون جب تک قادیان میں آیا نہ تھا۔ مرزا صاحب نے اشتہار جاری کیا کہ انہ اوی القریٰ اور للکارا کہ کوئی ہے کہ ہماری طرح اپنے اپنے شہر کی بابت کہے۔ انہ اوی القریٰ۔ اور لکھا کہ طاعون کا یہاں آنا کیسا۔ باہر سے طاعون زدہ کوئی آتا ہے تو اچھا ہو جاتا ہے۔ اور لکھا کہ قادیان محفوظ رہے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تختگاہ ہے اور یہ تمام امتیوں کے لئے نشان ہے۔

پھر جب طاعون قادیان میں پہنچ گیا تو اخبار میں شائع کرایا کہ طاعون حضرت مسیح علیہ السلام کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہا ہے دیکھئے عقلی معجزے اسے کہتے ہیں کہ ایک طاعون سے کھلے کھلے دو عقلی معجزے ظاہر ہو گئے۔

زلزلہ سے جوالکھی کا بت خانہ جب تباہ ہوا تو الحکم مورخہ ۱۷/اپریل ۱۹۰۵ء میں فرماتے ہیں کہ ان بتوں کے گرنے پر خدا کے جری کو یہ وحی ہوئی جاء الحق وزهق الباطل (بنی اسرائیل آیت ۸۱) جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن یہ آیت پڑھی جب کہ وہ بت جو بیت اللہ میں رکھے تھے توڑ دئے گئے آج احمد قادیانی کے منہ سے خدا کی اس وحی کا پھر نزول ہوا۔ فی الحقیقت مشہور آیت کا پڑھ دینا بھی عقلی معجزہ ہے۔ مرزا صاحب ہی کا کام تھا کہ برموقع کمال جرأت سے اپنے گھر میں بیٹھ کر وہ آیت پڑھ دی۔

ازالۃ الاوہام ص (۱۰۷) میں لکھتے ہیں: جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں اور اس نائب کو نیابت کا اختیار ملنے کے وقت تو وہ جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے۔ ص: (۱۱۴) طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ کی جنبش دیجاتی ہے۔ اور تمام انسانوں کے استعدادات مخفیہ ظاہر ہوتے ہیں اور ذخائر علوم وفنون کا فتح باب ہو جاتا ہے صنعتیں کلیں ایجاد ہوتی ہیں اور نیکوں کی قوتوں میں خارق عادت طور پر الہامات اور مکاشفات ہوتے ہیں۔ اور یہ سب اپنا حال بیان فرماتے ہیں جو سباق وسیاق سے ظاہر ہے۔ غرض یہ کہ جتنی کلیں امریکہ اور یورپ میں ایجا ہوئیں مرزا صاحب ہی کے معجزات ہیں۔

اربعین میں لکھتے ہیں کہ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کے لئے ایک بھاری نشان ظاہر ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ تیرہ سو برس سے مکہ سے مدینہ میں جانے کے لئے اونٹوں کی سواری چلی آتی تھی اور قرآن وحدیث میں بالاتفاق یہ پیش گوئی تھی کہ ایک وہ زمانہ آتا ہے کہ یہ اونٹ بیکار کئے جائیں گے اور کوئی ان پر سوار نہیں ہوگا چنانچہ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ سورۃ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (آیت ۴) اور حدیث: یترک القلائص فلا یسعی علیھا اس کی گواہ ہے پس یہ کس قدر بھاری پیشگوئی ہے جو مسیح کے زمانے کے لئے اور مسیح موعود کے ظہور کے لئے بطور علامت تھی جو ریل کی تیاری پوری ہوگئی فالحمد للہ علیٰ ذلک انتہیٰ۔

آیت وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾ (التکویر) سورۂ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ آیت ۴ میں ہے درمنشور میں امام سیوطیؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ واخرج احمد و الترمذی و ابن المنذر و الحاکم و صححه و ابن مردویه عن ابن عمر رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من سره ان ینظر الیٰ یوم القیامة کأنه رأی العین فلیقرأ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ الحدیث یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو یہ اچھا معلوم ہو کہ قیامت کو برای العین دیکھ لے تو اذا الشمس کورت پڑھے۔ کیونکہ اُس میں زمینی اور آسمانی انقلاب پورے مذکور ہیں کہ عشار یعنی گابھن اونٹنیاں جو عربوں کو نہایت مرغوب ہوا کرتی ہیں ان کی طرف کوئی توجہ نہ کرے گا کل وحشی جانور اکٹھے ہوجائیں گے یعنی چرندوں کو درندوں کا کچھ خوف نہ ہوگا۔ پہاڑ اڑ جائینگے۔ سمندروں کا پانی خشک ہوجائیگا۔ تارے گرجائیں گے۔ آفتاب بے نور ہوجائے گا۔ آسمان خراب ہوجائیں گے۔ غرض اونٹنیوں کے معطل ہونے سے مقصود بیان ہول و پریشانی ہے جو نفخ صور کے وقت قیامت کے قریب ہوگی۔ مرزا صاحب نے یہ سمجھا کہ حجاز ریلوی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوجائیگا۔ یہ دوسرا عقلی معجزہ ہے۔ مرزا صاحب نے حجاز ریلوی سے جو یہ کام لیا کہ وہ اپنی نشانی ہے اس سے زیادہ وہ اس سے کام لے بھی نہیں سکتے اس لئے کہ حج کو جانا بھی ان کا عقلاً محال ہے کیونکہ ازالۃ الاوہام میں وہ تصریح سے کہتے ہیں کہ: ہندوستان بلکہ قادیان دارالامان ہے پھر اس دارالامن سے کسی دارالاسلام میں وہ کیونکر جاسکتے تاکہ نوبت سواری کی پہنچے۔ غرض اس ریل کو اپنی سواری اگر تجویز فرماتے ہیں تو ایں خیال است ومحال است کا مضمون صادق ہے اور اگر اونٹنیوں کا بیکار ہونا ہی علامت ان کے مسیح موعود ہونے کی ہے تو مارواڑ کی اونٹنیاں مرزا صاحب کی عیسویت ثابت ہونے نہ دینگی اس لئے کہ باوجود ریل کے وہ اب تک بیکار نہیں ہوئیں پھر حجاز کی اونٹنیاں کیوں بیکار ہونگی۔

ازالۃ الاوہام ص (۷۲۲) میں لکھتے ہیں کہ: آیت وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان میں ایک مفسدۂ عظیم ہوکر آثار باقیہ اسلامی

سلطنت کے ملک ہند سے ناپدید ہوگئے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ مطابق ۱۸۵۷ء ہیں جس کی نسبت خدائے تعالیٰ آیت موصوفۂ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھایا جائے گا۔ پس اس حکیم وعلیم کا قرآن میں یہ فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا یہی معنی رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے جیسا کہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔ اور نیز ازالۃ الاوہام ص (۶۵۷) میں لکھتے ہیں کہ حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئے گا کہ جب علم قرآن زمین سے اُٹھ جائے گا اور جہل شیوع پا جائے گا یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے **لو کان الایمان معلقا عندالثریا لنالہ رجل من فارس** یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو طغیان اس کا اس سن ہجری میں شروع ہوگا جو آیت **وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقَادِرُوْنَ** میں بحساب جمل مخفی ہے۔

اس تقریر میں عقلی معجزہ مرزا صاحب کا یہ ہے کہ ۱۲۷۴ ہجری سے قرآن کو غائب کر دیا پھر ۱۳۰۰ھ میں اسے ثریا سے اتار لایا کیونکہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۸۶) سے واضح ہے کہ مسیح کے ظہور کی تاریخ غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ھ ہے مرزا صاحب کو قرآن غائب کرنے کے لئے اتفاقاً غدر کا موقع ہاتھ آ گیا۔ مگر اس میں یہ کسر رہ گئی کہ غدر تو ہندوستان کے لوگوں نے کیا تھا قرآن حرمین۔ عرب۔ روم۔ شام۔ بلخ۔ بخارا۔ افغانستان۔ چین وافریقہ وغیرہ سے کیوں اٹھالیا گیا۔ مرزا صاحب نے روئے زمین کو ہندوستان میں منحصر کر کے سب کو اس شعر کا مصداق سمجھا۔

ہر آں کرمیکہ در گندم نہانست زمین و آسمان او ہمانست

ورنہ کبھی یہ نہ فرماتے کہ غدر میں قرآن زمین سے اٹھالیا گیا۔ اور قرآن اگر ہندوستان سے اٹھالیا گیا تھا تو دوسرے اسلامی ملکوں میں ضرور باقی تھا۔ پھر پچیس تیس سال تک کیا کوئی دوسرے ملک کا مسلمان ہندوستان میں آیا ہی نہیں یا کوئی ہندوستانی اس مدت میں حج کو ہی نہیں گیا جو وہاں سے اپنے اور اپنے بھائیوں کی دین ودنیا کی بہبودیوں کا ذریعہ اور ایمان کا مدار وہاں سے لے آتا اور مرزا صاحب کو ثریا سے اتار لانے کی زحمت نہ ہوتی اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ جہاں اتفاقی امر

میں مرزا صاحب کو کسی قسم کا موقع ملجاتا ہے تو اس کو استدلال میں پیش کر دیتے ہیں اور کسی بات کی پروانہیں کرتے دیکھئے کس ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ خدا نے قرآن میں فرمایا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائیگا تا کہ جاہلوں اور امنا و صدقنا کہنے والوں کو یقین ہو کہ قرآن ہاتھ سے نکل ہی گیا تھا اگر مرزا صاحب نہ ہوتے تو کس سے یہ ہوسکتا کہ ثریا پر جا کر وہاں سے اُسے لے آتا۔

علامہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المختار میں لکھا ہے کہ حجاز کے کسی شہر میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس کا نام سلیمان مغربی تھا اُس کی عجیب حالت دیکھی گئی کہ جو مہمان اس کے ہاں جاتا جس قسم کے کھانے کی خواہش کرتا غیب سے اُس کا سامان ہو جاتا تھا چنانچہ ہم آٹھ شخص اس کے ہاں گئے ہر ایک نے ایک خاص قسم کے کھانے کی فرمایش کی شیخ اپنے خلوت خانے میں جا کر نماز اور دعا میں مشغول ہوا تھوڑی دیر کے بعد جب باہر نکلا تو ہر ایک کی فرمایش موجود تھی جس سے ہم حیران ہو گئے جوہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے اس کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس کی عورت شہر میں رہتی ہے شیخ کو جو کچھ منگوانا ہوتا ہے حجرے میں جا کر کل فرمائشیں لکھ کر کبوتر کے ذریعے سے اس کے پاس بھیج دیتا ہے اور وہ عورت سب چیزیں تیار کر کے فوراً بھیج دیتی ہے۔ اس عقلی معجزے سے لوگ اس کے بہت معتقد تھے دور دور سے تحف وہدایا اور زر خطیر اس کے پاس بھیجتے تھے جس سے وہ نہایت مرفہ الحال تھا۔

اس قسم کے عقلی معجزات کی تکمیل آدمی اپنی ذات سے نہیں کرسکتا کسی اعتمادی شخص کی تائید کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ یہ شیخ قانع اور خانہ نشین تھا ایک عورت ہی کی تائید اس کے لئے کافی تھی اور جو لوگ بلند ہمت اور مرد میدان ہوتے ہیں اور ایک بڑے پیمانے پر کام چلانا چاہتے ہیں ان کے لئے کئی ہمراز مؤیدوں کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ ابن تومرث کے حال سے ظاہر ہے کہ ایک بڑی جماعت عقلاء و علماء کی فراہم کر کے کام شروع کیا۔ ایک عبداللہ ونشریسی اس کو ایسا مل گیا تھا کہ اس کے سب کاموں کو اس سے فروغ ہو گیا۔ اولاً اس کو دیوانہ بنا کر ساتھ رکھا پھر جب ایک بڑے مجمع میں معجزہ کی ضرورت ہوئی تو مخفی طور پر اس سے کچھ کہدیا۔ یا تو ہمیشہ دیوانہ

اور کثیف قابل نفرت حالت میں رہتا تھا یا نہایت فاخرہ عالمانہ لباس پہنکر مجمع میں آیا اور ایک پرتاثیر واقعہ بیان کیا کہ رات آسمان سے ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور میرا سینہ شق کر کے دل دھوکر قرآن اور موطأ وغیرہ کتب حدیث وعلوم سے بھر دیا۔ جب اس کا امتحان لیا گیا تو واقعی عالم ثابت ہوا۔ ابن تومرت یہ حالت دیکھتے ہی بے اختیار رونے لگا کہ کس منہ سے میں خدا کا شکر ادا کروں اس عاجز کی جماعت میں اس نے ایسے لوگوں کو بھی شریک کیا کہ جس پر فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور جس طرح ہمارے سید ہمارے مولیٰ روحی فداہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا سینہ مبارک شق کیا گیا تھا اس عاجز کی جماعت میں ایک ذلیل سے ذلیل شخص کا سینہ فرشتوں نے شق کر کے قرآن وحدیث اور تمامی علوم لدنیہ سے بھر دیا یہ سب حضرت ہی کا طفیل ہے۔

اس معجزہ کے دیکھنے کے بعد ہزاروں حمقاء معتقد اور جان دینے پر مستعد ہو گئے مرزا صاحب کی جماعت میں فاضل اجل حافظ حکیم مولوی نور الدین صاحب ایسے مدبر شخص ہیں کہ مرزا صاحب کو ان پر ناز ہے اور ہونا بھی چاہئیے۔ ازالۃ الاوہام ص (۷۷۸) میں تحریر فرماتے ہیں کہ: بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہد بیعت فسخ کر دیا تھا اور بہتیرے سست اور مذبذب ہو گئے تھے تب سب سے پہلے مولوی حکیم نور الدین صاحب کا خط اس عاجز کے اس دعوے کی تصدیق میں کہ (میں ہی مسیح موعود ہوں) قادیان میں میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے آمنا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین۔ حکیم نور الدین صاحب جیسے فاضل شخص جب آمنا وصدقنا کہکر امتی بن جائیں تو پھر جاہلوں کی کیا کمی ہے۔ حکیم صاحب کے سوا مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ بھی اس کمیٹی کے معزز ارکان ہیں جن سے مرزا صاحب کو بہت کچھ تائید ملی اور ملتی جاتی ہے۔ ضرورۃ الامام ص (۲۹) میں لکھتے ہیں: ایک جلیل الشان فاضل مولوی حکیم حافظ حاجی حرمین نور الدین صاحب جو گویا تمام جہاں کی تفسیریں اپنے پاس رکھتے ہیں اور ایسا ہی اُن کے دل میں ہزارہا قرآنی معارف کا ذخیرہ ہے۔ یہ لوگ دیوانے تو نہیں کہ انہوں نے مجھ سے بیعت کر لی اور دوسرے ملہموں کو چھوڑ دیا انتہیٰ۔ فی الحقیقت حکیم صاحب جامع الکمالات اور بڑے عقلمند شخص ہیں مگر ونشریسی سے زیادہ مرزا صاحب کو مدد نہ دے سکے۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ ص (۴۶۸) میں لکھتے ہیں کہ: ایک دفعہ روپے کی سخت ضرورت تھی تو آریہ سماج کے چند آدمیوں کے روبرو دعاء کی اور الہام ہوا کہ دس دن کے بعد روپیہ آئے گا اور یہ بھی الہام اسی وقت ہوا کہ تم امرتسر بھی جاؤ گے۔ چنانچہ دس دن کے بعد گیارہویں روز محمد افضل خان صاحب سپرنڈنٹ بندوبست راولپنڈی نے ایک سو دس روپے بھیجے اور بست (۲۰) روپیہ ایک اور جگہ سے آیا۔ سو یہ وہ عظیم الشان پیش گوئی ہے جس کی مفصل حقیقت پر اس جگہ کے چند آریوں کو بخوبی اطلاع ہے۔ اگر قسم دیجائے تو سچی گواہی دیں گے انتہیٰ۔

انصاف سے دیکھا جائے تو مرزا صاحب کی اس کارروائی میں ایک قسم کا اعجاز ہے اگرچہ احتیاطاً دس روز کے بعد کی قید لگائی تھی اس لحاظ سے کہ روپیہ کا معاملہ ہے ممکن ہے کہ بھیجنے والے صاحب وقت مقررہ پر جو خط و کتابت وغیرہ ذرائع سے قرار دیا گیا ہوگا نہ بھیج سکیں مگر ان پر آفریں ہے کہ برابر وقت معین پر بھیج دیا جس سے عقلی پیش گوئی پوری ہوئی۔

براہین احمدیہ ص (۴۷۱) میں لکھتے ہیں کہ: نور احمد خان صاحب الہام کے منکر تھے ان سے کہا گیا کہ خداوند کریم کے حضرت میں دعا کیجائیگی کچھ تعجب نہیں کہ وہ دعا بہ پایۂ اجابت پہنچ کر کوئی ایسی پیش گوئی خداوند کریم ظاہر فرمادے جس کو تم بچشم خود دیکھ جاؤ چنانچہ دعا کی گئی اور علی الصباح بنظر کشفی ایک خط دکھایا گیا جو ایک شخص نے ڈاک میں ڈاک خانہ بھیجا ہے اس خط پر انگریزی زبان میں لکھا ہوا ہے ابی ایم کوڑلر اور عربی میں یہ لکھا ہے ہذا شاہد نزاع چونکہ یہ خاکسار انگریزی زبان سے کچھ واقفیت نہیں رکھتا اس جہت سے پہلے علی الصباح میاں نور احمد صاحب کو اس کشف اور الہام کی اطلاع دیکر انگریزی خواں سے اس انگریزی فقرہ کی معنی دریافت کئے گئے تو معلوم ہوا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ میں جھگڑنے والا ہوں سو اس خط سے یقیناً یہ معلوم ہو گیا کہ کسی جھگڑے کے متعلق کوئی خط آنے والا ہے شام کو ان کے روبرو پادری رجب علی کا خط آ گیا جس سے معلوم ہوا کہ اس عاجز کو ایک واقعہ میں گواہ ٹھیرایا ہے انتہیٰ۔

عقلی معجزے کے لوازم سے ہیکہ جو علوم جانتے ہیں ان کو ایسا چھپانا جیسا کہ کوئی راز کو چھپاتا ہے دیکھئے ونشریسی اوراخرس وغیرہ نے کس عالی حوصلگی سے علم کو چھپایا جو آخر میں معجزہ کا کام دیا اسی وجہ سے مرزا صاحب انگریزی دانی کو چھپاتے ہیں تا کہ اُن الہامات میں جو اکثر انگریزی زبان میں ہوا کرتے ہیں جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے معجزہ کا کام دے۔ اہل دانش پر اس قسم کے معجزات سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ مرزا صاحب کے لوگ ڈاک خانے میں اور دوسرے شہروں میں متعین ہیں کہ ایسے متعلق خبروں کی تحقیق کر کے فوراً لکھدیا کریں تا کہ معجزات کا رنگ نہ بگڑے۔

براہین احمدیہ ص (۴۷۴) میں لکھتے ہیں: از آنجملہ ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج حاجی ارباب محمد لشکر خان کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے یہ پیش گوئی بھی بدستور الہام ہوا کہ حاجی ارباب محمد لشکر خان کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے یہ پیش گوئی بھی بدستور معمول اسی وقت چند آریوں کو بتلائی گئی اور یہ قرار پایا کہ انہیں میں سے ڈاک کے وقت کوئی ڈاکخانے میں جاوے چنانچہ ایک آریہ گیا اور خبر لایا کہ موتی مردان سے دس روپیہ آئے ہیں۔ انتہیٰ

فی الواقع روپیہ بھیجے اور ڈاک خانہ کی ایسے طور پر خبر رکھے کہ بھید نہ کھلنے پائے ہر کسی کا کام نہیں مرزا صاحب نے عقلی اعجاز کر دکھایا ڈاک خانہ والے کی کسی قدر استمالت کی ضرورت ہوئی ہوگی کہ خطوط تقسیم کرنے سے پہلے خبر دیدی یہی عقلی معجزات ہیں جو ہر کسی کا کام نہیں۔

براہین احمدیہ ص (۴۷۷) میں لکھتے ہیں: از انجملہ ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ صبح کے وقت بیداری میں جہلم سے روپیہ روانہ ہونے کی اطلاع دیگئی اور اس بات سے اس جگہ آریوں کو جن سے بعض خود جا کر ڈاک خانے میں خبر لیتے تھے بخوبی اطلاع تھی کہ اس روپیہ کے روانہ ہونے کے بارے میں جہلم سے کوئی خط نہیں آیا تھا کیونکہ یہ انتظام اس عاجز نے پہلے ہی سے کر رکھا تھا کہ جو کچھ ڈاکخانہ سے خط وغیرہ آتا تھا اسکو خود بعض آریہ ڈاک خانہ سے لے آتے تھے اور ہر روز ہر اک بات سے بخوبی مطلع رہتے تھے اور خود اب تک ڈاک خانہ کا ڈاک منشی بھی ایک

ہندو ہے غرض جب یہ الہام ہوا تو ان دنوں میں ایک پنڈت کے ہاتھ سے جو امور غیبیہ ظاہر ہوتے تھے لکھوائے جاتے تھے یہ پیشگوئی بھی بدستور لکھوائی گئی اور کئی آریوں کو بھی خبر دی گئی اور ابھی پانچ روز نہیں گذرے تھے جو پینتالیس روپے کا منی آڈر جہلم سے آ گیا اور جب حساب کیا گیا تو ٹھیک ٹھیک اسی دن منی آڈر روانہ ہوا تھا جس دن اس کی خبر دی گئی تھی انتہیٰ ۔

مرزا صاحب کا جہلم والے صاحب پر کس قدر وثوق ہوگا کہ جو تاریخ منی آڈر بھیجنے کی قرار دی تھی برابر اسی تاریخ انہوں نے بھیجا تا معجزہ جھوٹا نہ ہو جائے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ایسے معجزات کے لئے ایک کمیٹی کی ضرورت ہے جو سب ہم خیال ہوں اور جہاں رہیں اپنے اپنے فرائض منصبی پورے کرتے رہیں۔

اور یہ بھی براہین احمدیہ ص (۴۷۷) میں ہے: از آنجملہ ایک یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کہ خواب میں دیکھا تھا کہ حیدر آباد سے نواب اقبال الدولہ صاحب کی طرف سے خط آیا ہے۔ اور اس میں کسی قدر روپیہ دینے کا وعدہ لکھا ہے۔ یہ خواب بھی بدستور روزنامہ مذکورۂ بالا میں اسی ہندو سے لکھایا گیا اور کئی آریوں کو اطلاع دی گئی پھر تھوڑے دنوں کے بعد خط آ گیا اور نواب صاحب سے سو روپیہ بھیجا انتہیٰ ۔

ہمیں معلوم ہے کہ نواب صاحب صاحب کشف نہیں تھے ایک مخیر شخص تھے کسی کی سعی پر انہوں نے اقرار کر لیا جس کی خوش خبری متوسط نے دی اور مرزا صاحب نے اس کو خواب و خیال سمجھ کر پیش گوئی کے مد میں لکھوا دیا جس کا ظہور معجزے کے رنگ میں ہوا یہ سب اتفاق کی برکت ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ دو دل یک شود بشکند کوہ را

اہل دانش اگر مرزا صاحب کے معجزات کا موازنہ اور مقائسہ سلیمان مغربی کے معجزے کے ساتھ کریں تو اس قسم کے معجزات میں اسی کا پلہ بھاری نظر آئے گا۔ اس لئے کہ اُس نے سوائے اپنی بی بی کے کسی سے مدد نہیں لی اور ہزاروں روپیہ جمع کر کے مرجع خلائق بن گیا۔ البتہ مرزا صاحب کے معجزے ایک قسم میں منحصر نہیں اس میں ان کو بیشک تفوق حاصل ہے۔

مگر اس قسم کے معجزات کو مرزا صاحب جو عظیم الشان نشانیاں کہتے ہیں نازیبا ہے اس لئے کہ اس قسم کے مغیبات کا دریافت کر لینا کئی طریقوں سے ہوا کرتا ہے۔ سب سے آسان یہ طریقہ ہے کہ کچھ روپیہ صرف کر کے لوگ فراہم کر لئے جاتے ہیں جو وقتاً فوقتاً خبر دیتے رہتے ہیں افسران خفیہ پولیس اسی طریقہ سے ہر شخص کے گھر کی بلکہ دل کی بات معلوم کر لیتے ہیں۔

کاہن لوگ بھی اس قسم کی خبریں دیتے ہیں بلکہ وہ تو آئندہ کی خبریں بھی دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں کئی روایتیں نقل کی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے سطیح اور شق وغیرہ کاہنوں نے مفصل خبریں دی تھیں کہ نبی آخر الزماں قریب مبعوث ہونے والے ہیں جو بتوں کو توڑیں گے اور ملک فتح کریں گے۔

مروج الذہب میں امام ابوالحسن مسعودیؒ نے لکھا ہے کہ کاہن لوگ جو غیب کی خبریں دیتے ہیں اس کے سبب میں اختلاف ہے حکمائے یونان و روم کہتے ہیں کہ وہ لوگ نفوس کا تصفیہ کرتے ہیں جس سے اسرار طبیعت کے منکشف ہوتے ہیں اس لئے کہ کل اشیاء کی صورتیں نفس کلی میں قائم ہیں جن کے عکس نفوس مصفیٰ میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جنات ان کو خبر دے جاتے ہیں۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ اوضاع فلکیہ کو اس باب میں دخل تام ہے اور بعضوں کے نزدیک قوت اور صفائی طبیعت اور لطافت جس سے کہانت حاصل ہوتی ہے اور اکثر کا قول ہے اور احادیث سے بھی وہی ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شیطان ان کے موافق ہوتا ہے جو اس قسم کی خبریں ان کو دیتا ہے بہرحال اسباب کچھ ہی ہوں مگر سب کے نزدیک مسلم ہے کہ کاہن غیب کی خبریں دیا کرتے ہیں۔

عامل لوگ حاضرات کے ذریعہ سے بھی ایسی خبریں معلوم کر لیتے ہیں چنانچہ اس زمانے میں یہ لوگ بکثرت موجود ہیں۔

مسمریزم کے ذریعے سے بھی مغیبات پر اطلاع ہوا کرتی ہے جس کا کوئی انکار نہیں

کرسکتا اس لئے کہ اس کی موجد مہذب قوم ہے۔ اور اس کے تو مرزا صاحب بھی قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مسمریزم ہی کہ ذریعے سے عجائب دکھلاتے تھے اگرچہ یہ وجہ بیان کر کے اس کی مشاقی سے انکار کرتے ہیں کہ وہ کام قابل نفرت ہے مگر عقلاً اس کو باور نہیں کرسکتے اس لئے کہ مرزا صاحب نے اتنا بڑا دعویٰ مسیحائی اور مہدویت و محدثیت و مجددیت وغیرہ کا کیا ہے ممکن نہیں کہ عقلی معجزات دکھلانے کے لئے عقلی کوئی ذریعہ پہلے سے تجویز نہ کر رکھا ہو۔ اور یہ کام کچھ ایسا مشکل بھی نہیں ہزارہا آدمی اس کے واقف اور عامل موجود ہیں اور بہت سی کتابیں بھی اس فن میں تصنیف ہوچکی ہیں اور مرزا صاحب ایک مدت تک گوشہ نشین اور خلوت گزیں بھی رہ چکے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی مثلیث حاصل کرنے کی بھی ایک زمانے سے فکر ہو رہی ہے پھر مسمریزم کی مشق سے کون سی چیز مانع ہے رہا انکار سو مصلحت وقت کے لحاظ سے ایسے امور کی ضرورت ہوتی ہے۔ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز پر عمل کرنا مقتضائے عقل ہے۔

بہرحال جب غیب کی خبروں پر اطلاع پانے کے متعدد ذریعے موجود ہیں اور انہیں ذرائع سے لوگ اس زمانے میں مطلع ہوا کرتے ہیں تو وہ حد طاقت بشری سے خارج نہ ہوا پھر وہ معجزہ کیونکر ہوسکتا تھا معجزہ کی حد میں یہ امر داخل ہے کہ قدرت بشری سے وہ کام خارج ہو اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار معجزہ کے وقت غیب کی خبر دینے سے انکار فرما کر وہ بات دکھلائی کہ امکان بشری سے خارج تھی۔

غرر الخصائص الواضحہ ص (۱۷۷) میں لکھا ہے کہ: ایک شخص نے کوفہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سنکر فرمایا کہ اس سے کہا جائے کہ مادرزاد اندھے اور ابرص کو چنگا کرے اور جب تک یہ معجزہ وہ نہ دکھلائے اس کا دعویٰ مسموع نہیں ہوسکتا۔ دیکھئے ترجمان القران جن کو علم و حکمت عطا ہونے کی دعاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی اور وہ مقبول بھی ہوگئے جس کے مرزا صاحب بھی معترف ہیں انہوں نے کیسے مختصر جملہ میں تصفیہ فرما دیا۔ اب جو حضرات ابن

عباس رضی اللہ عنہما کو معتمد علیہ اور ان کی بات کو قابل اعتبار سمجھتے ہیں ان کے اس فیصلہ پر راضی ہوکر مرزا صاحب سے صاف کہدیں کہ جب تک مادرزاد اندھے اور کوڑی جس کو ہم تجویز کریں آپ چنگا نہ کریں آپ کا دعویٰ مسموع نہیں ہوسکتا۔

مرزا صاحب کے معجزات میں وہ الہام بھی داخل ہیں جو موقع موقع پر ہوتے رہتے ہیں مثلاً:۔

(۱) میرے پر خاص الہام سے ظاہر ہو چکا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہوکر وعدے کے موفق تو آیا ہے ازالہ ص (۵۶۱)۔

(۲) **انا انزلناه قریباً من القادیان۔** جس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ دمشق یعنی قادیان میں اترا ہے۔ ازالہ ص (۷۵)

(۳) کشف سے معلوم ہوا کے غلام احمد قادیانی کے تیراسو (۱۳۰۰) عدد ہیں یہی مسیح ہے۔ ازالہ ص (۸۵)

(۴) اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ رکھ کر اور **انی جاعل فی الارض خلیفة۔** کے کھلے کھلے طور پر براہین احمدیہ میں بشارت دیکر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تا اس خلیفہ کی اطاعت کریں اور اطاعت کرنے والی جماعت سے باہر نہ رہیں ازالہ ص (۶۹۵)

(۵) **قل انی امرت وانا اول المومنین۔ وأتانی ما لم یؤت أحدًا من العالمین۔** ازالہ ص (۷۰۳)

(۶) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ ازالہ ص (۷۶)

(۷) قل یا ایها الکافرون انی من الصادقین۔ ازالہ ص (۸۵۵)

جن کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کو مار کر مرزا صاحب کو ان کی جگہ بجائے دمشق قادیان میں اتارا اور خلیفۃ اللہ آدم بنا کر بشارت ان کی براہین احمدیہ میں دے دی اور ان کو وہ فضائل دیئے جو عالم میں کسی کو نہیں دیئے اور ان کی اطاعت کرنے والا محبوب خدا ہے اور ان کا

مخالف کافر ہے۔ اوراس کے سوا یہ بھی فرماتے ہیں کہ خدا منہ سے پردہ اٹھا کران سے باتیں بلکہ ٹھٹّھے کیا کرتا ہے۔

ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ بیانات بھی معجزے نہیں ہو سکتے اس لئے کہ ابھی معلوم ہوا کہ معجزہ وہ ہے جو طاقت بشری سے خارج ہو اور یہ بیانات طاقت بشری سے خارج نہیں۔ دیکھ لیجئے مسیلمہ کذاب سے لیکر آج تک جتنے جھوٹے نبی اور مدعیان امامت وعیسویت ومہدویت وکشفیت وشاہدیت ومدثریت وغیرہ گزرے سب برابر کہا کرتے تھے کہ ہم پر وحی ہوتی ہے اور خدا سے باتیں کیا کرتے ہیں اور کسی کو تو خدا نے اپنا پیارا بیٹا بھی کہد یا۔ ان کی تعلیوں پر وہ حکایت صادق آتی ہے جو مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں لکھی ہے:

آں شغالک رفت اندر خم رنگ | اندراں خم کرد یک ساعت درنگ
پس برآمد پوستش رنگین شدہ | کہ منم طاؤس علیین شدہ
دید خودراسرخ وسبز وبورو زرد | خویشتن رابر شغالاں عرضہ کرد
جملہ گفتند اے شغالک حال چسیت | کہ ترادرسر نشاطی ملتویست
ازنشاط ازماکرانہ کردۂ | ایں تکبراز کجا آوردۂ
یک شغالے پیش اوشد کای فلاں | شید کردی تاشدی ازخوشدلاں
شید کردی تابمنبر بر جہے | تازلاف ایں خلق راحسرت دہی
بس بکوشیدی ندیدی گرمئے | بس زشید آوردۂ بے شرمئے
صدق وگرمی خودشعار اولیاست | بازبے شرمی پناہ ہر دغاست
کالتفات خلق سوئے خود کشند | کہ خوشیم وازدروں بس ناخوشند

غرض یہ کہ اپنے منہ سے وہ ہزار تعلیاں کریں مگر کیا کوئی عاقل ان کی تعلیوں کو معجزہ کہہ سکتا ہے ہاں اُس کو ہم مان لیں گے کہ بقول مرزا صاحب وہ بھی ایک قسم کے عقلی معجزات ہیں۔ انہوں

نے دیکھا کہ جب تک خدا کی طرف سے اُن لوگوں کو پیام نہ پہنچائے جائیں یہ سادہ لوح ہماری بات کو نہ مانیں گے اس لئے حسب ضرورت الہام بنا بنا کر ان کو خدا کی طرف سے سنایا۔ اور قاعدہ کی بات ہے کہ جہاں لاکھوں آدمی ہوں وہاں صدہا بلکہ ہزار ہا ایسے بھی ہوتے ہیں کہ کسی بات کی تحقیق سے ان کو کچھ غرض نہیں ہوتی ایسی باتوں کو سچ مچ خدائے تعالیٰ کا ارشاد سمجھ کر مان لیتے ہیں۔

غررالخصائص میں لکھا ہے کہ ایک مولوی صاحب کسی بزرگوار کی ملاقات کو گئے دیکھا کہ قرآن شریف گود میں ہے اور زار زار رو رہے ہیں کہ اشکوں سے قرآن کے اوراق تر ہیں پوچھا یہ کیا حالت ہے کہا میں نے اپنی لونڈیوں کے ساتھ چھاچھ کھائی تھی جس سے خدائے تعالیٰ منع فرماتا ہے اب سوائے رونے کے کیا کر سکتا ہوں کہا کس نے تمہیں اس سے منع کیا کہا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَ یَسْأَلُوْنَکَ عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن۔ (سورۃ البقرۃ' آیت: ۲۲۲) (اس آیت میں حائضہ عورتوں سے مقاربت منع کی گئی ہے۔ انہوں نے محیض کو مخیض بجائے معجمہ سمجھا جس کے معنی چھاچھ ہیں) غرض وہ آیت سنا کر کہا کہ اب میری توبہ قبول ہونے کی کیا صورت۔ مولوی صاحب نے ان کی حالت اور اصرار کو دیکھ کر کہا کہ تضرع اور عاجزی سے توبہ کی جائے تو قبول ہوتی ہے سنتے ہی انہوں نے سر سے پگڑی اتار لی اور آستینیں چڑھا کر دست بدعا ہوئے اور یہ دعا کرنی شروع کی: اللھم انک تجد من ترحمہ سوای ولا اجد من یعذبنی سواک۔ یعنی یا اللہ تجھے رحم کرنے کے لئے بہت لوگ ملیں گے لیکن مجھے عذاب کرنے والا تیرے سوا کوئی نہیں مل سکتا۔

الحاصل اس قسم کی طبیعت والوں کو جب خدا کا پیام پہنچایا جائے اور اس کے ساتھ شعبدے اور نیرنجات و طلسمات اور کہانت و نجوم و مسمریزم وغیرہ سے کام لیکر ان کی کوتہ اندیش عقلیں مسخر کر لی جائیں تو پھر ان کے آمنا وصدقنا کہنے میں کیا تامل۔ انہیں تدابیر سے ہر زمانہ میں لاکھوں آدمیوں کو جلسازوں نے پھانسا جن کی طبیعت اور خیال والے اب تک موجود ہیں۔

اور اہل اسلام میں جو زمانہ خیر القرون تھا جب مسیلمہ کذاب واسود عنسی وغیرہ جعلسازوں کی چل گئی تو تیرا سو برس (۱۳۰۰) کے بعد چل جانا کونسی بڑی بات ہے۔

اب یہ بات قابل غور ہے کہ مرزا صاحب جواز الۃ الاوہام ص (۱۴۸) میں لکھتے ہیں کہ: ایک متدین کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ الہام اور کشف کا نام سن کر چپ ہوجائے اور لمبی چوں وچرا سے باز آجائے انتہیٰ۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک مسیلمہ وغیرہ کے الہام سن کر جو لوگ چپ رہے اور چوں وچرا نہ کئے وہ متدین تھے اور جو لوگ چوں وچرا بلکہ ان کی سرکوبی کی وہ متدین نہ تھے۔ معاذ اللہ! اس کا تو کوئی مسلمان قائل نہیں بلکہ جھوٹے نبیوں کے الہاموں کو رد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ ص (۲۳۴) میں اپنے پر الہام ہونے کی کیفیتیں نہایت دلچسپ بیان کرتے ہیں کہ وہ کامل روشنی کے ساتھ نازل ہوتا ہے اور بارش کی طرح متواتر برس کر اور اپنے نور کو قوی طور پر دکھلا کر ملہم کے دل کو کامل یقین سے پُر کر دیتا ہے۔ اور لکھتے ہیں: مختلف لفظوں میں اتر کر معنی اور مطلب کو بکلی کھول دے اور عبارت کو متشابہات میں سے بکل الوجوہ باہر کر دے اور متواتر دعاؤں اور سوال کے وقت خدائے تعالیٰ ان معانی کا قطعی اور یقینی ہونا متواتر اجابتوں اور جوابوں کے ذریعہ سے بوضاحت تمام بیان فرمادے۔ جب کوئی الہام اس حد تک پہنچ جائے تو وہ کامل النور اور یقینی ہے۔ خدائے تعالیٰ ایک بے ہوشی اور ربودگی اس پر ظاہر کر دیتا ہے جس سے وہ بالکل اپنی ہستی کھو دیتا ہے۔ بندہ جب حالت ربودگی سے جو غوطہ سے بہت مشابہ ہے باہر آتا ہے تو اپنے اندر میں کچھ ایسا مشاہدہ کرتا ہے جیسے ایک گونج بھری ہوئی ہوتی ہے اور جب وہ گونج کچھ فرو ہوتی ہے تو ناگہاں اس کو اپنے اندر سے ایک موزوں اور لطیف اور لذیذ کلام محسوس ہوجاتی ہے اور یہ غوطہ ربودگی کا ایک نہایت عجیب امر ہے جس کے عجائب بیان کرنے کے لئے الفاظ کفایت نہیں کرتے یہی حالت ہے جس سے ایک دریا معرفت کا انسان پر

کھل جاتا ہے۔ گویا اس عالم میں بندہ اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے۔ اور اپنے سوالوں کا جواب پاتا ہے اسی طرح کہ جیسے ایک انسان دوسرے انسان کی بات کا جواب دیتا ہے اور جواب نہایت فصیح اور لطیف الفاظوں میں بلکہ کبھی ایسی زبان میں ہوتا ہے کہ جس سے وہ بندہ نا آشنائے محض ہے اور کبھی امور غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے کہ جو مخلوق کی حالتوں سے باہر ہے اور کبھی مواہب عظیمہ کی بشارت ملتی ہے اور منازل عالیہ کی خوش خبری سنائی جاتی ہے اور قرب حضرت باری کی مبارکباد دیجاتی ہے اور کبھی دنیوی برکتوں کے بارے میں پیش گوئی ہوتی ہے۔ اُن کلمات سے جس قدر ذوق و معرفت حاصل ہوتی ہے اس کو وہی بندہ جانتا ہے جس کو یہ نعمت عظمیٰ عطا ہوئی ہے۔ اور ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں خدائے تعالیٰ کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ سے اتار کر ان سے باتیں کرتا ہے اور بعض وقت ٹھٹّھے کرتا ہے۔ غرض وحی اور الہام کے حالات مذکورہ کچھ تو احادیث سے اور کچھ صوفیہ کے کلام سے ماخوذ ہیں اور کچھ مرزا صاحب کی ایجاد بھی ہے ہمیں اس میں کلام نہیں کہ وحی اور الہام کے حالات ایک خاص قسم کے ہیں جن کو اہل الہام جانتے ہیں مگر کلام اس میں ہے کہ مرزا صاحب کو بھی الہام ہوتا ہے یا نہیں اب تک انہوں نے اس دعویٰ پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ممکن ہے کہ کسی قسم کی استغراقی حالت ان پر طاری ہوتی ہو جس کو وہ بے خودی سمجھتے ہوں کیونکہ انسان پر جو خیال غالب ہوتا ہے اس میں انہماک ہو جاتا ہے۔ جو لوگ کسی کام کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ ہر وقت اس کام کا خیال لگا رہتا ہے یہاں تک کہ خواب میں بھی وہی نظر آتا ہے چنانچہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

گر در دل تو گل گزرد گل باشی ... در بلبل بے قرار بلبل باشی

شاعروں کی حالت مشہور ہے کہ جب کوئی عمدہ مضمون ان کو سوجھتا ہے تو وہ بے خود ہو جاتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے ان کو خبر نہیں ہوتی اور بے اختیار وجد کرنے لگتے ہیں۔ چونکہ مرزا صاحب میں ایک مدت سے عیسویت کا خیال متمکن ہے اور اس کے لوازم کے اثبات کی فکر میں اکثر مستغرق

اور منہمک رہتے ہیں اس وجہ سے یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ جب کوئی نیا مضمون اس استغراقی حالت میں ان کو سوجھتا ہوگا تو ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہوگی جو کشف کے ساتھ مشابہ ہے۔ کیونکہ فکر کے دریا میں غوطہ لگانے کے بعد جو مضمون دستیاب ہوتا ہے اس وقت اس کی طرف کچھ ایسی توجہ رہتی ہے کہ کوئی دوسری چیز عالم خیال میں پیش نظر نہیں ہوتی اور اس پر دستیابی گوہر مقصود کا سرور دل پر ایسا محیط ہوتا ہے کہ بے خودی کی حالت طاری ہوجاتی ہے اس استغراقی حالت میں چمکتے ہوئے گوہر مقصود کا پیش نظر رہنا اس بات کو باور کراتا ہے کہ اُس مسئلہ کا کشف ہوگیا حالانکہ دراصل یہ ایک خیالی کشف ہوتا ہے حالت واقعیہ سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مرزا صاحب کا نفس لطیف ہو اور جس طرح کاہنوں کے کشف کا حال حکمانے لکھا ہے اُن کو بھی کشف ہوتا ہے۔ اور بعض لوگوں کو ایسے بھی کشف ہوتے ہیں جو کسی شاعر نے لکھا ہے۔

شیخ در کشف دید شیطان را	رہزن دین و دزدایمان را
ازصفا بسکہ دل چو آئینہ ساخت	آن لعین راہمیں کہ دید شناخت
بہ ملامت عتاب پیش گرفت	برسرش زوبجی دریش گرفت
کہ چہا میکنی توا ے مردود	شدہ از درگہ خدا مطرود
اے کہ گمراہ کردہ مردم را	طوق اضلال حلقہ دم را
ایں ہمہ طاعت ورکوع و سجود	بہر اغوائے خلق ومردم بود
ہم دیگر چو شیخ بردبکار	شد ازاں ضرب دست خود بیدار
چوں ترش روز خواب شیریں جست	ویدریش خودش بدست خوداست
جنگ بادیونفس آمدباد	خندۂ زوبریش خود سرداد

اگرچہ شاعر نے اس حکایت میں کچھ شاعری سے بھی کام لیا ہوگا مگر اس میں شک نہیں کہ شیطانی الہام بھی ہوا کرتے ہیں جن کو واقعیت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔

کشف والہام

چنانچہ مرزا صاحب کی تحریر سے بھی کشف والہام میں شیطان کی مداخلت ثابت ہے جیسا کہ ازالۃ الاوہام ص (۶۲۷) میں لکھتے ہیں کہ: میاں عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی محی الدین صاحب کو الہام ہوئے کہ مرزا صاحب جہنمی ہیں اور کبھی اپنے الحاد اور کفر سے باز نہ آئیں گے اور ہدایت پذیر نہ ہوں گے۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ: جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دے کر کسی بات کے استکشاف کے لئے توجہ کرتا ہے خاص کر اس حالت میں کہ جب اس کے دل میں یہ تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی برا یا بھلا کلمہ بطور الہام مجھے معلوم ہو جائے تو شیطان اس وقت اس کی آرزو میں دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے۔ انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے اور نیز لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اُس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا اور نبیوں نے دھوکا کھا کر ربانی سمجھا انتہیٰ۔

مرزا صاحب کی پیشگوئیاں

مرزا صاحب کے اعتراف سے یہ بات ثابت ہے کہ شیطان نوری شکل میں آتا ہے جس کی نبیوں کو بھی شناخت نہیں ہو سکتی چنانچہ چار سو نبی دھوکا کھا کر جھوٹے ثابت ہوئے اور ان کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ وہ الہام ہے یا وسوسہ شیطانی۔ بقول مرزا صاحب جب نبیوں کے الہاموں اور مشاہدہ کا یہ حال ہو تو مرزا صاحب کے الہام کس شمار و قطار میں۔ اسی کے مؤید یہ واقعہ بھی ہے

جونفحات الانس میں مولانائے جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ابومحمد خفاف رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں لکھا ہے کہ ایک جگہ مشائخ شیراز کا مجمع تھا جس میں ابومحمد خفاف رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے گفتگو مشاہدہ کے باب میں شروع ہوئی ہر ایک نے اپنے معلومات بیان کئے ابومحمد رحمۃ اللہ علیہ سب سنتے رہے اور اپنی تحقیق کچھ بیان نہیں کی مومل جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کچھ آپ بھی بیان فرمادیں انہوں نے کہا یہ تحقیقات کافی ہیں مومل رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار کیا اس پر ابومحمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ جس قدر گفتگو تھی حد علم میں تھی حقیقت مشاہدہ کی کچھ اور ہے اور وہ یہ ہے کہ حجاب منکشف ہوکر معاینہ ہوجائے سب نے کہا یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہا میں ایک بار تبوک میں نہایت مشقت اور فاقہ کی حالت میں مناجات میں مشغول تھا کہ یکایک حجاب اُٹھ گیا دیکھا کہ عرش پر حق تعالیٰ جلوہ افروز ہے میں دیکھتے ہی سجدہ میں گرا اور عرض کیا کہ **یا مولای ماھذامکانی وموضعی منک**۔ یہ سن کر سب خاموش ہوگئے۔ مومل رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے کہا کہ چلئے ایک بزرگ سے ملاقات کرائیں اور ابن سعدان محدث کے ہاں اُن کو لے گئے وہ نہایت تعظیم وتکریم سے پیش آئے مومل رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا اے شیخ! جو روایت آپ نے بیان کی تھی کہ **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان للشیطان عرشا بین السماء والارض اذا اراد لعبد فتنۃ کشف لہ عنہ**۔ ذرا سنایئے شیخ نے بسند متصل وہ روایت سنائی جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان وزمین کے درمیان میں شیطان کا تخت ہے جب خدائے تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ کسی بندہ کو فتنہ میں ڈالے یعنی گمراہ کرے تو شیطان اس پر منکشف ہوجاتا ہے۔ ابومحمد رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر کہا کہ: پھر ایک بار اور پڑھیئے شیخ نے اس کا اعادہ کیا۔ ابومحمد رحمۃ اللہ علیہ روتے ہوئے بے اختیار اُٹھے اور کئی روز غائب رہے مومل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ان سے ملاقات ہوئی میں نے پوچھا کہ اتنے روز سے آپ کہاں تھے کہا اُس کشف ومشاہدہ کے وقت سے جتنی نمازیں پڑھی تھیں سب کی قضا کی اس لئے کہ وہ سب شیطان کی پرستش تھی۔ پھر کہا

کہ اب اس کی ضرورت ہے کہ جہاں اس کو دیکھ کرسجدہ کیا تھا وہیں جا کر اس پر لعنت کروں چنانچہ وہ چلے گئے اور پھر ان سے ملاقات نہ ہوئی انتہیٰ۔

چونکہ ابو محمد خفاف رحمۃ اللہ علیہ سعید ازلی تھے گو چند روز امتحاناً اس مہلک فتنہ میں مبتلا رہے مگر جب حدیث شریف پہنچی فوراً متنبہ ہوگئے اور اس کشف ومکشوف دونوں پر لعنت کی۔مرزا صاحب نے مثل اور معجزوں کے رویت الٰہی کو عقلی معجزہ اگر نہ بنایا ہو اور فی الواقع اس قسم کا کشف ان کو ہوا کرتا ہو تو ضرور ہے کہ اس حدیث کے پہنچنے کے بعد مثل خفاف رحمۃ اللہ علیہ کے کشف ومکشوف پر لعنت کریں مگر بظاہر اسکی اُمید نہیں معلوم ہوتی۔

اب اہل انصاف غور کریں کہ جب مرزا صاحب کے کشف والہام میں اتنے احتمالات موجود ہیں تو ان کے مخالفوں کو ان کشفوں اور الہاموں کے صحیح ماننے پر کونسی چیز مجبور کرسکتی ہے۔ پھر الہام بھی کیسے کہ کروڑہا مسلمانوں کی متواتر اخبار کے مخالف کیونکہ کوئی اعلیٰ درجہ کا طبقہ امت مرحومہ کا ایسا نہیں جن کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ رہنا اور قیامت کے قریب ان کا آسمان سے اترنا ثابت نہ ہو۔محدثین فقہاء اولیاء اللہ وغیرہم سب اس کے قائل اور اپنی مستند کتابوں میں اس کی تصریح کر چکے ہیں۔ برخلاف اس کے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ: اپنے کشف والہام سے اس کی غلطی ثابت ہے اور خدا نے مجھے عیسیٰ بنا کر بھیجا ہے اس دعوی مجرد پر نہ کوئی گواہ ہے نہ حدیث میں اشارہ کہ قادیانی صاحب سے خدا بالمشافہہ باتیں کر کے ان کو عیسیٰ بنا کر بھیجے گا۔

دس پانچ روپیہ کا کوئی کسی پر دعویٰ کرتا ہے تو اس خیال سے وہ جھوٹا سمجھا جاتا ہے کہ شاید طمع نے اس کو اس دعویٰ پر برانگیختہ کیا ہوگا اور جب تک دو گواہ ایسے پیش نہ کرے جو اپنا چشم دید واقعہ بیان کریں اس کے دعویٰ کی تصدیق نہیں ہوسکتی۔ پھر مرزا صاحب لاکھوں روپئے جس دعوی کی بنا پر کمار ہے ہیں بغیر گواہ کے اس کی تصدیق کس عقلی یا نقلی قاعدہ سے ہوسکتی ہے۔

مرزا صاحب جو لکھتے ہیں کہ خدا کسی قدر پردہ اپنے چہرہ سے اُتار کر اُن سے باتیں کرتا ہے یہ بات اس حدیث صحیح کے صراحتاً مخالف ہے: عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان اللہ لا ینام... حجابہ النور لو کشفھا لاحرقت سبحات وجھہ ماانتھیٰ الیہ بصرہ من خلقہ۔ (م ھ کنز العمال) یعنی خدائے تعالیٰ کا حجاب نور ہے اگر اس کو اٹھا دے تو جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے وہاں تک اس کے انوار سب کو جلا دیں گے۔ یہ حدیث مسلم شریف اور ابن ماجہ میں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا وہ دعویٰ محض غلط ہے اگرچہ مرزا صاحب یہاں بھی یہی فرما دیں گے کہ بخاری نے یہ حدیث غلط سمجھ کر چھوڑ دی مگر اہل اسلام سمجھ سکتے ہیں کہ کل محدثین وفقہا واولیاء اللہ کا اجماع ہے کہ مسلم کی کل حدیثیں صحیح ہیں۔ اگر مرزا صاحب اپنی دنیوی غرض کے لحاظ سے اس حدیث کو غلط سمجھیں تو چنداں بے موقع نہیں اس لئے کہ ان کو اس سے فائدہ اٹھانا ہے مگر مسلمانوں کو اُس سے کیا فائدہ اگر دنیا ہی کا کچھ فائدہ ہوتا جب بھی ایک بات تھی کہ آخرت کا حصہ دنیا ہی میں مل جاتا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ (الشوریٰ) بخلاف اس کے کہ اگر دنیوی فائدہ بھی نہ ہو تو خسر الدنیا والآخرۃ کا مضمون صادق آجائے گا جس کو کوئی عاقل پسند نہیں کرسکتا۔

اور حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ (الشوریٰ)

یعنی کسی آدمی کی تاب نہیں کہ خدا اُس سے دوبدو ہو کر کلام کرے مگر الہام کے ذریعہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو اُس کے پاس بھیج دیتا ہے اور وہ خدا کے حکم سے جو اس کو منظور ہوتا ہے پہنچاتا ہے بے شک خدا عالیشان حکمت والا ہے۔

مرزا صاحب ضرورۃ الامام میں امام الزماں کی چھٹی علامت میں لکھتے ہیں کہ: امام الزماں کا ایسا الہام نہیں ہوتا کہ جیسے کلوخ انداز در پردہ ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا بلکہ خدائے تعالیٰ اُن سے بہت قریب ہوجاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اُتار دیتا ہے اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی اور اس کے بعد ص (۲۴) میں لکھتے ہیں کہ میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا

کے فضل سے وہ امام الزماں میں ہوں اور مجھ میں خدائے تعالیٰ نے وہ تمام شرطیں اور تمام علامتیں جمع کی ہیں انتہیٰ۔ اس کا مطلب ظاہر ہے کہ تمام اولیاءاللہ کے الہاموں میں خود اُن کو یقین نہیں ہوسکتا کہ وہ خدا ہی کی طرف سے ہیں کیونکہ کلوخ انداز جیسے کلوخ پھینک کر بھاگ جاتا ہے ویسا ہی خدا بھی الہام دل میں ڈال دے کر علیٰحدہ ہو جاتا ہے اور ولی کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ وہ کون تھا اور کہاں چلا گیا۔ اور امام الزماں جو مرزا صاحب ہیں اُن کے الہام میں یہ بات نہیں ہوتی بلکہ یقیناً معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ الہام کرنے والا خدا ہی ہے اسی غرض سے خدا کسی قدر پردہ اپنے چہرہ سے اُتار دیتا ہے تاکہ مرزا صاحب کو شک نہ پڑے کہ خدا کلام کر رہا ہے یا شیطان جس کا ماحصل یہ ہوا کہ دوبدو ان سے خدا ہمکلام ہوتا ہے۔

اب دیکھئے یہ افترا ہے یا نہیں آیۂ موصوفہ میں حق تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ ان تین صورتوں کے سوا حق تعالیٰ کے کلام کرنے کی کوئی صورت نہیں۔

ایک وحی جو دل میں ایک بات پیدا ہوجاتی ہے جیسے اس آیۂ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے۔ واوحی ربک الی النحل۔ (سورۃ النحل' آیت:٦٨)

دوسری پردہ کے پیچھے سے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام ہوا ہرچند موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت دیدار کی بہت خواہش کی مگر لن ترانی ہی کا ارشاد ہوتا رہا۔

تیسری بذریعۂ فرشتہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف نازل ہوا کرتا تھا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ان تینوں قسموں سے جو خدائے تعالیٰ نے بیان کئے ہیں کسی ایک قسم کا الہام اپنے کو نہیں ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اُن کو رحمانی الہام نہیں ہوا کرتے بلکہ شیطان ان کو اپنا چہرہ دکھلا کر الہام یعنی باتیں کیا کرتا ہے جیسا کہ ابومحمد خفاف رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ سے ابھی معلوم ہوا اور مرزا صاحب اس کو سچ مچ خدا سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور یہ قرین قیاس بھی ہے اس لئے کہ اس قسم کا نورانی چہرہ انہوں نے کبھی دیکھا نہ تھا اور نہ ہر شخص کو شیطان اپنا چہرہ دکھلاتا ہے آخر

شیطان کو دیکھنا بھی کوئی معمولی بات نہیں اس کے لئے بھی ایک صلاحیت اور استعداد قابل درکار ہے جو عموماً نہیں ہوا کرتی اور پھر اندرونی تائیدیں بھی ان کو محسوس ہوئیں غرض ان اسباب وقرائن سے ان کو دھوکا ہوگیا۔ خیر یہ سب صحیح مگر ان کا یہ کہنا کہ اس قسم کے الہام خدا ان پر کیا کرتا ہے حق تعالیٰ پر افترائے محض ہے کیونکہ ان کے اس دعوی کی تکذیب خود حق تعالیٰ کے ارشاد سے ہوگئی اب اس کی تصدیق کلام الٰہی کی تکذیب ہے۔ افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے اس کلام الٰہی کا ذرا بھی خیال نہ کیا قولہ تعالیٰ: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ (الانعام: ۹۳) یعنی اُس سے زیادہ کون ظالم ہے جو خدا پر افترا کرے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی اترتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں اتری۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ (ابراھیم) یعنی اور ہرگز ایسا خیال نہ کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کررہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے اس تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اس دن تک مہلت دے رہا ہے کہ جب ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائے گی۔ کافروں کو حق تعالیٰ نے جابجا قرآن میں ظالم کہا مگر اپنے پر افتراء کرنے والے کی نسبت وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی کافر کیسا ہی شقی ہو مفتری سے شقاوت میں بڑھ نہیں سکتا۔ اب ہم نہایت ٹھنڈے دل سے خیر خواہانہ لکھتے ہیں کہ جب نص قطعی سے ان کا مفتری ہونا اور حدیث بخاری شریف سے بوجہ دعوائے نبوت اُن کا دجال وکذاب ہونا ثابت ہوگیا تو دوسرے دعوے اور جمیع الہامات اُن کے خود باطل ہوگئے اس لئے کہ الہام ربانی کے لئے تقدس اور ولایت شرط ہے۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص (۷۳۹) میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ہمارا دعویٰ الہام الٰہی کی رو سے پیدا ہوا اور قرآن کریم کی شہادتوں سے چمکا اور احادیث صحیحہ کے مسلسل تائیدوں سے ہر ایک دیکھنے والی آنکھ کو نظر آیا انتہیٰ۔ تقریر بالا سے مرزا صاحب کے الہاموں کا حال معلوم ہوگیا کہ ان میں

کوئی الہام الٰہی نہیں اور کلام الٰہی کی شہادتوں سے ثابت ہوگیا کہ وہ خدائے تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ ان کو دجال وکذاب ثابت کر رہے ہیں اس لئے ان کا دعویٰ عیسویت جو الہام کی رو سے پیدا ہوا تھا بالکل باطل ہوگیا اور انہوں نے جو الہاموں کا قلعہ بنا رکھا تھا بیت العنکبوت ثابت ہوا اور غبار کی طرح اڑ گیا۔ اس لئے کہ شیطانی الہام اعتبار کے قابل نہیں ہوتا۔

وحی چونکہ لازمہ نبوت ہے اس لئے مرزا صاحب کو اپنی ادعائی نبوت کے لئے وحی کا ثابت کرنا بھی ضرور تھا اس لئے براہین احمدیہ ص (۲۲۲) میں لکھتے ہیں: جن اعلامات الٰہیہ کا نام ہم وحی رکھے ان ہی کو علمائے اسلام اپنے عرف میں الہام بھی کہا کرتے ہیں انتہیٰ۔ مقصود یہ کہ ہم نبی ہیں اس لئے ہم پر وحی اترتی ہے گو علمائے اسلام اس کو وحی نہ کہیں۔ مگر تقریر بالا سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب کو الہام الٰہی بھی نہیں ہوسکتا تا بوحی چہ رسد ممکن ہے کہ دوسری قسم کا الہام ہوتا ہو مگر اُس کو وحی نہیں کہہ سکتے۔

براہین احمدیہ ص (۲۳۴) میں تحریر فرماتے ہیں کہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ الہام یقینی اور قطعی ایک واقعی صداقت ہے جس کا وجود افراد کاملہ محمدیہ میں ثابت ہے انتہیٰ۔ افراد کاملہ کا الہام مرزا صاحب کو کیا نفع دے گا۔ اگر الہام یقینی اور قطعی ہو بھی تو ان ہی لوگوں سے مختص ہوگا جن پر الہام الٰہی ہوتا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہر کس وناکس یہ دعوی کرے کہ مجھ پر الہام ہوا کرتا ہے اس لئے وہ قطعی اور یقینی ہے۔

ضرورۃ الامام ص (۲۳) میں تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ قوت اور انکشاف اس لئے ان کے الہام کو دیا جاتا ہے کہ تا اُن کے پاک الہام شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہوں اور تا دوسروں پر حجت ہوسکیں انتہیٰ۔ بالفرض اگر انکشاف تام ہوتا بھی ہو تو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب کا انکشاف دوسروں پر کیوں حجت ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی پر دعوی کرے کہ تم نے مجھ سے اتنا قرضہ لیا تھا اور مجھے خوب یاد ہے کہ فلاں مقام اور فلاں وقت تھا اور مجھ پر یہ معاملہ ایسا منکشف ہے کہ گویا میں

اس وقت دیکھ رہا ہوں کیا اُس کا یہ دعویٰ انکشاف ثبوت قرضہ کے لئے کافی اور مدعی علیہ پر حجت ہوسکتا ہے مرزا صاحب بھی اس کے قائل نہ ہوں گے پھر مرزا صاحب کا دعویٰ انکشاف اوروں پر کیوں حجت ہو۔ اب تک نہ کوئی اس بات کا قائل ہوا نہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کا الہام دوسرے پر حجت ہو۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اولیاء اللہ کا صدق وتدین اور دنیا و مافیہا سے بے تعلقی اور خود غرضیوں سے براءت پورے طور پر جب متحقق ہوجاتی ہے اور خوارق عادات بھی اس پر شہادت دیتے ہیں تو معتقدین بطور خود حسن ظن سے اُن کے الہاموں کو مان لیتے ہیں بشرطیکہ خلاف نصوص شرعیہ نہ ہوں۔ یہ کسی ولی نے نہیں کہا کہ میرا الہام تمام مسلمانوں پر حجت ہے اور جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جب **قولہ تعالیٰ: الیوم اکملت لکم دینکم**۔ (سورۃ المائدۃ' آیت: ۳) سے تکمیل دین ثابت ہوچکی اور حجت قائم ہوگئی تو پھر نئی حجت سے کیا غرض۔ اعتقاد اور عمل کے لئے کامل شدہ دین ہر مسلمان کے لئے کافی ہے اور جو بات اُس سے زائد اور خارج ہو وہ خود فضول اور الحاد ہے جس کا نہ ماننا ضرور ہے۔

مرزا صاحب ضرورۃ الامام ص (۱۸) میں سچے الہاموں کی دس علامتیں لکھی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ انسان کا دل گداز ہوکر خدا کی طرف بہتا ہے۔ اس کے ساتھ لذت وسرور ہوتا ہے۔ اس میں شوکت و بلندی ہوتی ہے۔ وہ خدا کی طاعتوں کا اثر اپنے میں رکھتا ہے۔ انسان کو نیک بناتا ہے۔ اس پر تمام اندرونی قوتیں گواہ ہوجاتی ہیں۔ وہ ایک آواز پر ختم نہیں ہوتا۔ اس سے انسان بزدل نہیں ہوتا۔ علوم و معارف جاننے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ بہت برکتیں ہوتی ہیں انتہٰی ملخصًا بفحوائے **ثبت العرش ثم انقش** مرزا صاحب کو ضرور تھا کہ پہلے اس کا ثبوت دیتے کہ ان کو الہام الٰہی بھی ہوا کرتے ہیں۔

براہین احمدیہ ص (۴۵۶) میں فرماتے ہیں کہ: پیشگوئیوں سے مقصود بالذات اخبار غیبیہ نہیں ہوتیں بلکہ مقصود بالذات یہ ہوتا ہے کہ تا یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوجائے کہ وہ شخص

مؤید من اللہ ہے ان میں صرف یہی علامت نہیں کہ وہ پوشیدہ چیزیں بتلاتی ہیں یا ان کا حال نجومیوں اور کاہنوں وغیرہ کے حال سے مشتبہ ہوجائے اور مابہ الامتیاز باقی نہ رہے بلکہ اُن کے شامل حال ایک عظیم الشان نور ہوتا ہے جس کے مشاہدہ کے سبب سے طالب صادق بدیہی طور پر ان کو شناخت کرسکتا ہے انتہیٰ۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیشگوئیاں الہام کے ساتھ مختص نہیں بلکہ کاہنوں وغیرہ کے ساتھ مشتبہ بنانے والی ہیں۔ اب رہا ایک عظیم الشان نور سو اس کے مشاہدہ کے لئے طالب صادق شرط ہے جس کو نظر نہ آئے گا وہ صادقوں سے نکال دیا جائے گا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ظلمانی نور بھی ظاہراً نور ہی ہوتا ہے جسکی شناخت ہر کسی کا کام نہیں۔ خفاف رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص دھوکا کھا گئے تھے اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا حال مشہور ہے کہ ایام سلوک میں ایک ایسا نور آپ پر ظاہر ہوا کہ شب دیجور میں آفاق کو منور کردیا مگر آپ نے قرائن سے پہچان لیا کہ شیطانی نور ہے چنانچہ لاحول پڑھتے ہی وہ ظلمت سے مبدل ہوگیا۔ اگر ایسا عظیم الشان نور کسی کے شامل حال ہو تو بے چارے طالب صادق کو بھی سوائے گمراہی کے کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ مسیلمہ کذاب پر لاکھ سے زیادہ آدمیوں نے ایمان لایا تھا جیسا کہ ازالۃ الاوہام ص (۲۸۳) میں لکھتے ہیں۔ سب کا یہی دعویٰ تھا کہ نور ہدایت درخشاں ہے کوئی دیکھنے والا طالب صادق چاہیئے۔ جتنے مدعیان نبوت تھے سب کا یہی دعویٰ تھا کہ بے ایمان لوگ اس نور کو دیکھ نہیں سکتے۔ اب مرزا صاحب کا یہ دعویٰ کہ ایک عظیم الشان نور ان کے شامل حال ہے جس کو اُن کا غیر معتقد دیکھ نہیں سکتا کیونکر تسلیم کیا جائے۔ مرزا صاحب کی ادعائیں اس قسم کے اور بہت ہیں۔ چونکہ وہ اس سے فوائد حاصل کررہے ہیں اس لئے انہوں نے بہت سے رسالے لکھ ڈالے اور برابر لکھتے اور لکھواتے رہتے ہیں اور ہر وقت ایک نہ ایک نئی ایجاد ہوتی رہتی ہے کہاں تک کوئی ان کا تعاقب کرے۔ ہم پر اس قدر واجب تھا کہ مسلمانوں کو اُن کی کارروائیوں سے مطلع کردیں سو بحمد اللہ بطور مشتے نمونہ از خروارے اہل اسلام کے روبرو پیش کردی گئیں۔ اگر طالبین حق اسی

پرغور اور بکرات ومرات اس کو ملاحظہ فرمادیں تو امید قوی ہے کہ مرزا صاحب کا حال اُن پر بخوبی منکشف اور ذہن نشین ہو جائے گا۔

اب ہم اُن کی چند پیش گوئیاں بیان کرتے ہیں اس میں غور کرنے سے مرزا صاحب کی ذکاوت اور عقل کا حال معلوم ہوگا۔

مرزا صاحب نے مسٹر عبداللہ آتھم پادری کے ساتھ مباحثہ کر کے فیصلہ اس بات پر قرار دیا کہ پندرہ مہینے میں اگر وہ نہ مرجائے تو مرزا صاحب ہر سزا کے مستحق ہوں گے۔ چنانچہ اُن کی تقریر یہ ہے کہ آج رات جو مجھ پر کھلا ہے وہ یہ ہے کہ جبکہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ ان ہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اُس کی اُس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے (جنگ مقدس ص ۱۸۸) اور اسی کے ذیل میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کر لیتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے۔ تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے میرے گلے میں رسّا ڈال دیا جائے مجھ کو پھانسی دی جائے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں

اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا ضرور کریگا ضرور کریگا زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی (جنگ مقدس) انتہیٰ۔

ماحصل اس کا ظاہر ہے کہ اگر فریق مقابل یعنی عبداللہ آتھم پندرہ مہینے کے اندر رجوع الی الحق نہ کرے گا یعنی ہم خیال مرزا صاحب کا یا مسلمان نہ ہوگا تو مرجائے گا اور جہنم میں ڈالا جائیگا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو مرزا صاحب کا منہ کالا کیا جائے اور گلے میں رسّا ڈالا جائے اور جو جی چاہے سزائیں دیجائیں۔

مرزا صاحب کو اس پیشین گوئی پر جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے دیکھا کہ مسٹر آتھم صاحب ایک بوڑھے شخص ہیں پندرہ مہینے کی وسیع مدت میں خود ہی مرجائیں گے اور اس پر ان کو خوف دلانے کی غرض سے قسمیں کھا کر کہا کہ خدا کی طرف سے مجھے اطمینان دلایا گیا ہے اور اس اطمینان کو اس پیرایہ میں ظاہر کیا کہ اگر خلاف ہو تو اپنے کو وہ سزائیں دیجائیں جو کوئی غیرت دار آدمی ان کو قبول نہیں کرسکتا۔ جب ایسا معزز مند شخص ایسی سزائیں اپنے واسطہ مقرر کرے تو خواہ مخواہ آدمی کو ایک قسم کا خیال پیدا ہو ہی جاتا ہے اور بڑھتے بڑھتے قوت واہمہ ایسی حرکات پر مجبور کرتی ہے جو بالکل خلاف عقل ہوں۔ اس کا انکار نہیں ہوسکتا کہ قوت واہمہ عقل پر غالب ہوا کرتی ہے جس کی تصریح حکماء نے بھی کی ہے اور تجربے اور مشاہدات بھی اس پر گواہ ہیں۔ آتھم صاحب اول تو بے چارے ضعیف جن کی طبیعت پیرانہ سری کی وجہ سے متحمل نہیں اس پر عیسائی جن کے مذہب میں یہ مسلم ہو چکا ہے کہ خدا سے ایک آدمی رات بھر کشتی لڑتا رہا اور صبح تک ایک دوسرے کو گراتے رہے۔ اور خدا سے سوائے اس کے کچھ نہ ہوسکا کہ صبح کے قریب کہا ارے اب تو پیچھا چھوڑ۔ صبح ہو گئی جن کے خدا پر ایک آدمی کا ایسا اثر ہو تو ان کی طبیعت پر پُرزور تقریر کا اثر ہونا کونسی بڑی بات ہے۔ غرض مرزا صاحب نے علاوہ پیرانہ سری کے بالائی تدابیر موت میں بھی کمی نہ کی۔ اور اس مدت میں کئی دورے ہیضہ کے بھی ہوئے اور علاوہ کبرسنی کے ضعف اور نقص

صحت بھی تھا۔ جیسا کہ عصائے موسیٰ ص (۴۵) میں لکھا ہے باوجود اس کے وہ نہ مرزا صاحب کے ہم خیال ہوئے نہ مرے اور پندرہ مہینے پورے گذر گئے اب لوگ اس انتظار میں ہیں کہ مرزا صاحب ایفائے وعدہ فرمادیں گے۔ اور کچھ اجازت دیں گے مگر وہاں معاملہ ہی دگرگوں ہوگیا بجائے اجازت کے وہ گالیاں دینے لگے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں: انہوں نے پشاور سے لے کر الہ آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور دور دور کے شہروں تک نہایت خوشی سے ناچنا شروع کیا اور دین اسلام پر ٹھٹھے کئے اور یہ سب مولوی یہودی صفت اور اخبار والے ان کے ساتھ خوش خوش ہاتھ میں ہاتھ ملائے ہوئے تھے انتہیٰ۔ اور سراج منیر ص (۴۷) میں فرماتے ہیں اے بے ایمانو۔ نیم عیسائیو۔ دجال کے ہمراہیو۔ اسلام کے دشمنوں۔ پیشین گوئی میں جو مندرج ہے کہ انقضائے مدت پر مرزا صاحب کی عزت ہوگی۔ اگر حسب پیشین گوئی یہی عزت تھی تو بے چارے مولوی کیوں یہودی وغیرہ بنائے جارہے ہیں۔ ختم مدت پر جو عزت وقوع میں آئی وہ تو یہی ہے جس پر مرزا صاحب برافروختہ ہیں۔ اگر اس الہام کے رحمانی ہونے پر ان کو وثوق ہوتا تو اس الہام میں عزت کا جو ذکر ہے اس سے مراد وہی عزت سمجھتے جو وقوع میں آ گئی جس کی مولوی لوگ تکمیل کررہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی وہ الہام رحمانی نہ تھا اس کے سوا مرزا صاحب ناحق مسلمانوں پر خفا ہیں۔ انہوں نے تو مسٹر آتھم کے معاملہ میں پہلے ہی اپنے کشف وفراست سے دریافت کر کے اطلاع دیدی تھی کہ وہ پندرہ مہینے کے اندر ہرگز نہ مرے گا۔ چنانچہ عصائے موسیٰ ص (۴۴) میں لکھا ہے کہ اندھے حافظ صاحب نے پہلے ہی خبر دیدی تھی کہ آتھم پندرہ مہینے میں ہرگز نہ مرے گا انتہیٰ۔ اور یہ بات مرزا صاحب پر بھی پوشیدہ نہیں رہی اس لئے کہ انہوں نے بذریعہ اشتہار اس مضمون کو شائع کردیا تھا تاکہ مرزا صاحب کو اس عذر کا موقع نہ ملے کہ ہمیں کسی مسلمان صاحب کشف نے اطلاع نہیں کی کہ وہ نہ مرے گا اور مریدین نے بھی خبر دار ہوکر ان کو صلاح خیر دی کہ جب ایک مسلمان حافظ متقی اس شدومد سے بطور تحدی اعلان دے رہا ہے تو اُس کو مان لینا چاہیئے۔ حافظ صاحب موصوف فی الواقع مقدس شخص ہیں ان کا تقدس اس

سے ظاہر ہے کہ عصائے موسیٰ ص (۴۲) میں لکھتے ہیں کہ وہ پہلے عیسائی تھے خواب میں کوئی بات ایسی ان کو معلوم کرائی گئی کہ وہ عیسویت سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے ایسے شخص کو واقعی الہام ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں اگر مرزا صاحب ان کے سچے الہام سے متنبہ ہو کر کسی حیلہ سے اپنا دعویٰ واپس لیتے تو نہ نصاریٰ کو کامیابی ہوتی نہ مرزا صاحب کی تضحیک نہ اسلام پر ٹھٹّھے کئے جاتے۔ یہ موقع حافظ صاحب سے ممنون ہونے کا تھا بجائے ممنونی کے ان کو گالیاں دی گئیں۔ چنانچہ عصائے موسیٰ ص (۴۲) میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب کے مریدوں نے حافظ صاحب کو سختی سے مفتری، کذاب وغیرہ وغیرہ کہا انتہیٰ۔

اس کے سوا اور مسلمانوں نے بھی اس باب میں بہت کچھ گفت وشنود کی مگر مرزا صاحب اپنے دعوی سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔ چنانچہ اسی عصائے موسیٰ ص (۴۲) میں لکھا ہے کہ عبداللہ اتھم والے الہام میں مرزا صاحب کا خیال وفہم ایک ہی پہلو یعنی اس کی موت کی طرف ہی رہا۔ چنانچہ فیروز پور میں حافظ محمد یوسف صاحب کے برادروں کے استفسار پر آپ نے یہی فرمایا کہ اس میں کوئی تاویل نہ ہوگی ضرور یہی ہوگا انتہیٰ۔ غرض مرزا صاحب مسلمانوں کی جو شکایت کرتے ہیں اس موقع میں بے محل ہے کیونکہ انہوں نے تو پوری خیر خواہی کی تھی۔ چاہیئے تھا کہ خود کردہ راچہ علاج کہہ کر خاموش ہو جاتے۔ البتہ خلاف شان اشعار اور اشتہارات وغیرہ مرزا صاحب کی شکایت میں چھپوائے گئے تھے اور ان کی ناکامی پر تضحیک بھی کی گئی جیسا کہ ان اشعار مطبوعہ سے معلوم ہوتا ہے جو رسالہ الہامات مرزا میں لکھتے ہیں کسی قدر اس میں زیادتی معلوم ہوتی ہے ان میں سے چند اشعار یہ ہیں۔ صائب

بنمالی بصاحب نظرے گوہر خود را عیسی نتوان گشت بتصدیق خرے چند
ارے وہ خود غرض خود کام مرزا ارے منحوس ونافر جام مرزا
ہوا بحث نصارے میں بآخر مسیحائی کا یہ انجام مرزا
مہینے پندرہ بڑ چڑ کے گذرے ہے اتھم زندہ اے ظلام مرزا

مسلمانوں سے تجھکو واسطہ کیا پڑا کھلا نبی نام مرزا

غضب تھی تجھ پہ سنکر چھٹی ستمبر کی — نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی

ہے کادیانی ہی جھوٹا مرا نہیں اتھم — یہ گونج اٹھا امر سر چھٹی ستمبر کی

مسیح و مہدی کاذب نے منہ کی کھائی خوب — یہ کہتی پھرتی ہے گھر گھر چھٹی ستمبر کی

اب دام مکر اور کسی جا بچھایئے — بس ہو چکی نماز مصلی اٹھایئے

اس قسم کے اشعار ناشائستہ بکثرت شائع کئے گئے مگر یہ کوئی چنداں برہم ہونے کے قابل بات نہ تھی اگر مرزا صاحب غور فرماتے اور تھوڑی دیر کے لئے حالت غضب سے علیحدہ ہو کر انصاف سے دیکھتے تو یہی اشعار پیرایۂ حسن وصداقت میں دکھائی دیتے۔ مگر افسوس ہے کہ غصہ نے جو ایک قوی شیطانی اثر ہے اُن کی آنکھوں کے سامنے پردہ ڈال دیا تھا۔

بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ مباحثہ جو پادریوں کے ساتھ کیا اسی وقت سے ان کے ذہنوں میں یہ بات جما دی کہ یہ مقابلہ اسلام اور عیسویت کا ہے اور یہی آخری فیصلہ ہے جس کی خبر حق تعالیٰ نے بذریعۂ الہام دی ہے کہ بحث کا خاتمہ اور اسلام کا غلبہ اس پیشین گوئی پر ہو جائے گا۔ پھر مرزا صاحب اس پیشین گوئی کے جھوٹ ہونے پر بھی یہی کہتے رہے کہ دیکھو اسلام کی فتح ہوگئی جس پر ایک عالم میں بحسب تصریح مرزا صاحب تضحیک ہو رہی ہے۔ اگرچہ مرزا صاحب اس میں بہت کچھ زور لگا کر تاویلیں کر رہے ہیں مگر وہ اس سے زیادہ بدنما ہیں۔ اس موقع میں مسلمانوں کو ضرور تھا کہ مرزا صاحب سے تبرا کریں اور پادریوں پر یہ بات منکشف کرا دیں کہ ہمیں ان سے کوئی تعلق نہیں دعوی نبوت وغیرہ کر کے وہ پہلے ہی سے دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں ان کا ہار دینا اسلام اور مسلمانوں پر کوئی اثر ڈال نہیں سکتا اور ان کے مقابلہ میں ایک الہام حافظ صاحب کا شائع کر کے دکھلا دیا کہ اسلامی سچے الہام ایسے ہوا کرتے ہیں کہ ان میں باتیں بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی صرف مقصود کی ایک بات کہ مسٹر اتھم پندرہ مہینے کے

اندر ہرگز نہ مرے گا نہ اس میں کوئی ابہام ہے نہ تاویل۔غرض اس تبری سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوگئی کہ اصل اسلام پر اس مباحثہ اور الہام کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا مرزا صاحب کو بھی آخر اسلام کا دعویٰ ہے اسلام کو اس الزام سے بری کرنے کے لئے اگر الہام کی بدعنوانی کو اپنی طرف منسوب کر لیتے تو کس قدر قابل تحسین ہوتے ورنہ مسلمانوں کی تبری ہی کو غنیمت سمجھ لیتے جس سے اسلام تو اس کارروائی سے بری رہتا اور دراصل سچ بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کو اس مباحثہ میں دخل ہی کیا وہ تو تماشا دیکھ رہے تھے کہ پرانی مسیحائی مغلوب ہوتی ہے یا نئی جو مغلوب ہو ان کے لئے احدی الْحُسْنَیَیْنِ حاصل ہے۔اب دیکھئے کہ مرزا صاحب جو تحریر فرماتے ہیں کہ: پشاور وغیرہ کے مسلمانوں نے اس ناکامی سے دین اسلام پر ٹھٹّھے کئے۔کیسی بے موقع بات ہے انہوں نے تو نئی عیسویت پر ٹھٹّھے کئے تھے کہ اس نوجوان عیسویت پر سال خوردہ انیس سو ۱۹۰۰ برس کی عمر والی عیسویت غالب ہوگئی اگر بالفرض مرزا صاحب اس پیشین گوئی میں صادق ٹھہرتے تو اس کا برا اثر پہلے مسلمانوں پر ڈالا جاتا ان کو گالیاں دے دے کر اپنی عیسویت کی تصدیق پر مجبور کرتے اور بہت سے بھولے بھالے مسلمان غالباً مائل بھی ہو جاتے۔

مرزا صاحب نے اس مباحثہ میں جو الہامی طریقہ اختیار کر کے حیلوں سے کام لیا اور اس کو عقلی معجزہ بنانا چاہا اس سے الہاموں کی سخت بے اعتباری ہوگئی اور طرفہ یہ ہے کہ اسی پر فخر فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کی طرف سے وہ نشانی دی گئی ہے اس سے تو وہی معمولی بحثیں اچھی تھیں جن کی نسبت حقارت کے طور پر فرماتے ہیں وہ تو اور لوگ بھی کر لیتے ہیں اس لئے کہ ان بحثوں میں اِسکات خصم تو ہو جاتا ہے کیونکہ صدہا کتابیں پادریوں کے رد میں موجود ہیں وہی طے شدہ مباحث پیش کر دی جائیں تو کافی ہیں اگر الہامی طریقہ اختیار کیا گیا تھا تو اس میں داؤ پیچ سخت معیوب اور شان الٰہی کے منافی ہے وہ تو ایسا زبردست طریقہ ہوتا ہے کہ انسانی قدرت اور عقلی ادراک اس سے عاجز ہوتے ہیں۔دیکھئے جب کفار نے قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کلام کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے باعلام الٰہی صاف وصریح الفاظ میں فرما دیا کہ تم بھی عرب کے فُصحا ہو سب

اکھٹے ہوکر ایک چھوٹی سی سورت اس کے مثل بنالاؤ اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ تم ہرگز نہ بناسکوگے جیسا کہ ارشاد ہے قولہ تعالیٰ: فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٣﴾ (البقرۃ) وقولہ تعالیٰ: فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ (البقرۃ: ۲۴) باوجودیکہ اس زمانہ میں فصاحت وبلاغت کے بڑے بڑے دعوے والے موجود تھے مگر سب مل کر یہی ایک چھوٹی سی سورت بھی نہ بنا سکے اور عار شرمندگی کو قبول کرلیا۔

اسی طرح یہود نے جب مقابلہ کیا تو ان سے کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو اور ہرگز نہ کرسکو گے۔ ظاہر ہے کہ مقابلہ کے وقت تمنا کرلینا کوئی بڑی بات نہ تھی مگر خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ وہ مغلوب ہوں اس لئے کسی یہودی سے نہ ہوسکا کہ پیش ہوکر تمنائے موت کرے کما قال تعالیٰ: فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٩٤﴾ وَلَن يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا (البقرۃ: ۹۴، ۹۵) پھر نصاریٰ کے مقابلہ میں بھی ایسا ہی ہوا کہ مباہلہ میں سب ہار گئے جس کا حال آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوگا۔ اب دیکھئے کہ عرب میں بڑے فرقے یہی تین تھے ان کا مقابلہ جو باعلام الٰہی خاص طریقہ پر کیا گیا وہ کیسا کھلے الفاظوں میں تھا نہ اس میں کوئی شرط تھی نہ تاویل نہ کسی کو یہ کہنے کی گنجائش کہ الفاظ کچھ ہیں اور مطلب کچھ لیا جاتا ہے اگر مرزا صاحب کے الہام میں منجانب اللہ ہونے کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو کھلے الفاظ میں مسٹر آتھم سے کہہ دیتے کہ تو اگر میری تصدیق نہ کرے گا تو مارا مارا پھرے گا۔ اور وہ ضرور مارا مارا پھرتا جس سے دیکھنے والوں کو قیل و قال کا موقع نہ ملتا کیا الہام ایسے ہوا کرتے ہیں جن میں اقسام کے حیلے اور باتیں بنانے کی ضرورت ہو اور جب ان میں کلام کیا جائے تو گالیاں دینے کو مستعد۔ چنانچہ لکھتے ہیں اس کا جواب یہ ہے اے بے ایمانو۔ نیم عیسائیو دجال کے ہمراہیو۔ اسلام کے دشمنو۔ کیا پیش گوئی کے دو پہلو نہیں تھے پھر کیا آتھم صاحب نے دوسرا پہلو رجوع الی الحق کے احتمال کو اپنے افعال واقوال سے آپ قوی نہیں کردیا وہ نہیں ڈرتے رہے الخ۔

مرزا صاحب پر اتھم صاحب کا جب غلبہ ہوا تھا اس موقع میں اگر اس کی مکافات لیوں گا سے کی جاتی اور دل کھول کے اتھم صاحب کو گالیاں دیتے تو ایک مناسبت کی بات تھی مگر مرزا صاحب نے ان کو چھوڑ کر تماشہ بینوں کے پیچھے پڑ گئے اور لگے گالیاں دینے اگر چہ یہ مشہور ہے کہ کھسیانی بلی کھمبا نوچی مگر عُقلاء کی شان سے یہ بعید ہے۔ اگر مغلوب کو یہ حق دیا جائے کہ تماشہ بینوں کو گالیاں دیکر اپنا دل ٹھنڈا کرے تو ایسے موقعوں میں داد دینے والا کوئی نہ ملے گا جو ابتدائی مقابلہ میں طرفین کو مطلوب ہوتا ہے۔

اب مرزا صاحب کی اس کارروائی کو دیکھیئے کہ عقل سے انہوں نے کس قدر کام لیا اول تو ایک بوڑھے شخص ضعیف القویٰ کو تجویز کیا اس پر ایک مدت وسیع پندرہ مہینے کی پھر قسمیں کھا کر وہ دھمکیاں موت کی دے گئیں کہ قوی اور تندرست آدمی بھی مارے فکر کے بیمار اور قوت واہمہ کا شکار ہو جائے۔ پھر جب وہ دل بھلانے کی غرض سے اور اس بدگمانی سے کہ کہیں خفیہ طور پر موت کی کارروائی نہ ہو بھاگا بھاگا پھرا تو اسی کا نام رجوع الی الحق رکھ دیا جو الہام میں شرط بتائی گئ اگر مرزا صاحب سے بھاگنے ہی کا نام رجوع الی الحق ہے تو پھر مرزا صاحب اپنے سے بھاگنے والوں کو کافر اور مائلوں کو مومن کیوں فرماتے ہیں اس لحاظ سے تو معاملہ بالعکس ہونا چاہئے جیسا کہ اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَيُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى ‌ۖ (البقرۃ:۲۵۶) غرض اس سے ظاہر ہے کہ عبارت الہامی میں یہ قصداً پیش نظر رکھا گیا تھا کہ جب خواہ مخواہ ان تدابیر سے وہ گھر چھوڑ دے گا تو اس وقت یہ شرط کام دے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بجائے اس کے کہ آسمانی الہام سے فیصلہ قطعی اور واضح ہوتا اس شرط نے معاملہ کو ایسا پیچیدہ بنا دیا کہ کامیابی کی امید ہی نہیں اور جو معنی کے مرزا صاحب بیان کر رہے ہیں کوئی سمجھ نہیں سکتا۔

اگر بقول مرزا صاحب اس الہام کو آسمانی الہام فرض کریں تو اس سے بھی مرزا صاحب کی فضیلت اور حقانیت ثابت نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اس کی عبارتوں سے ظاہر ہے۔

قولہ فی الالہام: جو فریق جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے پندرہ مہینے میں ہاویہ میں گرایا جائیگا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی مرزا صاحب ہاویہ کے معنی دوزخ کے نہیں لیتے بلکہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے پریشانی ہے جس میں مسٹر آتھم مبتلا ہوا۔ اگر چہ مسٹر آتھم کی پریشانی اس کے سفر کرنے سے ظاہر ہوتی ہے مگر مرزا صاحب کی پریشانی باطن بھی کم نہ تھی اس لئے کہ ان کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ اگر یہ پیشین گوئی صحیح نہ نکلے تو عمر بھر کا بنا بنایا معاملہ بگڑ جاتا ہے اور ذلت کی تو انتہا نہیں کیونکہ خود ہی کا اقرار ہے کہ منہ کالا کیا جائے وغیرہ وغیرہ اور ظاہر ہے کہ غیور طبیعتوں کو جان سے زیادہ عزت ریزی کا خوف ہوتا ہے خصوصًا ایسے موقع میں کہ ایک طرف تمام پادری نظر لگائے ہوئے ہیں اور ایک طرف تمام ہندوستان کے مسلمان ہمہ تن چشم و گوش ہیں کہ دیکھئے اس پیشین گوئی کا کیا حشر ہوتا ہے پھر خوف صرف ذلت ہی کا نہیں بلکہ جان کا بھی خوف اسی الہام کے ایک گوشہ میں دکھائی دے رہا ہے کیونکہ پھانسی کا دستاویز اقراری خصم کے ہاتھ میں موجود ہے۔ ہر چند مرزا صاحب اس موقع میں اپنا اطمینان بیان کریں مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ پیشین گوئی کا وجود نہیں ہوا تو سرے سے اسکے الہام ہونے میں شک پڑ گیا اور بغیر الہام کے آدمی کو ایسے موقعوں میں اطمینانی حالت نصیب نہیں ہوسکتی رہا جھگڑا شرط کا سو اگر اُس سے توقع کامیابی کی رکھی بھی جائے تو ایک ضعیف احتمال ہے جس پر وثوق نہیں ہوسکتا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جہاں احتمال ضرر جانی اور بے عزتی ہو تو فکر غالب ہو جایا کرتی ہے۔ چہ جائے کہ احتمال ضرر ہی غالب ہو غرض ان تمام قرائن سے عقل گواہی دیتی ہے کہ جس مدت میں آتھم صاحب پریشان رہے مرزا صاحب بھی بمقتضائے الحرب سجال کے پریشانی باطنی میں کم نہ تھے۔ اور لفظ ہاویہ دونوں پر منطبق ہے۔

قولہ فی الالہام: اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی اس کا ظہور مرزا صاحب ہی کی تحریر سے ہو گیا اور یہ فقرہ تو خاص مرزا صاحب سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ فریق مقابل اپنے کو کامیاب سمجھ رہا ہے اور خوش ہے اور مرزا صاحب کو گالیاں دینے کی ضرورت ہوئی جو دلیل مغلوبیت ہے یہ کوئی نئی بات نہیں عقلی معجزات کبھی الٹ

بھی جاتے ہیں۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب کے معجزوں میں یہ بات ثابت ہے کہ اُس نے کسی کی آنکھ میں آشوب دفع ہونے کی غرض سے آب دہن لگایا اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ شخص اندھا ہی ہوگیا۔ اس کے سوا اور بھی نظائر ہیں کہ عقلی معجزات کا اثر منعکس ہوجاتا ہے۔

قولہ فی الالہام: جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ہوگی۔

اگرچہ مرزا صاحب اس وقت توحید کی جانب ہیں مگر چونکہ مقصود اس سے صرف اپنی عیسویت کا اثبات ہے اس جہت سے باطل اس پر محیط اور شامل ہوگیا جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوارج کے استدلال کے جواب میں فرمایا تھا کہ **کلمۃ حق ارید بہا الباطل**۔ پھر جب مشاہدہ سے ثابت ہوگیا کہ مرزا صاحب کی کمال درجہ کی ذلت ہوئی جس کا اظہار خود فرماتے ہیں تو بحسب قیاس استثنائے ان کا سچ پر ہونا بھی باطل ہوگیا کیونکہ اگر سچ پر ہوتے تو اس الہام کے مطابق عزت ہوتی۔ ادنیٰ تامل سے ناظرین پر منکشف ہوگا کہ مرزا صاحب کا حق پر نہ ہونا انہیں کے الہام سے ثابت ہے۔

قولہ فی الالہام: اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجھا کھیئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ پیشین گوئی کا صدق و کذب پندرہ مہینے کے گذرنے پر منحصر تھا اور مشاہدہ سے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں گواہیوں سے اس کا کذب ظاہر ہوگیا اس ظہور پیشین گوئی کے وقت بے شک بعض اندھے جن پر پورا حال مرزا صاحب کا منکشف نہیں ہوا تھا اور ان کی طرف کھسکتے جارہے تھے ضرور سوجھاکھی ہوگئے اور حق کی راہ چلنے اور حق باتیں سننے لگے کیونکہ حق پسند طبیعتوں کا خاصہ ہے کہ جب ایسی کھلی نشانی دیکھ لیتے ہیں تو حق کی جانب حرکت کرتے ہیں۔ چنانچہ الہام اتھم کے صفحہ (۱۲) میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ: اس پیشین گوئی کی وجہ سے بعض مرید برگشتہ ہوگئے یعنی اندھے سوجھاکھی ہوگئے۔

قولہ فی الالہام: اگر یہ پیشین گوئی جھوٹ نکلے تو میں ہر ایک سزا کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ نے

ایسا ہی کیا کہ پیشین گوئی جھوٹ نکلی۔عجیب خدائے تعالیٰ کی قدرت ہے کہ یہ الہام کس غرض سے بنایا گیا تھااور انجام کس حسن وخوبی کے ساتھ ہوا۔

اب مرزا صاحب کی توجیہات سنئے جواس الہام سے متعلق ہیں۔رسالہ الہامات مرزا مولفہ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب میں ضیاء الحق اور انوارالاسلام وغیرہ تحریرات مرزا صاحب سے اُن کے یہ اقوال منقول ہیں کہ جواتھم نے اپنی خوف زدہ ہونے کی حالت سے بڑی صفائی سے یہ ثبوت دے دیا ہے کہ وہ ضرور ان ایام میں پیشین گوئی کی عظمت سے ڈرتا رہا۔ایک سخت غم نے اس کوگھیر لیاوہ بھاگا پھرااس لئے درحقیقت وہ ہاویہ میں رہا۔مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامنگیر ہوگیا تھا۔اوراس کے دل پروہ رنج وغم وبدحواسی وارد ہوئی جس کوآگ کے عذاب سے کم نہیں کہہ سکتے۔یہی اصل ہاویہ تھا۔اوروہ درداوردکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا۔اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پرصادق آ گیا۔اسکی یہ مثال ہوئی قیامت دیدہ ام پیش از قیامت۔اس پروہ غم کے پہاڑ پڑے جواس نے تمام زندگی میں اُن کی نظیر نہیں دیکھی تھی۔پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔

مرزا صاحب کا وہ الہام تھاتو یہ کشف ہے کہ اس کے دل کی حالت اور عمر بھر کے واقعات بیان فرمارہے ہیں جن سے اس کوسراسر انکار ہے اصل بات اتنی تھی کہ اتھم صاحب نے دیکھا کہ اپنی موت پرمرزا صاحب کی کامیابی منحصر ہے ممکن بلکہ اغلب ہے کہ مرزا صاحب کے جان نثار مریدوں کی فوج اپنے پیرومرشد کی کامیابی کی غرض سے اس مہم کے سرکرنے میں سعی کرے گی اس لئے بمشورہ حزم واحتیاط انہوں نے ایک جگہ کی اقامت کواس مدت معینہ میں مناسب نہ سمجھا اور بطورتفریح جیسے مرفہ الحال لوگوں کی عادت ہوتی ہے سیاحت اختیار کی جس کی بدولت نئے نئے شہر دیکھے دعوتیں کھائیں سیروشکار کئے جس سے السفر وسیلۃ الظفر کے معنی بھی صادق آ گئے۔مرزا صاحب نے سفر کا نام دیکھ لیا اور شاعرانہ خیال سے صورت سَقَرُ قرار

دے کر اس کو سچ مچ کا ہاویہ ہی ٹھہرا دیا اور یہ خیال نہیں کیا کہ امراء وسلاطین لکھوکھا روپیہ دے کر یہ دولت حاصل کرتے ہیں خصوصًا گورنمنٹ کے معززین اور پادریوں کے حق میں تو ہندوستان کا سفر گُل گشت جِناں سے کم نہیں۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام ص (۴۹۰) میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ لوگ ایک قسم کی جنت اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں انتہٰی۔ پھر ان کو دنیا میں ہاویہ سے کیا تعلق۔ غرض مرزا صاحب نے جس کو ہاویہ قرار دیا تھا وہ جنت ثابت ہوتی ہے۔

مرزا صاحب نے اس الہام میں ہاویہ کا لفظ اس واسطہ تجویز کیا تھا کہ قرآن شریف میں یہ لفظ وارد ہے اور اسکے معنی دوزخ کے ہیں۔ کما قال تعالیٰ: فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱ (القارعۃ:۹، ۱۰، ۱۱) اس سے غرض یہ کہ دعویٰ کی شان وشوکت اور الہام کا کروفر اس سے نمایاں ہو کہ جو لفظ قرآن میں ایک سخت وعید میں استعمال کیا گیا وہی لفظ اس ہندی الہام میں ذکر فرمایا مگر افسوس ہے کہ وہ صرف لفظ ہی لفظ تھا۔ اگرچہ پندرہ مہینے تک بجائے خود رکھا مگر اس کے بعد کمال مایوسی سے وہ لفظ یوں بدلا گیا کہ اُس سے مراد فکر وتشویش لی گئی اول تو فکر وتشویش ہی میں کلام ہے اس لئے کہ کسی کے دل کی کیفیت یقینی طور پر معلوم نہیں ہوسکتی اور اگر وہ تسلیم بھی کر لی جائے تو اس کا کیا ثبوت کہ الہام کے صدق کا اس کے دل پر اثر تھا قرائن سے تو ثابت ہے کہ مرزا صاحب کے مریدوں کے خوف سے اس کو سفر کی ضرورت ہوئی۔

بہرحال مرزا صاحب نے ایک ہی شق اختیار کی کہ اس کے دل پر اپنی پیش گوئی کا اثر ہوا تھا۔ چنانچہ ضیاء الحق میں لکھتے ہیں کہ جس شخص کا خوف ایک مذہبی پیش گوئی سے اس حد تک پہنچ جائے کہ شہر بشہر بھاگتا پھرے تو ایسا شخص بلاشبہ یقینی طور پر اس مذہب کا مصدق ہوگیا ہے۔ جس کی تائید میں پیش گوئی کی گئی تھی اور یہی معنی رجوع الی الحق کے ہیں الخ۔

یہاں یہ امر غور کے قابل ہے کہ مرزا صاحب خود تصدیق کرتے ہیں کہ یقینی طوپر اس کا رجوع الی الحق کرنا ثابت ہوگیا۔ اور الہام مرقوم الصدر کا مضمون یہ تھا کہ اگر وہ حق کی طرف

رجوع کرے تو ہاویہ میں گرایا نہ جائے گا۔ پھر جب الہام کے سنتے ہی اس پر خوف اور عظمت طاری ہوگئی تو الہام کے مطابق وہ ہاویہ کا مستحق نہ رہا۔ مگر مرزا صاحب کی تحریر سے ابھی معلوم ہوا کہ وہ ہاویہ میں ضرور گرایا گیا اور اس پر ہاویہ میں گرنے کا لفظ صادق آ گیا جس کا ماحصل یہ ہوا کہ بحسب الہام اس کا حق کی طرف رجوع کرنا ثابت ہے باوجود اس کے وہ ہاویہ میں گرایا گیا جو خلاف عادت الٰہی اور خلاف شرط الہام ہے۔ یہاں دو باتوں سے ایک بات ضرور ماننی پڑے گی کہ اگر الہام سچا ہے تو ہاویہ میں گرنا جھوٹ ہے اور اگر ہاویہ میں گرنا سچ ہے تو الہام جھوٹا ہے اور چونکہ ہاویہ میں گرائے جانے کی وہ تصدیق کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ الہام جھوٹا ہے۔ پھر اگر غیر معمولی کیفیت ان کو وجدانی طور پر معلوم ہوئی تھی جس کو انہوں نے الہام سمجھا تھا تو اس کو الہام شیطانی ضرور کہا جائے گا جس سے کل الہاموں کے دعوے ان کے جھوٹے ہوگئے اور اگر یہ الہام انہوں نے بنالیا تھا تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے خدائے تعالیٰ پر افترا کیا ہے اور کوئی مسلمان خدا پر افترا نہیں کر سکتا۔

مرزا صاحب جو رجوع الی الحق کا الزام مسٹر اتھم کے ذمہ لگا رہے ہیں اس کو وہ قبول نہیں کرتا اُس نے صاف کہہ دیا کہ مجھ پر مرزا صاحب کے الہام کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ مریدوں کے خوف وغیرہ کی وجہ سے سفر کے اختیار کرنے کی ضرورت ہوئی تھی۔ مرزا صاحب نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ وہ ضرور الہام ہی کا اثر تھا ورنہ یہی بات قسم کھا کر کہدی جائے۔ اُس نے جواب دیا کہ ہمارے دین میں قسم کھانا جائز نہیں جیسا کہ انجیل متی میں مصرح ہے وہ فرماتے ہیں ایسے حیلے کام پر نہیں آتے قسم کھا کر نہ کہنا یہی ہماری کامیابی ہے۔ اس کا جواب ڈاکٹر کلارک نے دیا کہ ہم کہتے ہیں مرزا صاحب مسلمان نہیں ہیں اگر مسلمان ہیں تو مجمع عام میں سور کا گوشت کھائیں۔ اگر کہیں کہ سور کا گوشت مسلمانوں پر حرام ہے اس سے اسلام کا ثبوت کیسے تو ہم کہتے ہیں اسی طرح بالاختیار حلف اٹھانا عیسائیوں کو منع ہے پس جب اتھم پکا عیسائی ہے تو وہ اپنی عیسائیت کا ثبوت قسم سے نہیں دے سکتا جس طرح آپ اپنے اسلام کا ثبوت سور کھا کے نہیں دے سکتے انتہیٰ۔

مرزا صاحب نے الہام میں جو شرط لگائی تھی کہ بشرطیکہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اس میں یہی پیش نظر تھا کہ جب موت کی دھمکیوں سے وہ جان بچانے کی غرض سے اپنا مستقر چھوڑ دے گا تو اسی کا نام تاثیر پیش گوئی اور رجوع الی الحق رکھا جائے گا۔ اور جب وہ اس سے انکار کرے گا تو قسم کی فرمائش کی جائے گی اور چونکہ ان کے مذہب میں قسم درست نہیں اس لئے وہ قسم کبھی نہ کھائے گا اُس وقت یہ کہنے کو موقع مل جائے گا کہ اتھم کے قسم نہ کھانے سے ثابت ہے کہ وہ جھوٹا ہے یہاں تک تو عقلی منصوبے چل گئے جو اعلیٰ درجہ کے عقلی معجزے تھے مگر ڈاکٹر کلارک کے عقلی معجزہ نے ان سب کو گاؤ خورد کر دیا اور مرزا صاحب بھی اس کے تسلیم کرنے میں مجبور ہوئے اور یہ کوئی قابل استعجاب بات نہیں عقلوں میں تفاوت ہوا ہی کرتا ہے۔ مگر قابل توجہ یہ بات ہے کہ اگر وہ الہام واقعی ہوتا تو کیا ڈاکٹر صاحب کی رائے اس میں بھی چل سکتی۔ ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مدار الہامات کا خاص علم قدرت الٰہی پر ہوتا ہے اور ممکن نہیں کہ کسی آدمی کی رائے اس پر غالب ہو سکے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ الہام الٰہی نہ تھا۔

مرزا صاحب جو اتھم کے خوف کا نام رجوع الی الحق رکھتے ہیں اس سے غرض یہ کہ پیشین گوئی یعنی موت کا وقوع اس کی وجہ سے نہیں ہوا مگر ابھی معلوم ہوا کہ اس الہام میں جو ہاویہ میں گرنا مذکور ہے اس کا وقوع تو بحسب اقرار مرزا صاحب ہو گیا اور یہ رجوع الی الحق کچھ کام نہ آیا۔ مرزا صاحب اس رجوع سے دوسرا کام لینا چاہتے ہیں کہ الہام کی تشریح میں جو کہا گیا تھا کہ اتھم بہ سزائے موت ہاویہ میں ڈالا جائے گا اور نیز کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں: **منها ما وعدنی ربی اذجادلنی رجل من المتنصرین الذی اسمه عبد الله اتهم الی ان قال فاذا بشرنی ربی بعد دعوتی بموته الی خمسة عشر شهرا من یوم خاتمة البحث فاستیقظت و کنت من المطمئنین۔** یعنی خود خدا نے مجھے بشارت دی کہ پندرہ مہینے میں اتھم مرجائے گا۔ غرض کہ حق تعالیٰ نے جو اتھم کی موت کی بشارت دی تھی وہ اس رجوع الی الحق سے ٹل گئی۔ مگر الہام کی بشارت صاف کہہ رہی ہے کہ اس کی موت ضروری تھی۔

ہر شخص جانتا ہے کہ رجوع کے معنی لوٹ جانے کے ہیں اور رجوع الی الحق اسی وقت صادق آتی ہے کہ باطل کو چھوڑ دیا جائے چونکہ اس مباحثہ میں حق وہی فرض کیا گیا تھا جس پر مرزا صاحب ہیں تو ضرور تھا کہ وہ مرزا صاحب کا ہم خیال ہوجاتا جس سے رجوع کے معنی صادق آتے مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اس خوف کو بھی ایک درجہ رجوع کا دینا چاہئے۔ رجوع کا اس کو ایک درجہ دینا تو آسان ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اس تمام مدت میں حق کے قبول کرنے کا ایک اثر بھی اس سے ظاہر نہ ہوا۔ بلکہ برخلاف اس کے مرزا صاحب کو وہ دجال اور جھوٹا وغیرہ کہتا رہا۔ جیسا کہ رسالہ الہامات مرزا سے ظاہر ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ جو شخص جان بوجھ کر حق کو قبول نہ کرے اور مخالفت کرتا رہے وہ زیادہ تر سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ دیکھ لیجئے قرآن شریف سے ثابت ہے کہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو یقینی طور پر جانتے تھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ (البقرۃ:۱۴۶) مگر یہ معرفت باعث زیادتی عقوبت ہوئی۔ کما قال تعالیٰ: فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ؗ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۝۸۹ (البقرۃ) الحاصل اگر آتھم نے پیش گوئی کی عظمت اور اس کے منجانب اللہ ہونے کو معلوم کرلیا تھا تو اس کی سزا زیادہ اور بہت جلد ہونی چاہئے تھی۔ اگر مرزا صاحب کے قابو میں آتھم صاحب آجاتے اور سزا دینے میں کوئی مانع نہ ہوتا تو کیا مرزا صاحب باوجود ان کو دجال اور جھوٹا کہنے کے اس کو پندرہ مہینے مہلت لینے دیتے ضرور یہ فرما کر فوراً سزائے موت دیتے کہ باوجود حق کی طرف رجوع ہونے کے اور میری اور میرے الہام کی تصدیق کرنے کے مجھکو دجال اور جھوٹا بتا رہا ہے۔ الحاصل اس موقع میں ضرور تھا کہ جس طرح رجوع الی الحق نے اس کو ہاویہ سے نہ بچایا اسی طرح سزائے موت سے بھی نہ بچاتا۔

مرزا صاحب نے اس رجوع الی الحق کو مانع سزائے موت قرار دیا جیسا کہ تریاق القلوب میں لکھتے ہیں کہ: آتھم کی موت کی جو پیش گوئی کی گئی تھی جس میں یہ شرط تھی کہ اگر آتھم پندرہ

مہینے کی میعاد میں حق کی طرف رجوع کرلیں گے تو موت سے بچ جائیں گے۔ اور انوار الاسلام وغیرہ میں ہے کہ: آتھم کی موت اس لئے نہیں ہوئی کہ اس نے رجوع حق کی طرف کیا تھا۔ اور وہ رجوع الی الحق مانع دخول ہاویہ نہیں ہوئی جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ وہ ہاویہ میں ضرور گرا۔ حالانکہ اصلی ہاویہ میں داخل ہونا بعد موت ہوگا قبل نہیں ہوسکتا۔ اور مرزا صاحب کی تقریر سے بھی یہی ثابت ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ بسزائے موت داخل ہاویہ ہوگا کیونکہ بسزائے موت داخل ہاویہ ہونا قبل موت ممکن نہیں پھر اس کے کیا معنی کہ رجوع الی الحق سے موت تو ٹل گئی مگر ہاویہ میں گر گیا اس کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے نہ ولایت ہے نہ نبوت مگر وحی اور الہام ہو رہے ہیں اور اس کی وجہ بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ رجوع الی الحق نے موت سے تو بچالیا مگر ہاویہ سے نہ بچا سکا اس رجوع کو ناقص کہیں یا کامل اس اعتبار سے کہ موت جیسی چیز کو جس کی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے: اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ فَلَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ۝۴۹ (یونس) روک دیا اعلیٰ درجہ کی کامل سمجھی جائے گی۔ مگر حیرت یہ ہے کہ ایسی رجوع کامل سزائے ہاویہ کو نہ روک سکی جس سے مراد سفر اور پریشانی لی گئی اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک موت سے زیادہ سفر کی وقعت ہے کیونکہ اس رجوع نے موت میں تصرف کرلیا۔ مگر سفر میں نہ کرسکا۔

آیت موصوفہ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ سے یہ ظاہر ہے کہ موت وقت مقرر سے نہ آگے آسکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے اور الہام مذکور کہہ رہا ہے کہ آتھم کی موت ٹل گئی اور مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام ص (۱۳۷) میں لکھا ہے: اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغیر کرسکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے انتہیٰ۔ اب مرزا صاحب خود ہی تصفیہ فرمادیں کہ جب خدائے تعالیٰ کی خبر کے برخلاف جس کی تنسیخ ممکن نہیں وہ الہام خبر دے رہا ہے تو اس کو کیا کہیں اگر اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور فرمادیں کہ وہ الہام شیطانی تھا۔

مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ آتھم کی موت اس لئے نہیں ہوئی کہ اس نے رجوع حق کی طرف کیا تھا اور رجوع الی الحق کے معنی ابھی معلوم ہوئے کہ پیشین گوئی کا خوف اس پر طاری ہو گیا۔ اور یہ خوف اسی وقت طاری ہوا جب مرزا صاحب سے پیشین گوئی سن کر بھاگا بھاگا پھرا جس کی خبر مرزا صاحب کو فوراً ہو گئی تھی اس صورت میں مرزا صاحب کو ضرور تھا کہ یہ اعلان دیتے کہ آتھم رجوع الی الحق کر چکا ہے اب وہ پندرہ مہینوں میں نہ مرے گا اور اس کو صاف لکھدیتے کہ تم نے رجوع الی الحق کرلیا ہے اس وجہ سے اب اس مدت میں ہرگز نہ مرو گے ہاں ہاویہ میں یعنی سفر میں رہو گے۔ حالانکہ ابھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ وہ اسی مدت میں ضرور مرے گا اور اس میں کوئی تاویل نہ ہو گی۔ اب دیکھئے اگر ان کا یہ قول سچ سمجھا جائے کہ اس نے رجوع الی الحق کیا ہے تو ان کا وہ قول کہ وہ ضرور مرے گا جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر وہ قول سچ سمجھا جائے تو قطع نظر خلاف واقع ہونے کے اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ پندرہ ماہ تک مرزا صاحب نے اس کے بھاگتے پھرنے کو رجوع الی الحق نہیں سمجھا تھا بلکہ یہی خیال کرتے رہے کہ بوڑھا تو ہے اگر مر جائے تو کامیابی ہے ورنہ اس وقت کہہ دیا جائے گا کہ رجوع الی الحق کی وجہ سے نہیں مرا۔

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ جب اس الہام سے خدا کو مرزا صاحب کی کامیابی مقصود تھی تو جس طرح آتھم کو رجوع الی الحق کی ہدایت کی تھی مرزا صاحب کو یہ الہام کیوں نہیں ہو گیا کہ صاف کہدو کہ وہ رجوع کر چکا ہے اب اس مدت میں نہ مرے گا۔ برخلاف اس کے مرزا صاحب سے بھی کہلواتا رہا کہ اسی مدت میں وہ ضرور مر جائے گا۔ کیا ایسے الہام خدائے تعالیٰ پر افترا نہیں نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

اصل یہ ہے کہ جب کسی کو مقبولیت کسی قوم میں ہو جاتی ہے تو اُس کی ایسی باتوں پر نگاہ نہیں پڑتی اور ہر بات چل جاتی ہے آپ حضرات نے بولس مقدس کے حالات کتابوں میں دیکھے ہوں گے کہ کیسی کیسی خلاف باتیں انہوں نے کیں کل حرام چیزوں کو حلال کر دیا قبلہ سے منحرف کیا

تثلیث کو ذہنوں میں جمایا مگر سب چل گئیں اور پھر بھی مقدس ہی رہے۔ بولس مقدس صاحب کی سحر بیانی اور تقدس کا کیا اثر ہوا جو تقریباً انیس سو سال سے آج تک روبترقی ہے یہ بات یاد رہے کہ بولس صاحب پر ایسے تقدس کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ ایسے مقدس حضرات سے زمانہ خالی نہیں رہتا بولس صاحب نے تو عیسیٰ علیہ السلام کو ترقی دی تھی کہ ان کو خدا بنادیا مرزا صاحب اپنی ترقی میں کسی کے محتاج نہیں خود ہی عیسیٰ بنے نبوت تک ترقی کر گئے اور اب کُن فیکون میں اپنے خالق کے ساتھ اپنی شرکت بتارہے ہیں اور ہر طرف سے آمنا وصدقنا کے نعرے خوش اعتقادوں کے بلند ہیں اور یہ بات کسی کے سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا صاحب کیا کر رہے ہیں یہ اسی کمال تقدس کا اثر ہے جو مدتوں کی خلوت نشینی اور گوشہ گزینی سے حاصل فرمایا تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عبارت الہام میں مذکور ہے کہ جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کررہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا۔اس الہام میں جانب مقابل فریق قرار دیا گیا جو بمعنی گروہ اور جماعت ہے جیسا کہ قرآن شریف سے واضح ہے قولہ تعالیٰ: فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝ (الشوریٰ) اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ کل جنتی ایک فریق اور کل دوزخی ایک فریق قرار دیئے گئے چونکہ اس الہام میں صراحتاً مذکور ہے کہ جو فریق عمداً جھوٹ کہہ کر عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ ہاویہ میں گرایا جائے گا اس لئے بمقتضائے الہام کل فریق عیسائی کا پندرہ ماہ ہاویہ میں گرنا ضرور تھا اس لئے کہ کوئی عیسائی ایسا نہیں جو سہواً یا خطاً عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا ہو وہ تو جو کچھ کہتے ہیں عمداً کہتے ہیں پھر جب وصف عام پر حکم مرتب ہو رہا ہے تو مرزا صاحب کو کوئی حق نہیں کہ اُس کلام میں جس کو کلام الٰہی بتلارہے ہیں تصرف کر کے لفظ فریق کو اس جماعت کے ساتھ خاص کریں جو مباحثہ میں شریک تھی جیسا کہ نورالاسلام میں لکھتے ہیں کہ فریق سے مراد اتھم نہیں بلکہ وہ تمام جماعت ہے جو اس بحث میں اس کے معاون تھی مرزا صاحب نے اس الہام کے بعد یہ نہیں کہا تھا کہ خدائے تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ فریق

سے مراد خاص جماعت ہے اور نہ اس کی تخصیص الفاظ الہام سے معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ اس میں عام طور پر ہے کہ جو فریق انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ اس کلام کی تحریف انہوں نے اس خیال سے کی ہے کہ کہیں اس کلام سے گورنمنٹ کا پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرنا نہ سمجھا جائے مگر جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ کلام کلام الہامی نہ تھا اس لئے کہ وہ فریق اس مدت میں ہاویہ میں نہیں گرا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب نے اپنی طرف سے کہا تھا کہ اس مدت میں کل عیسائی ہاویہ میں گرائے جائیں گے۔ مرزا صاحب بظاہر گورنمنٹ کے خیر خواہ اپنے کو بتاتے ہیں مگر ایسی منحوس باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف ظاہر داری ہے خیر اس سے کوئی بحث نہیں کلام اس میں تھا کہ فریق کا لفظ جو متصف بصفت عامہ کیا گیا تھا وہ صحیح نہیں لیکن اس تعمیم میں یہ مصلحت پیش نظر ضرور تھی کہ اس مدت طویلہ میں کہیں تو کوئی عیسائی مرے گا۔ اس وقت یہ تعمیم کام دے گی۔ اور فوراً اس الہام کے ذیل میں داخل کرلیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پادری رابٹ جو اس مباحثہ میں شریک بھی نہ تھا جب مر گیا اور اس کے دوست ڈاکٹر کلارک کو اس کا غم ہوا تو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس عرصہ میں رابٹ ناگہاں مر گیا جس کے مرنے سے ڈاکٹر کلارک کو جو اس کا دوست تھا صدمہ پہنچا (دیکھو اشتہارات الہامی)۔

اب یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ فریق سے مراد ایک جماعت ہے جس کی نسبت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ: اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق پندرہ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر سزا کے لئے موجود ہوں اس کا مطلب ظاہر ہے کہ کلارک وغیرہ کل جماعت اس مدت میں مر جاتی حالانکہ اس میں سے کوئی نہیں مرا اور جو شخص مرا سو وہ ایک اجنبی شخص تھا جو مباحثہ میں شریک ہی نہ تھا مگر مرزا صاحب نے اس کی موت سے بھی اپنا کام نکالا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آتھم رجوع الی الحق کی وجہ سے بچ گیا تھا تو یہ پوری جماعت کیونکر بچی ان کا تو رجوع الی الحق بھی ثابت نہیں ہوا شاید یہاں یہ فرمائیں گے کہ ان کا

مباحثہ کرنا ہی رجوع الی الحق تھا اگرچہ رد ہی کرنے کے لئے کیوں نہ ہو۔ آخر حق کی طرف رجوع تو متحقق ہوا۔ اس کو بھی رجوع کا ایک درجہ دینا چاہیئے ۔ اس میں شک نہیں کہ یہ توجیہ بھی چل جائے گی ۔ جیسے اتھم کے رجوع الی الحق کی توجیہ چل گئی تھی مگر اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کس قدر رکیک ہوگی ۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ کلارک کے مقابلہ میں مرزا صاحب نے عین عدالت میں اقرار کیا کہ فریق سے مراد اس الہام میں صرف اتھم تھا۔ ڈاکٹر کلارک وغیرہ کو اس پیش گوئی سے کوئی تعلق نہیں گویا سرعدالت یہ اقرار فرماتے ہیں کہ رابٹ کی موت کے صدمہ کی نسبت جو کہا گیا تھا وہ غلط تھا۔ دیکھئے فریق کی ابتدا کہاں سے تھی اور ہٹتے ہٹتے کہاں تک نوبت پہنچی ۔ دیکھئے اس الہام کا سلسلہ کس قدر طویل ہے کہ احاطہ بحث میں آ نہیں سکتا پوری بحث اس کی مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے الہامات مرزا میں لکھی ہے جو قابل دید ہے ۔

جھوٹے نبیوں کی دعا کا الٹا اثر

تاریخ خمیس میں مواہب لدنیہ وغیرہ سے لکھا ہے کہ ایک عورت نے مسیلمہ کذاب سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کنوؤں میں پانی جوش مارتا ہے آپ بھی ہمارے نخلستان وغیرہ کیلئے دعا کیجئے کہا وہ کیا کرتے ہیں کہا ڈول میں کلی کرتے ہیں اور وہ پانی کنویں میں ڈال دیا جاتا ہے اُس نے بھی ایسا ہی کیا مگر اثر یہ ہوا کہ جس قدر پانی موجود تھا وہ بھی سوکھ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آب دہن سے آشوب چشم اچھا ہوگیا تھا اُس نے بھی کسی آفت زدہ کی آنکھ میں تھوک لگایا اُس کا اثر یہ ہوا کہ بصارت ہی زائل ہوگئی ۔ ایک بار کسی کی بکری کے تھن پر اس غرض سے ہاتھ پھیرا کہ دودھ زیادہ ہو اثر یہ ہوا کہ دودھ بالکل خشک ہی ہوگیا۔ بنی حنیفہ میں ایک کنواں کھودا گیا تھا برکت کے لئے اس میں آب دہن اُس کا ڈالا گیا۔ اثر یہ ہوا کہ پانی کنویں کا جو میٹھا تھا کڑوا ہوگیا۔ ایک عورت نے اُس سے شکایت کی کہ میرے بہت سے لڑکے مرگئے اب صرف دو ہی رہ گئے ہیں اُن کی درازی عمر کے لئے دعا کیجئے چنانچہ چھوٹے لڑکے کی چالیس برس کی عمر مقرر کی ۔ جب وہ گھر آئی تو بڑا لڑکا ایک کنویں میں گر کے مرگیا تھا اور چھوٹا جس کی عمر چالیس سال کی

مقرر کی تھی حالت نزع میں پڑا تھا۔ غرض کہ اسی روز ان دونوں لڑکوں کا کام تمام ہو گیا اسی قسم کے اور واقعات بھی لکھے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ ایسے لوگوں کو مخذول کرتا ہے۔ عصائے موسیٰ میں لکھا ہے کہ بظاہر تو از روئے قانون قدرت و مشاہدہ واقعات اُس کا میعاد مقررہَ مرزا صاحب کے اندر مر جانا عجائبات سے نہ تھا بلکہ بلحاظ کبر سنی وضعف ونقص صحت اور ان اسباب سے بڑھ کر مرزا صاحب کی دھمکی موت سے خوف زدہ ہونے کی حالت میں بہت ہی اغلب تھا۔ اور لکھا ہے کہ اس عرصہ میں وبا کے بھی کئی دورے ہوئے باوجود ان تمام اسباب کے مسٹر اتھم اس مدت میں نہ مر کے اُس کے بعد آٹھ ماہ زندہ رہے۔ اگر لا یستاخرون ساعۃً سے قطع نظر کیا جائے تو یہ آٹھ ماہ کی زندگی گویا اس الہام میں رخنہ اندازی کے لئے تھی۔ اور یہ تو یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب کے الہامات کو وقعت دینا منظور الٰہی ہوتا تو بجائے پندرہ ماہ کے تئیس ۲۳ ماہ اُن کی زبان سے کہلوا دیتا۔ اسی طرح جب مرزا صاحب نے پیش گوئی کی کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا تو اہل قادیان سمجھ گئے کہ اب طاعون کا آنا وہاں ضرور ہو گیا اور اُسی وقت سے اُن کو خوف پیدا ہو گیا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ طاعون سے قادیان کو سخت صدمہ پہنچا۔

لیکھرام سے متعلق پیشگوئی

جس طرح اتھم کی موت کی ایک وسیع مدت مقرر کی گئی تھی اس سے زیادہ مدت لیکھرام کی موت کے الہام میں مقرر کی گئی۔ چنانچہ سراج منیر میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ: لیکھرام کی نسبت یہ الہام ہوا کہ عجل جسد له خوار له نصب و عذاب۔ اور اس کے بعد خدائے کریم نے یہ ظاہر کیا کہ یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اُس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا کیا جائے گا۔ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادات اور اپنے اندر ہیبت الٰہی رکھتا ہو تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے میں تیار ہوں۔

اور یہ بھی الہام اُس کی نسبت کرامات الصادقین میں لکھا ہے: فبشرنی ربی بموته فی ست سنة۔ چنانچہ وہ چھری سے مارا گیا انتہیٰ۔ مرزا صاحب نے ایک طولانی چھ سال کی مدت جو اس کی موت کے لئے مقرر کی تھی احتیاطاً تھی ورنہ قرائن تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اتنی مدت اُس کے لئے درکار نہیں۔ کیونکہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں سخت بے ادبیاں اور گستاخیاں کی ہیں جس کی وجہ سے تقریباً چھ کروڑ صرف ہند کے مسلمانوں کا ایسا دل دکھایا کہ جس سے ان کو اپنی زندگی ناگوار ہوگئی اور اُس کے جانی دشمن ہو گئے کیا ممکن تھا کہ اتنی اسلامی فوج کے ہاتھ سے وہ بچ سکتا۔ کیا قیاس سے یہ دور ہے کہ ایک جماعت اس کو سزا دینے کی طرف متوجہ ہوئی ہو۔ اور مرزا صاحب بھی اس سے واقف ہوں۔ اہل فراست سمجھ سکتے ہیں کہ اُن کا شعر جو اس پیشین گوئی کے بعد اور اس کی موت سے پہلے لکھا ہے کیا کہہ رہا ہے:

وبشرنی ربی وقال مبشرا ستعرف یوم العید والعید اقرب

غرض قطع نظر اس کے وہی قرینہ مذکورہ ایسا قوی اور قطعی ہے کہ ہر شخص اس پیشین گوئی پر جرأت کر سکتا تھا ایسی کھلی بات کے لئے الہام کی ضرورت نہیں اس قسم کی باتوں کا الہام ایسا ہے جیسے کوئی کسی سے کہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ تم کبھی نہ کبھی مر جاؤ گے۔

مرزا صاحب نے ان معجزات کا طریقہ ڈاکٹروں سے حاصل کیا ہے کیونکہ ایک زمانہ سے ڈاکٹر وغیرہ مدبروں نے بیمہ کا طریقہ ایجاد کر رکھا ہے کہ آدمی کی ایک عمر مشخص کر کے اس کو کہہ دیتے ہیں کہ تم اس مدت کے اندر نہ مرو گے اور اگر مر جاؤ گے تو اتنے ہزار روپیہ ہم تمہارے ورثاء کو دیں گے۔ اور اس مدت میں کچھ ماہانہ اُن سے لیا کرتے ہیں۔ پھر وہ قرائن خارجیہ و داخلیہ کو دیکھ کر اکثر کامیاب ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اُسی رقم کی آمدنی سے لکھو کھا (لاکھوں کا) روپیہ پیدا کر رہے ہیں۔ اگر ان کی یہ پیشین گوئیاں معجزۂ نبوت قرار دی جائیں تو انبیاء کی کثرت ہو جائے گی اور مرزا صاحب کی بھی خصوصیت باقی نہ رہے گی۔

مرزا صاحب نے لیکھرام کی نسبت جو خارق العادات اور ہیبت ناک موت کی پیشین گوئی کی۔اس کا منشاء یہی ہے کہ جب انہوں نے قرائن سے سمجھ لیا کہ وہ مارا جائے گا تو اسی کا نام ہیبت ناک اور خارق موت رکھ دیا حالانکہ اس قسم کی صدہا موتیں ہوا کرتی ہیں۔

مرزا صاحب کو پہلے الہام کے وقوع کا یقین نہ تھا اور کیونکر ہوسکتا آئندہ کے منصوبے کبھی بگڑ بھی جاتے ہیں۔اس لئے احتیاطاً دوسرا الہام ہوگیا اس غرض سے کہ اگر خارق عادت وہ موت نہ ہو یا نہ سمجھی جائے تو وہ دوسرا الہام کام میں آئے۔

پہلا الہام تو اس وجہ سے الہام نہیں سمجھا گیا کہ خارق عادت موت نہ ہوئی۔مگر دوسرا الہام بھی ربانی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اس کی عبارت میں ست سنۃ ہے حالانکہ صحیح عبارت ست سنین ہے اور ممکن نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے کلام میں غلطی ہو۔ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کے معجزے کے ظل پر عربی بلاغت وفصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے انتہیٰ۔

اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب جو عبارت لکھیں گے وہ نہایت فصیح اور بلیغ ہوگی اور الہام والی عبارت غلط ہوسکتی ہے اب اگر وہ الہام ہے یعنی خدا کی کہی ہوئی عبارت ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ مرزا صاحب کو خدا سے زیادہ فصیح وبلیغ ہونے کا دعویٰ ہے۔اور اگر الہام نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب خود عبارت بنا کر اس کو الہام قرار دیتے ہیں جو نہایت بدنما کارروائی ہے۔

اور اس سے مخالفین کو ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب کی اصلی حالت معلوم ہوگئی کہ گو وہ فاضل اور ذہین ہیں مگر فن ادب میں مشاق نہیں۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسالہ اعجاز المسیح کو مشتہر کر کے جو وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنی تصنیف ہے اب اس کی تصدیق کوئی نہ کر سکے گا اس لئے کہ ایسی پر تکلف اور مسجع عبارت جو اس قابل ہو کہ بطور اعجاز پیش کی جائے (ست سنۃ) لکھنے والا شخص ہرگز نہیں لکھ سکتا کسی عالم نے ان

کولکھدیا ہے اوراس زمانے میں یہ کوئی بڑی بات نہیں۔دیکھ لیجئے کہ روپیہ کے لالچ سے کئی مولوی پادری بن گئے جن کے نام مشہور ہیں وہ صاف کہتے ہیں: الدنیا زور لا یحصل الا بالزور۔

مرزا احمد بیگ صاحب کی لڑکی کا نکاح

مرزا صاحب کی ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے جس کو اشتہار میں شائع کیا تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کے لئے سلسلہ جنبانی کرو (یعنی اس لڑکی کو اپنے نکاح میں لاؤ) اوراُن کو کہدے کہ یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت ہے اور اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہوجائیگا۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے کہ اس لڑکی کو انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا انتہیٰ ۔

مرزا صاحب نے اس نکاح کی نسبت بڑا ہی زور لگایا اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے پیام پہنچا دیا کہ اگر نکاح نہ کردے گا تو چناں ہوگا اور چنیں ہوگا۔مگر اس بزرگ نے ایک نہ مانی اس کے بعد مرزا احمد بیگ صاحب کے نام خط لکھا کہ آپ کے دل میں گو اس عاجز کی نسبت غبار ہو لیکن خدا جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا اخیر فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدائے تعالیٰ کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت دل صاف کر لیتا ہے سو ہمیں خدائے تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا اب ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں اور آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا جو اس پیش گوئی پر اطلاع رکھتا ہے۔ہزاروں

پادری منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو ہزار ہا مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا کرنے کے لئے معاون بنیں تاکہ خدائے تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اُس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے انتہیٰ۔ مرزا صاحب قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے آسمان پر سے ان کو کہہ دیا کہ نکاح تمہارے ہی ساتھ ہوگا اور اس کی سلسلہ جنبانی کرو۔ معلوم نہیں باوجود اس کے پھر کیوں اتنی عاجزی اور خوشامد کر رہے ہیں اور پادریوں کا کیوں خوف لگا ہوا ہے کہ ان کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ اب اُن کی پریشانی کا حال اور سنئیے۔ اپنے سمدھی مرزا علی شیر بیگ صاحب کے نام یہ خط لکھا مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح تیسری تاریخ ہونے والا ہے۔ اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں۔ ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کے دین کی کچھ پروا نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے۔ ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا کیا میں چوہڑا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ ہے۔ میں نے خط لکھا کہ پرانا رشتہ مت توڑو خدا سے خوف کرو کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ آپ کی بی بی نے کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کے لئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بیشک وہ طلاق دیدے ہم راضی ہیں ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کریں گے کہیں یہ شخص مرتا بھی نہیں۔ اب آپ کو لکھتا ہوں کہ اس وقت کو آپ سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائے اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کر دیں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دے ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے تمامی رشتے ناطے توڑ دوں گا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو ایسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں نہ رکھے گا۔ انتہیٰ۔

البتہ مرزا صاحب کی اس بے کسی کی حالت میں ان کے سمدھی صاحب کو ضرور تھا کہ ان کی عاجزی پر رحم کھا کر ان کو سنبھال لیتے مگر معلوم نہیں انہوں نے قصداً سختی اختیار کی یا یہ سمجھ لیا تھا کہ جب خدا نے خبر دی ہے کہ مرزا صاحب کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ ہوگا تو مداخلت کی ضرورت ہی کیا۔ ضرور ہو رہے گا۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اس اظہار بے کسی اور عاجزی کے ساتھ اگر اتنا فرما دیتے کہ الہام کا ذکر برائے نام صرف دھمکی کے لئے تھا اب میں اُس سے توبہ کرتا ہوں تو ضرور مرزا صاحب کے صدق کا اثر ان کے دل پر پڑتا اور رحم آجاتا اور تعجب نہیں کہ طرف ثانی بھی اس خیال سے کہ ایک بڑا شخص توبہ کر رہا ہے۔ اگر خدا کے واسطہ نہیں تو اپنی تعلّی ہی کے واسطہ ضرور قبول کر لیتے۔ بہرحال مرزا صاحب کا مقصود تو حاصل ہو جاتا۔

مرزا صاحب لڑکی کے قرابتداروں کی شکایت کرتے ہیں کہ وہ خدا اور سول کے دین کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو انہوں نے صرف خدا و رسول ہی کی رضا مندی اور دین کے واسطہ یہ کام کیا۔ بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ناحق کہہ دیا کہ مجھے اللہ نے فرمایا کہ تمہارے نکاح میں وہ لڑکی آئے گی تم سلسلہ جنبانی کرو۔ اس فقرہ نے اُن کو اس طرف توجہ دلائی کہ گورنمنٹ کو یا حکام کو کوئی بات منظور ہوتی ہے تو اُس کے آثار ہی کچھ اور ہوتے ہیں کہ وہ کام بغیر پورا ہوئے رہ نہیں سکتا چہ جائیکہ خالق عالم چاہے اور کسی کے دل پر اُس کا کچھ اثر نہ ہو اور اثر ہو تو ایسا کہ وہ کام کبھی نہ بننے پائے اگر خدائے تعالیٰ کو مرزا صاحب کا نکاح منظور ہوتا تو گھر بیٹھے مخالفین آکر اپنی طرف سے پیام کرتے دوسروں پر اثر ہونا تو درکنار خود مرزا صاحب کے دل پر اُس الہام کا کوئی اثر نہیں عیسائی ہندو اور دشمنوں کی طرف سے اُن کو اپنی خواری ذلت اور روسیاہی کا کچھ ایسا تصور جما ہے کہ الہام تو کیا خدا بھی یاد نہیں آتا قسمیں کھا کھا کر ایک ایک سے لجاجت اور عاجزی کر رہے ہیں کہ اس وقت سنبھال لو اب ارباب دانش اپنے وجدان سے کام لیں کہ مرزا صاحب جو لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ بے پردہ ہو کر اس صفائی سے ایسے مکالمہ کرتا ہے

کہ دوسروں پر حجت قائم ہو سکے کیا یہ بات صحیح ہو سکتی ہے اگر اسی طرح ان کو الہام ہوا کرتے ہیں اور خود خدا سے سننے پر بھی اُن کو اسقدر تردد رہا کرتا ہے تو پھر قرآن پر اُن کو کیا ایمان اور تصدیق ہوگی کیونکہ وہ تو صرف خبر ہے کچھ خدا سے انہوں نے سنا ہی نہیں اور اگر سنتے بھی تو کیا ہوتا وہی تردد رہتا جو اس الہام میں ہے غرض ان قرائن سے ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ یہ الہام خدائے تعالیٰ پر تہمت ہے اور خدا پر تہمت کرنے والے کی تائید اور جھوٹے نبی کی مدد باعث عذاب الٰہی ہے اس لئے انہوں نے صرف دینداری کے لحاظ سے بغض لِلّٰہ کو عمل میں لایا ورنہ دنیا داری کے لحاظ سے اس سے بہتر کوئی پیام نہ تھا کیونکہ لاکھوں روپئے کی جائیداد اور آمدنی کس کو نصیب ہو سکتی ہے اُن لوگوں پر ہزار آفریں ہے کہ اپنے خیال کے مطابق انہوں نے دنیا کے لحاظ سے دین کو برباد نہیں کیا اس موقع میں اُن کے دین کی شکایت بالکل بے موقع ہے۔

مرزا صاحب نے سمدھی صاحب کی تحریر پر کفایت نہ کر کے سمدھن صاحبہ کے نام بھی یہ خط لکھا کہ مجھ کو خبر پہنچی کہ چند روز میں مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے اور ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نورالدین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔طلاق نامہ کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کا غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آئے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا نکاح کسی اور سے ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا اور پھر وہ میری میراث سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کروں گا اور خدائے تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔جس دن نکاح ہوگا اُس دن عزت بی بی کا نکاح نہیں رہے

گا انتہیٰ ۔ بے چاری سمدھن صاحبہ کی مصیبت کا حال بیان سے خارج ہے۔ اگر مرزا صاحب کی سفارش کرتی ہیں تو غضب الٰہی کا خوف ہے جس کا حال ابھی معلوم ہوا اور اگر نہیں کرتیں تو بیٹی بیوہ ہو جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عورتوں پر لڑکیوں کے بے شوہر ہونے کا کس قدر غم ہوتا ہے۔ مگر سبحان اللہ کیسی ایماندار باخدا اور مستقل مزاج بی بی ہیں کہ خوف عذاب الٰہی کے مقابلہ میں اپنی لڑکی کے بیوگی کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور صاف کہہ دیا کہ بے شک فضل احمد طلاق دیدے ہم راضی ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مرزا صاحب نے مرزا احمد بیگ صاحب کے خط میں لکھا ہیکہ رشتہ مت توڑو خدا سے خوف کرو۔ حالانکہ مرزا صاحب کے ساتھ ان کو کوئی ایسا رشتہ نہ تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کی اس تحریر سے مستفاد ہے کہ کیا میں چوہڑا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار تھا اگر کوئی قرابت ہوتی تو یہ مقام اس کی تصریح کا تھا کہ باوجودیکہ میں تمہارا بھانجا بھتیجا ہوں پھر کیوں دریغ کیا جاتا ہے۔ اور کوئی رشتہ نہ ہونے کی تصریح خود اسی خط میں موجود ہے کہ مرزا احمد بیگ صاحب کی ہمشیر نے صاف کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص (مرزا صاحب) کیا بلا ہے۔ یہ شخص مرتا بھی نہیں۔ غرضکہ ایک فرضی رشتہ کو توڑنے پر تو فرماتے ہیں کہ خدا سے خوف کرو اور اپنے فرزند کو صاف فرماتے ہیں کہ اپنی زوجہ کو ختم طلاق مغلظہ دے دو۔ حالانکہ نفس طلاق کا ابغض الاشیاء ہونا احادیث سے ثابت ہے اس پر طلاق مغلظہ بدعی جس کی قباحت احادیث صحاح میں مذکور ہے۔

حیرت یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اتنا بھی خیال نہ فرمایا کہ اس بیچاری کمسن لڑکی بہو کا کیا قصور تھا اگر باوجود باپ کی موجودگی کے پھپھّی کو ولایت ہوتی تو یہ کہنے کو گنجائش تھی کہ اقتداری کام میں قصور کیا گیا۔ مگر جب بھی ماں کے قصور کی سزا بیٹی کو دینا اور خوشدامن کا غصہ داماد پر نکال کر اس کو محروم الارث کر دینا نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً حق تعالیٰ فرماتا ہے: **وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى** ج (الانعام: ۱۶۴)

مرزا صاحب نے اس فرضی قرابت کو توڑنے پر تو خوف الٰہی یاد دلایا اور خود کتنے واقعی رشتے توڑ رہے ہیں۔ زوجیت، مصاہرت، ابنیت اور نام کو بھی خوف الٰہی نہیں۔ حالانکہ نسبی رشتہ

کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا۔ کیا زبان سے کہد ینے سے جزئیت باطل ہو جائے گی۔ اگر ایسا ہی زبان سے کہد ینا مفید ہوتا تو متبنیٰ کو حصہ دلا یا جا تا حالانکہ حق تعالیٰ صاف فرما تا ہے: وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ (الاحزاب: ۴) عصائے موسیٰ صفحہ (۲۳۲) میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب اپنی اہلیہ ثانیہ کی خاطر شرعی وارثوں کو محروم الارث کرنے کے لئے جائداد کو اس کے پاس رہن کر دیا اور ایسا ہی پہلی اولا دو پسروں کو بلا دلیل شرعی عاق کر دیا۔ بی بی کی خاطر اور نفسانی خواہش سے قرآن کی مخالفت کرنا خدا پرستی سے کس قدر دور ہے دیکھئے حق تعالیٰ فرما تا ہے لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ (النساء: ۷) یعنی ماں باپ کے ترکے میں لڑکوں کا ایک بڑا حصہ ہے۔ اور مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ میرا لڑکا میری میراث سے ایک پیسہ اور ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اس پیرانہ سری میں مرزا صاحب کو یہ کیونکر گوارا ہوا کہ اگر اپنی دلہن نہ آئے تو اپنا لڑکا بھی ہر قسم کے عیش وعشرت سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا جائے۔ بی بی سے دائمی مفارقت ہو۔ ماں باپ اور اولاد میں تفرقہ عظیم پڑے۔ کھانے کو ایک دانہ نہ ملے۔ خانہ بربادی ہو۔ کیا اولیاء اللہ قوائے شہوانیہ اور غضبانیہ کے ایسے مطیع ہوا کرتے ہیں۔ پھر اپنی بہو کی طرف سے اُن کی والدہ کو مصیبت خیز خط لکھوایا کہ اگر تم اپنے بھائی کو نہ سمجھاؤ گے تو مجھ پر طلاق ہوگی۔ اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی اور اس خط پر مرزا صاحب نے یہ لکھا کہ اگر نکاح رک نہیں سکتا تو پھر بلا توقف اپنی لڑکی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیجدو تا کہ اُس کو لیجائے۔

غرض کہ اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ تدبیریں کی گئیں۔ احتمال مطلب براری پر خود نے متعدد خطوط لکھے اور وں سے لکھوائے۔ خوشامدیں کیں۔ مسجدوں میں دعائیں کرائیں۔ خود خدا کی طرف سے اپنا ذاتی سنا ہوا پیام پہنچایا کہ اس لڑکی کا نکاح اپنے ہی سے ہوگا اور اگر نہ ہوگا تو خاندان تباہ ہو جائیگا۔ اور یہاں تک عاجزی کی کہ اگر یہ نکاح نہ ہو تو میں ذلیل ہوں گا۔ میرا منہ کالا ہوگا۔ عیسائی ہنسیں گے۔ ہندو خوش ہوں گے اور یہ بھی دھمکی دی کہ اللہ و رسول کے دین کی ذلت

ہوگی۔وغیر ذالک مگر کوئی تدبیر مفید نہ ہوئی اور آخر اُس لڑکی کا نکاح مرزا سلطان محمد صاحب کے ساتھ ہو ہی گیا۔جس کو تیرہ چودہ سال کا عرصہ ہوتا ہے۔اور وہ اب تک صحیح وسالم موجود ہیں۔چنانچہ الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ وہ مرزا کے سینے پر مونگ دلتا ہوا زندہ ہے۔اور اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے۔ذات شریف پر تبریٰ اور صلوٰتیں سناتا ہے۔

اس کارروائی میں مریدوں پر عجیب مصیبت ہوگی پیر کی نسبت تو یہ خیال کر ہی نہیں سکتے کہ بشارت الٰہی اور سلسلہ جنبانی کی خبر خدائے تعالیٰ کی طرف سے جھوٹ دی تھی مرزا صاحب تو اس جھوٹ سے بری ہو گئے مگر اُس کے ساتھ ہی خدائے تعالیٰ کی طرف ذہن منتقل ہوا ہوگا کہ اس کے کیا معنی کہ بشارت بھی دی اور طرف ثانی پر حکم بھی بھیجدیا اور اعلان شائع کرنے کی اجازت بھی ہوگئی جس سے تمام عیسائی ہندو مسلمان ہمہ تن گوش ہو گئے کہ اب مبارکباد کے نعرے قادیان میں بلند ہوتے ہیں مگر وہاں کیا تھا صدائے برنخواست کا مضمون صادق آ گیا اور طرفہ یہ کہ صرف سعی سے بڑے بڑے کام نکل آتے ہیں یہاں سعی بلیغ سے بھی کچھ کام نہ نکلا اور وہ بشارت اور حکم بیکار گئے عجیب گونگو بات ہے خدا اگر بشارت اور حکم نہ دیتا تو مرزا صاحب کو اتنی پریشانی اٹھانی پڑتی اور نہ اس قدر رسوائی ہوتی اعلیٰ درجہ کے مرید تو آخر کچھ بات بنا ہی لیتے ہوں گے مگر ضعیف اوران لوگوں کی تو مٹی خراب ہوگئی معلوم نہیں خدائے تعالیٰ کی اخبار میں کیسی کیسی بدگمانیوں کا موقع اُن کو مل گیا ہوگا۔اور قرآن سے ایمان کس طرح ہٹ گیا ہوگا۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا سلطان بیگ الہامی مدت میں اس وجہ سے نہیں مرا کہ اور پیش گوئی کے بعض الہامات جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے ان میں یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی اور اس واقعے میں بھی ایسا ہی ہوا کہ خوف اور توبہ اور نماز روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے کلیجے کانپ اٹھے۔پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا وہ لوگ احمق کاذب ظالم ہیں جو کہتے ہیں

کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجودہ کے موافق پوری ہوگئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے (سراج منیر) مرزا سلطان بیگ کے موت کے انتظار میں بجائے اڑھائی تین سال کے چودہ۔ پندرہ سال تو گذر گئے اب اگر انتظار ہے تو صرف موت کا ہے۔ جیسے مرزا صاحب کو اپنی موت کا بھی انتظار ہوگا۔ مگر اس میں پیش گوئی کی کسی پہلو کو دخل نہیں۔ یہاں کلام اس میں ہے کہ بدیہی طور پر یہ پیش گوئی پوری کیونکر ہوگئی۔ اس پیش گوئی میں تو مرزا صاحب نے یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ سلطان بیگ صاحب توبہ کریں گے تو میعادی موت ٹل جائیگی۔ البتہ آتھم کی موت میں یہ شرط تھی مگر یہ دونوں واقعہ مستقل اور علٰحدہ ہیں۔ جن میں کوئی تعلق نہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں جو پہلے الہامات میں شائع ہو چکا ہے وہی کافی ہے۔ یعنی آتھم والی شرط یہاں بھی معتبر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو پیش گوئی کسی کی موت پر مرزا صاحب کرتے ہیں اگر وہ مدت مقررہ پر نہ مرے تو یہ سمجھا جائے کہ اُس نے توبہ کرلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب ایسی پیش گوئیوں پر جرأت کیا کرتے ہیں۔ سنا جاتا تھا کہ کسی منجم نے اعلان دیا تھا کہ میں اپنی زوجہ کی تائید سے جو پیش گوئی کرتا ہوں وہ کبھی جھوٹ نہیں نکلتی اُس کا سر یہ تھا کہ مرد جو کہتا اُس کے خلاف عورت کہتی۔ مثلاً اگر مرد کہتا کہ آج پانی برسے گا تو عورت کہتی نہیں برسے گا۔ غرض ایک کا قول ضرور صحیح نکلتا۔ مرزا صاحب نے ایسی تدبیر نکالی کہ کسی دوسرے کی تائید کی بھی ضرورت نہ رہی۔ ایک پہلو ہمیشہ کیلئے بنا کر تیار کر دیا کہ مدت مقررہ گذرتے ہی کہہ دیا جائے گا کہ توبہ کی وجہ سے وہ مدت ٹل گئی۔ خدا کا فضل ہے کہ بیمہ والوں کو اس کی اطلاع نہ ہوئی ورنہ وہ بھی یہ کہنے پر مستعد ہو جاتے کہ گناہوں کی وجہ سے میعادی مدت سے پہلے مرا۔ جو بجائے خودکشی ہے اس لئے اُسکے ورثہ کو اب کوئی رقم دینے کی ضرورت نہیں مرزا صاحب کی جرأت اور دھٹائی لطف اُٹھانے کے قابل ہے کہ جس پیشگوئی کے نسبت خود فرماتے ہیں کہ دس لاکھ آدمی سے زیادہ ہوگا جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ہزاروں پادری منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلا بھاری ہو۔ ہزار ہا

مسلمان مساجد میں نماز کے بعد بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ ایسی عظیم الشان پیش گوئی کی مدت معینہ گذر جانے کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ بدیہی طور پر پوری ہوگئی۔ اس لئے کہ اتھم کے جیسا انہوں نے بھی توبہ کرلی۔ اس لئے نہ مرے دس لاکھ آدمیوں کے مقابلے میں ایسی بات کہنی معمولی غیرت وحیا والے کا کام نہیں۔ کاش مرزا صاحب الہام کے وقت ملہم سے پوچھ لیتے کہ حضرت اگر اتھم والے الہام کے بعد جیسی رسوائی ہوئی اور بجائے اس کے کہ تصدیق کرنیوالوں میں ترقی ہو بہت سے مرید مرتد ہوگئے اگر اس پیش گوئی میں بھی وہی بات ہے تو میں اس الہام سے معافی چاہتا ہوں۔ کسی میرے دشمن پر یہ الہام فرمایا جائے تا کہ اس کی رسوائی دیکھ کر میں خوش ہوں۔

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ڈھائی سال کی مدت پیش گوئی میں کس لحاظ سے رکھی گئی۔ اگر واقع میں اُن کی عمر اتنی ہی باقی تھی جسکو کشف سے مرزا صاحب نے معلوم کیا تھا تو یقینا کشف کی غلطی ثابت ہوگئی۔ اور توبہ اُس میں کچھ مفید نہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ (یونس) اور اگر مرزا صاحب نے اپنی طرف سے مقرر کی تھی تا کہ معلوم ہو کہ لوگوں کی موت وحیات میں اُن کو دخل ہے تو ڈھائی سال کی کیا ضرورت تھی کہہ دیتے کہ ادھر نکاح ہوا اور ادھر دولھا مر گیا۔ اور اگر خدا ہی نے خبر دی تھی تو اُن کے خدا کی بے علمی اُس سے ثابت ہوتی ہے جب معجزہ اپنے نبی کا دکھانا منظور تھا تو مفصل خبر دیتا اگر وہ توبہ نہ کرے تو ڈھائی سال میں مرے گا اور کرے تو دس یا بیس سال میں۔ افسوس ہے مرزا صاحب اپنے ساتھ اپنے خدا کو بھی بدنام کر رہے ہیں۔ خاص طور پر غور کرنے کا یہاں یہ مقام ہے کہ مرزا صاحب نے جو کھلے الفاظ میں کہدیا کہ ہمیں خدا کی قسم ہے کہ میں اس بات میں سچا ہوں کہ خدا نے مجھ سے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر سے میرا نکاح ہوگا۔ اور اگر دوسرے کے ساتھ نکاح ہو تو ڈھائی سال تک شوہر اور تین سال تک اس کا والد فوت ہو جائے گا۔ پھر نہ مرزا صاحب سے اُس لڑکی کا نکاح ہوا نہ اُس مدت معینہ میں دونوں کا انتقال

ہوا۔اب اُس سے کیا سمجھا جائے۔کیا فی الحقیقت خدا نے اُن کو یہ خبریں دی ہوں گی یا وہ مرزا صاحب کی تراشی ہوئی ہیں۔جب ہم خدائے تعالیٰ کی شان پر اور مرزا صاحب کی کارروائیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو بمقابلہ اس کے کہ خدائے تعالیٰ پر جھوٹ اور بے علمی اور عجز کا الزام لگایا جائے۔مرزا صاحب کی جانب صرف جھوٹ کا الزام لگانے میں کوئی ہرج نہیں دیکھئے خصوصاً اس وجہ سے کہ انہوں نے عقلی معجزات کا ایک نیا مدقائم کیا ہے۔اس سے یہ امر بھی مبرہن ہوگیا کہ مرزا صاحب نے عقلی معجزات میں جھوٹ سے بھی مدد لی ہے اور صرف جھوٹ ہی ہوتی تو چنداں مضایقہ نہ تھا۔غضب یہ ہے کہ جھوٹ کو قسم سے موکد بھی کرتے ہیں جس سے سیدھے سادھے مسلمان دھوکا کھا کر یقین کرلیں کہ وہ خبر بالکل صحیح ہے۔جب تک مدت مذکورۃ منقضی نہیں ہوئی تھی ہر شخص کا خیال تھا کہ جب ایسے معزز شخص جو ظاہراً مقدس بھی ہیں قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا نے وہ مدت ٹھیرائی ہے تو ممکن بلکہ ضرور ہے کہ ایسا ہی ہوگا اور کسی کو مجال نہ تھا کہ چون وچرا کرے کیوں کہ خدا کے معاملے میں کون دخل دے سکتا ہے یہاں تک کہ ہندو پادری وغیرہ ساکت بلکہ اس فکر میں تھے کہ یہ پیش گوئی پوری ہوجائے تو اس کا کیا جواب ہوگا۔غرض کہ ہزاروں آدمی تین سال تک سخت فکر میں حیران و پریشان رہے اور مرزا صاحب اس مدت میں خوش تھے کہ تین برس تک تو عیسویت بغیر کھٹکے کے چل جائے گی اُس کے بعد اگر زندگی باقی رہے تو کوئی بات بنالی جائے گی۔اور بے وقوفوں کو دھوکا دینا کون بڑی بات ہے چنانچہ ایسا ہی کیا کہ مدت گذرتے ہی فرمادیا کہ بھائیوں اُن لوگوں نے توبہ کرلی اس لئے بچ گئے خوش اعتقادوں نے یہ سن کر پھر دھوکا کھایا اور کسی نے اُس کو نہ سمجھا ورنہ دریافت کرلیتے کہ حضرت خدا نے آپ کے ذریعے سے حکم بھیجا تھا کہ اگر وہ آپ کے ساتھ نکاح نہ کردیں تو تین سال میں اُن کو سزائے موت ہوگی اور انہوں نے تین سال تک خدا کے حکم کو نہ مانا یہاں تک کہ مدت بھی گذر گئی اور اُس کے بعد اب تک اسی نافرمانی پر اڑے ہوئے ہیں کہ مرزا صاحب کے خدا کی بات تو ہرگز نہ مانیں گے

پھر انہوں نے توبہ ہی کیا کی اگر توبہ کرتے تو نکاح سابق کو فسخ کر کے اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہوتے اور آپ کے ساتھ نکاح کر دیتے۔

جس طرح مرزا صاحب نے اس موقع میں قسم کھائی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے باب میں لکھا ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے یہ کہہ دیا ہے کہ عیسیٰ مر گئے۔

اس قسم کے معاملات میں مرزا صاحب کی قسموں کا حال پورے طور پر کھلتا نہ تھا مگر خدا کی قدرت ایک معاملہ ایسا درپیش ہو گیا کہ مجبوری اُن کو ایسے امر میں قسم کھانے کی ضرورت ہوئی کہ جس سے تمام قسموں کی حقیقت کھل جائے سونچا تو یہ تھا کہ یہ قسم کچھ کام کر جائے گی اور لوگ اُس کا اعتبار کر کے نکاح کر دیں گے مگر معاملہ ہی دگر گوں ہو گیا کہ وہی قسم وبال جان ہو گئی اور کل قسموں کا حال اُس نے کھول دیا۔

ہر دین میں قسم ایک بھاری چیز سمجھی جاتی ہے کہ کوئی جاہل بھی جھوٹ قسم کھانے پر جرأت نہیں کرتا اور اُس کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہے اور ہمارے دین میں تو اس پر سخت وعیدیں وارد ہیں مگر مرزا صاحب نے اُن کی کچھ پروانہ کی۔ اب اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ جب مرزا صاحب کی قسموں کا یہ حال ہو تو اُن کے تمام دعوؤں کا کیا حال ہوگا۔ عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من حلف علی یمین مصبورۃ کاذباً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ اخرجہ ابو داؤد۔ الیمین المصبورۃ ھی اللازمۃ تصاحبھا الحکم۔ کذا فی تیسیر الوصول یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جھوٹی قسم کھاوے تو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

باوجود یہ کہ مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر قوائے نفسانیہ کی اصلاح اُن کی اب تک نہ ہوئی۔ دیکھئے اپنے نکاح کے واسطے کتنے لوگوں سے قطع رحمی انہوں نے کی۔ حالانکہ اس باب میں یہ حدیثیں وارد ہیں۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الرحم شجنۃ من

الرحمن فقال اللہ من وصلک وصلتہ و من قطعک قطعتہ متفق علیہ کذافی المشکوٰۃ. وعن جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لایدخل الجنۃ قاطع رحم۔ متفق علیہ کذافی المشکوٰۃ۔ یعنی جو شخص قطع رحمی کرے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور خدائے تعالیٰ سے تعلقات اُس کے قطع ہو جائیں گے اس سے ظاہر ہے کہ اگر مرزا صاحب کو کوئی تعلق حق تعالیٰ سے تھا بھی تو اس کارروائی سے قطع ہو گیا۔ اور یہ حدیث بہ آواز بلند کہہ رہی ہے کہ نبوت تو کیا اُن کو ولایت بھی نہیں ہے بلکہ وہ جنت سے روک دیئے گئے۔

مرزا صاحب نے غصے سے اپنی اولاد کو جو محروم الارث کر دیا۔ اس میں سراسر خدائے تعالیٰ کے کلام کی مخالفت کی۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ ٭ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ۚ (النساء:١١) وقولہ تعالیٰ لِلرِّجَالِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا تَرَکَ الۡوَالِدٰنِ (النساء:٧) دیکھئے حق تعالیٰ اولاد کا حصہ مقرر کر کے بلفظ وصیت ارشاد فرماتا ہے کہ حصہ ہر حصہ دار کا دیا کرو مگر مرزا صاحب نے شاید یہ سمجھا کہ یوصیکم اللہ کا خطاب مسلمانوں کی طرف ہے اور خود مسلمان تو ہیں ہی نہیں اسلئے اس خطاب سے خارج ہیں کیونکہ نبوت کی طرف ترقی کر گئے ہیں۔ مگر یہ خیال ایک جہت سے صحیح نہیں اس لئے کہ جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کا دعویٰ ہے تو اس خطاب میں بھی شریک ہونا چاہئے۔ مرزا صاحب کی سمدھن کے بھائی صاحب نے حدیث شریف البغض للہ پر عمل کر کے مرزا صاحب کو لڑکی نہیں دی حالانکہ شرعاً اُن کو اس کی ضرورت نہ تھی۔ اس کا مواخذہ مرزا صاحب نے اپنے بہو بیٹے سمدھن اور سمدھی سے ایسے طور پر کیا کہ ان کے عمر بھر کے لئے کافی ہے۔ اور خدائے تعالیٰ کے اس ارشاد وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی کی کچھ پروانہ کی۔ اب اہل انصاف غور کریں کہ کلام الٰہی کی اُن کے نزدیک کچھ بھی وقعت ہے۔

جب مقتدائے قوم نے یہ طریقہ اختیار کیا تو امتیوں کا کیا حال ہو اُن کے استدلال کے لئے کافی ہے کہ ہمارے نبی غصہ کی وجہ سے قرآن کو چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ اب یہ کون پوچھتا ہے

کہ مرزا صاحب کا غصہ بجا تھا یا بیجا جس کی وجہ سے قرآن چھوڑ دیا گیا اور ظاہراً تو بیجا ہی معلوم ہوتا ہیکہ اپنے نکاح کی وجہ سے فرزند محروم الارث کردیئے گئے جس سے بڑی دلیل اُن کی امت کو یہ مل گئی کہ بیجا بات پر بھی غصہ آجائے تو قرآن ترک کر دینا اور نیز قوائے شہوانیہ کے غلبہ سے مرتکب گناہ کبیرہ یعنی قطع رحمی وغیرہ ہونا ایک مسنون طریقہ ہے۔ جس پر اُن کے نبی کا عمل ہے۔ جب قرآن کا یہ حال ہو کہ غلبۂ قوائے شہوانیہ وغضبانیہ سے متروک العمل ہوجائے تو حدیث کو کون پوچھے اُس کی تو پہلے ہی سے مرزا صاحب نے توہین کر دی ہے۔

اب دیکھئے اس الہام سے کتنے امور مستفاد ہیں۔ جھوٹ۔ خدا پر افترا۔ قطع رحمی۔ ظلم کو قسم کے ساتھ موکد کرنا جھوٹی قسم کھانی۔ الہام بنالینا۔ بے گناہ سے مواخذہ۔ طلاق بدعی کا حکم۔ وارث کو محروم الارث کر دینا وغیرہ۔ جب ایک پیشن گوئی میں اتنی کارروائیاں ہوں تو سمجھ سکتے ہیں کہ کل کا کیا حال ہوگا۔ اور اپنی غرض کیلئے خدا کی طرف سے جھوٹا پیام پہنچانے میں تو اُن کا رسول اللہ ہونا کس قدر بدیہی البطلان ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ سے متعلق پیش گوئی

مرزا صاحب نے ایک پیشین گوئی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اور ملا محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن صاحب تبتی کی نسبت بھی کی تھی اُن کی عبارتیں بالاختصار الہامات مرزا سے نقل کی جاتی ہیں۔ ’’فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کی ہے کہ الٰہی اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں۔ جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اُس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی و ابوالحسن تبتی نے اشتہار میں میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ ؍جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر ورنہ اُن کو ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا اور تباہ کر اور ضرب علیہم الذلت کا مصداق کر۔ انتہیٰ۔‘‘

اور لکھتے ہیں ”یہ دعا کے بعد اس کے جواب میں الہام ہوا کہ ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا۔اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا اور خدا ان پر عذاب کرے گا اور اللہ کی مار لوگوں کی مار سے سخت ہے۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بناء پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کے لئے کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلے کے رنگ میں آ گیا۔خدائے تعالیٰ سچوں کو فتح بخشے۔انتہیٰ“

ماحصل اس پیشن گوئی کا یہی ہوا کہ اُن تینوں صاحبوں پر ایسی مار خدا کی پڑے گی جس سے پورے طور پر وہ تباہ ہو جائیں گے۔اور رسوائی کا اور ذلت کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں اور یہی قطعی فیصلہ منجانب اللہ ہوگا۔جس کو کھلے طور پر سب معلوم کرلیں گے اور جھوٹے ظالم ممتاز ہو جائیں گے۔

پھر مرزا صاحب نے اپنے مریدوں کو تاکید کی کہ دیکھو میں نصیحت کرتا ہوں مخالفین جو کچھ کہیں تم صبر کرو جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔اُس کا جرم بہت سخت ہوتا ہے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور تقویٰ اختیار کرو۔انتہیٰ ۔

غرض تیرا مہینے تک مرزا صاحب اپنے مریدوں کو لے کر عدالت الٰہی میں مؤدب کھڑے رہے۔ پہلے تو مرزا صاحب کی دعا جو بقول اُن کے رد ہوتی ہی نہیں اُس پر خدائے تعالیٰ کا تسکین بخش جواب الہامی جس کا مطلب یہ کہ مخالفین پر خدائی مار اور سخت عذاب ہوگا اور وہ رسوا ہوں گے۔پھر یہ مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں بھی آ گیا جس سے جھوٹوں کی جماعت ضرور تباہ ہوتی ہے پھر تیرا مہینے تک مریدوں کے جم غفیر یعنی ہزاروں آدمی کے ساتھ عدالت الٰہی میں کھڑا رہنا جو بالطبع باعث رحم ہے باوجود ان تمام اسباب کے قطعی تو کیا ظنی فیصلہ بھی نہ ہوا بلکہ مقدمہ ہی خارج ہو گیا کیونکہ جو حالت قبل مرافعہ تھی اب بھی وہی ہے۔حالانکہ پیشین گوئی یہ تھی کہ جھوٹا ممتاز

ہو جائے گا۔ یعنی مخالفین سزایاب ہوں گے۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کو کوئی ذلتیں ہوئیں اس سے ظاہر ہیکہ پیشن گوئی کا وقوع بھی ہو گیا۔

ایک ذلت یہ ہوئی کہ اُس کی تکفیر پر علماء نے فتویٰ دیا مگر الہامات مرزا میں لکھا ہے: بعد مشورہ حاشیہ نشینان مرزا صاحب نے یہ تجویز قرار دی کہ ایک آدمی ناواقف علماء سے یہ فتویٰ حاصل کرے کہ حضرت مہدی کے منکر کا کیا حکم ہے چنانچہ وہ شخص بڑی ہوشیاری یا مکاری سے علماء کے پاس پھر نکلا اور ہر ایک کے سامنے مرزا کی مذمت کرتا اور یہ ظاہر کرتا کہ میں آفریقہ سے آیا ہوں۔ کادیانی کے مرید وہاں بھی ہو گئے ہیں ان کی ہدایت کے لئے علماء کا فتویٰ ضروری ہے اُس پر علماء نے جو مناسب تھا لکھا پس مرزا جی نے جھٹ اسے شائع کر دیا اور بجائے اپنے پر لگانے کے مولوی محمد حسین صاحب پر لگا دیا کہ اس نے بھی اشاعت السنہ کے کسی پرچہ میں مہدی موعود سے انکار کیا ہے پس جس طرح اس نے مجھ پر فتویٰ لگوایا تھا اُسی طرح اُس پر لگایا۔ میری پیش گوئی کا صرف اتنا ہی مفہوم تھا۔

یہ بات ظاہر ہے کہ اس تکفیر میں مرزا صاحب بھی شریک ہیں گویا اس مسئلہ کے موجد وہی ہیں اُن کا قول ہے کہ سوائے مسیح موعود کے مہدی کوئی دوسرا شخص نہیں اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب ہی فقط اس ذلت کے مصداق نہیں بلکہ اُس میں مرزا صاحب ہی نے بڑا حصہ لیا ہے کیونکہ فتویٰ کے وقت مرزا صاحب ہی علماء کے پیش نظر تھے اور مولوی صاحب کا تو نام بھی نہ تھا اور دوسری ذلت مرزا صاحب کی یہ ہوئی کہ مکاری سے کام لیا گیا جس سے عموماً آدمی ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ غرض اس تکفیر کی ذلت میں مرزا صاحب شریک اکبر ہیں بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ظاہر ہے کہ جب تکفیر کے وقت مرزا صاحب کے نام کی تصریح کی گئی تھی تو مرزا صاحب مع جمیع اوصاف علماء کے پیش نظر ہو گئے تھے اس لئے علماء کی نیت کے مطابق یہ تکفیر مرزا صاحب ہی کی تھی۔ جس طرح ملک ملک میں متعدد اُن کی تکفیر کے فتویٰ لکھے گئے۔ الغرض اس موقع میں تو مولوی صاحب کی کوئی ذلت نہ ہوئی بلکہ مرزا صاحب ہی کی ذلت ہوئی۔

مرزا صاحب مولوی صاحب کی ایک ذلت یہ بیان کرتے ہیں کہ: اُسکو زمین ملی زمیندار ہو گیا یہ ذلت ہے۔ دیکھو اشتہار ۱۷؍ ڈسمبر ۱۸۹۹ء۔ معلوم نہیں مرزا صاحب نے یہ بات کس خیال میں لکھ دی زمینداری تو ایک معزز اور ممتاز بنانے والی چیز تھی جس سے خود مرزا صاحب کو افتخار و عزت و امتیاز حاصل ہے۔ چنانچہ وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص حارث اہل بیت کی تائید کرے گا۔ نقل کر کے ازالۃ الاوہام ص (۹۲) میں لکھتے ہیں کہ: میں حارث ہوں با عتبار آبا و اجداد کے پیشہ کے افواہ عام میں یا اُس گورنمنٹ کی نظر میں حارث یعنی ایک زمیندار کہلائے گا۔ پھر آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ: کیوں حارث کہلائے گا اس وجہ سے کہ وہ حراث ہو گا یعنی ممیز زمینداروں میں سے ہو گا اور کھیتی کرنے والوں میں سے ایک معزز خاندان کا آدمی شمار کیا جائے گا۔ انتہیٰ۔ اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کی عزت اور امتیاز اور بڑھ گیا۔ عصائے موسیٰ میں لکھا ہے کہ پیشتر مرزا صاحب مولوی صاحب کو زمین کا نہ ملنا باعث ذلت بتلاتے تھے یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ مرزا صاحب کو حافظہ نے یاری نہ دی اس لئے کہیں انہوں نے زمینداری کو باعث فخر بنایا اور کہیں باعث ذلت۔ وہ یا دخوب رکھتے ہیں مگر حسب موقع بات بنالیا کرتے ہیں۔ دیکھ لیجئے لکھ چکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے وطن گلیل میں جا کر مرے۔ پھر جب کشمیر میں کوئی پرانی قبر نظر آ گئی تو کہہ دیا کہ عیسیٰ یہیں آ کر مرے اور جہاں اعتبار بڑھانے کی ضرورت ہوئی تو جھوٹ کی اس قدر توہین کی کہ اُس کو شرک قرار دیا اور جہاں جھوٹ کی ضرورت ہوئی تو نہایت صفائی سے کہہ دیا کہ خدا نے مجھے ایسا کہا ہے اور خود کو بلکہ خدا کو جھوٹا ثابت کیا۔ غرض کہ مرزا صاحب کی تقریر ازالۃ الاوہام سے ظاہر ہے کہ زمینداری نہایت ممیز اور باعث عزت ہے۔ پھر جب یہ عزت مولوی صاحب کو ملی تو بحسب پیش گوئی مذکورہ مرزا صاحب کی ذلت ہو گئی۔ اور یہی کھلی نشانی مولوی صاحب کی صداقت کی ہے۔ جس کو مرزا صاحب نے بھی دیکھ لی۔ مرزا صاحب ایک ذلت اُن کی یہ بھی لکھتے ہیں کہ: صاحب ڈپٹی کمشنر نے اُس سے

عہد لے لیا کہ آئندہ کو مجھے دجال کادیانی کافر وغیرہ نہ کہے گا۔ جس سے اُس کی تمام کوشش مجھ کو برا کہنے اور کہلانے کی خاک میں مل گئی۔ اور اُس نے اپنے فتویٰ کو منسوخ کر دیا یعنی اب وہ میرے حق میں کفر کا فتویٰ نہ دے گا۔ انتہی

الہامات مرزا میں فیصلہ مطبوعہ سے مرزا صاحب کا یہ اقرار نقل کیا ہے کہ: میں مولوی ابوسعید کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال' کافر' کاذب' بطالوی نہیں لکھوں گا انتہی ۔ان دونوں اقرار ناموں میں کسی کا پلہ بھاری نہیں معلوم ہوتا کادیانی کا معاوضہ بطالوی ہو گیا اور باقی الفاظ برابر برابر رہے۔ اس میں فقط مولوی صاحب کی ذلت نہ ہوئی۔ الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ: ابھی تک مرزا کہے جاتے ہیں کہ اس مقدمے سے مولوی محمد حسین کی ذلت ہوئی کہ اُسکا فتویٰ کفر منسوخ ہو گیا۔ یہ بھی غلط ہے۔ فتویٰ منسوخ نہیں ہوا۔ صرف مباحثہ میں ایسے الفاظ دجال کافر وغیرہ بولنے سے دونوں فریق کو روکا گیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب اشاعۃ السنۃ میں لکھتے ہیں کہ مرزا نے اپنے اشتہار میں مضمون غلط اور خلاف واقع مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامے پر دستخط کر کے اپنے فتویٰ کو منسوخ کیا ہے مرزا نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افترا کیا اور پبلک کو دھوکا دیا۔ خاکسار بشمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں۔ مرزا کو اُس کے عقائد باطلہ مخالف اسلام کے سبب سے ویسا ہی گمراہ جانتا ہے جیسا کہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا اور اُس کے حق میں وہی فتویٰ دیتا ہے جس کو جلد (۱۳) اشاعۃ السنۃ میں مشتہر کر چکا ہے۔ انتہیٰ ۔

مولوی صاحب کس جرأت کے ساتھ مرزا صاحب کی تکفیر پر مصر ہیں اور اُن کی غلط بیانی شائع کر رہے ہیں۔ اگر فتویٰ اقرار نامہ سے منسوخ ہو جاتا تو اس تحریر کے شائع کرنے پر کبھی جرأت نہ کر سکتے۔ سمجھدار کے لئے صرف یہی ایک مقدمہ مرزا صاحب سے انکار پیدا کرنیکے لئے کافی ہے کیا مسیح موعود کی یہ صفت ہو سکتی ہے کہ غلط بیانیاں کر کے پبلک کو دھوکہ دے۔

مرزا صاحب ایک ذلت مولوی صاحب کی یہ لکھتے ہیں کہ: اُس نے میرے ایک الہام پر اعتراض کیا کہ عجبت کا صلہ لام نہیں آتا۔ یعنی عجبت لہ، کلام صحیح نہیں حالانکہ فصحا کے کلام میں لام آتا ہے۔ اس سے اُس کی علمی بے عزتی ہوئی۔

مرزا صاحب کی غلطیوں کی فہرست جواب

مولوی صاحب اس کا جواب دیتے ہیں کہ: میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ قرآن میں عَجبْتُ کا صلہ مِنْ آیا ہے۔ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (ھود: ۷۳) اسکے بعد مولوی صاحب نے مرزا صاحب کی غلطیوں کی ایک طویل فہرست اشاعۃ السنۃ میں چھاپ دیا جس کا جواب اب تک مرزا صاحب سے نہ ہوسکا۔ جیسا کہ الہامات مرزا و عصائے موسیٰ میں لکھا ہے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی غلطیاں بہت ہوں گی کیونکہ مرزا صاحب نے اتھم والے الہام میں لکھا ہے فی ست سنۃ جب تمیز کا یہ حال ہو تو اور غلطیاں بے شک بہت ہوئی ہوں گی۔ اگر اُس فہرست میں سو غلطیاں ہونگی تو مرزا صاحب کی ذلت اور بے عزتی مولوی صاحب سے سو چند زیادہ ہوئی غرض یہاں بھی مرزا صاحب ہی کی ذات کا نمبر بڑھا رہا۔

الہامات مرزا میں مرزا صاحب کے اقرار نامہ کے اور فقرات بھی نقل کئے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ: میں خدا کے پاس اپیل (فریاد درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا۔ پھر اس کی تعمیل بھی مرزا صاحب نے کی چنانچہ اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میں لکھتے ہیں۔ مجھے بارہا خدائے تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں اَنِّی مَغْلُوْبٌ مگر بغیر فَانْتَصِرْ کے میں اس وقت کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل نہیں کرتا۔ انتہیٰ۔ گورنمنٹ کسی ذلیل سے ذلیل شخص کو بھی دعا کرنے سے نہیں روکتی۔ مگر مرزا صاحب کے اقرار اور عمل سے ظاہر ہے کہ وہ کوئی بات خدائے تعالیٰ سے تنہائی میں بھی نہیں کہہ سکتی کیونکہ جب خدا نے بارہا اُن سے

کہہ دیا کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ اگر تنہائی میں وہ فَانْتَصِرْ یعنی میری مدد کر کہہ دیتے تو فوراً مدد ہو جاتی کیونکہ خدائے تعالیٰ کا وعدہ جھوٹا کبھی نہیں ہو سکتا اور چونکہ اب تک مدد نہ ہوئی تو اس سے معلوم ہوا کہ تخلیہ میں بھی دعا نہیں کر سکتے۔ اب اس سے بڑھ کر کیا ذلت ہو کہ مسلمان کفار چوہڑے چمار تک سب خدا سے مانگتے ہیں اور مرزا صاحب مانگ نہیں سکتے اہل انصاف اپنے وجدان سے سمجھ سکتے ہیں کہ کیا خدائے تعالیٰ اُن کو بارہا یہ فرمایا ہوگا کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ یہ بات اور ہے کہ خدائے تعالیٰ سمیع ہے ہر ایک کی بات سنتا ہے۔ جیسے مرزا صاحب کی سنتا ہے۔ ویسے ہی مولوی صاحب کی بھی سنتا ہے مگر اس میں کوئی خصوصیت نہ ہوئی۔ حالانکہ وہ تخصیص کے طور پر فرماتے ہیں کہ مجھے مخاطب کر کے فرما چکا ہے۔ اگر یہ تخصیص بھی اس قسم کی ہے کہ ہر شخص کلام الٰہی کا مخاطب ہے تو اس میں بھی ہمارا کلام نہیں یہ سمجھا جائیگا کہ وہ صرف جاہلوں میں اپنی خصوصیت معلوم کرانے کیلئے ایسے موہوم الفاظ لکھا کرتے ہیں۔ کلام اس میں ہے کہ اگر وہ تخصیص صحیح ہے۔ جیسے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جب چاہتے ہیں۔ خدا سے بات کر لیتے ہیں اور خدا اپنے منہ سے پردہ اٹھا کر اُن سے باتیں کیا کرتا ہے تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ باوجودیکہ وہ مولوی صاحب کے جانی دشمن ہیں۔ چنانچہ مکر سے اُن کی تکفیر کا فتویٰ حاصل کیا اُن کے حق میں بددعائیں کیں کہ تیرا مہینوں میں اُن کو رسوا کر اور ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ کا مصداق کر۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کئی سال گذر گئے کہ وہ اپنی اصلی حالت پر ہیں۔ بلکہ زمینداری ملنے سے تو اور زیادہ خوش اور معزز ہیں۔ ایسے ہی دلائل سے اشاعۃ السنتہ میں مولوی صاحب نے اُن کو کذاب۔ دجال۔ مفتری لکھا ہوگا۔ جس کی شکایت وہ خدا سے کر کے اُن کی ذلت کی دعا مانگی تھی اور اب تک اُس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ انصاف سے دیکھا جائے تو تیرہ مہینے والی بددعا مرزا صاحب ہی کے حق میں قبول ہوئی۔

تین سال میں عظیم الشان نشان ظاہر ہونے کی پیش گوئی

ایک پیشن گوئی یہ ہے جو الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ: مرزا صاحب نے دعا کے طور پر لکھا ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ: اے خدا اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر ڈسمبر ۱۹۰۱ء تک یعنی تین سال میں میرے لئے کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ گو یہ الفاظ دعا ہیں مگر مرزا جی اپنے رسالہ اعجاز احمدی کے صفحہ ۸۶ پر اس دعا کو پیشگوئی قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ ایک عظیم الشان نشان ہے جس کو سلطان کہتے ہیں جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے۔ اشتہار ۱۲۲ کتوبر ۱۸۹۹ء۔

پس جو تعریف مرزا جی نے سلطان کی کی ہے وہی مرزا جی کے اُس مطلوبہ نشان کی ہے جس کے نہ ہونے پر آپ فیصلہ دیتے ہیں کہ اگر تو (اے خدا) تین برس کے اندر ڈسمبر ۱۹۰۲ء تک میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے بندے کو اُن لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیرے نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور فاسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں مصداق سمجھ لوں گا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا۔ صفحہ ۱۳۔ انتہیٰ۔

اہل دانش سمجھ سکتے ہیں کہ جس پیشن گوئی کے لئے تین سال کی مدت قرار دی گئی جس کی نشانی یہ قرار دی گئی کہ انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو اور قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے۔ وہ کیسی ہونی چاہئے۔ کم سے کم اُس میں اتنی بات تو ضرور ہے کہ مرزا صاحب کی تدابیر کو اُس میں دخل نہ ہو۔ مگر ایسا نہ ہوا بلکہ مرزا صاحب نے ایسی تدبیر کی کہ موضع مدہ ضلع امرتسر میں اُن کے مریدوں نے بلوہ کر دیا۔ جس سے سنیوں کو مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کو مناظرے کے

لئے بلانے کی ضرورت ہوئی۔ مولوی صاحب کے وہاں پہنچتے ہی مرزا صاحب نے ایک رسالہ اعجاز احمدی جو نصف اُردو اور نصف عربی نظم تھا۔ جس میں مولوی صاحب کی ہجو بھی تھی۔ اُن کے پاس بھیج کر یہ کہلایا کہ اتنی ہی ضخامت کا رسالہ اُردو اور عربی نظم پانچ روز میں بنا دیں۔ اور اُس نظم کا نام قصیدۂ اعجازیہ رکھ کر ایک اشتہار بھی اس مضمون کا جاری کیا کہ یہ اشتہار خدائے تعالیٰ کے اُس نشان کے اظہار کے لئے شائع کیا جاتا ہے جو اور نشانوں کی طرح ایک پیش گوئی کو پورا کرے گا۔ یعنی یہ وہ نشان ہے جس کی بابت وعدہ تھا کہ ڈسمبر ۱۹۰۲ء تک ظہور میں آجائے گا۔ اب مولوی صاحب حیران ہیں کہ مرزا صاحب نے کئی سال یا کئی ماہ میں جو قصیدہ اطمینانی حالت میں خود لکھا یا کسی سے لکھوایا ہے۔ اُس کا جواب ایسی حالت میں کہ ہر طرف شور و شغب برپا ہے ایک گاؤں میں جہاں نہ کوئی کتاب علم کی مل سکے نہ اور کسی قسم کی تائید کی امید اس قلیل مدت میں کیونکر لکھا جائے اُس پر بھی اپنی ذاتی لیاقت کے بھروسے پر لکھ بھیجا اور اخبار میں شائع کر دیا کہ آپ پہلے ایک مجلس میں اُس قصیدۂ اعجازیہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں۔ صاف کر دیں تو پھر میں آپ سے زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کروں گا۔ مگر مرزا صاحب نے اُس کا کچھ جواب نہ دیا۔

اگر غور کیا جائے تو مرزا صاحب نے مولوی صاحب سے معجزہ طلب کیا تھا اگر اُس حالت میں حسب فرمایش مرزا صاحب وہ قصیدہ لکھ دیتے تو اُن کا بھی معجزہ سمجھا جاتا اور اس لحاظ سے مرزا صاحب اور اُن کے متبعین کو ضرور ہوتا کہ مولوی صاحب کی بھی نبوت کے قائل ہو جائیں کیوں کہ معجزہ دکھلانا نبی کا کام ہے۔ چونکہ مولوی صاحب کو نبوت کا دعویٰ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اسی وجہ سے انہوں نے اس سے پہلو تہی کی ہو۔ پھر اگر قصیدہ سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے تو اس کا کیا ثبوت کہ مرزا صاحب ہی نے وہ لکھا تھا کیوں کہ انہوں نے مولوی صاحب کی فرمایش پر اُن کے روبرو تو لکھا ہی نہیں اور اگر تسلیم کیا جائے تو اُس سے زیادہ بلیغ و فصیح لکھنے والے شعرا ہندوستان میں بکثرت موجود ہیں اُن سب کو اس نبوت میں حصہ ہے حالانکہ نبوت کو شعر گوئی سے من وجہ منافاۃ ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی شعر نہیں کہا اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ

رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا ہُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ ؕ (الحاقۃ: ۴۰، ۴۱) یعنی قرآن رسول کریم کا قول ہے۔ شاعر کا قول نہیں۔ مرزا صاحب نے اس خیال سے کہ اگر نبوت کا ثبوت نہ ہو تو افتخار کے لئے شاعری بھی کچھ کم نہیں ایک قصیدہ لکھ کر اپنے اتباع کو توجہ دلائی کہ بہر حال مولوی صاحب پر اپنے کو تفوق حاصل ہے مگر یہ کوئی بات نہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُہُمُ الۡغَاوٗنَ۔ یعنی شاعروں کا اتباع گمراہ کیا کرتے ہیں۔ پھر لطف خاص یہ ہے کہ قصیدہ بھی ایسا کہا جو غلطیوں سے بھرا ہوا ہے چنانچہ الہامات مرزا میں اُس کے اغلاط بالتفصیل مذکور ہیں۔ اگر مرزا صاحب شروط و قیود بالائی کو اٹھا دیں تو اس وقت صدہا اُس کے جواب لکھے جاسکتے ہیں۔

مولوی محمد یونس خان صاحب رئیس دتاولی نے پیسہ اخبار میں مرزا صاحب کے نام پر اعلان اسی زمانہ میں دیا تھا جس کا مضمون یہ ہے پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۲ /نومبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون مرزا صاحب کا دیکھنے میں آیا کہ وہ قصیدہ عربی لکھنے والے کو صرف بیس دن کی مہلت دیتے ہیں۔ پیسہ اخبار میں مضمون شائع کرایا ہے جو ۱۸ /نومبر کا لکھا ہوا ۲۲ /نومبر کو شائع ہوا ناظرین کے پاس بھیجنے کے واسطے بھی کچھ عرصہ چاہئے پھر اشعار کا بنانا بھی ایک وقت چاہتا ہے لیجئے وقت ختم اور مرزا صاحب کے داؤ پیچ کی جیت رہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو بھی اپنے دعاوی کی غلطی کا پورا یقین اور اپنی ہار کا خوف دامن گیر ہوتا ہے اسی واسطے دوراز کار شرائط پیش کیا کرتے ہیں۔ قرآن شریف کی جن آیات میں اس کا مثل طلب کیا گیا ہے۔ نہ کوئی تاریخ اسکے واسطے معین کی گئی ہے نہ اشخاص بلکہ چھوٹی صورت لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب ایک قلیل مدت کی قید لگاتے ہیں پھر تماشا یہ کہ وہ عربی قصیدہ چھاپ کر اپنے پاس رکھ لیا ہے اخبار میں شائع تک نہ کیا تاکہ ناظرین کو موقع طبع آزمائی کا ملتا اس پر یہ فیاضی ہے کہ تمام علمائے ہند کو اذن عام دیا جاتا ہے کہ آپس میں مشورہ کرکے اسکا جواب لکھیں حالانکہ ان لوگوں کی نگاہ سے ہنوز قصیدہ بھی نہیں گزرا اب میں بذریعہ تحریر ہذا مرزا صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ فوراً قصیدہ مذکور میرے نام روانہ فرمادیں یا اخبار میں شائع فرمادیں اور اپنے اعجاز کے زمانہ کو ذرا سی وسعت بخشیں جس دن وہ

قصیدہ میرے پاس پہنچے گا اس سے بیس دن کے اندر انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بہتر جواب آپ کی خدمت میں حاضر کیا جائیگا (پیسہ اخبار ۱۴ ؍ڈسمبر ۱۹۰۲ء) چاہئے تو تھا کہ مرزا صاحب فوراً راقم مضمون کو کتاب مذکور بھیج دیتے مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہے آج تک نہیں پہنچی انتہی ۔

تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ تین سال میں ظاہر ہونے والی قدرتی نشانی جو انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو وہی ایک قصیدہ ہے مگر اول تو وہ انسان کے ہاتھوں سے بالاتر نہیں کیونکہ خود نے لکھا ہے اور اس سے بہتر لکھنے کو اور علماء بھی مستعد ہیں اس پر غلطیوں سے بھرا ہوا۔ اس کے سوا مرزا صاحب نے پیسہ اخبار مورخہ ۱۲؍ نومبر ۱۹۰۲ء میں صاف لفظوں میں مشتہر کرایا تھا کہ دس سال سے میرا دعوی عربی اعجاز نمائی کا ہے۔ جب دس سال سے یہ اعجاز حاصل ہے تو ظاہر ہے کہ تین سال والے اعلان میں ایک عظیم الشان نشانی کے لئے جو دعا کی گئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ اگر وہ نشان نہ دکھلایا جائے تو میں اپنے کو ملعون وغیرہ سمجھوں گا۔ تو وہ نشان یہ قصیدۂ اعجازیہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اعجاز جو پہلے سے حاصل تھا اس کی طلب ممکن نہیں کیونکہ تحصیل حاصل محال ہے۔ غرض کہ کئی وجوہ سے یہ قصیدہ تو وہ مطلوبہ نشانی نہیں ہوسکتا اور اس کے سوا کوئی دوسری نشانی بھی اس مدت میں ظاہر نہ ہوئی اگر ہوتی تو مرزا صاحب خود اس کا حوالہ دیتے اس سے معلوم ہوا کہ وہ دعا قبول نہیں ہوئی اور اس سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کو منظور وہی تھا جو مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اگر تو کوئی نشانی میری تصدیق میں نہ دکھلائی تو میں تجھی کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ظاہر ہو جائے۔ سبحان اللہ عجیب خدائے تعالیٰ کی قدرت ہے کہ مرزا صاحب نے جو القاب اوروں کے لئے تجویز کئے تھے ان میں سے بڑے بڑے ان کی طرف کس عمدگی سے رجوع کر گئے پہلے اعلان دلایا گیا جس کی وجہ سے لاکھوں آدمی ہمہ تن چشم و گوش ہو گئے پھر بغیر کسی کے جبر کے خوشی سے اقرار کرایا گیا پھر خدا کی اس پر گواہی لکھی گئی صدق اللہ تعالی وَلَا

یَحِیۡقُ الۡمَکۡرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھۡلِہٖ ط (الفاطر:۴۳) اب مریدین راسخ الاعتقاد کو کون چیز مانع ہے کہ جن اوصاف و القاب کو مرزا صاحب نے بطوع و رغبت اپنی شان میں استعمال فرمایا اور ویسا ہی اپنے کو سمجھنے کا وعدہ خدا تعالیٰ سے کیا جس کی منظوری بھی ہوگئی ان کو مرزا صاحب کی شان میں استعمال کریں اور ان کا مصداق ان کو سمجھیں۔

قادیان میں طاعون نہ آنے کی پیشگوئی

الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ: مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہار یہ الہام مشتہر کرایا: انہ اوی القریۃ جس سے اصلی مقصود یہ کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا۔ اس کے بعد رسالہ دافع البلاء میں تمام دنیا کے لوگوں کو للکارا کہ کوئی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے اپنے شہر کی بابت کہے: انہ اوی القریۃ یعنی یہ گاؤں طاعون سے محفوظ ہے اور لکھا کہ: طاعون کا یہاں آنا کیسا باہر سے طاعون زدہ کوئی آتا ہے تو وہ اچھا ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد جب طاعون وہاں پہونچا تو اعلان جاری کیا کہ چونکہ آج کل مرض طاعون ہر ایک جگہ بہت زور سے ہے اگرچہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے لیکن مریدوں کا اجتماع قرین مصلحت نہیں اس لئے ڈسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے اب کی دفعہ اس اجتماع کو موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے ان کو اور ان کے اہل و عیال کو بچادے۔

مرزا صاحب کے الہاموں کی حقیقت

فقرہ (نسبتاً آرام ہے) میں یہ صنعت کی گئی کہ لفظ آرام سے نمایاں تو یہی ہے کہ وہاں طاعون نہیں ہے جس سے اس الہام کا صادق ہونا معلوم ہو جائے مگر نسبتاً کے لفظ سے نکتہ شناس سمجھ جائیں کہ طاعون موجود ہے اس لئے وہاں جانے سے رک جائیں۔ پھر جب چوہڑوں میں قادیان کے طاعون کی کثرت ہوئی تو فرمایا کہ: الہام انہ اوی القریۃ میں قادیان کا نام ہی نہیں۔

اور قریہ قرا سے نکلا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکھٹے بیٹھ کر کھانے کے ہیں یعنی وہ لوگ جو آپس میں مواکلت رکھتے ہیں اس میں ہندو اور چوہڑے بھی داخل نہیں (اخبار البدر) مطلب یہ ہوا کہ ہندو اور چوہڑے مل کر نہیں کھاتے حالانکہ لفظ قریہ سے مل کر کھانا سمجھا جاتا ہے اس لئے ان میں طاعون ہو تو الہام کے مخالف نہیں۔ مگر اس کا جواب کیا کہ دافع البلا مطبوعہ ریاض ہند میں فرماتے ہیں کہ خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا۔ عجیب ملہم ہے کہ ابھی سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا تھا اور ابھی انکار کرا دیا کہ الہام میں قادیان کا نام ہی نہیں۔ اللہ اللہ کیا سچ ہے خدا کی شان ہے کل ہی کا ذکر ہے کہ یوں کہا جاتا تھا اور شور مچایا جاتا تھا کہ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے (دافع البلا) مگر آج یہ بات کھلی کہ کادیان کا نام ہی نہیں۔ کادیان کے رہنے والوں سے ہم نے خود سنا ہے کہ جس روز مرزا نے یہ پیش گوئی کی تو ہم سمجھ گئے تھے کہ خدا اس کی تکذیب کرنے کو کادیان میں ضرور طاعون بھیجے گا سو ایسا ہی ہوا اس کے بعد البدر قادیان میں جو مرزا صاحب کا اخبار ہے۔

ایک مدعی نبوت کا جواب حسب حال

لکھا ہے کہ قادیان میں طاعون حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہی ہے جس سے ظاہر ہے طاعون اپنا پورا کام کر رہا ہے اور معتبر شہادتوں سے ثابت ہے کہ مارچ اور اپریل ۱۹۰۴ء کے دو مہینوں میں ۳۱۳ آدمی طاعون سے مرے حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ کی ہے اور سب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے اور تمام قصبہ ویران سنسان نظر آتا تھا انتہی ملخصا آپ نے دیکھا کہ اس خلاف بیانی کی کوئی حد بھی ہے۔ پہلے تو قادیان رسول کا تخت گاہ ہونے کی وجہ سے طاعون کا مجال نہ تھا کہ اس میں قدم رکھے بلکہ طاعون زدہ اس میں آ کر اچھے ہوتے تھے۔ پھر چوہڑوں کے مرنے سے وہی قادیان مسلمانوں کا نام ٹھہرا کہ وہ نہیں مریں گے مگر اس کی وجہ معلوم نہیں ہوئی کہ مریدین وہاں آنے سے کیوں روکے گئے مرزا صاحب کا فرض تھا کہ ان کو اس آرام میں شریک کرتے جو تمام مسلمانوں کو تھا بلکہ ایک اعلان کل مریدوں میں جاری کرتے کہ

طاعون زدہ مقاموں کو چھوڑ کر مع اہل وعیال فوراً اس دارالامان میں چلے آئیں پھر جب دوہی مہینوں میں قریب آٹھویں حصہ کے باشندگان قادیان شکار طاعون ہو گئے تو وہی طاعون جو وہاں قدم نہیں رکھ سکتا تھا مرزا صاحب کے ماتحت ہو کر برابر اپنا کام کرنے لگا اب مرزا صاحب کی یہ حالت ہے کہ بجائے اس کے کہ باہر کے آنے والے وہاں اچھے ہوتے اپنے حوارئین کو نذر طاعون فرما رہے ہیں چنانچہ اخبارات سے ظاہر ہے کہ خاص اخبار البدر کے ایڈیٹر جنہوں نے بڑے شدومد سے لکھا تھا کہ طاعون حضرت مسیح کے ماتحت ہو کر اپنا کام کر رہی ہے طعمۂ طاعون ہو گئے اور ہنوز اس کا دورہ ختم نہیں ہوا۔ اس الہام کی جولانی بھی طاعون سے کم نہیں قدم بقدم طاعون کے ہمراہ ہے اگر کوئی دہریہ اس قسم کی بات کہتا تو یہ سمجھا جاتا کہ خدائے تعالیٰ کی توہین کی تدبیر اس نے نکالی ہے کمال حیرت کا مقام یہ ہے کہ مرزا صاحب آخر خدا کو مانتے ہیں اور جمیع عیوب سے اس کو منزہ جانتے ہیں باوجود اس کے ایسے الزام اس پر لگا رہے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان اس الہام کی صحت کی رائے قائم کر سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مرزا صاحب سے کہا تھا کہ پورا قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا اور اس کے بعد یہ کہا کہ نہیں صرف مسلمان محفوظ رہیں گے پھر ہوا یہ کہ ہندو مسلمان دونوں ہلاک اور گاؤں تباہ ہو گیا۔ فلاسفہ اس پر کیسے ٹھٹھے کرتے ہوں گے کہ یہ لوگ جس کو خدا سمجھتے ہیں اس کی یہ حالت کہ اتنا بھی اس کو معلوم نہیں کہ طاعون وہاں آئے گا یا نہیں اور اتنی بھی اس کو قدرت نہیں کہ اپنی بات سچ کرنے کو طاعون سے اس کی حفاظت نہ کر سکا اور اتنا عاجز کہ ایک چھوٹے سے گاؤں کو بچانے کا وعدہ کر کے نہ بچا سکا اور ایسا تلون کہ کہا کچھ اور کیا کچھ اور جس کو رسول بنا کر خود نے بھیجا اس کو جھوٹا ثابت کر کے ہم چشموں میں ذلیل وخوار کیا۔ غرض فلاسفہ کو خدا اور رسولوں سے انکار کرنے کے لئے یہی ایک حیلہ بس ہے اور اسی پر قیاس جما سکتے ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب کو فلاسفہ کا اتنا خوف ہے کہ کہتے ہیں اگر عیسی علیہ السلام کا آسمان پر جانا تسلیم کیا جائے تو فلاسفہ ہنسیں گے۔ یہاں یہ خیال نہیں فرمایا کہ فلاسفہ خدا پر ہنسیں گے۔ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کو نہ کسی کی ہنسی سے کام ہے نہ دین کی برہمی کی پروا ان کو صرف اپنی عیسویت سے کام ہے۔

تقریر سابق سے یہ بات ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے کسی بات کے سوجھ جانے کا نام الہام رکھا ہے دیکھئے جب تک قادیان میں طاعون نہ تھا تو مضمون الہام یہ تھا کہ وہ تو تخت گاہ رسول ہے طاعون کا کیا مجال کہ وہاں قدم رکھے اور کس وثوق سے کہا گیا کہ کوئی ہے اپنے شہر کی بابت کہے انہ اوی القریہ۔ پھر جب چوہڑے مرنے لگے تو قریہ قرا سے ماخوذ ہونا مضمون الہام ٹھہرا اور یہ بھی اسی کا مضمون تھا کہ کہیں باہر سے آنے والے مرنہ جائیں اور باعث اشتداد نہ ہوں اس لئے اُن کو وہاں آنے سے روک دیا پھر جب عموماً ہندو مسلمان مرنے لگے اور اس قریہ کی ویرانی کی صورت بندھی تو یہ ہوا کہ طاعون ماتحت الہام ہو کر اپنا کام کر رہا ہے۔ ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اس میں مرزا صاحب کا کوئی قصور نہیں کذب وافترا وغیرہ قبائح اس زمانہ میں ایسے عالمگیر ہو رہے ہیں کہ خود مرزا صاحب کو اس کی شکایت ہے۔ اگر ایسے زمانہ میں کوئی فرضی نبی بھی آئے تو بحسب اقتضائے زمانہ ضرور ہے کہ وہ انہیں اوصاف کے ساتھ متصف ہو چنانچہ مستطرف میں لکھا ہے کہ معتصم باللہ کے زمانہ میں کسی نے نبوت کا دعوی کیا تھا جب گرفتار کیا گیا تو خلیفہ نے اس سے پوچھا کیا تو نبی ہے کہا ہاں کہا کس کی طرف تو بھیجا گیا ہے کہا آپ کی طرف کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ تو سفیہ اور احمق ہے کہا درست ہے جیسی قوم ہوتی ہے ویسا ہی نبی بھیجا جاتا ہے خلیفہ اس لطیفہ پر پھڑک گیا اور کچھ انعام دیکر اس کو چھوڑ دیا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب سے متعلق پیش گوئیاں

اور ایک پیشن گوئی الہامات مرزا میں یہ لکھی ہے کہ: مرزا صاحب اعجاز احمدی میں لکھتے ہیں کہ واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے ایک یہ ہے کہ وہ تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کیلئے میرے پاس ہرگز نہ آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی انتہیٰ۔ یہ پیشن گوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی چنانچہ صرف پیشگوئی کی پڑتال اور تحقیق کے لئے مولوی ثناء اللہ قادیان گئے اور وہاں پہونچ کر مرزا

صاحب کے نام رقعہ لکھا جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ نے اعجاز احمدی میں جو لکھا ہے کہ: اگر مولوی ثناء اللہ سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیش گوئی کو جھوٹی ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا جس کے پندرہ ہزار روپے ہوتے ہیں اور ایک لاکھ روپیہ مریدوں سے دلوایا جائے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علحدہ اور نیز آپ نے لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان میں آئیں۔ اس لئے میں اس وقت حاضر ہوں اور جناب کی دعوت قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا ورنہ توقف نہ ہوتا۔ مجھے امید قوی ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں انتہیٰ چونکہ مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کو اپنا معجزہ قرار دیا تھا اور مولوی صاحب کے وہاں پہونچ جانے سے اس کا اور اس کی وجہ سے نبوت کا ابطال ہو گیا اس لئے مرزا صاحب پر مولوی صاحب کا دعوت قبول کرنا نہایت شاق ہوا خصوصاً اس وجہ سے کہ ایک مہینے کے توقف کے باعث اس معجزہ کے وقوع پر مبارک بادیاں بھی دی گئی تھیں چنانچہ رسالہ فتح کادیان میں لکھا ہے کہ مرزائی یہاں تک بڑھ گئے کہ ۱۰؍ ڈسمبر ۱۹۰۲ء کے اخبار الحکم میں مولوی صاحب کے کادیان میں نہ پہنچنے کو معجزہ لکھ کر اپنے گرو گھنٹا کو مبارکبادیاں دیں انتہیٰ۔ انصاف کی بات تو یہ تھی کہ اس وقت جیسے مبارکباد دی گئی تھی مولوی صاحب کے وہاں پہونچ جانے پر نبوت کو سلام اور خیر باد کہہ دیا جاتا مگر افسوس ہے اتنی بڑی نشانی پر بھی متنبہ نہ ہوا۔ الغرض مرزا صاحب اس رقعہ کو دیکھتے ہی برہم ہوئے اور جواب لکھا کہ اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک اور شبہات پیش گوئیوں کی نسبت رفع کریں تو آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی مگر میں قسم کھا چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے مباحثات نہیں کروں گا آپ کے رفع شکوک اور شیطانی وسوسوں کے دفع کرنے کی یہ صورت

ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہیں ہوں گے اور آپ کی مجال نہ ہوگی کہ ایک کلمہ بھی زبان سے بول سکیں صرف آپ مختصر ایک یا دو سطر حد تین سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے اور میں بہ آواز بلند لوگوں کو سنا دوں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور یہ اس کا جواب ہے تین گھنٹے میں تقریر کرتا رہوں گا اور ہر ایک گھنٹہ پر آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ اگر تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صمٌ بکمٌ۔ اگر آپ شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں میں قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنوں گا۔ اور آپ کو بھی خدائے تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو شخص انحراف کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہے اور وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے آمین سو میں اب دیکھوں گا کہ آپ سنت نبوی کے موافق اس قسم کو پوری کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لیئے جاتے ہیں انتہی۔ مرزا صاحب اس موقع میں جو کچھ فرما دیں تھوڑا ہے اس لئے کہ مدعی نبوت جب کسی بات کو اپنا معجزہ قرار دیتا ہے اور اس کا وقوع نہیں ہوتا تو اہل حق کے نزدیک وہ کاذب اور مفتری مسلم ہو جاتا ہے گو باطل پسند طبائع کو کوئی جنبش نہ ہو جیسے ابھی معلوم ہوا کہ مسیلمہ کذاب جو کام دعوی سے کرتا اس کا خلاف وقوع میں آتا باایں ہمہ اسکے مریدوں کے مجمع میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ بہر حال مرزا صاحب کو اس موقع میں سخت ناکامی اور ذلت ہوئی پھر اگر اتنا بھی نہ کہیں تو نفس کو کیونکر تسکین ہو۔

مرزا صاحب اگر انصاف سے کام لیتے تو مولوی صاحب کو نہایت خوشی سے مناظرہ کا موقع دیتے کیونکہ پیش گوئیوں کا جب وقوع ہو چکا تھا تو ممکن نہیں کہ ان واقعات کی تکذیب کسی سے ہو سکے مثلاً مرزا صاحب نے کسی کی نسبت پیش گوئی کی کہ اتنی مدت میں فلاں شخص مر جائیگا اور فی الواقع وہ مر بھی گیا تو کیا ممکن ہے کہ دلائل سے اس کی موت کا ابطال ہو سکے۔ ایک جماعت گواہی کے لئے کھڑی ہو جاتی کہ ہم لوگ اس کے دفن میں شریک تھے اسی طرح ہر پیش گوئی کی

تصدیق گواہوں سے ہو جاتی۔ مرزا صاحب کا اس موقع میں پہلو تہی کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ جیسے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ کسی پیش گوئی کا وقوع ہوا ہی نہیں وہی صحیح ہے

اب یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو دعوت کس غرض سے دی تھی۔ یہ نہیں لکھا تھا کہ قادیان تشریف لائیں اور صدق دل سے امنا صدقنا کہہ کر اپنے مریدوں میں داخل ہو جائیں جس کے صلہ میں ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے دئے جائیں گے۔ اگر یہی بات پیش نظر تھی تو یوں فرماتے کہ: آپ قادیان آکر ہماری پیش گوئیوں کی تصدیق کرلیں تو ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ آپ کو انعام دئے جائیں گے۔ حالانکہ برخلاف اس کے تحریر مذکور بالا میں مصرح ہے کہ اگر آپ قادیان میں آکر کسی پیش گوئی کو جھوٹی ثابت کریں تو ہر ایک پیشگوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ دئے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ مرزا صاحب بھی سمجھتے ہوں گے کہ یہ روپیہ تصدیق کے صلہ میں قرار دیا گیا تھا یا تکذیب کے صلہ میں پھر جب جھوٹ ثابت کرنے کے لئے دعوت دی گئی تھی تو معاملہ برابر کا ٹھہرا اگر صدق ثابت کرنے کے لئے مرزا صاحب نے تین گھنٹے لئے تھے تو مولوی صاحب کو کذب ثابت کرنے کے لئے بھی اسی قدر مدت درکار تھی پھر صمٌ بکمٌ بیٹھ رہنے سے کذب خود ہی کیونکر ثابت ہو سکتا تھا۔ مناسب تو یہ تھا کہ مرزا صاحب صمٌ بکمٌ بیٹھ کر اپنا دعوی ثابت کرتے کیونکہ مدعی نبوت ہیں اس خرق عادت کا اظہار ان کے ذمہ ہونا چاہئے تھا مولوی صاحب تو مدعی نبوت تھے ہی نہیں پھر یہ معجزہ ان سے کیوں طلب کیا گیا کہ حالت خاموشی میں اپنا دعوی ثابت کردیں اگرچہ مرزا صاحب نے فیاضی کی کہ اپنا منصب ان کو دیا مگر ان پر تو ظلم ہو گیا مرزا صاحب اس قسم کے معاملات میں دل کھول کے فیاضی فرماتے ہیں چنانچہ قسم تو آپ نے کھائی اور لعنت میں مولوی صاحب کو بھی شریک کرنا چاہا۔ انہوں نے کب قسم کھائی تھی جو پوری نہ کرتے تو قادیان سے نکلتے ہوئے لعنت کو ساتھ لیجاتے انہوں نے اسی لحاظ سے قسم نہیں کھائی کہ کہیں وہ لعنت قادیان سے ان کے ساتھ چلی نہ جائے البتہ مرزا صاحب کو لعنت کا کچھ خوف نہیں چنانچہ ابھی معلوم ہوا کہ انہوں نے خدا سے کہہ کر اپنے کو ملعون سمجھ لیا ہے۔

مرزا صاحب نے فقط صُمٌّ بُکمٌ رہنے ہی کا بار مولوی صاحب پر نہیں ڈالا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ اب اس کج دار و مریز کو دیکھئے کہ زبان نہ ہلائیں اور جھوٹ ثابت کر دیں یا آمنا و صدقنا کہہ دیں ورنہ نہ مسلمان رہ سکتے ہیں نہ شریف۔

مرزا صاحب نے خوش اعتقادی سے مولوی صاحب کو شاید اپنے معتقدوں میں سمجھ لیا جو فرماتے ہیں کہ: آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور اپنے شکوک و شبہات رفع کریں۔ حالانکہ وہ اس غرض سے آئے تھے کہ جو مرزا صاحب کی تقریروں سے لوگ شک میں پڑ گئے تھے اس کو اس طور پر رفع کریں کہ واقعات بتلا کر یہ ثابت کر دیں کہ کسی پیش گوئی کا وقوع ہوا ہی نہیں جیسا کہ خود مرزا صاحب مولوی صاحب کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ کل پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو ان کے کذب کا یقین تھا پھر معلوم نہیں کہ کس بنیاد پر ان کی طرف شک منسوب کیا گیا۔

آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کے قادیان میں جانے کی پیش گوئی جھوٹی ہونے کا ایک بدنما اثر یہ بھی ہوا کہ مرزا صاحب نے قسمیں دیکر مولوی صاحب کو جس کام کے لئے دعوت دی تھی اس سے بھی انکار کر گئے اور ایسی شرطیں لگائیں کہ مولوی صاحب کا مطلب فوت ہو جائے اس پر بھی مولوی صاحب نے جواب لکھا کہ آپ کی بے انصافی کو بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین سطریں ہی لکھوں گا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تک تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہوگی کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سنا دوں گا اور ایک گھنٹہ کے بعد پانچ منٹ نہایت دس منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کروں گا انتہی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا صاحب کے تین گھنٹوں کی فصیح و بلیغ تقریر کا جواب مولوی صاحب دس پانچ منٹ میں کیونکر دے سکیں اور اگر جواب دیتے بھی تو لوگ اس کو کیا سمجھ سکتے اور اس کا کیا اثر ہوتا اس میں شک نہیں کہ اگر مولوی

صاحب دس پانچ منٹ میں مرزا صاحب کا جھوٹ ثابت کر دیتے تو بلاشبہ ان کی کرامت اس سے ثابت ہوتی مرزا صاحب کو اسی کا خوف ہوا کہ کہیں وہ کرامت معجزہ پر غالب ہو نہ جائے اس لئے ان کے دس پانچ منٹ تقریر کرنے سے بھی انکار فرما دیا۔

اس خیال کرامت کا کس قدر اثر ہوا کہ مرزا صاحب کی حالت ہی متغیر ہوگئی اور لگے کانپنے مگر اس رعب کی حالت کو غصہ کی صورت میں بنا کر چھپا دیا چنانچہ حکیم محمد صدیق صاحب وغیرہ جو مولوی صاحب کا جواب مرزا صاحب کے پاس لے گئے تھے قسم کھا کر کہتے ہیں کہ مرزا صاحب سنتے جاتے تھے اور بڑے غصہ سے بدن پر رعشہ تھا اور وہاں مبارک سے خوب گالیاں دیتے تھے اور کتا سور وغیرہ خاص خاص اسماء بتا کر فرماتے کہ ہم اس کو کبھی بولنے نہ دیں گے گدھے کی طرح لگام دے کر بٹھائیں گے اس کو کہہ دو کہ لعنت لے کر قادیان سے چلا جائے وغیرہ وغیرہ مرزا صاحب کے قول وفعل کا اندازہ اس سے ہوگیا کہ خود ہی نے قسمیں دیکر ان کو دعوت دی اور جب وہ آگئے تو عین موقع بحث پر اس شد و مد اور غیظ وغضب سے انکار کیا کہ حصول مقصود حیز امکان سے خارج ہو گیا۔ کیا کوئی منصف مزاج شخص ان کی اس حرکت کو رضا مندی کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔

مرزا صاحب نے دعوت دینے کے وقت یہ خیال کیا ہوگا کہ اتنی رقم کثیر کی شرط جب لگائی جائے گی تو مولوی صاحب پر رعب پڑ جائے گا کیونکہ عادت ہے کہ جس کو اپنے صدق اور قوت دلائل پر وثوق ہوتا ہے تو شرط میں بے دریغ ہدیہ لگا دیتا ہے اور رعب کی وجہ سے جب وہ نہ آئیں گے تو تمام پیش گوئیاں اس اشتہاری دعوت کی وجہ سے ناواقف لوگوں کے ذہنوں میں وقعت پیدا کر لیں گی۔ اور اسی خیال کے بھروسہ انہوں نے یہ پیشن گوئی کر ڈالی کہ وہ ہرگز ان پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان نہ آئیں گے اور یہ خیال اس قدر متمکن ہوا کہ یہ پیشن گوئی بھی معجزہ قرار دی گئی۔ مگر چونکہ مولوی صاحب ان کے چالوں سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ

کسی پیشن گوئی کا وقوع نہیں ہوا صرف سخن سازیوں سے کام لیا جارہا ہے اس لئے اس تخویف کی کچھ پروانہ کر کے قادیان پہونچ گئے پھر کیا تھا مرزا صاحب لگے منہ دیکھنے اور بدحواسی کی حالت میں جیسے جیسے ان کو یاس ہوتی زبان درازی ہوتی جاتی **کما قیل اذا یئس الانسان طال لسانہ** اور یہ کیوں نہ ہو جب اتنی بڑی تخویف کا کچھ اثر نہ ہو تو صرف سخن سازیوں سے کیا کام نکل سکے آخر مولوی صاحب کو بھی وہ جانتے تھے کہ فاضل ہم ملک واقف ہیں کہاں تک ان کے مقابلہ میں زبان یاری دے گی اور واقعات مساعدت کریں گے اور یہ سونچا کہ اگر ان کا دم مسیحائی نہ روکا جائے تو اپنی عیسویت کا خاتمہ ہے اس لئے یہاں تک اس بات میں مبالغہ کیا کہ دو تین سطر جو اعتراض میں لکھی جائیں وہ بھی مولوی صاحب اپنی زبان سے نہ سنادیں چنانچہ لکھا کہ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سنادیں ہم خود پڑھ لیں گے مگر چاہئے کہ دو تین سطروں سے زیادہ نہ ہو۔ غرض مولوی صاحب کی کوئی درخواست قبول نہ ہوئی۔ اور حوارین سے یہ لکھنے کو کہہ دیا کہ چونکہ مضامین تمہارے رقعہ کے محض عناد اور تعصب آمیز تھے اور حضرت اقدس نے انجام اتہم میں قسم کھا چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان میں مخالفین سے کوئی تقریر نہ کریں گے اس لئے آپ کی درخواست ہرگز منظور نہیں ہے والسلام جب اس قدر نازک دماغی تھی کہ دس پانچ منٹ کی تقریر کی درخواست محض عناد و تعصب آمیز سمجھی گئی تو معلوم نہیں کہ ابتدائی درخواست میں قادیان کو آنے اور پیش گوئیوں کی تحقیق کرنے کے کیا معنی رکھے گئے تھے۔

اب یہ بات بھی دیکھ لی جائے کہ مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ رسالہ انجام اتہم میں مباحثہ نہ کرنے پر قسم کھا چکے ہیں اس کی پابندی کہاں تک ہوئی۔

الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ: انجام (مسٹر) اتہم سے چار سال بعد اخبار الاخیار میں مرزا صاحب نے یہ اشتہار شائع کیا کہ آپ لوگ اے علمائے اسلام اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے کسی قریب مقام میں ایک مجلس مقرر

کریں۔اور نیز واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اوران کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کرلیں قرآن وحدیث کی رو سے عقل کی رو سے آسمانی تائیدات اورخوارق وکرامات کی رو سے انتہی ملخصا اس میں تو مرزا صاحب خود علماء سے مباحثہ کی درخواست کررہے ہیں پھر نہ یہ شرط ہے کہ دوسطروں سے زیادہ نہ لکھیں نہ یہ کہ صمٌّ وَبکمٌ بیٹھ رہیں بلکہ صاف لفظوں میں بحث کی اجازت دی گئی ہے اس میں صراحۃً حلف کے توڑنے پر اقدام کیا گیا۔اور اگر خدا سے اس کی اجازت مل گئی تھی تو مولوی صاحب کا مباحثہ بھی اسی اجازت میں شریک تھا کیونکہ اخبارالاخیاروالی درخواست مباحثہ کے بعد مولوی صاحب مباحثہ کے لئے گئے تھے۔رہا منصفانہ مباحثہ سو یہ علم قبل از وقوع واقعہ کیونکر ہوا کہ مولوی صاحب منصفانہ مناظرہ نہ کریں گے اگر کشف سے معلوم ہوگیا تھا تو اتمام حجت کیلئے صرف دوتین گھنٹے ان کی تقریرایک مجمع میں سن لیجاتی اوراس کے بعد ثابت کیا جاتا کہ وہ تقریر ظالمانہ تھی جس سے اہل مجمع خود انصاف کرلیتے کہ کون حق پر ہے۔

مرزا صاحب کا مقصود اس قسم کے اشتہارات سے یہی ہوا کرتا ہے کہ بالائی تدابیر سے کام نکال لیں جن سے ناواقف معتقد ہوجائے اوراگر کوئی مقابل ہوجائے تو پہلو تہی کرنے میں کون چیز مانع ہے جیسا کہ مولوی صاحب کو دعوت دیکر پہلو تہی کرگئے اسی طرح اخبارالاخیار کے اشتہار کا بھی وہی حال ہوا اب دیکھئے کہ اشتہار مذکور کے دیکھنے والوں کو کیونکر دھوکا نہ ہو کس تصریح سے لکھتے ہیں کہ قرآن سے حدیث سے عقل سے کرامتوں سے ہر طرح سے اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کو موجود ہوں ایسے اعلان کے بعد ان کی حقانیت میں کس کو شبہ رہے گا ہر جاہل یہی کہے گا کہ مرزا صاحب قرآن حدیث وکرامات سے اپنی عیسویت ثابت کرنے کو موجود ہیں اور کوئی مولوی مقابل نہیں ہوسکتا۔مگر جب اس کا موقع آیا اور علماء مباحثہ پر آمادہ ہوئے تو وہ سب کالعدم اورنسیا ومنسیا ہوگیا چنانچہ الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ اس اشتہار کے بعد جب ندوۃ العلماء کا جلسہ امرتسر میں ہوا تو علمائے موجودین جلسہ نے مرزا صاحب کے نام خط لکھا کہ آپ کی

تحریر کے مطابق ہم لوگ بحث کرنے کے لئے حاضر ہیں اور پہلے آپ کو اس کی اطلاع بھی ہو چکی ہے اس لئے قلت وقت کا عذر بھی نہیں رہا اور آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت اور تحقیق حق کا اس سے بہتر موقع نہ مل سکے گا انتھی اور یہ خط مرزا صاحب کو پہونچ بھی گیا چنانچہ ڈاکخانہ کی رسید موجود ہے مگر مرزا صاحب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

عقلاً سمجھ سکتے ہیں کہ اس شدومد کے اشتہار کے بعد مرزا صاحب کا سکوت کیا کہہ رہا ہے یہی کہہ رہا ہے کہ وہ لمبے چوڑے دعوے سب الفاظ ہی الفاظ تھے نہ وہاں قرآن ہے نہ حدیث نہ عقل نہ کرامت کیونکہ السکوت فی موضع البیان بیان اگر ان امور سے ایک چیز بھی مرزا صاحب کے پاس ہوتی تو اتنے علماء اور ایسے کثیر التعداد حاضرین جلسہ کے روبرو پیش کرنے کو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتے اور اس موقع میں ایسا الزام اپنے ذمہ نہ لگا لیتے جس سے غور کرنے والوں کے روبرو ایک مجموعہ بدعنوانیوں کا پیش ہو جاتا ہے۔

یوں تو مرزا صاحب کی اور پیش گوئیاں بہت ساری ہیں مگر یہ جو مذکور ہویں بطور دعوی اور تحدی اور معجزے کے رنگ میں تھیں جن پر مدار ان کی نبوت کا تھا اور الہاموں کی بنیاد پر یہاں تک زور دیا گیا تھا کہ اگر وہ صحیح نہ نکلیں تو مرزا صاحب کاذب و دجال وملعون وغیرہ سمجھ لئے جائیں۔ بلکہ سولی پر چڑہا دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان میں ایک بھی صحیح نہ نکلی بلکہ مرزا صاحب نے صرف حیلوں اور سخن سازیوں سے کام لیا۔

انبیاء علیھم السلام جب معجزات بتلاتے تو کیا کسی کا مجال تھا کہ انکار کر سکے اور کیا ممکن ہے کہ محسوسات کا بھی انکار کیا جائے مثلاً جس نے قمر کو شق ہوتے دیکھا اور کنکریوں کی تسبیح کانوں سے سن لی تو ان محسوسات کا کیونکر انکار کر سکتا تھا اسی وجہ سے کفار یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ اس کارروائی میں دھوکا دیا گیا بلکہ بے ساختہ کہتے کہ یہ تو سحر ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس کو خلاف عقل اور انسانی طاقت سے خارج سمجھتے تھے۔ اگر کہا جائے کہ کفار نبیوں کو کاذب بھی تو کہتے تھے تو اس کا

جواب یہ ہے کہ نبوت کی شان ان کے اذہان میں بہت ارفع تھی وہ آدمی کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ اس کو اپنا رسول بنا کر بھیجے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ (یٰسٓ) چونکہ رسالت امر غیر محسوس ہے اس لئے ان کو اس میں گفتگو کرنے کا موقع مل جاتا تھا اور باوجود معجزات وآیات بینات دیکھنے کے ازراہ عناد رسالت کی تکذیب کرتے کما قال تعالیٰ وَاِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ لیکن ان میں جو اہل انصاف تھے آیات و معجزات دیکھنے کے بعد ضرور ایمان لاتے غرض کہ نبوت صادقہ کے پہچاننے کا طریقہ بھی معجزات ہیں جو طاقت بشریہ سے خارج ہوں۔

اگر مرزا صاحب کا کوئی دعویٰ خارق عادت اور طاقت بشریہ سے خارج ہوتا تو ان کے مخالف ان کو ساحر و کاہن کہتے حالانکہ اس قسم کے القاب ان کے نہیں سنے گئے البتہ علماء نے ان کو کاذب مفتری دجال وغیرہ وغیرہ القاب سے ذکر کیا ہے جس سے ظاہر ہے انہوں نے صرف فطری طاقت سے کام لیا بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ وہ اپنی حول وقوت سے علحدہ تھے وہ صرف حق تعالیٰ کے حکم سے دعویٰ اور خارق عادت چیز کا وعدہ کر دیتے تھے اور خدائے تعالیٰ ان کو سچا کرنے کے واسطے وہ دعویٰ اور وعدہ پورا فرمادیا کرتا چنانچہ اس آیہ شریفہ سے مستفاد ہے وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ (الانعام)

تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب اور علمائے ندوہ کے مقابلہ میں مناظرہ سے گریز کیا۔ اور مولوی عبدالمجید صاحب مالک مطبع انصاری دہلی بیان للناس میں لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں اشتہار دیا تھا کہ میرے مسیح موعود ہونے کا سارا قرآن مجید مصدق اور تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کے شاہد ہیں اس پر مولوی

صاحب نے مرزا صاحب کے نام نوٹس دی کہ اگر آپ اپنے دعوی کو مجمع علماء میں ثابت کر دیں گے تو میں ایک ہزار روپیہ نقد آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا اور ایک سال ہر روز آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ یہ نوٹس ۱۳۰۹ھ میں دی گئی مگر اس کا کچھ جواب نہ دیا حالانکہ یہ نوٹس انجام اتھم کے پہلے دی گئی تھی اس وقت تو مرزا صاحب نے مناظرہ نہ کرنے پر قسم بھی کھائی نہ تھی۔ کیونکہ انجام اتھم کی تاریخ الہامات مرزا میں ۱۸۹۶ء لکھی ہے۔

مباہلہ سے ان کا گریز

الحاصل کئی شہادتوں سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب نے علماء کے مقابلہ میں آنے سے گریز کیا۔ اسی طرح مباہلہ سے بھی گریز کیا جیسا کہ اس تحریر سے ظاہر ہے جو ازالۃ الاوہام ص ۶۳۲ میں فرماتے ہیں۔ میاں عبدالحق صاحب نے مباہلہ کی بھی درخواست کی تھی لیکن اب تک میں نہیں سمجھتا کہ ایسے اختلافی مسائل میں جن کی وجہ سے کوئی فریق کافر یا ظالم نہیں ٹھہر سکتا کیونکر مباہلہ جائز ہے قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ مباہلہ میں دونوں فریق کا اس بات پر یقین چاہے کہ فریق مخالف میرا کاذب ہے یعنی عمداً سچائی سے روگردان ہے مخطی نہیں ہے تا ہر ایک فریق لعنت اللہ علی الکاذبین کہہ سکے۔ اب اگر میاں عبدالحق اپنے قصور فہم کی وجہ سے مجھے کاذب خیال کرتے ہیں لیکن میں انہیں کاذب نہیں کہتا بلکہ مخطی جانتا ہوں اور مخطی مسلمان پر لعنت جائز نہیں کیا بجائے لعنت اللہ علی الکاذبین کے یہ کہنا جائز ہے کہ لعنت اللہ علی المخطئین۔ کوئی مجھے سمجھا وے کہ اگر میں مباہلہ میں فریق مخالف حق پر لعنت کروں تو کس طور سے کروں اگر میں لعنت اللہ علی الکاذبین کہوں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ میں اپنے مخالفین کو کاذب تو نہیں سمجھتا بلکہ ماؤل مخطی سمجھتا ہوں اگر مخطی سے مباہلہ اور ملاعنہ جائز ہوتا تو اسلام کے تمامی فرقے باہم اختلاف سے بھرے ہوئے ہیں بے شک باہم مباہلہ و ملاعنہ کر سکتے تھے۔ اور مباہلہ میں جماعت کا ہونا بھی ضرور ہے نص قرآن کریم جماعت کو ضروری ٹھہراتی ہے لیکن میاں عبدالحق صاحب نے اب تک ظاہر نہیں کیا کہ مشاہیر علماء

کی جماعت اس قدر میرے ساتھ ہے اور نساء ابناء بھی ہیں۔ اور مباہلہ میں یہ بھی ضرور ہے کہ اول ازالہ شبہات کیا جائے بجز اس صورت کے کہ کاذب قرار دینے میں کوئی تامل اور شبہ کی جگہ باقی نہ ہو لیکن میاں عبدالحق بحث مباحثہ کا تو نام تک نہیں لیتے انتہی ۔

تفسیر درمنثور وابن جریر وغیرہ میں واقعہ مباہلہ کی جو احادیث منقول ہیں ان کا ماحصل یہ ہے کہ بجزان کے چند نصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ عیسی بن مریم کے باب میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: مجھے اس وقت تو کچھ معلوم نہیں تم ٹھہرے رہو جب مجھے معلوم کرایا جائے گا میں تم سے کہہ دوں گا اس کے بعد یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۝۵۹ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ۝۶۰ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ۝۶۱ (آل عمران) خلاصہ مطلب اس کا یہ ہے کہ عیسی علیہ السلام پیدائش میں مثل آدم علیہ السلام کے ہیں یعنی بغیر باپ کے اگر کوئی اس میں جھگڑے تو کہد و کہ آؤ ہم تم اپنی اولاد اور عورتوں کو بلائیں اور عاجزی سے دعا کریں کہ خدائے تعالی جھوٹوں پر لعنت کرے حضرت نے جب یہ آیہ شریفہ ان کو سنائی تو انہوں نے مسئلہ تخلیق عیسی علیہ السلام کو نہیں مانا اور چلے گئے دوسرے روز حسب آیۃ شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین اور فاطمہ زہرا علیہم السلام کو لیکر تشریف لائے جب ان لوگوں نے حضرت کے جزم وصداقت کو دیکھا گھبرا گئے اور جزیہ دینا قبول کیا۔ حضرت نے فرمایا اگر وہ مباہلہ کرتے تو ضرور ہلاک ہو جاتے انتہی ملخصاً۔

حق تعالیٰ میاں عبدالحق صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مسنونہ کو موقع پر یاد کر کے عمل میں لایا جس کی صداقت کا معنوی اثر یہ ہوا کہ مرزا

صاحب باوجود لمبے چوڑے دعوؤں کے کہ خدا سے دو بدو ہو کر باتیں کیا کرتے ہیں ان کے خدا نے ان کی کچھ مدد نہ کی اور عین معرکہ کے وقت پیچھے ہٹ گئے اگر چہ کہ اصل سبب کچھ اور تھا لیکن بظاہر یہ چند اسباب بیان فرماتے ہیں۔

(۱) مباہلہ میں جماعت کا ہونا ضرور ہے۔

(۲) دونوں فریق کو یقین چاہئے کہ فریق مخالف میرا کاذب ہے۔

(۳) اختلافی مسائل میں مباہلہ جائز نہیں۔

(۴) پہلے مباحثہ اور ازالہ شبہات ضرور ہے۔

امر اول کا ضروری نہ ہونا اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنے فرزندوں کو ساتھ لیا تھا اور کفار کی طرف دو ہی شخص تھے جو اس وقت موجود تھے چنانچہ اس حدیث سے ثابت ہے جو بخاری اور مسلم و ترمذی و نسائی وغیرہ میں ہے **ان العاقب و السید أتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاراد ان یلاعنھما الحدیث کذا فی الدر المنثور** یعنی عاقب اور سید دو شخص تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے جن سے مباہلہ کرنا حضرت نے چاہا تھا اگر طرفین میں جماعت شرط ہوتی تو کم سے کم دس بیس صحابہ کو آپ ساتھ لیتے اور کفار سے بھی فرماتے کہ تمہارے بھی دس بیس علماء کو بلاؤ تا کہ میں مباہلہ کروں تم صرف دو ہی شخص ہو اس لئے میں مباہلہ کرنا نہیں چاہتا جہاں آفتاب صداقت چمکتا ہوتا ہے حیلوں کے تنگ و تاریک غاروں میں چھپے رہنا کب گوارا ہوتا ہے اس کا تو مقتضائے ذاتی یہ ہے کہ کسی طرح بلند ہو کر خفاش طبیعتوں سے عرصہ جہاں کو خالی کر دے۔ مقصود مباہلہ سے یہی ہے کہ جھوٹے لوگ بددعا اور لعنت کے خوف سے ہٹ دھرمی چھوڑ دیں اور سچے اپنی صداقت کی وجہ سے کامیاب ہوں چونکہ آدمی کو اپنی اولاد اور خاندان کی تباہی کا صدمہ اپنی تباہی سے بھی زیادہ ہوتا ہے اس لئے اولاد ذکور و اناث کو مباہلہ میں ساتھ رکھنا حصول مقصود میں زیادہ تر موثر ہوگا اسی وجہ سے حضرت نے

صاحبزادی اور صاحبزادوں کو ہمراہ لیا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نساء سے مراد یہاں لڑکیاں ہیں اور چونکہ حضرت کو یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں مباہلہ پر ہرگز جرأت نہ کرسکیں گے اس وجہ سے ان کو یہ فرمایا بھی نہیں کہ تم بھی اپنی اولاد کو لے آؤ غرض کہ جب انہوں نے حضرت کے جزم وصداقت کو دیکھا اور اپنی افترا پردازی پر بھی نظر ڈالی تو ان کو یقین ہوگیا کہ یہ دہری لعنت فریقین کی خالی نہ جائیگی بہت سے خاندانوں کو تباہ کردے گی اس لئے وہ اس درخواست پر مجبور ہوئے کہ جس قدر روپیہ بطور جزیہ ہر سال کے لئے مقرر کیا جائے منظور ہے اور پورے قبیلہ کی طرف سے ادا کرنے کو ہم حاضر ہیں مگر مباہلہ سے معاف کئے جائیں۔ جیسا کہ اس قول سے واضح ہے **نعطیک ما سالت فابعث معنا رجلا امینا۔ کما فی البخاری و المسلم۔** اس سے ایک بات اور معلوم ہوئی کہ مباہلہ قطعی فیصلہ ہوتا ہے اس لئے کہ جب وہ مقابلہ میں سر پر نہ ہوئے تو خود ان کے دلوں نے انصاف کرلیا کہ ہم ہار گئے اور صلح پر مجبور ہوگئے ورنہ انہوں نے ابتداء مباہلہ کی کوئی درخواست یا معاہدہ نہیں کیا تھا جس کے عدم ایفا کے معاوضہ میں زر کثیر جزیہ کا اپنے ذمہ لیا بلکہ حضرت نے ان سے مباہلہ کو فرمایا تھا اگر مباہلہ فیصلہ نہ سمجھا جاتا تو وہ صاف کہہ دیتے کہ حضرت ہم نے کب اس کی درخواست کی تھی جو ہم پر یہ لازم کیا جارہا ہے غرض اس سے معلوم ہوا کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق مباہلہ چاہے دوسرے پر وہ لازم ہوجاتا ہے اور نہ کرنے کی صورت میں وہ جھوٹا سمجھا جائے گا جیسے مدعی علیہ کے نکول یعنی انکار قسم سے مدعی کا حق ثابت ہوجاتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ انکار کی وجہ سے مرزا صاحب کا جھوٹ پر ہونا ثابت ہوگیا۔

اور یہ جو فرماتے ہیں کہ دونوں فریق کو یقین چاہئے کہ فریق مخالف میرا کاذب ہے سو وہ صرف حیلہ ہے ابھی معلوم ہوا کہ مباہلہ سے مقصود یہی ہے کہ سچے اور جھوٹے کا تمیز ہوجائے اس لئے کہ قولہ تعالیٰ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴿۶۱﴾ (آل عمران) سے ظاہر ہے کہ دونوں فریق کمال تضرع وزاری سے دعا کریں کہ الٰہی خواہ میں ہوں یا میرا مخالف

دونوں میں سے جو جھوٹا ہو اس پر تو لعنت کر اور اس کے خاندان کو تباہ کر دے اس سے ظاہر ہے کہ جھوٹے پر دہری لعنت ہوتی ہے ایک وہ جو جان بوجھ کر تضرع کے ساتھ ایک مجمع کو گواہ کر کے خدائے تعالیٰ سے کہتا ہے کہ مجھ پر لعنت کر اور میرے خاندان کو تباہ کر دے۔ دوسری لعنت مقابل کی جانب سے جو صدق دل سے نکلتی ہے اور مرزا صاحب بھی کسی مقام میں فرماتے ہیں کہ سچے کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے غرض کہ اس دہری لعنت سے جھوٹے پر رعب غالب ہو جاتا ہے جس سے وہ جرأت نہیں کر سکتا اور سب لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہے اس کی تصدیق آیت لعان سے بھی ہوتی ہے جو سورۂ نور میں ہے کہ جب مرد اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور عورت اس سے انکار کرے تو لعان پر فیصلہ قرار دیا گیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے مرد چار بار قسم کھا کر کہے کہ میں اس دعویٰ میں سچا ہوں اور پانچویں بار کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد عورت پر ضرور ہوتا ہے کہ وہ بھی چار بار قسم کھا کر پانچویں بار کہے کہ اگر مرد سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب آئے اس موقع میں اگر عورت یہ حیلہ کرے کہ میں اس کو جھوٹا نہیں سمجھتی شاید اس کو اشتباہ ہو گیا ہے کہ تاریکی میں دوسری عورت کو دیکھ کر میرا خیال کر لیا ہے یا اس قسم کی کوئی اور بات بتائی تو مقبول نہیں بلکہ قید کی جائیگی اس وقت تک کہ لعان کرے یا مرد کی تصدیق کر لے اس سے بھی معلوم ہوا کہ لعنت صرف اس غرض سے طرفین میں مقرر کی گئی ہے کہ جھوٹا لعنت کے خوف سے فریق مقابل کی تصدیق کر لے اور فیصلہ ہو جائے۔ الغرض مباہلہ میں جو **لعنة اللہ علی الکاذبین** کہا جاتا ہے اس سے یہ مقصود نہیں جو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اپنے مقابل کو جھوٹا سمجھ کر اس پر لعنت کرے اور یہ کہے کہ تو جھوٹا ہے تجھ پر لعنت ہے پھر مقابل اس کے جواب میں کہے تو جھوٹا ہے اور لعنت تجھ پر ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ طرفین سے مار پیٹ ہو کر بجائے مباہلہ مقاتلہ ہو جائے گا جس سے شریعت روکتی ہے بلکہ یہ دعا ہوتی ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھی پر لعنت ہو۔ حیرت ہے مرزا صاحب ایسی موٹی بات کو بھی نہیں سمجھتے اس پر معارف و دقائق کا دعویٰ ہے۔ اب

ہم اس بات پر بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب جو مباہلہ سے ہٹ گئے اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انہوں نے اپنے فریق مخالف کو کاذب نہیں سمجھا ان کے اقوال سے ظاہر ہے کہ وہ مخالفوں کو کیا سمجھتے ہیں عصائے موسیٰ ص ۱۴۴ میں ایک فہرست ان کی تصنیفات سے نقل کی ہے جن الفاظ اور القاب سے مخالفین کو یاد کرتے ہیں منجملہ ان کے چند یہ ہیں۔ اول الکافرین دشمن اللہ و رسول کے۔ بے ایمان حق و راستی سے منحرف۔ جھونٹ کی نجاست کھائی۔ جھونٹ کا گھ کھایا۔ زندیق سچائی چھوڑنے کی لعنت انہیں پر برستی ہے۔ لعنت کی موٹ۔ منافق۔ ہامان ہالکین۔ یہودی سیرت۔ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ۔ مخالف اور مکذبون پر لعنت پڑی ہے جو دم نہیں مار سکتے۔ مکذبون کے دل پر خدا کی لعنت پس میں نے اشتہار دے دیا ہے جو شخص اس کے بعد سید ھے طریق سے میرے ساتھ معاملہ نہ کرے اور نہ تکذیب سے باز آئیں وہ خدا کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام صلحا کی لعنت کے نیچے ہے انتہی ملخصاً۔ اب دیکھئے کہ مخالفین کو جھوٹا سمجھا یا نہیں اور لعنت کا تو اشتہار ہی دے دیا پھر مباہلہ میں اس کے سوا اور کیا رکھا تھا اس کے بعد مباہلہ سے انکار کرنے کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ دہری لعنت سے گھبرا گئے جس سے یک طرفہ فیصلہ ہوگیا اب باتیں بنانے سے کیا ہوگا جب مرزا صاحب کا یہی خیال تھا کہ مباہلہ میں فریق مقابل کو جھوٹا کہنا اور لعنت کرنا ہوتا ہے تو یہ دونوں کام تو ہمیشہ جاری ہیں صرف ایک منٹ کے لئے تضیع اوقات ہی سمجھ کر مقابلہ میں مباہلہ کر لیتے اگر چہ طرفین سے قسماً قسمی ہونے کی وجہ سے فیصلہ تو کیا ہوتا مگر ان کے اتباع کو یہ کہنے کا موقع تو ملتا کہ مرزا صاحب بھی مباہلہ میں ٹلے نہیں رہی اندرونی سزا وہ جس کے حصہ میں ہوتی وقت پر ہو رہتی۔ اور یہ جو لکھتے ہیں ص ۵۹۶ کہ اب عقلمند سوچ سکتا ہے کہ اگر مباہلہ اور ملاعنت کے بعد صاعقۂ قہر الٰہی فرقۂ مخطیہ پر ضروری الوقوع ہے تو کیا اس کا بجز اس کے کوئی اور نتیجہ ہوگا کہ ایک دفعہ خدائے تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہلاک کر دے گا انتہی مرزا صاحب کو اگر یہ خوف ہوتا تو کسی پر لعنت ہی نہ کرتے اور جب خود بھی لعنت بکثرت کرتے

ہیں اور دوسرے بھی ان پر کیا کرتے ہیں جس کی ان کو شکایت ہے تو اس صورت میں ملاعنہ خود ہی ہو گیا اس سے ظاہر ہے کہ فقط ملاعنہ سے دنیوی عذاب نہیں ہوتا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ یہود مباہلہ کرتے تو ہلاک ہو جاتے وہ حضرت کا معجزہ تھا۔ البتہ مباہلہ سے جھوٹے کے لئے عذاب اخروی کا استحقاق ہو جاتا ہے اور اس کو دنیوی عذاب کا خوف بھی لگا رہتا ہے اس لئے وہ مباہلہ پر راضی نہیں ہو سکتا۔

اس سے زیادہ لطف کی بات یہ ہے جو فرماتے ہیں اگر مباہلہ کے وقت فریق مخالف حق پر لعنت کروں تو کس طور سے کروں۔ مرزا صاحب کو اب تک حق کے معنی کی طرف توجہ کرنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔ حضرت حق مقابل باطل ہے اسی وجہ سے اہل اسلام کہتے ہیں کہ ہمارا دین حق ہے اور اس کے مخالف ادیان کو ادیان باطلہ کہتے ہیں پھر جب آپ مخالفین کو مخالف حق فرما رہے ہیں تو ان کو کاذب سمجھنے میں کیوں تامل کیا گیا اور طرفہ یہ کہ آپ کو الہام بھی ہو چکا ہے کہ جتنے آپ کے منکر ہیں سب کافر ہیں جیسا کہ ازالۃ الاوہام ص ۸۵۵ میں لکھتے ہیں یہ الہام مجھ کو ہوا۔ وان یتخذونک الاھزوا اھذا الذی بعث اللہ قل یا ایھا الکفار انی من الصادقین یعنی وہ لوگ تجھ سے ٹھٹا کرتے ہیں کہ کیا اسی کو اللہ نے بھیجا ہے ان سے کہہ دے اے کافرو میں سچا ہوں۔ اب دیکھئے کہ جب اللہ نے ان سے کہدیا کہ تو سچا ہے اور مقابلہ کے لوگ جھوٹے ہیں بلکہ کافر ہیں تو اب مباہلہ میں کیا تامل تھا۔ پورا پورا سامان وہی ہو گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوا تھا حق تعالیٰ نے جب حضرت کو خبر دی فوراً مباہلہ کے لئے میدان میں تشریف لے گئے۔ پھر مرزا صاحب کو بھی تو خدا ہی نے خبر دی کہ وہ صادق ہیں اور ان کے مقابل کاذب بلکہ کافر ہے تو بجائے سبقت کے یہ پسپائی کیسی۔ اگر اہل انصاف اسی ایک واقعہ کو پیش نظر کر لیں تو مرزا صاحب کے جملہ دعاوی کے فیصلہ کے لئے کافی ہے مشت نمونہ از خروارے۔

اس سے ظاہر ہے کہ قل یا ایھا الکفار والا الہام ان پر ہوا ہی نہیں خلاصہ یہ کہ کوئی حیلہ بن نہیں سکتا اور جو حیلے بنا رہے ہے وہ انکار مباہلہ سے بھی زیادہ تر بدنما اور قابل شرم ہیں۔

اور یہ جو فرماتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں مباہلہ جائز نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں فریقین کا استدلال قرآن وحدیث سے ہوتا ہے اور معانی محتملہ نصوص یا ضعف وقوت احادیث یا اختلاف طرق استدلال وغیرہ کی وجہ سے اختلاف جو پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ سے کسی جانب قطعیت نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے مباہلہ کی نوبت ہی نہیں آتی مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف ایسا نہیں ہے وہ جو اپنی عیسویت ثابت کرتے ہیں ممکن نہیں کہ اس کا ذکر کہیں قرآن یا حدیث میں مل سکے اور جو علامات عیسی علیہ السلام کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں وہ مرزا صاحب میں پائی نہیں جاتیں اور ان کی کارروائیوں سے مسلمانوں کو یقین کلی ہے کہ مثل اور جھوٹے نبیوں کے وہ بھی ایک مدعی نبوت ہیں۔ اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے الہاموں اور وحی سے بلکہ بے پردہ ہو کر بالمشافہ فرمادیا کہ تو خلیفۃ اللہ اور عیسی موعود وغیرہ ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان کو بھی اپنے حق پر ہونے کا اور مخالفین کے باطل پر ہونے کا یقین کامل ہے۔ جب دونوں جانب اس بات کی قطعیت اور یقین ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارا مخالف باطل پر ہے تو اب مباہلہ کرنے اور جھوٹے پر لعنت کرنے میں کیا تامل ہے اگر یہ دعوی انکا فی الواقع صحیح اور سچا تھا تو مباہلہ کی درخواست پہلے انکی جانب سے ہوتی بلکہ بغیر مباہلہ کے خود یہ کہتے کہ اگر اس دعوی میں میں جھوٹا ہوں تو خدا مجھ پر لعنت کرے بخلاف اس کے عجیب بات یہ ہے کہ مخالفین تو مباہلہ پر آمادہ ہیں اور مرزا صاحب گریز کر رہے ہیں اور فرماتے کیا ہیں کہ میں ان کو کاذب نہیں سمجھتا جس کا مطلب یہ ہوا میں جو کہتا ہوں جھوٹ ہے کیونکہ جب مخالف کاذب نہ ہوں تو لامحالہ مرزا صاحب کی طرف الزام کذب عائد ہوگا غرض کہ مرزا صاحب کے دعوی کا قیاس اختلافی مسائل پر ہو نہیں سکتا۔ یہاں یہ بھی غور کر لیا جائے کہ اگر بالفرض ابو منصور کسف کے ساتھ مرزا صاحب کو مباہلہ کا اتفاق ہوتا اور وہ یہ کہتا کہ میں آپ کو کاذب نہیں سمجھتا بلکہ مخطی سمجھتا ہوں اس لئے مباہلہ نہیں کرتا تو کیا اس کا یہ قول صحیح ہوسکتا اور مرزا صاحب منظور فرمالیتے اس فرضی مثال کو بھی جانے دیجئے نصارائے نجران اگر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کہتے کہ ہم آپ کو کاذب نہیں سمجھتے بلکہ مخطی سمجھتے ہیں اس لئے مباہلہ نہیں کرتے تو کیا ان کی بات چل جاتی آخر وہ بھی بڑے ہوشیار تھے اگر ذرا بھی موقع پاتے تو لاکھوں روپیوں کا نقصان کیوں گوارا کرتے۔ بلکہ اگر یہ احتمال قابل پذیرائی ہوتا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے ان کو فرما دیتے۔

الحاصل مباہلہ میں نہ فریق مقابل کا لحاظ ہے نہ مسئلہ کی خصوصیت بلکہ مدار اس کا جزم پر ہے جس کو کسی بات کا جزم ہوتا ہے وہ مباہلہ کے واسطہ مستعد ہو جاتا ہے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے جو کنز العمال ص ۱۱ ج ۶ میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: وددت انی وَھؤلاء الذین یخالفون فی الفریضۃ نجتمع فنضع ایدینا علی الرکن ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ما حکم اللہ بما قالوا (ض عب) یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں مجھے خواہش ہے کہ میں اور وہ لوگ جو مسائل فرائض میں مخالفت کرتے ہیں کعبہ کے پاس جمع ہوں اور رکن پر اپنے ہاتھ رکھ کر عاجزی سے دعا کریں اور یہ کہیں کہ اللہ جھوٹوں پر لعنت کرے۔ اور روح المعانی میں آیۂ مباہلہ کی تفسیر میں یہ واقعہ نقل کیا ہے ابن عباسؓ نے کسی مسئلہ میں ایک شخص کے ساتھ مباہلہ کیا اور آیت مباہلہ کو پڑھ کر کمال تضرع سے دعا کی کہ جو جھوٹا ہے اس پر لعنت ہو۔ اور عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مباہلہ بھی ثابت ہے چنانچہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص ۵۹۶ میں لکھتے ہیں کہ ابن مسعود نے جو مباہلہ کی درخواست کی تھی وہ ایک معمولی آدمی تھا اگر جزئی اختلاف میں مباہلہ کی درخواست کی تو سخت خطا کی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جلالت شان تمام صحابہ میں مسلم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نسبت فرمایا کہ اگر بغیر مشورت کے کسی کو میں امیر کرتا تو ابن مسعود کو کرتا حضرت کے ساتھ ان کو وہ خصوصیت تھی کہ اہل بیت میں سمجھے جاتے تھے اور ان کا تبحر علمی اور کثرت روایت کتب حدیث واقوال محدثین سے ثابت ہے جیسا کہ اصابہ فی احوال الصحابہ اور اسد الغابۃ وغیرہ میں مذکور ہے۔ مرزا صاحب ایسے جلیل القدر صحابی

کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ ایک معمولی آدمی تھا یعنی بے علم محض اسی لئے مسئلہ مباہلہ میں انہوں نے سخت خطا کی۔ مرزا صاحب نے جہاں ان کی خطا کا ذکر کیا تھا کوئی روایت یا حدیث بھی لکھ دیتے کہ انہوں نے اس کے خلاف کیا تا کہ مرزا صاحب کا مبلغ علم بھی معلوم ہو جاتا۔

الغرض جلیل القدر صحابہ کے عمل سے مرزا صاحب کا وہ عذر بھی جاتا رہا کہ اختلافی مسائل میں مباہلہ جائز نہیں مگر حیرت یہ ہے کہ مرزا صاحب اس مسئلہ کو اب تک اختلافی سمجھ رہے ہیں نئی نبوت قائم کر لی اس کے مخالفین کافر ٹھہرائے گئے۔ مبائنت ملت کا حکم قائم کر دیا گیا۔ اگر اس پر بھی اختلاف ہی سمجھا جائے تو مسیلمہ کذاب کی نبوت کو بھی اختلافی کہنا پڑے گا حالانکہ کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں اب رہا یہ کہ مباہلہ کے پہلے ازالہ شبہات اور مباحثہ ضرور ہے سو وہ بھی خلاف واقع ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصارائے نجران سے نہ مباحثہ فرمایا نہ ازالۂ شبہات بلکہ ابتداءً یہی ارشاد ہوا کہ اگر ہماری بات نہیں مانتے ہو تو مباہلہ کرو جیسا کہ آیت شریفہ فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ تَعَالَوْا (آلِ عمران ٦١) سے ظاہر ہے۔ اور مباحثہ تو مرزا صاحب کے ساتھ سالہائے سال سے جاری ہے مناظرہ سے تجاوز کر کے نوبت مکابرہ اور مجادلہ تک پہونچ گئی ہے آخر نوبت با ینجا رسید کہ جناب عبدالحق صاحب نے جو فریق مقابل ہی کے ایک شخص ہیں مباہلہ پر فیصلہ قرار دیا اور بفضلہٖ تعالیٰ ان کی ہمت اور رعب صداقت سے فیصلہ ہو ہی گیا الحمدللہ علی ذلک۔

ان پر مسلمانوں کی کامیابی

مرزا صاحب نے لعنت و تکفیر کو واپس لیا

یہاں ایک بات اور بھی معلوم کر لیجئے کہ مرزا صاحب کا جوش غضب فریق مقابل پر اور لعنت کی بوچھاڑ اور تکفیر وغیرہ کا حال ابھی معلوم ہوا اور مباہلہ کے وقت کمال تہذیب اور دبی زبان سے جو فرمایا وہ بھی معلوم ہوا کہ میں فریق مقابل کو کاذب نہیں کہتا اگر مباہلہ میں ان پر لعنت

کروں تو کس طرح کروں اس سے ظاہر ہے کہ جس قدر آپ نے مخالفین پر لعنت وغیرہ کی ہے سب واپس لیا اس کا مسلمانوں کو شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اب رہیں وہ حدیثیں جو لعنت اور تکفیر کے باب میں وارد ہیں سو وہ مرزا صاحب اور خدائے تعالیٰ کا درمیانی معاملہ ہے اس میں ہمیں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ اس باب میں احادیث بکثرت وارد ہیں مگر ہم صرف دو ہی اس غرض سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے احباب مرزا صاحب کا طریقہ اختیار نہ کریں عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما متفق علیہ بخاری اور مسلم میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے تو وہ تکفیر ان دونوں سے کسی ایک کی ضرور ہو جاتی ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انہ من لعن شیئاً لیس لہ باھل رجعت اللعنۃ علیہ۔ رواہ الترمذی وابو داؤد ذکرھما فی المشکوۃ یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی پر لعنت کرے جس کا وہ مستحق نہیں تو لعنت اسی لعنت کرنے والے پر لوٹتی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ لعنت وتکفیر اگر بے محل کی جائے تو لعنت کرنے والا ہی کافر اور ملعون ہو جاتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے ع۔ برآید انچہ از فوارہ فوراہم برو ریزد جب احادیث صحیحہ سے تکفیر اور لعنت کا لوٹنا بحسب اقرار مرزا صاحب ثابت ہے تو دوسرے تمام الفاظ مندرجہ فہرست مذکورہ سب اس میں داخل ہیں جیسا کہ عرب کا مقولہ ہے کل الصید فی جوف الفرا گورخر۔

نبی کی شان نہیں کہ کسی کے مقابلہ سے گریز کرے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثبات ہر قسم کے مقابلہ میں

الحاصل کئی واقعوں کی شہادت سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب بڑے بڑے معرکوں اور علماء کے مقابلہ میں گریز کرتے رہے حالانکہ نبی کی یہ شان نہیں کہ کسی کے مقابلہ میں گریز کر جائے۔

اگرچہ اس موقع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا لکھنا بالکل نامناسب تھا لیکن الضرورات تبیح المحظورات پر عمل کر کے چند واقعات ہم نقل کرتے ہیں جن کو امام سیوطیؒ نے خصائص کبری میں کتب معتبرہ سے نقل کیا ہے ان سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ جو کوئی کسی بدنیتی یا امتحان یا الزام کی غرض سے حضرت کے روبرو آیا اس کا جواب پورے طور سے دیا گیا کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ کسی کے مقابلہ سے ہٹ گئے ہوں۔

ایک بار بنی تمیم کے قبیلہ کے خطیب وشاعر وغیرہ حسب عادت عرب مقابلہ کی غرض سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ان کے خطیب نے خطبہ پڑھا تو حضرت نے ثابت بن قیس کو حکم فرمایا کہ: خطبہ پڑھیں، اور جب ان کے شاعر نے اشعار پڑھے تو حضرت نے حسان بن ثابت کو جواب دینے کو کہا چنانچہ فی البدیہہ انہوں نے اسی بحر وقافیہ میں جواب دیا۔ غرض کہ حضرت کی تائید باطنی سے اسلامی خطیب وشاعر نے ایسے دندان شکن جواب دئے کہ مخالفین بھی مان گئے اور بے اختیار کہہ اٹھے کہ ان کو غیبی تائید ہے۔

ابی بن خلف جو ایک مشہور جوان مرد شخص تھا بڑی تیاری سے غزوۂ احد میں خاص اس غرض سے آیا تھا کہ فقط حضرت ہی سے مقابلہ کرے حضرت یہ سن چکے تھے جب وہ معرکہ میں گھوڑے کو دوڑا کر حضرت کے قریب پہونچ گیا صحابہ نے چاہا کہ حائل ہوں حضرت ان کو ہٹا کر خود آگے بڑھے اور ایک نیزہ اس کو ایسا مارا کہ جس سے وہ واصل جہنم ہو گیا۔

رکانہ نام ایک پہلوان نہایت قوی اور زور آور تھا جس سے تمام عرب ڈرتے تھے اس نے حضرت سے کشتی کی درخواست کی اور یہ شرط ٹھہرائی کہ اگر آپ غالب ہو جائیں تو دس بکریاں لا دوں گا۔ حضرت نے تین بار اس کو پچھاڑا ہر بار وہ یہی کہتا کہ لات وعزی نے میری مدد نہیں کی اور آپ کے معبود نے آپ کی مدد کی۔ جب وہ حسب وعدہ بکریاں دینا چاہا آپ نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں اسلام قبول کر اس نے کہا کہ فلاں جھاڑ آپ کے بلانے پر آ جائے تو میں اسلام قبول

کرلوں گا چنانچہ آپ کے اشارہ پر وہ جھاڑ زمین چیرتا ہوا فوراً روبروآ کھڑا ہوا اور واپسی کے حکم پر اپنے مقام پر چلا گیا

عامر بن طفیل اور اربد بن قیس جو کسی قبیلہ کے سردار اور جوان مرد لوگ تھے یہ مشورت کر کے حضرت کے پاس آئے کہ عامر حضرت کو باتوں میں مشغول کرے اور اربد قتل کر ڈالے چنانچہ عامر نے تخلیہ کے بہانہ سے حضرت کو علحدہ لے جا کر باتوں میں مشغول کیا اور اربد نے چاہا کہ تلوار کھینچے اس کا ہاتھ خشک ہو گیا پھر وہ دونوں چلے گئے اور اسی قربت میں اربد پر بجلی گری اور عامر کے حلق میں غدود پیدا ہوا غرض تھوڑے عرصہ میں دونوں فی النار ہو گئے۔ یہ باطنی مقابلہ تھا۔

ایک بار ابوجہل وغیرہ کفار حضرت کے قتل کے ارادہ سے آئے آپ اس وقت نماز میں مشغول اور قرآن بآواز بلند پڑھ رہے تھے ہر شخص آواز کی طرف قصد کرتا مگر یہ معلوم ہوتا کہ آواز اپنے پیچھے کے جانب ہے فوراً مڑ جاتا جب بھی آواز پیچھے ہی معلوم ہوتی غرض ہر شخص نے بہت کوشش کی کہ آواز کے مقابل ہو کر ہاتھ چلائے مگر وہ موقع کسی کے ہاتھ نہ آیا آخر مایوس ہو کر لوٹ گئے۔ بہر حال کفار کا غلبہ نہ ہو سکا۔

ایک بار کفار اذیت رسانی کی غرض سے حضرت کے پاس آئے جب قریب پہونچے تو سب کے ہاتھ بغیر رسی کے گردنوں پر بندھ گئے۔

نضر بن حارث نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی جنگل میں تنہا پا کر چاہا کہ حملہ کرے فوراً چند شیر نمودار ہو گئے جن سے ڈر کر بھاگ گیا۔

ایک روز کفار نے حضرت پر حملہ کرنا چاہا غیب سے ایسی سخت ہیبت ناک آواز آئی کہ سب بے ہوش ہو گئے اور اتنی دیر پڑے رہے کہ حضرت باطمینان نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے۔

اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں جس کی بیان کی یہاں گنجائش نہیں غرض کہ احادیث متعددہ سے بتواتر ثابت ہے کہ ہر موقع میں حق تعالی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

تائید غیب سے فرماتا اور حضرت کو اس کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی بخلاف اس کے مرزا صاحب کے یہاں معاملہ بالعکس ہے کہ مخالفین کو وہ اعتراض کے مواقع غیبی تائید سے ہاتھ آجاتے ہیں جن کے جواب میں مرزا صاحب کا دماغ یاری نہیں دیتا آخر زبان سے کام لینے لگتے ہیں اور ایسے مغلظات سناتے ہیں کہ الامان۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ آدمی گالیاں اسی وقت دیتا ہے جب جواب دینے سے عاجز ہو جاتا ہے اذا یئس الانسان طال لسانہ۔

مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں کا حال معلوم ہوا کہ کس قدر ان میں عمل میں لائی گئیں۔ باوجود اس کے ان کو وہ ثابت بھی نہیں کر سکتے چنانچہ الہامات مرزا کے عنوان پر لکھا ہے کہ اس رسالہ میں مرزا صاحب قادیانی کے الہاموں پر مفصل بحث کر کے ان کو محض غلط ثابت کیا گیا ہے اس کے جواب کے لئے طبع اول پر مرزا صاحب کو مبلغ پانچ سو روپیہ انعام تھا طبع ثانی پر ہزار کیا گیا اب طبع ثالث پر پورا مبلغ دو ہزار کیا جاتا ہے اگر وہ ایک سال تک جواب دیں تو انعام مذکور ان کے پیش کش کیا جائے گا فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۚۖ (البقرۃ: ۲۴) انتہی واضح رہے کہ رسالہ مذکورہ میں وہی الہامات ہیں جو پیش گوئیوں سے متعلق ہیں جن کے اثبات پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے بار بار انعام کا وعدہ کیا مگر مرزا صاحب ثابت نہ کر سکے جس سے ظاہر ہے کہ وہ الہامی پیش گوئیاں صرف دعوی ہی دعوی تھیں وقوع ایک کا بھی نہیں ہوا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند پیشگوائیاں

اب چند وہ پیشین گوئیاں بھی دیکھ لیجئے جو مناسب حال انبیاء ہیں۔ خصائص کبری میں امام سیوطیؒ نے معتبر حدیثوں کی کتابوں سے جو روایتیں نقل کی ہیں اختصار کے لئے ان کا ماحصل یہاں لکھا جاتا ہے۔

بدر کے روز حضرت نے سرداران قریش کے گرنے کی جگہ بتلا دی تھی جب دیکھا گیا تو ہر شخص کی لاش وہیں پڑی تھی جہاں اس کے گرنے کی پیشین گوئی کی گئی تھی۔

عتبہ بن ابی وقاص کی نسبت فرمایا کہ وہ ایک برس کے اندر کفر پر مرے گا ایسا ہی ہوا۔

غزوہ احزاب میں تقریباً تمام ملک عرب کے قبائل نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی حضرت نے فرمایا کہ ایک ہوا ایسی چلے گی کہ وہ سب پریشان ہوکر بھاگ جائیں گے ایسا ہی ہوا کہ ایسی سخت ہوا چلی کہ ان کے خیمے اڑ گئے کجاوے زمین میں دھس گئے اور اس بدحواسی سے بھاگے کہ کسی کو کسی کی خبر نہ تھی۔

حضرت نے ابن نبیح کو قتل کرنے کے لئے عبداللہ بن انیس سے فرمایا وہ اس کو پہچانتے نہ تھے اس لئے نشانی پوچھی فرمایا کہ جب تم اس کو دیکھوں گے ہیبت اور خوف سے تمہارے جسم پر بال کھڑے ہوجائیں گے وہ کہتے ہیں کہ مجھ پر کسی کا خوف کبھی غالب نہیں ہوتا تھا مگر اس کو دیکھتے ہی تھوڑی دیر وہ حالت طاری رہی جو حضرت نے فرمایا تھا میں پہچان کر اس کو قتل کر ڈالا۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو کچھ لشکر کے ساتھ آپ نے دومۃ الجندل کو روانہ کیا اور فرمایا کہ تمہارے ہاتھ پر ملک فتح ہوگا وہاں کے بادشاہ کی لڑکی کو تم نکاح کرلو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے لئے جب مدینہ کی طرف روانہ ہوئے حضرت نے ان کے آنے کے پہلے ہی خبر دے دی کہ وہ آرہے ہیں۔

عامر ایک رات اشعار پڑھتے جارہے تھے حضرت نے پوچھا یہ کون ہیں کسی نے کہا عامر ہیں فرمایا اللہ عامر پر رحم کرے یہ سنتے ہی بعض صحابہ نے مطلب حضرت کا سمجھ کر عرض کیا کہ اور چند روز اُن سے ہمیں فائدہ اٹھانے کیوں نہ دیا یارسول اللہ غرض اُسی سفر میں وہ شہید ہوگئے۔

حضرت نے پہلے ہی خبر دی تھی کہ روم اور فارس اور یمن مفتوح ہوں گے اور یہ خبر اُس وقت دی تھی کہ سوائے حضرت خدیجہ کبری اور علی کرم اللہ وجہہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کوئی حضرت کا رفیق اور غمخوار نہ تھا۔

ایک بار حضرت نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ چارسو بیس سوار لے کر جاؤ اور اکیدر دومۃ الجندل کو گرفتار کر کے لے آؤ انہوں نے عرض کیا ایسے بڑے شخص کا مقابلہ اتنے لوگ کیونکر کریں گے فرمایا وہ شکار کو نکلے گا اس وقت اس کو گرفتار کر لینا جب وہ وہاں پہونچے گا وحشی اس کے قلعہ کے نیچے آیا جس کو دیکھ کر وہ چند ہمراہیوں کے ساتھ شکار کے قصد سے اترا اور گرفتار کر لیا گیا۔

ایک سفر میں تمام لشکر پیاسا ہو گیا اور پانی نہ تھا علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس طرف جاؤ فلاں مقام میں ایک عورت ملے گی جو پانی اونٹ پر لے جا رہی ہے اس کو لے آؤ وہ روانہ ہوئے اسی مقام میں وہ عورت ملی اُس کو لے آئے اور اس پانی سے تمام لشکر سیراب ہوا اور وہ کم نہ ہوا اس معجزہ سے اس عورت کا کل قبیلہ مسلمان ہو گیا غزوہ موتہ کیلئے جو لشکر روانہ کیا گیا تھا اس پر حضرت نے زید بن حارثہ کو امیر بنا کر فرمایا کہ اگر وہ شہید ہوں تو جعفر ابن ابی طالب امیر بنائے جائیں اور اگر وہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان مختار ہیں جس کو چاہیں امیر قرار دیں۔ وہاں ایک یہود کا عالم بھی موجود تھا حضرت کا ارشاد سن کر کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو یہ لوگ ضرور قتل ہوں گے۔ پھر جس روز وہاں معرکہ جنگ تھا حضرت صحابہ کو برابر خبر دے رہے تھے کہ زید نے رایت لیا ہر چند شیطان نے اُن کے دل میں وسوسے ڈالے مگر انہوں نے کچھ توجہ نہ کی اور شہید ہو گئے پھر فرمایا کہ جعفر نے رایت لیا اُن کے بھی دل میں شیطان نے وسوسے ڈالے مگر انہوں نے بھی کچھ التفات نہ کیا اور شہید ہو گئے۔ پھر فرمایا عبداللہ نے رایت لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر خالد بن ولید نے خود مختاری سے رایت لیا یہ کہہ کر حضرت نے دعا کی الٰہی وہ تیری ایک تلوار ہے تو ہی اُس کو مدد دے گا۔ اُسی روز سے ان کا نام سیف اللہ قرار پایا۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ مغیبات پر حضرت کو ایسی اطلاع ہوتی تھی کہ خواہ یہ وہ ماضی ہوں یا مستقبل پیش نظر ہو جاتے تھے۔

کسی سفر میں حضرت کی ناقہ گم ہوگئی لوگ اس کی تلاش میں پھر رہے تھے ایک منافق نے کسی مجلس میں کہا کہ خدا ان کو ناقہ کا پتہ کیوں نہیں دیتا یہ کہہ کر حضرت کی مجلس میں آ گیا حضرت نے فرمایا ایک منافق کہتا ہے خدا ناقہ کا پتہ نہیں دیتا جاؤ فلاں مقام میں وہ ہے اس کی مہار کسی جھاڑ میں اٹک گئی ہے غرض اُس کو وہاں سے لے آئے اور وہ منافق مسلمان ہو گیا۔

جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ اپنی لڑکی کے فدیہ کے واسطے چند اونٹ لے کر چلا راستہ میں اچھے دو اونٹ کسی پہاڑ میں چھپا دے جب باقی اونٹ پیش کئے تو فرمایا وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو فلاں مقام میں چھپا دئے گئے ہیں یہ سن کر وہ مسلمان ہو گیا۔

جب ستر صحابہ بئر معونہ پر شہید ہوئے اسی وقت حضرت نے ان کی شہادت کی خبر دی شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ جب مکہ کو فتح کر کے حضرت نے حنین کا ارادہ کیا میں بھی اس غرض سے حضرت کے ساتھ ہو لیا کہ جب لڑائی کی گڑ بڑ ہو گی تو دھوکہ دے کر حضرت کو قتل کرنے کا کوئی موقع مل جائے گا جس سے اپنی بڑی نام آوری ہو گی جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور حضرت دلدل سے اترے میں تلوار کھینچ کر حضرت کے قریب پہونچا تھا کہ ایک برق سا آگ کا شعلہ سامنے آ گیا جس سے میری آنکھیں بند ہو گئیں اور ساتھ ہی حضرت میری طرف متوجہ ہو کر فرمائے کہ اے شیبہ میرے نزدیک آ جاؤ میں اور نزدیک ہوا حضرت نے دست مبارک میرے سینہ پر پھیر کر کہا یا اللہ اس کو شیطان سے پناہ دے وہ کہتے ہیں کہ اقسام کے برے خیال میرے دل میں جمے ہوئے تھے مگر دست مبارکہ کی برکت سے فوراً وہ سب دفع ہو گئے اور حضرت کی ایسی محبت دل میں پیدا ہو گئی کہ حضرت کے آگے آگے کفار کو قتل کرتا جاتا تھا بخدا اگر اُس وقت میرا باپ میرے سامنے آتا تو اس کو بھی مار ڈالتا پھر فتح کے بعد جب حضرت خیمہ مبارک میں تشریف فرما ہوئے تو میرا ایک ایک خیال مجھ سے بیان فرمایا جس سے میں نے مغفرت چاہی اور حضرت نے غفر اللہ لک فرمایا انتہی ملخصاً۔

اب اہل انصاف ان احادیث میں جو بطور مشتے نمونے از خردارے میں غور فرماویں کہ یہ پیشین گوئیاں کیسی کھلی کھلی ہیں نہ ان میں کوئی شروط بچاؤ کیلئے ہیں نہ داو پیچ نہ بات بنانے کی ضرورت ہے۔ اسی قسم کی پیشین گوئیوں میں حضرت نے قیامت کے واقعات بیان فرمادئے ہیں چنانچہ اس روایت سے واضح ہے جو بخاری اور مسلم میں ہے عن حذیفة قال: قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مقاما ما ترک شئیا یکون فی مقامه ذلک إلی قیام القیامة إلا حدث به' حفظه من حفظه و نسیه من نسیه 'قد علمه اصحابی هؤ لاء وانه لیکون منه الشئ قد نسیته فاراه فاذکره کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا رآه عرفه انتہیٰ۔ یعنی یہ صحابہ جانتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور قیامت تک جو ہونے والا ہے سب بیان فرمایا کسی نے اس کو یاد رکھا اور کوئی بھول گیا بعضے ایسے امور کا وقوع ہوتا ہے جو خیال سے جاتے رہے ہیں مگر دیکھتے ہی اُن کا خیال آجاتا ہے کہ حضرت اس کی خبر دے چکے ہیں جیسے غائب جب سامنے آجاتا ہے تو چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیا جاتا ہے انتہیٰ ملخصاً کتب احادیث و تواریخ دیکھنے سے اس کا انکار نہیں ہوسکتا کہ حضرت نے جو پیشن گوئیاں کی ہیں اب تک اُن کا ظہور برابر ہوتا جاتا ہے چنانچہ اسی ایک پیشین گوئی کو دیکھ لیجئے جو دجالوں سے متعلق ہے عن ابی هریرة رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول اللہ رواه البخاری و مسلم۔

اور ابوداؤد و ترمذی میں ہے: سیکون فی امتی کذابون کلهم یزعم انه نبی اللہ و انا خاتم النبین لا نبی بعدی یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ تیس دجال جھوٹے نہ پیدا ہولیں ان میں ہر ایک کا دعوی نبوت اور رسالت کا ہوگا یادرکھو کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا انتہی دیکھئے اس پیشین گوئی کا وقوع حضرت ہی کے زمانے سے شروع ہوگیا اور بہت سے دجال اب تک نکلے جنہوں نے رسالت کا دعوی کیا اور معلوم نہیں ابھی کتنی باقی ہیں اب مرزا صاحب جو رسالت کا دعوی کرتے ہیں اگر ان کی

تصدیق کی جائے تو بخاری اور مسلم کی احادیث کی تکذیب ہوئی جاتی ہے کیونکہ اُن روایتوں میں صاف موجود ہے کہ حضرت کے بعد جو شخص رسالت کا دعوی کرے وہ دجال ہے اب مرزا صاحب ہی انصاف سے شرعی فیصلہ فرمادیں کہ مسلمانوں نے اُن کے حق میں کیا اعتقاد رکھنا چاہئے اگر یہ روایتیں صحاح کے سوا دوسری کتابوں میں ہوتیں تو یہ کہنے کو موقع مل سکتا کہ شاید یہ وہ احادیث صحیح نہ ہوں وہ تو بخاری اور مسلم وغیرہ میں ہیں جن کی نسبت کل اہل سنت و جماعت کا یہ اعتقاد ہے اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری ثم مسلم اگر تھوڑی دیر کیلئے یہ کتابیں بے اعتبار سمجھی جائیں تو مرزا صاحب کا دعوی عیسویت خود باطل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ مسئلہ عقلی تو ہے ہی نہیں کہ قیامت کے پہلے مسیح پیدا ہوگا اور نہ قرآن میں اس کی صراحت ہے تو ناگزیر احادیث پیش کرنے کی ضرورت ہوگی اور جب بخاری اور مسلم قابل اعتبار نہ ہوں تو وہ احادیث بھی موضوع اور جھوٹی سمجھی جائیں گی پھر تیس دجالوں والی حدیث قطع نظر اس کے کہ بخاری و مسلم میں ہے مرزا صاحب کے اقرار کے موافق بھی صحیح ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں جو حدیث قرآن کی تائید میں ہو وہ صحیح ہوتی ہے۔ اب دیکھئے کہ وہ حدیث آیۂ شریفہ خاتم النبیین کی تائید میں ہے اس لئے بحسب اقرار مرزا صاحب اس زمانہ میں رسالت کا دعوی کرنے والا تیس دجالوں سے ایک دجال ضرور سمجھا جائے گا۔ غرض کہ جس کو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہوگا اور یہ حدیث سن لے گا کہ جو کوئی میرے بعد رسالت کا دعوی کرے وہ دجال و کذاب ہے تو ممکن نہیں کہ مرزا صاحب کو رسول کہے اور پھر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا بھی دعوی کرے۔ ان پیشین گوئیوں کو دیکھئے کہ سوائے بیان واقعات کے کوئی اس قسم کی فصول بات نہیں جو مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں میں ہوتی ہے کہ اگر وہ صحیح نکلیں تو اپنے پر لعنت ہے منہ کالا کیا جائے اور پھانسی دی جائے اور اشتہار پر اشتہار دیا جا رہا ہے کہ وہ صحیح نکلی وہ صحیح نکلی اور کوئی جھوٹی ثابت کر دے تو لاکھ روپیہ دیں گے اور چنیں و چناں ہوگا پھر جھوٹ ثابت کرنے کے لئے کوئی جائے تو مغلظات سنائی جاتی ہیں اور مباحثہ تک نوبت ہی نہیں پہونچتی اور ان پیشن گوئیوں کی تکذیب میں رسالہ لکھا گیا تو

باوجود وعدہ انعام کے سالہائے سال گذر گئے مگر جواب نہ ہو سکا حالت تو یہ اور اس پر دعویٰ نبوت کا۔ مرزا صاحب کو تمام معجزات میں سے ایک پیشین گوئی کا ایسا نسخہ ہاتھ لگ گیا ہے کہ ہر وقت پیشین گوئی کا کچھ نہ کچھ دھندا لگا رہتا ہے اور یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت معجزہ صرف پیشین گوئی کا نام نہیں۔ یہ کام تو ہر ملک کے منجم ہندو نصاریٰ وغیرہم بھی ہمیشہ کیا کرتے ہیں پھر جتنی پیشین گوئیاں بحسب اتفاق اُن کی صحیح نکلتی ہیں آپ کی صحیح نہیں نکلتیں اور اگر بالفرض اُتنی صحیح نکلیں بھی تو منجموں پر بھی فضیلت ثابت نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ نبوت۔ معجزہ تو وہ چیز ہے کہ اُس کے مقابلہ میں تمام مخلوق عاجز ہو جائے نہ نجوم اس کی ہمسری کر سکتا ہے نہ عقل وغیرہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند معجزے

اب ہم چند معجزات یہاں بیان کرتے ہیں جن سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ معجزہ کیا چیز ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں ایک کتاب بڑی بڑی دو جلدوں میں لکھی ہے جس کا نام خصائص کبریٰ ہے اُس کے دیکھنے سے یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت کے معجزات کی ابتداء ولادت شریف سے پہلے ہی ہو گئی تھی اور وہ سلسلہ انتقال شریف تک برابر جاری رہا اور اہل بصیرت کے نزدیک تو وہ سلسلہ اب تک بھی منقطع نہیں ہے۔ امتحان اور درخواست کے وقت معجزہ کا ظاہر ہونا تو نبوت کا لازمہ ہی ہے علاوہ اس کے جب حضرت کو عالم علوی یا سفلی میں کسی چیز سے ضرورت متعلق ہوتی تو بلا تکلف اس میں تصرف فرماتے اس قسم کے چند واقعات ذیل میں خصائص کبریٰ سے لکھے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ کتاب چھپ گئی ہے اس لئے احادیث کا ترجمہ لکھ دیا گیا اگر کسی صاحب کو شک ہو تو وہ کتاب دائرۃ المعارف حیدرآباد سے طلب کر کے دیکھ لیں۔

جب کبھی لشکر کو پانی کی ضرورت ہوئی حضرت نے کبھی کسی ظرف میں ہاتھ رکھ دیا جس سے پانی جوش مارنے لگا کبھی خشک کنویں میں کلی کر دی کبھی کوئی نشانی مثل تیر کے اس میں رکھوا دی

کبھی اکا دمشک پاڈولچی میں برائے نام تھوڑا سا پانی منگوالیا غرض کہ جس طرح چاہا تھوڑے سے پانی کو غیبی مدد سے اتنا کثیر بنا دیا کہ ہزار ہا آدمی اور جانور اس سے سیراب ہوئے اور کبھی فوراً ابر آ کر لشکر پر کافی پانی برسا دیا ایک صحابی نے شکایت کی کہ اپنے کنویں میں کھارا پانی نکلا ہے حضرت نے تھوڑا پانی اس میں ڈالنے کو دیا جس سے اس کا پانی ایسا میٹھا ہو گیا کہ ملک یمن میں اس کا نظیر نہ تھا چونکہ عرب میں پانی کی بہت قلت ہے اس لئے پانی سے متعلق بہت معجزات ہیں۔

اسی طرح کھانے میں برکت ہونے کے واقعات بھی بکثرت ہیں مثلاً کبھی ایک روٹی جو ایک آدمی کو کفایت کرسکتی تھی دست مبارک کی برکت سے اسی ۸۰ شخصوں کو کافی ہوئی اور پھر بھی بچ رہی کبھی ایک پیالہ دودھ ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہو گیا عصیدہ کی ایک صحنک سے کل مسجد شریف کے نمازی سیر ہو گئے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چند دانے کھجور کے میرے پاس تھے حضرت نے اس پر ایک جماعت کثیر کی دعوت کی بعد فراغت کے جو بچ رہیں میں نے ان کو اپنے توشہ دان میں اٹھا رکھے ان میں ایسی برکت ہوئی کہ ہمیشہ کھاتا کھلاتا رہا صرف راہ خدا میں پچاس وسق دیئے جس کے سیکڑوں من ہوتے ہیں۔

بار ہا حضرت کے دست مبارک میں کنکریوں سے تسبیح اور رسالت کی گواہی سنی گئی ایک لکڑی کا کھم تھا جس کے پاس حضرت کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کرتے جب منبر خطبہ کے لئے تیار ہوا اور حضرت اس پر تشریف لے گئے وہ کھم بہ آواز بلند رونے لگا جس کو تمام حضار مجلس نے سنا پھر جب حضرت نے اس کو تسکین دی تو چپ ہوا۔ حضرت نے صحابہ سے فرمایا وہ قابل ملامت نہیں ہر چیز کا میری مفارقت میں یہی حال ہوتا ہے۔

ایک بار حضرت نے حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کیلئے دعا کی اس وقت در و دیوار سے آمین کی آواز آرہی تھی۔

جنگ بدر اور حنین میں جب آتش قتال گرم ہوئی حضرت نے ایک مٹھی خاک وہیں سے اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی اس نے یہ کام کیا کہ کل کفار کی آنکھوں میں جا کر گویا ان کو اندھا بنا دیا۔

عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار جنگ بدر میں ٹوٹ گئی حضرت نے ایک لکڑی ان کو دی وہ چمکتی ہوئی تیغ بران بن گئی جس سے بہت سارے کفار کو انہوں نے قتل کیا۔

لڑائیوں میں یہ اتفاق تو بار ہا ہوا کہ کسی کی آنکھ نکل پڑی ہتھیلی سے اس کو داب دیا اور اچھی ہوگئی۔ کسی کے ہاتھ پیر ٹوٹ گئے یا زخمی ہوئے ان پر ہاتھ پھیر دیا یا آب دہن لگا دیا اچھے ہو گئے۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کفار نے جلانا چاہا حضرت نے ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا یانار کونی برداو سلاماً علی عمار کما کنت علی ابراھیم یعنی اے آگ عمار پر ایسی سرد ہو جا جیسے ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی چنانچہ وہ محفوظ رہے۔

اسود عنسی جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا جب صنعا پر غالب ہوا ذویب رضی اللہ عنہ کو اس جرم میں آگ میں ڈال دیا کہ حضرت پر ایمان لائے تھے مگر آگ کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا یہ صرف صحبت کی برکت تھی۔

اندھیری راتوں میں صحابہ حضرت کے پاس سے مکانوں کو جاتے تو کس کی لکڑی روشن ہو جاتی کسی کا کوڑا کسی کی انگشت کسی کے لئے آسمان سے روشنی اتر آتی پھر دو شخص متفرق ہوتے تو ہر ایک کے ساتھ روشنی علحدہ ہو جاتی۔

حضرت کو جنگل میں حاجت بشری کی ضرورت ہوتی اور وہاں آسرا نہ ہوتا تو جھاڑوں کو فرماتے کہ مل جائیں وہ مل جاتے پھر بعد فراغت ان کو اپنی اپنی جگہ جانے کو فرماتے تو وہ چلے جاتے۔

بڑے بڑے سرکش اور شریر اونٹ جو کسی کو پاس آنے نہ دیتے حضرت کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر جاتے اور حضرت جو کچھ فرماتے اس کی تعمیل کرتے۔ اکثر اونٹ حضرت کی خدمت میں آکر اپنے مالکوں کی شکایت کرتے اور حضرت رفع شکایت فرما دیتے نافع کہتے ہیں کہ حضرت

ایک ایسے مقام پر اترے جہاں پانی نہ تھا لوگ پریشان تھے کہ یکا یک ایک بکری حضرت کے پاس آ گئی جس کے دودھ سے تمام لشکر سیراب ہو گیا

بار ہا یہ اتفاق ہوا کہ دبلی دبلی اونٹنیاں اور بکریاں جن میں نام کو دودھ نہ تھا حضرت کا دست مبارک لگتے ہی دودھ دینے لگیں۔

سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں کسی جنگل میں بھٹک کر راستہ سے دور جا پڑا تھا ناگہاں ایک شیر مقابل ہو گیا میں نے کہا اے شیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں یہ سنتے ہی وہ دُم ہلانے لگا اور میرے ساتھ ہو لیا یہاں تک کہ مجھے راستہ پر پہنچا کر چلا گیا۔ یہ صرف غلامی کا اثر تھا۔

جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی پلی ہوئی بکری کو ذبح کر کے حضرت کی دعوت کی تناول طعام کے بعد آپ نے اس کی ہڈیوں کو جمع کروا کے ان پر اپنا دست مبارک رکھ کر کچھ فرمایا فوراً وہ بکری زندہ ہو گئی۔

ایک عورت نے حضرت کی خدمت میں اپنا لڑکا لا کر کہا کہ جب سے یہ پیدا ہوا ہے کبھی بات نہیں کی حضرت نے اس لڑکے سے فرمایا کہ میں کون ہوں اس نے جواب دیا انت رسول اللہ۔

ایک شخص نے اپنے مجنون لڑکے کو حضرت کی خدمت میں لایا آپ نے دست مبارک اس کے چہرہ پر پھیرا اور دعا کی فوراً اس کا جنون جاتا رہا اور دوسروں سے زیادہ عقلمند ہو گیا۔

کسی مقام میں حضرت تشریف لے جا رہے تھے صحابہ پر اسباب کا اٹھانا بار ہو گیا حضرت نے ایک شخص سے کہا تم اٹھا لو انہوں نے بہت سا سامان اٹھانے کے لئے جمع کیا حضرت نے فرمایا تم تو سفینہ ؓ یعنی کشتی ہو اس روز سے ان کا نام سفینہ ہو گیا وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھ میں اتنی طاقت پیدا ہو گئی کہ چھ سات اونٹ کا بوجھ اٹھا لیتا ہوں اور کچھ بار نہیں ہوتا۔

حکم بن العاص نے مسخرگی سے حضرت کو چڑھایا فرمایا ایسا ہی رہ مرے تک اس کا چہرہ ویسا ہی بگڑا ہوا رہا۔

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت کی کسی خدمت میں مشغول تھے اور قریب تھا کہ آفتاب غروب ہو جائے حضرت نے آفتاب سے ٹھہرے رہنے کے لئے فرمایا ایک ساعت تک ٹھہرا رہا جس میں انہوں نے باطمینان نماز عصر ادا کی۔ اور معجزہ شق القمر تو اظہر من الشمس ہے۔

روایات مذکورہ اور ان کے سوا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات عناصر جمادات نباتات حیوانات سے لے کر اجرام سماویہ تک نافذ تھے اور یہ شرط نہ تھی کہ معجزات صرف مخالفین کو ان کے ایمان لانے کی غرض سے دکھلائے جائیں بلکہ جب حضرت کو کوئی ضرورت پیش آتی اور تصرف کرنا منظور ہوتا تو بلا تکلف تصرف فرماتے باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ دعوی نہیں کیا کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی خاص کن فیکون کی صفت مجھے دی ہے اب مرزا صاحب کو دیکھئے کہ نبوت کے دعوی کے ساتھ یہ بھی دعوی ہے کہ جب چاہتے ہیں حق تعالی سے باتیں کر لیتے ہیں اور حق تعالی ان کے سامنے ایسے طور پر آتا ہے کہ منہ سے پردہ بھی گرا دیتا ہے اور یہ بھی دعوی ہے کہ خاص صفت کن فیکون ان کو عطا ہوئی ہے باوجود اس کے اس وقت تک ایک معجزہ بھی نہیں دکھلایا ازالۃ الواہام صفحہ ۸۰۷ میں لکھتے ہیں کہ میں نے ڈاکٹر صاحب کو یہ کہا تھا کہ آسمانی نشان کی اپنی طرف سے کوئی تعیین ضروری نہیں بلکہ جو امر انسانی طاقتوں سے بالاتر ثابت ہو خواہ وہ کوئی امر ہو اسی کو آسمانی نشان سمجھ لینا چاہئے انتہی ۔ معلوم نہیں تعیین معجزات سے مرزا صاحب کیوں گھبراتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ان کو خدا پر بھروسہ نہیں اگر ذرا بھی تقرب ہوتا تو خدا سے پوچھ کر دعوی سے کہتے کہ جو چاہو میں باذن خالق کر سکتا ہوں اور جب کن فیکون مل چکا ہے تو پوچھنے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ مگر یاد رہے کہ دراصل کچھ بھی نہیں سب ابلہ فریبیاں ہیں اور چند پیشین گوئیاں جو برائے نام بیان کی جاتی ہیں ان میں بھی ایسی بدنما تدابیر سے کام لیا کہ کوئی عاقل اور متدین ان کو پسند نہ کرے گا ہر طرف سے شور مچا ہے کہ کوئی پیشین گوئی صحیح نہیں نکلی اور آپ تاویل پر تاویل جمائے جاتے ہیں کہ فلاں پیشین گوئی

میں فلاں لفظ کے یہ معنی تھے اور اس میں فلاں شرط لگی ہوئی تھی وغیرہ وغیرہ حیرت ہے کہ جب خدائے تعالیٰ سے اتنا تقرب حاصل ہے کہ جب چاہتے ہیں بلاحجاب بات کر لیتے ہیں تو کبھی تو اس سے کہا ہوتا کہ حضرت معجزات تو درکنار جو تدبیریں کرتا ہوں ان سے اور زیادہ رسوائی ہوتی جاتی ہے اور علاوہ اس کے صفت کن فیکون عطا ہونے سے تو بدنامی اور بھی دوبالا ہوگئی اور اس سے اتنا بھی کام نہ نکلا کہ مخالفوں کو ساکت کردوں۔ اگر اسی کا نام کن فیکون ہے تو وہ آپ ہی کو مبارک مجھے اس وقت صرف ایک بات کی ضرورت ہے کہ کوئی ایسی بات مجھے دعوی سے ظہور میں آجائے کہ کسی کو اس میں کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ اگر سحر کا الزام لگے تو قبول ہے۔ مگر مکاری اور دجالے سے تو نجات حاصل ہو۔

الحاصل نبوت کی علامت معجزہ ہے اور اس کی تصدیق کے لئے پیشین گوئیوں کی فکر کی گئی مگر صحیح نہ نکلنے سے ثابت ہو گیا کہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ ان کو کوئی خاص قسم کا غیر معمولی سچا تعلق نہیں جس سے ظاہر ہے کہ وہ عیسیٰ موعود نہیں ہو سکتے۔ یہاں تک ان کے دعوؤں کا بیان تھا جو اپنی عیسویت پر انہوں نے پیش کیا ہے۔

تحقیقات مرزا صاحب

م۔ مسلمان مشرکانہ خیال کے عادی ہیں

اب ہم مرزا صاحب کے چند تحقیقات بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتے ہیں جن کے دیکھنے سے ان کی جرأت بے باکی خلاف بیانی کلام میں تعارض کسی قدر معلوم ہو جائے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے بھائی مسلمان کسی ایسے زمانہ سے کہ جب سے بہت سے عیسائی دین اسلام میں داخل ہوئے ہوں گے اور کچھ کچھ حضرت مسیح کی نسبت اپنے مشرکانہ خیال ساتھ لائے ہونگے اس بے جا عظمت دینے کے عادی ہو گئے ہوں گے انتہیٰ کذا فی ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۵۲۔

مشرکانہ خیالات سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہے جو صحیح صحیح احادیث سے ثابت اور جن کی ابتداء صحابہ ہی کے زمانہ سے ہو چکی ہے۔

اور لکھتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال وغیرہ کی حقیقت مو بمو منکشف نہ ہوئی ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۹۱

یہ الزام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وجہ سے لگایا جا رہا ہے کہ احادیث نبویہ مسلمانوں کو مرزا صاحب پر ایمان لانے سے روک رہی ہیں۔

م۔ انبیاء سے سہو و خطا ہوتی ہے

درازی ایام زمانہ دجال میں ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کی نسبت لکھتے ہیں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ایسے امور میں جو عملی طور پر سکھلائے نہیں جاتے اور نہ ان کے جزئیات خفیہ سمجھائی جاتی ہیں انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو و خطا ہے ازالہ صفحہ ۶۸۷۔ مطلب یہ ہوا کہ افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں خطا کی ہے جس پر مرزا صاحب مطلع ہوئے **نعوذ باللہ من ذلک** اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ جب تک خدائے تعالی نے خاص طور پر تمام مراتب کسی پیش گوئی کے آپ پر نہ کھولے تب تک آپ نے اس کی کسی شق خاص کا کبھی دعوی نہ کیا ازالہ صفحہ ۴۰۶ دیکھئے دونوں بیانوں میں کس قدر تعارض ہے۔ خود غرضی کی کچھ نہایت بھی ہے جہاں کسی پیش گوئی سے نفع اٹھانا مقصود ہوا تعریف کر دی اور جو صراحۃً مخالف ہوئی کہہ دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں خطا کی معاذ اللہ لکھتے ہیں کہ خدا نے مجھے بھیجا اور میرے پر خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے ازالہ صفحہ ۵۶۱ مسیلمہ کذاب سے آج تک جتنے جھوٹے نبی گزرے سب کا یہی دعوی تھا کہ خدا نے ہم کو بھیجا مگر خاتم النبیین پر ایمان لانے والے ایسے نبیوں پر کب ایمان لا سکتے ہیں۔

اسحٰق اخرس کی تدابیر

مرزا صاحب کو تو الہام کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے اسحق اخرس نے تو اس کو مدلل بھی کر دکھایا کتاب المختار میں علامہ جوبری نے لکھا ہے کہ یہ شخص مغربی تھا تمام آسمانی کتابیں پڑھ کر اصفہان کے مدرسہ میں آیا اور دس برس تک خاموش رہا یہاں تک کہ گونگا مشہور ہو گیا ایک رات اٹھ کر اہل مدرسہ کو جمع کر کے کہا کہ آج دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ کو جگا کر میرے منہ میں ایک ایسی چیز ڈالی جو شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سرد تھی پھر مجھے نبوت دی ہر چند میں کہتا رہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور معجزہ یہ دیا کہ باوجود گونگا ہونے کے میں فصیح ہو گیا پھر مجھے انہوں نے قرآن توریۃ انجیل اور زبور پڑھنے کو کہا میں فوراً تمام کتابیں ان کو سنا دیں اور وہ مجھے یاد ہو گئیں چنانچہ اب بھی پڑھ سکتا ہوں اب جو شخص خدا پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مجھ پر ایمان لائے اس کو تو نجات ہے اور جو کوئی عذر کرے یاد رکھو کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان نہیں لایا غرض کہ یہ سن کر لاکھوں آدمی اس کے تابع ہو گئے اور اصفہان سے بصرہ اور عمان تک وہ قابض ہو گیا چنانچہ اب تک اس کے اتباع موجود ہیں۔ غرضکہ جھوٹوں کی عادت ہے کہ الہاموں کے ذریعہ سے لوگوں کو گمراہ کیا کرتے ہیں۔

لکھتے ہیں کہ جب تم مسیح کا مردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کر دو گے تو اس دن سمجھ لو کہ عیسائی مذہب آج دنیا سے رخصت ہو گیا یقیناً سمجھ لو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہوا ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا صفحہ ۵۶۱ ازالہ ابلہ فریبیوں کی کچھ انتہی۔ مرزا صاحب یہ تدبیر اس غرض سے بتا رہے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کی زبانوں سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت نکل آئے تو اس کے ساتھ ہی فرما دیں گے کہ لیجئے وہ تو مر گئے اور احادیث سے عیسیٰ کا آنا ثابت ہے اب مجھ ہی کو عیسیٰ سمجھ لو۔ مرزا صاحب پچیس تیس برس سے یہی کہہ رہے ہیں کہ عیسی مر گیا مر گیا اور ان کے ساتھ بقول ان کے لاکھ آدمی یہی کہہ رہے

ہیں مگر اب تک عیسائیوں کا مذہب فوت ہونا تو کیا اس کو جنبش تک نہ ہوئی۔ بلکہ عیسائی ہنستے ہیں کہ یہ بے وقوف کیسے ہیں ہمارے رد کے ضمن میں اپنے دین کو بھی رد کر رہے ہیں۔ انہی کے اقرار سے ان کے دین کی کتابیں بے اعتبار ہو رہی ہیں۔ پھر جس دین کا مدار ایسی ساقط الاعتبار کتابوں پر ہو اس کے بے بنیاد ہونے میں کیا تامل۔

عیسائی تو خود ہی قائل ہیں کہ عیسی فوت ہو کر کفارہ ہو گئے جس کی تصدیق مرزا صاحب بھی کر رہے ہیں اور ہاں میں ملا رہے ہیں کہ بے شک وہ فوت ہو گئے اور سولی پر بھی چڑھائے گئے جس کی نفی خدائے تعالی فرماتا ہے قولہ تعالی: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ (النساء:۱۵۷) پھر جب عیسائی خود ان کے فوت کے معترف ہیں تو وہ ان کے دلوں میں نقش ہونے میں کیا تامل رہا بعد موت ان کا زندہ ہونا سو وہ آیت شریفہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ (آل عمران) سے استدلال کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں باوجود مخالفت قرآن و حدیث کے جس کے مرتکب مرزا صاحب ہیں اس طریقہ سے عیسائیوں کا مقابلہ ہو نہیں سکتا۔ مرزا صاحب کو عیسائیوں کے رد سے کوئی تعلق نہیں ان کو عیسیؑ کی موت سے صرف اسی قدر نفع حاصل کرنا ہے کہ خود عیسی بن جائیں۔ لکھتے ہیں کہیں عیسائیوں کے خدا کو مرنے بھی دو کب تک اس کو حی لا یموت کہتے جاؤ گے کچھ انتہا بھی ہے ازالہ صفحہ ۴۶۹ ان کو حی لا یموت تو کسی نے بھی نہیں کہا صرف انتظار اس کا ہے کہ کہیں تیس ۳۰ دجالوں کا دورہ جلد ختم ہو جائے اور اصلی دجال نکل آئے۔ اس کے بعد وہ تشریف لائیں گے اور اس کو قتل کر کے خود بھی مر جائیں گے۔ اگر انیس ۱۹ سو سال ہی کی حیات پر مرزا صاحب حی لا یموت کا اطلاق کرتے ہیں تو ملائکہ کے لئے کونسا لفظ تجویز کریں گے وہ تو لاکھوں سال سے زندہ ہیں۔ بہر حال حی لا یموت کا لفظ جاہلوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس مقام میں مرزا صاحب نے چسپاں کر دیا۔

حدیث سے متعلق بحث

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر زندہ موجود رہنا اور قیامت کے قریب زمین پر اترنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو کہتے ہیں کہ راویوں کا تزکیہ نفس اور طہارت ثابت نہیں اور ان کی راست بازی اور خداترسی اور دیانت بانکشاف تام ثابت نہیں کیوں جائز نہیں کہ انہوں نے عمداً یا سہواً بعض احادیث کی تبلیغ میں خطا کی ہو ازالہ صفحہ ۵۳۰۔ اور نیز لکھتے ہیں احادیث تو انسان کے دخل سے بھری ہوئی ہیں حدیثوں میں ضعف کے وجوہات اس قدر ہیں کہ ایک آدمی ادھر نظر ڈال کر ہمیشہ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ ان کو تقویت دینے کے لئے کم سے کم نص قرآنی کا کوئی اشارہ ہو ازالہ صفحہ ۵۲۹۔ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ اکثر احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں و الظن لا یغنی من الحق شیئا ازالہ صفحہ ۶۵۴۔ ماحصل ان تحریرات کا یہ ہوا کہ صحابہ اور راویوں نے عمداً یا سہواً احادیث حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام میں غلطی کی ہے اور احادیث صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہوں گی جس سے کوئی حق بات ثابت نہیں ہوسکتی پھر جب نیچروں نے اسی قسم کی تقریروں سے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی حدیثوں کو غلط ٹھہرا کر مرزا صاحب کے دعوؤں کو فضول اور بے بنیاد ثابت کیا تو لکھتے ہیں کہ گو اجمالی طور پر قرآن اکمل واتم کتاب ہے مگر ایک حصہ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادت وغیرہ کا احادیث ہی سے ہم نے لیا ہے ازالہ صفحہ ۵۵۶۔ اور لکھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے انجیل بھی اس کی مصدق ہے اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیر دینا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جس کو خدا نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بخرہ اور حصہ نہیں دیا اور بباعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللہ اور قال الرسول کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے جو

بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو محال اور ممتنعات میں داخل کرتے ہیں ازالہ صفحہ ۵۵۷۔ اور لکھتے ہیں کہ سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور ان کی شہادتیں آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی ہیں ازالہ صفحہ ۵۷۳۔

دیکھئے ابھی سب راوی بے اعتبار اور حدیثیں بے کار ہو گئی تھیں اور ابھی ان کی کایا پلٹ ہوگئی اور انہیں پر دین کا مدار ٹھہر گیا کیا اس قسم کی کارروائیوں سے عقلا کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مرزا صاحب کو قرآن و حدیث سے اسی قدر تعلق ہے کہ اپنا مطلب حاصل کریں اور جہاں مطلب برآری میں رکاوٹ ہوئی انہوں نے ان پر وار کردیا۔

مسلم شریف میں یہ حدیث مذکور ہے کہ عیسی علیہ السلام دمشق میں اتریں گے اس کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین محمد اسمعیل بخاری نے چھوڑ دیا ازالہ صفحہ ۲۲۰ اور دوسری جگہ کہتے ہیں کہ امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو یہ حدیث نہیں ملی کہ مسیح ابن مریم دمشق کے شرقی کنارہ میں منارہ کے پاس اترے گا ازالہ صفحہ ۲۴۱۔

اب دیکھئے کہ مسلم کی حدیث پر تو یہ جرح ہوگئی ہے اور گلاب شاہ مجذوب کی حدیث پر وہ وثوق کہ معرکہ استدلال میں نہایت جرأت کے ساتھ پیش کی جاتی ہے جس کا حال معلوم ہوگا اور رسالہ نشان آسمانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ماسوا اس کے یعنی (گلاب شاہ کے) ایک اور پیش گوئی ہے جو ایک مرد باخدا نعمت اللہ نے جو ہندوستان میں اپنی ولایت اور اہل کشف ہونے کا شہرہ رکھتا ہے اپنے ایک قصیدہ میں لکھی ہے اور یہ بزرگ سات سو انچاس برس پہلے ہمارے زمانہ سے گذر چکے ہیں وہ پیشن گوئی یہ ہے۔

ا ح م د دال میخوانم نام آن نامدار می بینم

یہ قصیدہ نہ بخاری میں ہے نہ اس کی کوئی ضعیف سے ضعیف سند مل سکتی ہے جو مصنف تک پہنچے مگر اس پر اتنا وثوق ہے کہ مسلم شریف کی حدیث پر نہیں۔

یحییٰ علیہ السلام کا ہمنام نہ ہونے سے مرزا صاحب عیسیٰ بن گئے

اور فرماتے ہیں کہ حضرت یحیی کے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا﴿۷﴾ (مریم) یعنی یحیی سے پہلے ہم نے کوئی اس کا مثیل دنیا میں نہیں بھیجا جس کو باعتبار ان صفات کے یحیی کہا جائے یہ آیت ہماری تصدیق کے بیان کے لئے اشارۃ النص ہے کیونکہ خدائے تعالی نے اس جگہ آیت موصوفہ میں قبل کی شرط لگائی بعد کی نہیں لگائی تا معلوم ہو کہ بعد میں بنی اسرائیل نبیوں کے آنے کا دروازہ کھلا ہے جن کا نام خدائے تعالی کے نزدیک وہی ہوگا جو ان نبیوں کا نام ہوگا جن کے وہ مثیل ہیں یعنی جو مثیل موسی ہے اس کا نام موسی ہوگا اور جو مثیل عیسی ہے اس کا نام عیسی ہوگا اور خدائے تعالی نے اس آیت میں سمی کہا مثیل نہیں کہا تا کہ معلوم ہو کہ اللہ کا منشا یہ ہے کہ جو شخص کسی بنی اسرائیلی نبی کا مثیل بن کر آئے گا وہ مثیل کے نام سے نہیں پکارا جائے گا بلکہ بوجہ انطباق کلی اسی نام سے پکارا جائے گا جس نبی کا وہ مثیل بن کر آئے گا ازالہ ۵۳۹۔ مطلب اس کا یہ ہوا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب کو کوئی مثیل عیسی نہ پکارے بلکہ عیسی پکارے کیونکہ خدائے تعالی نے یحیی علیہ السلام کی نسبت فرمایا ہے کہ ان کا کوئی ہمنام نہیں یعنی مثیل۔ پوری آیت شریفہ یہ ہے یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِۣ اسۡمُہٗ یَحۡیٰی ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا﴿۷﴾ (مریم) یعنی جب زکریا علیہ السلام نے دعا کی کہ الہی مجھے ایک لڑکا عنایت فرما تو ارشاد ہوا کہ اے زکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جن کا نام ہم نے یحیی رکھا اس کے پہلے ہم نے کسی کا نام یحیی نہیں رکھا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس نام والا کوئی شخص پہلے نہیں گذرا۔ کیونکہ اسمہ کے بعد لفظ سمیا صاف کہہ رہا ہے کہ ان کا ہمنام کوئی پیشتر نہ تھا اور اگر سمی کے معنی مثیل بھی لیں تو یہ مطلب ہوگا کہ ان کے پہلے ان کا مثیل نہ تھا اور اگر مفہوم مخالف بھی لیا جائے تو اسی قدر معلوم ہوگا کہ ان کے بعد ان کا ہم نام یا مثیل ہوگا مرزا صاحب نے اس سے یہ نکالا کہ عیسی علیہ السلام کا یہی مثیل ہوگا لیکن یہ بات غور طلب ہے کہ مفہوم مخالف سے

اگر دروازہ کھلا تو یحیی کے مثیل کا کھلا عیسی کا مثیل اس سے کیسے نکل آیا پھر اس حالت میں یحیی علیہ السلام کی نبوت کا ذکر ہی کب ہے جس سے خیال کیا جائے کہ ان کا سا کوئی نبی ان کے بعد ہوگا بلکہ عیسی کا بھی مثیل ہوگا۔

دیکھئے یہاں تو اس قدر توسیع ہو رہی ہے کہ سمی کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لئے جائیں یعنی مثیل اور یحیی کا مثیل پیشتر نہ ہونے سے مطلب یہ کہ آئندہ ضرور ہوگا اور اس کا مطلب یہ کہ عیسیؑ کا بھی مثیل ہوگا اور مثیل ہی نہیں بلکہ سمی بھی ہوگا جس سے ثابت ہو گیا کہ خود عیسی ہیں یہ سب من قبل سمیا سے نکالا یہ سلسلہ ایسا ہوا جیسا کہ ایک نقل مشہور ہے کہ ایک صاحب نے کسی سے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے اس نے کہا مجھے حاجی کہتے ہیں کہا تم کتے ہو اس لئے کہ حاجی اور چاچی کی ایک شکل ہے اور چاچی کمان ہوتی ہے اور کمان اور گمان کی ایک شکل ہے اور گمان شک کے معنی میں مستعمل ہے اور شک اور سگ کی ایک شکل ہے اور سگ کتے کو کہتے ہیں غرض کہ چند وسایط سے اپنا مطلب ثابت کر دیا الغرض من قبل سمیا میں اس قدر توسیع کی کہ کئی واسطوں سے مطلب نکالا اور آیت شریفہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ (آل عمران:۵۵) میں اس وجہ سے کہ اپنا مقصود فوت ہوتا ہے اس قدر تنگی اور تشدد کیا کہ گو توفی کے حقیقی معنی نیند کے ہوں جیسا کہ آیہ وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ سے ظاہر ہے مگر مشہور معنی یعنی موت ہی لئے جائیں اور ترتیب لفظی جو وفات اور رفع میں ہے فوت نہ ہونے پائے گو قرآن سے ثابت ہے کہ واو ترتیب کے واسطے نہیں جس کا حال معلوم ہوگا۔ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر خودغرضی سے کام لیا جا رہا ہے۔

اب ہم مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس آیت شریفہ میں کیا فرمائے گا قولہ تعالی وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (العنکبوت:۴۸) یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سے پہلے نہ تم کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے انتہی۔

یہاں بھی اللہ تعالی نے قبل کی شرط لگائی بعد کی نہیں لگائی کیا یہاں بھی یہی فرمایا جائے گا
کہ حضرت قرآن سے پہلے پڑھتے نہ تھے اور بعد پڑھنے لگے اور پہلے داہنے ہاتھ سے لکھتے نہ تھے
بعد اس سے بھی لکھنے لگے اگر اس کا یہی مطلب سمجھا جائے تو قرآن سے ثابت ہو جائے گا کہ حضرت
پیشتر لکھنا ضرور جانتے تھے لیکن بائیں ہاتھ سے اور اگر فرمادیں کہ اس آیت سے یہ معنی نہیں نکلتے تو
من قبل سمیا سے وہ معنی کیونکر نکلیں گے۔ مرزا صاحب جو تفاسیر واحادیث پر ہمیشہ حملے کیا کرتے
ہیں اس کا سبب یہی ہے کہ یہ دونوں قرآن میں اس قسم کے تصرفات کرنے سے ہمیشہ مزاحم ہوا
کرتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ نیچروں کی شکایت میں لکھتے ہیں کہ جو بات ان کی عقل میں نہیں آتی فی
الفور اس سے منکر اور تاویلات رکیکہ شروع کر دیتے ہیں ازالہ ۱۵۲۔ مرزا صاحب کے تاویلات کا
حال انشاء اللہ آئندہ تو بہت کچھ معلوم ہوگا مگر سردست اسی کو دیکھ لیجئے کہ احادیث متواترہ اور
اجماع سے جس کا ذکر خود بھی کرتے ہیں ثابت ہے کہ وہ عیسی اتریں گے جو ابن مریم اور مسیح اور
روح اللہ اور نبی اللہ اور رسول اللہ تھے اور باوجود اس کے فرماتے ہیں کہ وہ میں ہی ہوں اور حق
تعالی فرماتا ہے: وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ
مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ
اَحْمَدُ ؕ (الصّف:٦) یعنی عیسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بشارت دی کہ میرے بعد ایک
رسول آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا مرزا صاحب کہتے ہیں وہ رسول میں ہوں چنانچہ میرا نام احمد
ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی بعثت کی تاریخ ۱۳۰۰ھ اپنے نام نامی سے نکالی ہے مگر اس میں جب
تک غلام کے عدد نہ لئے جائیں سنہ نہیں نکلتا۔ پھر جب عیسی بننے کے لئے غلام ہونے کی ضرورت
ہوئی تو مقام احمدی میں جہاں فرشتوں کے پر جلتے ہیں وہ کیونکر پہونچ سکتے ہیں۔

اور لکھتے ہیں پھر مسیح کے بارہ میں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ کیا طبعی اور فلسفی لوگ اس خیال
پر نہیں ہنسیں گے کہ جب کہ تیس یا چالیس ہزار فٹ تک زمین سے اوپر کی طرف جانا موت کا

موجب ہے حضرت مسیح اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان تک کیونکر پہونچ گئے ازالہ صفحہ ۱۴۶ خود ہی نیچروں کی شکایت کرتے ہیں کہ جو بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی محالات میں داخل کر لیتے ہیں اور آپ بھی وہی کر رہے ہیں فقط فلسفی نہیں بلکہ سارا عالم مرزا صاحب کے الہام اور خدا سے باتیں کرنے پر قہقہے اڑاتا ہے مگر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر چڑھ کر زخمی ہونا طب کی کتاب سے ثابت کرتے ہیں کے مرہم عیسی اسی واسطے بنایا گیا تھا۔

اور حق تعالی جو فرماتا ہے کہ وما صلبوہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو کسی نے سولی پر نہیں چڑھایا اس کی کچھ پرواہ نہیں سبحان اللہ قراباد ین سے قرآن کو رد کرتے ہیں۔عیسائیوں کی کتابوں سے خود ہی نقل کرتے ہیں کہ عیسی سولی پر مر گئے اور ان کی لاش دفن کی گئی اور جو قصہ خود نے تراشا ہے اس میں یہی ہے کہ سولی سے اتارنے کے بعد وہ گڑبڑ میں بھاگ گئے بہر حال ان مواقع میں کس نے ان پر رحم کھا کر مرہم لگایا اور کس ڈاکٹر خانہ میں وہ زیر علاج رہے اور اگر خود ہی نے وہ نسخہ بنایا تھا تو وہ بھی کسی تاریخی کتاب سے لکھ دیتے مگر ایسا نہ کیا اور بغیر کسی ثبوت کے قرآن کو رد کر رہے ہیں۔

م۔فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ کی تفسیر،انجیل کا حال

اور لکھتے ہیں قولہ تعالی: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝ (الانبیاء) یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتاب کے واقعات پر نظر ڈالو تا کہ اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے ازالہ صفحہ ۶۱۶۔اور ان کتابوں کی توثیق اس طرح کی جاتی ہے کہ ہمارے امام المحدثین اسمٰعیل صاحب اپنی صحیح بخاری میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں کوئی لفظی تحریف نہیں ازالہ ۲۷۳ یہ اس موقع میں لکھا جہاں ان کو انجیل سے استدلال کرنا تھا۔اور جب یہ الزام دیا گیا کہ انجیلوں میں مصرح ہے کہ عیسی علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تو وہی اہل الذکر جن سے واقعات سابقہ

کا پوچھنا قرآن کی رو سے فرض ٹھہرایا تھا مردود الشہادۃ قرار دئے گئے چنانچہ لکھتے ہیں مسیح کا آسمان کی طرف اٹھائے جانا انجیل کی کسی الہامی عبارت سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا اور جنہوں نے اپنی اٹکل سے بغیر رویت کے کچھ لکھا ہے ان کے بیانات میں علاوہ اس خرابی کے ان کا بیان چشم دید نہیں اس قدر تعارض ہے کہ ایک ذرہ ہم ان میں سے شہادت کے طور پر نہیں لے سکتے صفحہ ۷۷۴ ازالہ اور ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں کہ ایسی غلطیاں حوارئین کی سرشت میں تھیں صفحہ ۱۵۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ انجیلیں حضرت مسیح کی انجیلیں نہیں اسی وجہ سے باہمی اختلاف ہے۔ ضرورۃ الامام صفحہ ۱۴ لیجئے وہی کتابیں جن کی نسبت تحریف کا لفظ ناگوار تھا اور قرآن سے ثابت تھا کہ عیسائیوں سے پوچھا جائے کہ انجیلوں میں کیا لکھا ہے انہی کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مردود الشہادت اور غلط بیانوں کے خیالات ہیں اس خودغرضی کی کوئی انتہا بھی ہے۔ جو جی چاہتا ہے قرآن کے معنی ٹھہرا لیتے ہیں۔

آیہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کی تفسیر اور اس کا جواب

مرزا صاحب نے عیسی علیہ السلام کی وفات پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ قرآن شریف میں اذ قال اللہ یا عیسی بصیغہ ماضی ہے جس سے ظاہر ہے کہ حق تعالی نے ان سے مرتے ہی سوال کیا تھا چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۰۲ میں لکھتے ہیں تعجب کہ وہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے سے ذرہ بھی شرم نہیں کرتے وہ نہیں سوچتے کہ آیت فلما توفیتنی سے پہلے یہ آیت ہے وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ الخ (المائدۃ:۱۱۶) اور ظاہر ہے کہ قَالَ کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول إِذْ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا اور پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسی کی طرف سے ہے یعنی فلما توفیتنی وہ بھی بصیغہ ماضی ہے انتہی۔ اس کے بعد الحکم نمبر ۲۲ مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ میں طاعون کی پیش گوئی کی نسبت لکھتے ہیں کہ مجھے خدا کی

طرف سے یہ وحی ہوئی عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّهَا فَمَقَامُهَا یعنی اس کا ایک حصہ مٹ جائے گا جو عمارتیں ہیں نابود ہو جائیں گے اس پر اعتراض ہوا کہ یہ شعر لبید کا ہے جس میں اس نے گرشتہ زمانہ کی خبر دی ہے کہ خاص خاص مقامات ویران ہو گئے اس کا جواب خود تحریر فرماتے ہیں کہ: جس شخص نے کافیہ یا ہدایۃ النحو بھی پڑھی ہوگی وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنوں پر بھی آجاتی ہے بلکہ ایسے مقامات میں جبکہ آنے والا واقعہ متکلم کے نگاہ میں یقینی الوقوع ہو مضارع کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تا کہ اس امر کا یقینی الوقوع ہونا ظاہر ہو جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ونفخ فی الصور، وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط الخ ولو تری اذ وقفوا علی النار۔ ولو تری اذ وقفوا علی ربھم وغیرہ اب معترض صاحب فرمادیں کہ کیا قرآنی آیات ماضی کے صیغے ہیں یا مضارع کے اور اگر ماضی کے صیغے ہیں تو انکے معنی اس جگہ مضارع کے ہیں یا ماضی کے جھوٹ بولنے کی سزا تو اس قدر کافی ہے کہ آپ کا حملہ صرف میرے پر نہیں بلکہ یہ تو قرآن شریف پر بھی حملہ ہو گیا گویا صرف ونحو جو آپ کو معلوم ہے خدا کو معلوم نہیں اسی وجہ سے خدا نے جا بجا غلطیاں کھائیں اور مضارع کی جگہ ماضی کو لکھ دیا انتہی مرزا صاحب کو جب منظور ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کریں تو کہا کہ واذ قال عیسیٰ صیغہ ماضی ہے اور اذ خاص ماضی کے واسطے آتا ہے۔ اور جب عَفَتِ الدِّيَارُ پر اعتراض ہوا کہ ماضی کے معنی مضارع کیسے تو وہی وَاِذْ قَالَ عِيْسٰى وغیرہ کو پیش کر کے کہا کہ ہدایۃ النحو پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ ماضی بمعنی مستقبل آتی ہے۔

قرآن کے معنی قصداً غلط کرنا ان کا ثابت ہو گیا

ہمیں اس بات کی خوشی نہیں کہ دونوں تقریروں میں جو الفاظ مخالفین کے لئے تجویز کئے تھے وہ اب واپس ہوتے ہیں بلکہ کمال افسوس سے ان کا طریقہ استدلال بتلانا منظور ہے کہ ایک ہی آیت کو ایسے دو موقعوں میں پیش کرتے ہیں کہ باہم متخالف ہوں۔ جن لوگوں نے عَفَتِ

الدِّیَارُ کے معنی مستقبل ہونے میں کلام کیا ان کی غرض یہ ہے کہ قائل یعنی لبید کی مراد اس شعر میں ماضی ہے جیسا کہ قرائن قویہ سے ظاہر ہے پھر اس کی مراد کے مخالف کوئی معنی لینا توجیہ الکلام بمالا یرضی قائلہ ہے جو درست نہیں۔ اس پر فرماتے ہیں کہ ہدایۃ النحو پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ ماضی کے معنی مستقبل ہوسکتے ہیں۔ ہمیں اس مباحثہ میں دست اندازی کی ضرورت نہیں مگر اس تقریر سے یہ بات منکشف ہوگئی کہ مرزا صاحب قرآن کے معنی قصداً غلط کیا کرتے ہیں اس لئے کہ جس وقت انہوں نے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی کے معنی یہ بیان کئے تھے کہ (قال صیغہ ماضی ہے اور اذ خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے ثابت ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا قصہ تھا نہ مستقبل کا جس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے عیسیٰؑ سے پوچھ چکا تھا) اس وقت وہ ہدایۃ النحو پڑھ چکے تھے بلکہ فاضل اجل تھے پھر اذ قال کے معنی مستقبل لینے سے انکار کیوں کیا اس موقع میں یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ خطائے اجتہادی تھی کیونکہ جو ایسی بدیہی بات ہو کہ ہدایۃ النحو پڑھنے والا بھی اس کو جانتا ہو وہ اجتہادی نہیں ہوسکتی اس سے ثابت ہے کہ باوجود اس کے کہ معنی مستقبل وہاں صادق ہیں جس کی تصریح مفسرین نے کی ہے اور خود بھی جانتے ہیں مگر قصداً اس کو بمعنی ماضی قرار دیا جو خلاف مراد الٰہی ہے جس کے خود بھی معترف ہیں یہ بات واضح رہے کہ مرزا صاحب کا وہ استدلال کہ قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول فلما توفیتنی بصیغہ ماضی ہے جس سے ان کی وفات ثابت ہوتی ہے عَفَتِ الدِّیَارُ والی تقریر سے ساقط ہوگیا کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ یہ سوال و جواب عیسی علیہ السلام سے آئندہ ہوں گے اور یہ ماضی بمعنی مستقبل نہ سمجھی جائے تو قرآن پر حملہ ہے۔

م۔ مسیح علیہ السلام کا مدفن

اور لکھتے ہیں کہ: یہ سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوگیا ازالہ صفحہ ۴۷۳

گلیل شام کے ملک میں ہے مگر ان کی قبر کشمیر میں بتاتے ہیں چنانچہ رسالۂ عقائد مرزا میں رسالۃ الہدی سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ: عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے۔ حالانکہ وہاں کے علماء اور

مشائخین اور معززین نے ایک محضر تیار کیا کہ نہ کسی تاریخ میں ہے نہ بزرگوں سے سنا کہ عیسی علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے اور جو مرزا صاحب نے پرانی قبر تلاش کر کے نکالی ہے وہ یوذ اسف کی مشہور ہے۔شیعہ لاشیں کربلاء معلیٰ میں لے جا کر دفن کرتے ہیں۔اس غرض سے کہ متبرک مقام ہے۔عیسی کی لاش گلیل سے جو کشمیر میں لائی گئی اس سے ظاہر ہے کہ شاید اس زمانہ میں کشمیر بیت المقدس سے بھی زیادہ متبرک ہوگا مگر کسی کتاب سے اس کا ثابت ہونا ضرور ہے اور الحکم مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ میں لکھتے ہیں کہ مسیح صلیب سے نجات پا کر کشمیر کی طرف چلے آئے انتہی جب کشمیر کو آجانا ثابت ہو جائے تو ایک بات باقی رہ جائے گی کہ اس زمانہ میں کشمیر اور گلیل دونوں ایک تھے اور اس میں نصاریٰ کی شہادت کی ضرورت ہوگی کیونکہ ایسے امور میں بقول مرزا صاحب وہی اہل ذکر ہیں جن سے پوچھنے کی ضروت فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ (النحل: ۴۳) کے رو سے ثابت ہے۔بہر حال واقعات کے اختلاف بیان سے ثابت ہے کہ ان کے بیان کو اصل واقعات سے کوئی تعلق نہیں اور حکایت بغیر محکی عنہ کے ہوا کرتی ہے جس کو اردو زبان میں جھوٹ کہتے ہیں۔جب واقعات کی نسبت یہ بات متعدد مقام میں ثابت ہوگئی تو ان کے الہامات مطابق واقع کیوں سمجھے جائیں آخر وہ بھی انہی کے بیانات ہیں۔

م۔تیرہویں صدی کے اختتام پر مسیح کا اترنا اجماع سے ثابت ہے

اور لکھتے ہیں کہ: ان سب میں سے کسی نے یہ دعوی نہیں کیا کہ یہ تمام الفاظ و اسماء (عیسی دمشق وغیرہ) ظاہر پر ہی محمول ہیں بلکہ صرف صورت پیش گوئی پر ایمان لے آئے پھر اجماع کس بات پر ہے ہاں تیرہویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا آنا ایک اجماعی عقیدہ معلوم ہوتا ہے سو اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں تو پھر آپ لوگ مسیح موعود کو آسمان سے اتار کر دکھلا دیں ازالہ صفحہ ۱۸۵ اور تیرہویں صدی کے اختتام پر مسیح کے آنے کا اجماع یوں ثابت کیا گیا کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور نواب صدیق حسن خان صاحب کی رائے ہے کہ شاید کہ چودھویں صدی کے شروع

میں مسیح علیہ السلام اتر آئیں ازالہ صفحہ ۱۸۴ حالانکہ خود تصریح کرتے ہیں کہ اجماع کا ثابت کرنا بغیر تین چار سو صحابہ کے نام بیان کرنے کے نہیں ہوسکتا چنانچہ لکھتے ہیں صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں بھلا ہے تو کم سے کم تین چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس باب میں شہادت ادا کر گئے ہیں ازالہ صفحہ ۳۰۳۔ افسوس ہے صحابہ کرام کی وقعت نواب صاحب سے کم سمجھی گئی جب ہی تو یہ ضرورت ہوئی کہ جب تک سینکڑوں صحابہ بالاتفاق نہ کہیں اعتبار کے قابل نہیں۔ اور یہاں دو ہی قولوں سے اجماع ہوگیا وہ بھی احتمالی کہ لفظ شاید سے ظاہر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح علیہ السلام کی تعیین ہر طرح سے کی ہے عیسی فرمایا ابن مریم فرمایا روح اللہ فرمایا رسول اللہ اور نبی اللہ فرمایا غرض تعیین و تشخیص میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا پھر ان کے اترنے کا مقام معین فرمایا کہ دمشق ہے جو ایک شہر کا علم ہے اور ہر عالم و جاہل جانتا ہے کہ اعلام اور صفات مختصہ صرف تعیین کے لئے ہیں ایسی تعین کی نسبت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے اس کو لغو ٹھہرا دیا اور بے معنی الفاظ پر ایمان لے آئے مرزا صاحب مسلمانوں کو اپنے پر قیاس کرتے ہیں مگر یہ قیاس مع الفارق ہے اس لئے کہ اس تعیین کا لغو کرنا مرزا صاحب کو مفید ہے جس سے ان کی ذاتی غرض متعلق ہے دوسرے مسلمانوں کو کیا ضرورت کہ اپنے نبی کی بات کو لغو ٹھہرا دیں

م۔ مجذوب کے قول پر استدلال کہ عیسی قرآن میں غلطیاں نکالے گا، ایک دیوانے کے قول سے حدیث کا رد

ایک مجذوب کا قول جس کے راوی صرف کریم بخش ہیں نقل کرتے ہیں کہ: کریم بخش کا اظہار ہے کہ گلاب شاہ مجذوب نے تیس سال کے پہلے کہا کہ اب عیسی جوان ہوگیا اور لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا انہوں نے پوچھا کہ: عیسی نبی اللہ تو آسمان پر اٹھائے گئے اور

کعبہ پر اتریں گے تب انہوں نے جواب دیا کہ ابن مریم نبی اللہ تو مر گیا اب وہ نہیں آئے گا ہم نے اچھی طرح تحقیق کیا ہے کہ وہ مر گیا (ازالہ صفحہ ۷۰۸) اس روایت میں لطف خاص یہ ہے کہ اگر مسلسل بالمجاذیب کہیں تو بجا ہے راوی ایسے کہ عیسیٰ کو کعبہ پر اتار رہے ہیں اور جن سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عیسی قرآن میں غلطیاں نکالے گا معلوم نہیں انہوں نے اپنی زڑ میں کیا کہہ دیا اور انہوں نے کیا سمجھا پہلے تو انہوں نے یہی کہا کہ قرآن میں غلطیاں نکالے گا پھر جب دوبارہ پوچھا گیا تو تفسیروں کا نام بھی لے لیا۔ اب دیکھئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ: ابن مریم نبی اللہ روح اللہ زندہ ہیں اور زمین پر آئیں گے اور وہ مجذوب صاحب اپنی زڑ میں اس کے خلاف کہہ رہے ہیں اب اہل اسلام خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کونسی بات ایمان لانے کے قابل ہے اور مرزا صاحب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے کس قسم کا تعلق ہے۔

مسیح علیہ السلام کا دمشق میں اترنا

احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کی حالت اس طرح وارد ہے کہ وہ دمشق میں مشرقی مینار کے پاس دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر اتریں گے اس وقت ان پر زرد لباس ہوگا اور پسینہ چہرہ سے ٹپکتا ہوگا۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں دمشق سے مراد قادیان ہے (ازالہ صفحہ ۱۳۵) اور زرد لباس سے مراد یہ ہے کہ ان کی حالت صحت اچھی نہ ہوگی اور فرشتوں پر ہاتھ رکھنے سے یہ مقصود کہ دو شخص ان کو مدد دیں گے (ازالہ صفحہ ۲۱۹) جو امور ایسے تھے کہ مرزا صاحب ان کو اپنے لئے ثابت نہیں کر سکتے تھے بمجبوری ان میں تاویل کی اور مینار بنوا لینا چونکہ اختیاری امر تھا اس لئے بکشادہ پیشانی اس کو قبول کیا بلکہ اپنا شعار قرار دیا چنانچہ اخبار الحکم کے ہر پرچہ پر مینار کا نقشہ کھینچا ہوتا ہے تا کہ معلوم ہو کہ یہ وہی نشانی ہے جو حدیث میں ہے کہ منارۂ دمشق کے پاس مسیح اتریں گے چنانچہ لکھتے بھی ہیں۔ ازالہ صفحہ ۱۵۸

از کلمۂ منارۂ شرقی عجب مدار چون خودز مشرق است تجلی نیرم

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسی کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

مرزا صاحب نے اس موقع میں یہ خیال نہ کیا کہ حدیث میں تو مینارہ دمشق ہے پھر جب دمشق ندارد اور مینار موجود ہو تو مسئلہ انیاب اغوال پیش نظر ہو جائے گا غرضکہ یہ طریقہ بد جو اختیار کیا گیا کہ ایک ہی حدیث میں تمام امور میں تاویلیں کی جائیں اور ایک چیز اپنے ہاتھ سے بنا کر اس کے ظاہری معنی لئے جائیں۔لطف سے خالی نہیں۔

مسیح علیہ السلام کے اور مرزا صاحب کے حلیہ میں بحث

اور لکھتے ہیں کہ: ہر ایک جگہ جو اصل مسیح ابن مریم کا حلیہ لکھا ہے اس کے چہرہ کو احمر بیان کیا ہے اور ہر ایک جگہ جو آنے والا مسیح کا حلیہ بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمایا ہے اس کے چہرہ کو گندم گوں ظاہر کیا ہے (ازالہ صفحہ ۹۰۰) مرزا صاحب بار بار ذکر کرتے ہیں کہ میں گندم رنگ ہوں اس وجہ سے مسیح موعود ہوں یہاں تک اس پر وثوق ہے کہ اس کو نظم میں بھی لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

موعودم و بحلیہ ماثور آمدم حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

رنگم چو گندم است و بمو فرق بین است زانسان کہ آمدہ است در اخبار سرورم

این مقدمم نہ جائے شکوک است والتباس سید جدا کندز مسیحائے احمرم

عیسی علیہ السلام کے نزول کا واقعہ اسلام میں چونکہ ایک مہتم بالشان ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذاتی اور اخلاقی اور مقامی وغیرہ علامات بکثرت بیان فرمائے ہیں جن کا ذکر یہاں موجب تطویل ہے وہ سب کتب احادیث اور قیامت نامۂ مولانا رفیع الدین صاحب وغیرہ میں مذکور ہیں غرضیکہ ان تمام علامتوں سے مرزا صاحب نے ان دو علامتوں کو با تاویل قبول کیا ایک اس وجہ سے کہ مینارہ بنوا لینا آسان ہے دوسری رنگ والی جو اتفاقاً صادق آگئی باقی کل علامات مختصہ

میں تاویلیں کیں۔ پھر رنگ والی حدیث میں یہ بھی مذکور نہیں کہ: جب وہ اتریں گے ان کا رنگ گندمی ہوگا۔ اُس حدیث میں تو نزول کا ذکر ہی نہیں وہ تو ایک خواب کا واقعہ تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اس وقت ان کا رنگ گندمی تھا۔

جن علامات کا بیان کرنا مقصود بالذات ہے وہ تو مؤوّل ٹھہریں اور جو مقصود بالذات نہیں ہو محکم عجب حیرت انگیز بات ہے۔ اب مرزا صاحب کی اس تقریر پر غور کیجئے کہ مشکل تو یہ ہے کہ روحانی کوچہ میں علماء کو دخل ہی نہیں یہودیوں کی طرح ہر ایک بات کو جسمانی قالب میں ڈھالتے جاتے ہیں (ازالہ صفحہ ۸۴) جیسے مرزا صاحب نے رنگ اور مینار کو جسمانی قالب میں ڈھالا ہے اور اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر بات جسمانی قالب میں نہ ڈھالی جائے بلکہ جو اتفاقاً منطبق ہو سکے منطبق کی جائے اور جو کہ منطبق نہ ہو بمجبوری اس کو روحانی بنالیں تو یہ طریقہ آسان تو ہے لیکن اس میں جھوٹوں کو بہت کامیابی ہوگی۔

یہ طریقہ جو مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے اس میں ان کا بھی ضرر ہے اس لئے کہ اگر خدانخواستہ کوئی مفتری کذاب زبان دراز جس کا نام شیخ عیسیٰ ہو دمشق کی مسجد کے مینار پر دولڑکوں کو لیجا کر دو زرد چادریں اوڑھے اور ان کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر اترے اور یہ دعویٰ کرے کہ میرا نام بھی عیسیٰ ہے اور یہ دو معصوم فرشتہ خصال میرے ساتھ ہیں اور میرا رنگ بھی گندمی ہے اور خاص دمشق کی مسجد کے مینار سے اترا بھی ہوں اور باقی علامات مختصہ مثل قتل دجال وغیرہ میں وہی تاویلیں کرے جو مرزا صاحب کرتے ہیں تو اس میں ظاہری علامتیں بہ نسبت مرزا صاحب کے زیادہ جمع ہونے سے ظاہر بین معتقد اس کی طرف ضرور جھک پڑیں گے مگر اہل اسلام کیا صرف ایسے غیر مختصہ علامتوں کو دیکھ کر اس کی ان بیہودہ باتوں کی تصدیق کرلیں گے ہرگز نہیں

اب رنگ کا بھی حال تھوڑا سا سن لیجئے حدیث شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کے رنگ کے باب میں لفظ آدم وارد ہے۔ لسان العرب میں لکھا ہے: **الأدم من الناس الا سمر** اور اسی میں لکھا ہے **وفی وصفه صلی اللہ علیه وسلم کان اسمر اللون، وفی روایة: ابیض مشربا بالحمرة** یعنی آدم اسمر کو کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسمر اللون تھے اور ایک روایت

سے ثابت ہے کہ حضرت کا رنگ گورا تھا جس میں نہایت سرخی تھی اس سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت سرخ وسفید تھے غرضیکہ اس تقریر سے احمر وآدم میں جو تعارض معلوم ہوتا ہے اٹھ جاتا ہے۔ اور اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ گندمی رنگ میں سرخی نہیں ہوتی بلکہ مائل بسیاہی ہوتا ہے تو اس کی وجہ نہایت ظاہر ہے ہر ذی علم جانتا ہے کہ چند میل پر آسمان کی جانب کرۂ زمہریر ہے جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور کرہ زمہریر پر سے ان کا گذر ہوگا تو رنگ میں کسی قدر سیاہی آجائے گی کیونکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ سخت سرما میں سردی کی وجہ سے رنگ میں سیاہی آجاتی ہے اور چونکہ آنے کے وقت کی علامتیں بتلانا منظور تھا اس لئے یہ عارضی رنگ معلوم کرایا گیا اس کے بعد جب رنگ اپنی اصلیت پر آجائے گا تو دوسری حدیث کی بھی تصدیق ہوجائے گی مرزا صاحب کبھی کہتے ہیں کہ: میں مثیل عیسی ہوں۔ اور اس پر یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل حدیث میں وارد ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ میرا نام ہی حق تعالی نے عیسی بن مریم کہہ دیا جیسے شیخ داؤد وغیرہ نام ہوا کرتے ہیں مگر ان دونوں صورتوں میں نبوت ثابت نہیں ہوتی حالانکہ آنے والے عیسی علیہ السلام کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ نبی اور رسول تھے۔ اب اگر مرزا صاحب نبوت کا بھی دعوی کرتے ہیں تو تیس دجالوں سے ایک دجال قرار پاتے ہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور اگر نبوت کا انکار کرتے ہیں تو عیسی موعود نہیں ہوسکتے غرضکہ اس مقام میں سخت مصیبت کا سامنا اور عجب پریشانی لاحق حال ہے۔ چنانچہ تحریرات ذیل سے معلوم ہوگا کہ کیسی کیسی کارسازیوں کی ضرورت پڑی۔

تحریرات مرزا صاحب

تحریر فرماتے ہیں: یہ عاجز بار بار یہی کہتا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں اور ہم مسلمانوں کے لئے بجز قرآن کے کوئی کتاب نہیں اور بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ہادی اور مقتدا نہیں (ازالہ صفحہ ۱۸۲) اور لکھتے ہیں کہ: میں نہیں سمجھتا کہ میرے قبول کرنے میں نقصان دین کس وجہ سے ہوسکتا ہے نقصان تو اس صورت میں ہوتا ہے اگر

یہ عاجز بر خلاف تعلیم اسلام کے کسی اور نئی تعلیم پر چلنے کے لئے انہیں مجبور کرتا (ازالہ صفحہ ۱۸۱)۔

م۔ ہر شخص انبیاء کا مثیل بننا چاہتا ہے

اور لکھتے ہیں: کسی نبی کا اپنے تئیں مثیل ٹھہرانا عندالشرع جائز ہے یا نہیں سو ہم نماز میں اس دعا کے مامور ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحۃ) یعنی اے خدا ہمیں ایسی ہدایت بخش کہ ہم آدم صفی اللہ۔ حتی کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل ہو جائیں اور علمائے ربانی کے لئے یہ خوشخبری ہے کہ: علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (ازالہ صفحہ ۲۵۶)۔

ہر صدی پر مجدد کا آنا

اور لکھتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد کا آنا ضرور ہے اب ہمارے علماء جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں انصاف سے بتلا دیں کہ کسی نے اس صدی پر خدائے تعالیٰ سے الہام پا کر مجدد ہونے کا دعوی کیا ہے (ازالہ ۱۵۴)۔

م۔ الہام کا نام سنکر چپ رہنا چاہیے

اور لکھتے ہیں کہ الہام الٰہی و کشف صحیح ہمارا موید ہے۔ ایک متدین عالم کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ الہام اور کشف کا نام سن کر چپ ہو جائے اور لمبی چوڑی چوں و چرا سے باز آ جائے ازالہ صفحہ ۱۴۸

م۔ جس نے عاجز کو مان لیا اس نے حسن ظن کیا

اور لکھتے ہیں کہ: جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا انہوں نے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا اور اس کو مفتری اور کذاب نہیں ٹھہرایا (ازالہ صفحہ ۱۷۹)۔

م۔ اگر میرا کشف غلط ہو تو ماننے والے کا ہرج ہی کیا

اور لکھتے ہیں: پھر میرے اس دعوی پر ایمان لانا جس کی الہام الہی پر بنیاد ہے کونسے اندیشہ کی جگہ ہے بفرض محال اگر میرا یہ کشف غلط ہے اور جو کچھ مجھے حکم ہو رہا ہے اس کے سمجھنے میں دھوکہ کھایا ہے تو ماننے والے کا اس میں حرج ہی کیا ازالہ صفحہ ۱۸۲

اس قسم کی اور عبارتیں بھی بہت سی ہیں جن سے واضح ہے کہ مرزا صاحب بھی مثل اور مسلمانوں کے ایک مسلمان ہیں اگر دعوی ہے تو صرف مجددیت اور کشف والہام کا ہے اور اس میں بھی غلط فہمی کا احتمال بیان کرتے ہیں اور اگر مثیل عیسی بھی ہیں تو اسی حد تک جو دوسرے علمائے امت کو بھی مثلیت حاصل ہے اور درخواست اسی قدر ہے کہ حسن ظن کر کے مفتری اور کذاب نہ کہا جائے غرض کہ یہاں تک کوئی ایسی بات نہیں جو مرزا صاحب کو دوسرے امتیوں سے ممتاز کر دے کیونکہ ہزارہا اہل کشف والہام ومجددین امت میں گزر چکے ہیں اور اب بھی موجود ہیں سب امتی کہلایا کئے۔ مرزا صاحب ان تقریرات میں دجالیت سے اپنی برأت ثابت فرماتے ہیں کہ مجھے نبوت اور رسالت کا دعویٰ نہیں جس سے بحسب حدیث دجال ہونا لازم آئے۔ اب رہی وہ حدیثیں کہ عیسی علیہ السلام کے القاب نبی اللہ اور رسول اللہ ثابت کرتی ہیں سو ان سے بھی انکار نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں اب اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی امتی شخص مراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہں آتی کیونکہ محدث من وجہ نبی بھی ہوتا ہے مگر وہ ایسا نبی ہے جو نبوت محمدی کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اپنی طرف سے براہ راست نہیں بلکہ اپنے نبی کے طفیل سے علم پاتا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۸۶)

اور لکھتے ہیں کہ: اس حکیم مطلق نے اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ رکھ کر اور اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ (البقرۃ: ۳۰) کی کھلی کھلی طور پر براہین احمدیہ میں بشارت دے کر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تا اس خلیفۃ اللہ آدم کی اطاعت کریں اور اطاعت کرنے والی

جماعت سے باہر نہ رہیں اور ابلیس کی طرح ٹھوکر نہ کھاوے اور مَنۡ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ کی تہدید سے بچیں (ازالہ صفحہ ۶۹۵) اور عقائد مرزا میں مرزا صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ: میں نبی اللہ اور رسول اللہ ہوں اور میرا منکر کافر ہے۔

عبارت سابقہ میں محدث کو نبی من وجہ قرار دیا تھا چونکہ اس امت میں محدث بھی بہت سے ہیں خاص کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محدث ہونا تو صراحۃً حدیث سے ثابت ہے مگر انہوں نے کبھی نبوت کا دعوی نہیں کیا اور نہ کبھی یہ کہا کہ خدا نے مجھے بھیجا ہے اس لئے اس طریقہ سے اعراض کر کے یہ طریقہ اختیار کیا کہ خود خدا نے مجھے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے اور براہین احمدیہ میں یہ اعلان دے دیا کہ: جو مرزا صاحب کی اطاعت نہ کرے وہ دوزخی ہے۔ اب اگر مرزا صاحب سے پوچھا جائے کہ خاتم النبیین کے بعد خلافت الٰہی اور نبوت کیسی تو صاف فرما دیں گے کہ جاؤ خدا سے پوچھ لو کہ ایسا کیوں کیا جیسا کہ فرمایا تھا کہ اگر میں عیسی موعود نہیں ہوں تو جاؤ عیسی کو آسمان سے اتار لاؤ اب یہ کس سے ہو سکے کہ عیسی علیہ السلام کو آسمان سے اتارے یا خدا سے پوچھے اور یہ تو پہلے ہی کہہ دیا کہ عالم کو ضرور ہے کہ کشف کا نام سن کر چپ ہو جائے اور لمبی چوڑی چوں وچرا سے باز آجائے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب کے پیرو دم بخود ہیں نہ خدا سے پوچھ سکتے نہ چوں وچرا کر سکتے مگر اتنا تو پوچھا ہوتا کہ کس قوم کے خدا نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں آپ کی بشارت دی کیونکہ آسمانی کتابوں میں تو اس کا نام سنا نہیں جاتا۔

مرزا صاحب مدعی نبوت مستقلہ ہیں

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ مرزا صاحب کا منکر کافر اور دوزخی کیوں ہے محدثیت اور مجددیت وغیرہ تو ایسے امور نہیں کہ ان کے انکار سے آدمی کافر ہو جائے کیونکہ ان امور کا نہ قرآن میں صراحۃً ذکر ہے نہ احادیث سے ثابت کہ مدعی محدثیت وغیرہ کا منکر کافر ہے پھر جن احادیث میں ان امور کا ذکر ہے وہ احاد ہیں جن کا منکر کافر نہیں ہوتا اور بقول مرزا صاحب اگر احادیث صحیح

بھی ہوں تو مفید ظن ہیں وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾ (النجم) (ازالہ صفحہ ۶۵۴)
یعنی اعتبار کے قابل نہیں اب رہا ان کی عیسویت کا انکار سو وہ بھی باعث کفر نہیں اس لئے کہ اس کا ثبوت نہ عقلاً ممکن ہے نہ نقلاً کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ غلام احمد قادیانی کو خدا عیسی بنا کر بھیجے گا اور قطع نظر اس کے خود مسئلہ نزول عیسی علیہ السلام کا انکار باعث کفر نہیں چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں: یہ جاننا چاہئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کا جز یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو (ازالہ صفحہ ۱۴) جب اصل نزول عیسی کا مسئلہ ضروری نہ ہوا تو مرزا صاحب کی فرضی عیسویت پر ایمان کیونکر ضروری ہو سکتا ہے غرضیکہ ان میں سے کوئی بات ایسی ضروری نہیں کہ اس پر ایمان نہ لانے سے آدمی کافر اور دوزخی بن جائے اور مرزا صاحب بھی اس کے مدعی نہیں جیسا کہ عقیدہ نزول مسیح میں اس کی تصریح کر دی۔ البتہ تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے کہ جو شخص کسی نبی کا منکر ہو وہ کافر اور دوزخی ہے چنانچہ صفت ایمان سے ثابت ہے کہ رسل اور کتب الٰہی کا اقرار جزو ایمان ہے اور مرزا صاحب اخبار الحکم مورخہ ۱۱ صفر ۱۳۲۳ھ ہجری میں اپنی امت کو حکم دیتے ہیں کہ یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھ کو اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ مکفر یا مکذب یا مترود کے پیچھے نماز پڑھی جائے کیونکہ زندہ مردہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا اس سے ظاہر ہے کہ جو کوئی ان کی نبوت میں شک کرے وہ مردہ ہے یعنی کافر اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے والوں کو حق تعالی نے کئی جگہ قرآن میں مردہ فرمایا ہے اور خود مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں کہ قرآن نے کافر کا نام بھی مردہ رکھا ہے ازالہ صفحہ ۶۴۰ غرض کہ ان تحریرات سے اور نیز تصریحات سے ثابت ہے کہ وہ اپنے آپ کو نبی اور رسول کہتے ہیں اسی بنا پر اپنے منکر اور مترود کو کافر اور دوزخی قرار دیتے ہیں بہر حال احادیث میں جو نبوت عیسیؑ کا ذکر تھا اور مرزا صاحب کی عیسویت میں کمی رہ گئی تھی اس کی تکمیل انہوں نے یوں کر لی کہ خدا نے مجھے رسول اللہ اور نبی اللہ بنا کر بھیجا۔ اب رہ گیا ابن مریم

اور روح اللہ سو الہام کے ذریعہ سے خود مریم بن کر اپنے بیٹے کو ابن مریم بنا دیا اور خود نبی اللہ ہو گئے۔ اور روح اللہ بننے کی کوئی تدبیر نہیں سوجھی سو اس کے لئے مثیل والے الہام موجود ہیں غرضکہ عیسی علیہ السلام کی تعیین جو احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ عیسی رسول اللہ نبی اللہ روح اللہ ابن مریم اتریں گے سب اپنے پر چسپاں کر کے عیسیٰؑ موعود ہو گئے۔ اور اس کے ضمن میں نبوت اور رسالت مستقلہ بھی ثابت کر لی اب اس کی بھی ضرورت نہیں کہ کوئی ان کو عیسی کہے اس لئے کہ نبوت سے بہتر عیسویت کا درجہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس امت میں عیسی علیہ السلام بحیثیت نبوت نہ آئیں گے اسی وجہ سے اپنے منکر کو کافر کہہ دیا اور نزول عیسی کے منکر کو کافر نہیں کہا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور عیسی کا درجہ اپنے بیٹے کو دے دیا۔ اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب دعوی نبوت وغیرہ کر کے عوام کے ذہن میں عیسویت کے زینہ تک پہنچ گئے تھے مگر احادیث نبویہ نے اس سے علحدہ کر کے فوراً ان کو مخالفین عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے زمرہ میں داخل کر دیا چنانچہ بخاری وغیرہ کی احادیث صحیحہ صاف کہہ رہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کوئی نبوت کا دعوی کرے وہ دجال اور کذاب ہے۔

کیا اب بھی مسلمانوں کو اس باب میں شبہ ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے جو لکھا ہے کہ ان کو نہ ماننے والا کافر اور دوزخی ہے یہ بات صحیح اور مطابق واقع کے ہو سکتی ہے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثوں کا بھی دل پر کچھ اثر نہ ہو تو سوائے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ اپنے مسلمان بھائیوں سے اتنا تو ضرور کہیں گے کہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو ہر وقت پیش نظر رکھیں ورنہ ہر زمانہ میں بہکانے والے اقسام کی تدابیر سوچتے رہتے ہیں چنانچہ مولانائے روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ہر یکے درکف عصا کہ موسمِ میں مد در جاہلان کے عیسیم

م۔ مولوی لوگ مسلمانوں کو کم کر رہے ہیں

مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: آج کل یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہے کم کر دیا جائے اور بدسرشت مولویوں کے حکم اور فتوی سے دین اسلام سے خارج کر دئے جائیں اور اگر ہزار وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس سے چشم پوشی کر کے ایک بیہودہ اور بے اصل وجہ کفر کی نکال کر ان کو ایسا کافر ٹھہرا دیا جائے کہ گویا وہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے بدتر ہیں ازالہ صفحہ ۵۹۴ مقام غور ہے کہ مولویوں نے جہاں تک ممکن تھا تحقیق کی جب دیکھا کہ صحیح صحیح حدیثیں مدعیان نبوت کی دجالیت اور کذابیت ثابت کر رہی ہیں تو بمجبوری جو احکام اور ارشادات اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارد ہیں بلا کم وکاست پیش کر دے مگر مرزا صاحب نے بلا تحقیق ایک ہی بات میں فیصلہ کر دیا کہ جو کوئی میری نبوت میں تردد کرے وہ کافر ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی حرام ہے پھر اس بیہودہ اور بے اصل وجہ کفر سے ہزاروں کیا جمیع وجوہ اسلام بھی کسی میں پائے جائیں تو بھی وہ اس دائرہ کفر سے خارج نہیں ہوسکتا سوائے اپنی امت کے انہوں نے کل اہل اسلام کو کافر اور دوزخی قرار دیا اور اس قابل بھی نہیں سمجھا کہ ان کی نماز صحیح ہو سکے پھر اپنی ہی تکفیر پر کفایت نہیں کرتے بلکہ خدا کی طرف سے بھی پیام پہنچا رہے ہیں کہ جتنے مسلمان ہیں سب کافر ہیں چنانچہ یہ الہام ہے قل یا ایہا الکفار انی من الصادقین فانظروا آیاتی حتی حین ازالہ صفحہ ۸۵۵ یعنی خدا نے مرزا صاحب سے کہا تو کہہ اے کافرو میں سچا ہوں میری نشانیوں کا ایک وقت تک انتظار کرو انتہی اب مرزا صاحب ہی انصاف سے فرما دیں کہ بدسرشتی میں نمبر کس کا بڑھا رہے گا مرزا صاحب مخالفین کی تکفیر بھی کرتے ہیں اور جہاں ضرورت ہوتی ہے انکار بھی کر جاتے ہیں چنانچہ ابھی معلوم ہوا کہ جب بعض حضرات مباہلہ کرنے پر مستعد ہوئے کہ اگر دعوی عیسویت ہے تو مرزا صاحب میدان میں نکلیں اور ہم بھی نکلتے ہیں اور ہر فریق جھوٹے پر لعنت کرے مرزا صاحب نے اس موقع میں صاف یہ کہہ دیا کہ میں اپنے مخالفین کو جھوٹا اور لعنتی ہر

گز نہیں سمجھتا اس قسم کی تحریرات مرزا صاحب کی بہت ہیں اگر وہ سب لکھی جائیں اور ان میں بحث کی جائے تو کئی جلدیں ہو جائیں گی چونکہ اس کتاب میں ہمیں صرف اہل انصاف کو یہ دکھلانا منظور ہے کہ مرزا صاحب کی کارروائیاں کس قسم کی ہوتی ہیں سو بفضلہ تعالی معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کے کلام میں کس قدر تعارض اور نصوص کی مخالفت اور خود غرضیاں ہوا کرتی ہیں

مرزا صاحب نے جو لکھا ہے کہ: جنہوں نے مجھ کو مسیح موعود مان لیا ہے انہوں نے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور سب کو حسن ظن کی ہدایت فرماتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں مکاشفات میں استعارات غالب ہیں اور حقیقت سے پھیرنے کے لئے الہام الٰہی قرینہ قویہ کا کام دے سکتا ہے اور آپ حسن ظن کے مامور ہیں ازالہ صفحہ ۴۰۹ فی الحقیقت مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن کی ضرورت ہے چنانچہ خود حق تعالی فرماتا ہے: الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات: ۱۲) مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطیاں بیان کیں جیسا کہ معلوم ہو گا اور حسن ظن سے ذرا بھی کام نہ لیا کہ افضل الانبیاء سے کیونکر غلطی ہو سکتی ہے ضرور ہے کہ کوئی توجیہ ایسی ہو گی جس تک ہماری عقل نہیں پہنچ سکتی۔ اب اگر اہل اسلام مرزا صاحب پر حسن ظن کر کے ان کے الہاموں کو صحیح مان لیں تو اپنے نبی کی غلطیوں کی تصدیق اور بہت سی حدیثوں کی تکذیب کرنی پڑتی ہے جو حرام قطعی بلکہ مفضی الی الکفر ہے اور ظاہر ہے کہ مقدمۃ الحرام حرام اس لئے مرزا صاحب پر حسن ظن حرام سمجھا جاتا ہے۔

اور یہ بات بھی قابل تسلیم ہے کہ جتنے مدعیان نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئے ہیں سب کو اسلام کا دعوی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق تھی یہاں تک کے مسیلمہ کذاب بھی حضرت کو نبی ہی سمجھتا تھا جیسا کہ زاد المعاد میں ابن قیم نے لکھا ہے پھر اگر بقول مرزا صاحب ان تمام مسلمانوں پر حسن ظن کیا جاتا تو اب تک دین کی حقیقت ہی کچھ اور ہو گئی ہوتی اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بدگمان اور دور رہنے کے لئے تاکید فرمائی ہے کما فی المشکوۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یکون فی آخر

الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لا تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم رواہ مسلم یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں دجال اور جھوٹے پیدا ہوں گے وہ لوگ ایسی باتیں کریں گے کہ نہ تم نے سنیں نہ تمہارے آباء واجداد نے ان سے بچو اور ڈرتے رہو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں انتہی مولانائے رومؒ فرماتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روی ہست　　پس بہر دستی نباید داد دست

ان کا خدا کی اولاد کا ہمرتبہ ہونا اور اس کی توجیہ

عقائد مرزا میں ان کا قول اشتہار دافع البلاء سے نقل کیا ہے کہ میں اللہ کی اولاد کے رتبہ کا ہوں میرا الہام ہے کہ انت منی بمنزلۃ اولادی۔انتہی اس کے دیکھنے سے ابتداء تو بڑی پریشانی ہوئی کہ اللہ کی اولاد مرزا صاحب نے کہاں سے ڈھونڈ نکالی اور کس کتاب سے معلوم کیا ہوگا مگر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ خود قرآن میں اس کا ذکر ہے قال اللہ تعالی: وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ وَالنَّصٰرٰى نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلۡ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمۡ بِذُنُوۡبِكُمۡ ؕ (المائدۃ:۱۸) یعنی یہود ونصاری کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی اولاد اور اس کے دوست ہیں ان سے کہو جب ایسا ہے تو تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے غرض کہ اولاد کا ذکر تو معلوم ہوا مگر اس میں تامل ہے کہ مرزا صاحب کا رتبہ یہود ونصاری کے رتبہ کے برابر کیونکر ہو سکے گا اگر دنیوی حیثیت سے دیکھئے تو مرزا صاحب نہ ان کے سے مالدار ہے نہ صاحب حکومت اور آخرت کے لحاظ سے بھی یقینی طور پر ہم رتبہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ممکن ہے کہ مرزا صاحب ان خرافات سے توبہ کر لیں۔ یہاں یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ جب کہ اللہ تعالی کی اولاد ہی ممتنع الوجود ہے تو ان کا ہم رتبہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا تھا اور یہ الہام لغو جاتا تھا اس لئے کسی اولاد فرضی کے تصور کی ضرورت ہوئی۔ابن حزم نے کتاب ملل ونحل میں اور ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ ابو

منصور مستر عجلی جس کا لقب کسف تھا اس نے بھی نبوت کا دعوی کیا تھا اور اس دعوی کو اس طرح مدلل کیا تھا کہ ایک بار مجھے معراج ہوئی جب میں آسمان پر گیا تو حق تعالی نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یا بنی اذھب فبلغ عنی یعنی اے میرے پیارے بیٹے جا اور لوگوں کو میرا پیام پہنچا۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ہر زمانہ میں ہر قسم کی طبیعت کے لوگ ہوا کرتے ہیں بعضوں نے دیکھا کہ حق تعالی فرماتا ہے قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾ (الزخرف) یعنی کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر خدا کا کوئی بیٹا ہو تو میں اس کی عبادت کرنے والوں میں پہلا شخص ہوں گا انتہی ممکن ہے کہ وہ اس کی تلاش میں ہوں پھر جب ابو منصور نے کہا کہ خدا نے مجھ کو یا بنیّ فرمایا تو انہوں نے اس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر یہ خیال کیا ہوگا کہ آخر ہم اپنے بھائی پر حسن ظن کرنے کے مامور بھی ہیں اور ایک اعلی درجہ کا شخص جو نبوت کا دعوی رکھتا ہے یہ کہہ رہا ہے تو ضرور مطابق واقع کے ہوگا اس لئے اس کو مان لیا۔ اور اس کے برابر اپنا رتبہ تصور کر لیا۔

مرزا صاحب نے دیکھا کہ بیٹا کہنے میں جھگڑا پڑ جائے گا مقصود محبت ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ اولاد کی محبت سے زیادہ کسی کے ساتھ محبت نہیں ہوا کرتی اس لئے بمنزلہ اولاد بننا بہتر ہوگا اور پرستش جاری ہونے کے لئے اتنا بھی کافی ہے کیونکہ اگر خدائے تعالی کو نعوذ باللہ حقیقی اولاد ہوتی تو ضرور قابل پرستش ہوتی جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ میں اللہ کی اولاد کے رتبہ کا ہوں اس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے کو مستحق عبادت بھی قرار دے رہے ہیں کیونکہ ہر رتبہ کے احکام معین ہوا کرتے ہیں خدا کی اولاد کا رتبہ یہی ہے کہ مستحق عبادت ہو جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے۔ جب مرزا صاحب نعوذ باللہ خدا کے متبنی ٹھہرے تو اقلا اتنا تو ضرور ہے کہ ان کی امت ان کی عبادت کرتی ہوگی۔ افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو اس الہام کے بنانے کے وقت ذرا بھی شرم نہ آئی۔ اب کس طرح سمجھا جائے کہ مرزا صاحب کو خدائے تعالی پر اور روز جزا و سزا پر ایمان بھی ہے۔ پھر یہ دعوی تو پہلے ہی ہو چکا تھا کہ حق تعالی سے بے تکلف بات چیت

کرلیا کرتے ہیں چنانچہ ضرورۃ الامام (صفحہ ۱۳ و ۲۴) میں لکھتے ہیں کہ: جو لوگ امام الزماں ہوں خدائے تعالی ان سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور ان کی دعا کا جواب دیتا ہے اور بسا اوقات سوال اور جواب کا ایک سلسلہ منعقد ہو کر ایک ہی وقت میں سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب ایسی صفائی اور لذیذ اور فصیح الہام کے پیرایہ میں شروع ہوتا ہے کہ صاحب الہام خیال کرتا ہے کہ گویا وہ خدائے تعالی کو دیکھ رہا ہے۔ خدائے تعالی اُن سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن شہرہ سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے۔ اور وہ اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ وہ امام الزماں میں ہوں انتہی

غرض کہ ٹھٹھے اور مزاح کی انبساطی حالت میں درخواست کر کے الہام بھی اتروا لیا کہ انت منی بمنزلۃ اولادی جس سے معتقدین کا حسن ظن اور دوبالا ہو گیا اور جب آیۂ موصوفہ یعنی قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ (الزخرف:۸۱) قرآن شریف میں پڑھتے ہوں گے تو کیسی خوشی ہوتی ہوگی کہ ہمارے مرزا صاحب کو بھی یہ رتبہ حاصل ہے اور اس خوشی میں معلوم نہیں کیسے کیسے خیالات پیدا ہوتے ہوں گے جن کی تصریح کرنے پر زبان اٹھ نہیں سکتی کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ سے ان کا مرتبہ بلند تر سمجھتے ہوں گے جس کا لازمہ یہ ہے کہ اس نص قطعی سے ان کو مستحق عبادت سمجھ لیا ہوگا کیونکہ اگر اس رتبہ میں تامل کیا تو الہام پر ایمان نہ ہوا اور جب الہام صحیح مان لیا گیا ہے تو ان کی پرستش لازم ہوگئی نعوذ باللہ من ذلک مگر مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہی کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب رب العالمین نہیں ہو سکتا باوجود اس کے نہ حق تعالی نے قرآن شریف میں اس قسم کی محبت بیان کی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی فرمایا۔ دیکھئے ابتدا کیا تھی اور انتہا کہاں ہوئی اس کے بعد صرف اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ (النازعات) کا دعوی باقی رہ گیا تھا سو اس میں بھی یوں دخل دیا گیا کہ یہ

الہام ہوا انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون جس کو الحکم مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۰۵ء میں لکھا ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ وہ جو کچھ پیدا کرنا چاہیں صرف کن کہہ دینے سے وہ چیز پیدا ہو جائے گی لیجئے خالقیت بھی مسلم ہوگئی پہلے نبوت کی وجہ سے عیسویت کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اب تو نبوت کی بھی ضرورت نہ رہی۔

م۔قریب الموت مردوں کو عیسیٰ علیہ السلام مسمریزم سے حرکت دیتے تھے

حق تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیائے موتی کی خبر قرآن شریف میں دیتا ہے قولہ تعالیٰ: اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَاُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ (آلِ عمران:۴۹) مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ احیاء موتی نہ تھا بلکہ قریب الموت مردہ کو مسمریزم کے عمل سے چند منٹ کے لئے حرکت دے دیتے تھے ازالہ صفحہ ۳۱۱ اور لکھتے ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اگر یہ عاجز عمل مسمریزم کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

م۔ان کا معجزہ احیائے موتیٰ غلط ہے

ازالہ صفحہ ۳۰۹ یہ قدردانی خدائے تعالیٰ کے اس کلام کی ہوئی جس پر ایمان لانا فرض ہے اور بغیر اس کے آدمی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا اور اپنے ملہم پر اس قدر وثوق کہ اعلان اس مضمون کا دے دیا کہ میں بھی خالق ہوں کہ کن کہہ کر سب کچھ پیدا کر سکتا ہوں حالانکہ قولہ تعالیٰ احیی الموتی کے ابطال کی غرض سے لکھ چکے ہیں کہ خدائے تعالیٰ اپنی ہر ایک صفت میں وحدہ لا شریک ہے اپنی صفات الوہیت میں کسی کو شریک نہیں کرتا ازالہ صفحہ ۳۱۲ اور لکھتے ہیں خدائے

تعالیٰ اپنے اذن اور ارادے سے کسی شخص کو موت اور حیات اور ضرر اور نفع کا مالک نہیں بناتا ازالہ صفحہ ۳۱۵ اور حق تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے پرندے بنانے کا معجزہ جو آیۂ موصوفہ میں فرماتا ہے اس کی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں کہ کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی کہ مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا پھونک مارنے سے کسی طور پر ایسا پرباز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلون کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کے صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے (ازالہ صفحہ ۳۰۳) غرضکہ بقول مرزا صاحب معاذ اللہ عیسیٰ علیہ السلام ایک بڑھئی کے لڑکے اور معمولی آدمی تھے اور اس فن میں بھی کامل نہ تھے کیونکہ لکھتے ہیں کہ امریکہ میں جو آج کل چڑیاں بنتی ہیں وہ بدرجہا ان کی چڑیاں سے بہتر ہوتی ہیں۔

م۔ مسیح اس زمانہ میں ہوتا تو جو میں کرتا ہوں ہرگز نہ کر سکتا

الحکم مورخہ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ میں لکھتے ہیں مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا انتہی وجہ اس کی ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کو خالقیت کا بھی دعوی ہے کہ لفظ کن سے جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں نعوذ باللہ من ذلک اس سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ ان کا روئے سخن صرف عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف نہیں ہے کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی حق تعالیٰ نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ یہ صفت خاصہ آپ کو بھی دی گئی اور نہ وہ کسی حدیث میں حضرت نے فرمایا ہے اس سے ثابت ہے کہ گو مرزا صاحب زبانی غلامی کا دعویٰ کرتے ہیں مگر درحقیقت معاذ اللہ فضیلت کا دعوی ہے۔

امام سیوطیؒ نے تفسیر درمنثور میں متعدد روایات ذکر کئے ہیں کہ نصاری نے یہ الزام دینا چاہا کہ عیسی علیہ السلام جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں اس سے ثابت ہے کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۵۹﴾ (آلِ عمران) یعنی اللہ کے ہاں جیسے آدم ویسے عیسی مٹی سے پیدا کر کے کن فرمایا سو وہ پیدا ہو گئے غرض کہ بغیر باپ کے وہ پیدا کئے گئے مگر یہود ان پر یہی الزام لگاتے رہے کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا ممکن نہیں اس آیت شریفہ میں حق تعالی نے ان کا بھی رد کر دیا کہ بغیر باپ کے پیدا کرنا قدرت الہی سے کچھ بعید نہیں اور اس کی نظیر بھی موجود ہے کہ آدم علیہ السلام اسی طرح پیدا ہوئے تھے۔ باوجود اس تصریح کے مرزا صاحب یہی کہے جاتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے باپ بھی تھے اور دادا بھی باپ کا ہونا تو ان کی تصریح سے ابھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ نجاری کا کام کرتے تھے اور دادا کا ہونا اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح عقلی معجزہ دکھلایا ازالہ صفحہ ۳۰۴ اس میں شک نہیں کہ نص قطعی کے مقابلہ کے لحاظ سے مرزا صاحب اپنے کلام میں کوئی تاویل کرلیں گے یا نص ہی کے معنی بدل دیں گے مگر قرآن کے مخالف ان الفاظ کا استعمال کرنا کس قدر بدنما اور خلاف شان ایمان ہے خصوصاً ایسے موقع میں کیا سمجھا جائے جب کہ وہ اقسام کی توہین حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی کر رہے ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ: میں امام حسین کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں اور حسینی الفطرۃ ہوں (ازالہ صفحہ ٦٨) اور لکھتے ہیں: مجھے خدائے تعالی نے آدم صفی اللہ اور نوح اور یوسف اور موسی اور ابراہیم کا مثیل قرار دیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرار دیا (ازالہ صفحہ ۲۵۳) اور لکھتے ہیں جب تم اشد سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے لائق ٹھہر جاؤ گے تو محمد بن عبد اللہ ظہور کرے گا جو مہدی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالی کے نزدیک اس کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل بن کر آئے گا (ازالہ صفحہ ۵۷۲) ان تقریروں میں سے اگرچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مشابہت سے ابتدا کی گئی جس سے یہی سمجھا گیا کہ عام طور پر مشابہت کا دعوی ہے مگر در باطن ایک بڑے دعوی کی تمہید تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل ہیں اور مثیل بھی وہ نہیں جس کو ہر شخص سمجھتا ہے بلکہ خود حضرت ہی ہیں جو بروزی طور پر ظہور فرمائے ہیں جیسا کہ الحکم مورخہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ میں جو قصیدہ انہوں نے مشتہر کیا ہے اس سے ظاہر ہے اس قصیدہ کا عنوان بخط جلی لکھا ہے پیام شوق بجناب رسالت حضرت خاتم الانبیاء سید الاصفیاء فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم از خاکسار ابو یوسف احمدی سیالکوٹی۔

کس کو تاب ہمسری ہے سید لولاک سے دعوی ہمتائے جانان ہو بھلا کس کی مجال
قادیان ہی جلوہ گر اب تیرے روئے پاک سے تو نے دکھلایا بروزی طور سے اپنا جمال

غالباً مضمون بروز کسی مقام میں مرزا صاحب نے بھی لکھا ہے مگر چونکہ یہ اخبار مرزا صاحب اپنی امت کی ہدایت کے واسطے جاری کرتے ہیں اس لئے استدلال کے لئے وہی کافی ہے چنانچہ اس شعر سے ظاہر ہے جو الحکم مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ میں لکھا ہے

اور انفاس مسیحا کا دہن ہے الحکم احمدیت کا مسلم ارگن ہے الحکم

م۔ مسئلہ بروز وتناسخ

مسئلہ بروز قدیم حکما کا مسلک ہے جس کو فی زمانا ہر شخص نہیں جانتا چونکہ مرزا صاحب نے اپنے وسیع معلومات سے اس کی تجدید کی ہے اس لئے اولا اس کا حال معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔

شیخ بوعلی سینا نے شفا میں اور قطب الدین شیرازی نے شرح حکمۃ الاشراق میں لکھا ہے کہ بعض حکما بروز وکمون کے قائل تھے ان کا قول ہے کہ استحالہ فی الکیف ممکن نہیں یعنی مثلاً پانی گرم کیا جائے تو یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ اس کی برودت جاتی رہی اور بجائے اس کے اس میں

کیفیت حرارت آ گئی اس لئے کہ حرارت و برودت وغیرہ کیفیات اولیۂ محسوسہ عناصر کی صور نوعیہ ہیں اور ممکن نہیں کہ صورنوعیہ فنا ہونے پر بھی حقائق نوعیہ باقی رہیں پھر پانی جو گرم ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں حرارت بھی کامن یعنی پوشیدہ تھی جب حرکت جو باعث حرارت ہے اس کولاحق ہو یا آگ اس سے متصل ہو تو وہ حرارت ظاہر ہو جاتی ہے جو اس میں کامن تھی اصل یہ ہے کہ جتنے عناصر ہیں اس طور پر مخلوق ہوئے ہیں کہ ہر ایک میں تمام عناصر موجود ہیں مثلاً پانی میں آگ بھی ہے اور ہوا اور خاک بھی ہے نہ خالص پانی کہیں پایا جائے گا نہ خالص آگ وغیرہ ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی میں پانی غالب ہے اور کسی میں ہوا وغیرہ مثلاً پانی میں پانی غالب ہے اور ہوا وغیرہ مغلوب ہیں۔ پھر جب مغلوب عنصر کو قوت دینے والا عنصر اس کے ساتھ ملتا ہے تو مغلوب کو قوت ہو جاتی ہے اور سب پر وہی غالب ہو جاتا ہے اور محسوس ہونے لگتا ہے غرض کہ نہ پانی آگ ہوتا ہے نہ آگ پانی بلکہ آگ کی قربت سے پانی میں جو آگ چھپی ہوئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے اور باقی دوسرے عناصر اس سے متفرق ہو جاتے ہیں۔ اس مذہب کو شیخ نے شفا میں اور شیخ الاشراق نے حکمۃ الاشراق میں متعدد دلائل سے باطل کیا ہے چونکہ ہماری غرض یہاں اس سے متعلق نہیں اس لئے ان دلائل کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی بلکہ یہاں یہ معلوم کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ بروز کے قائل تھے وہ بھی بروز کو صرف عناصر ہی تک محدود رکھتے تھے اور وہ ہرگز اس کے قائل نہ تھے کہ ایک آدمی کے جسم میں دوسرے آدمی کا جسم بروز کرتا ہے اور غالباً مرزا صاحب بھی یہاں بروز سے بروز جسمانی مراد نہ لیتے ہوں گے بلکہ اس بروز کا مطلب یہی فرماتے ہوں گے کہ روح مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بروز کی ہے جس سے یہ صادق آ جائے کہ قادیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوا ہے جیسا کہ قصیدہ میں مذکور ہے گو مرزا صاحب نے اس کو بروز خیال کیا ہو مگر درحقیقت یہ تناسخ ہے جس کا قائل فیثاغورس تھا تاریخ فلاسفہ یونان جس کو عبد اللہ بن حسین نے لغت فرنساوی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ حکیم فیثاغورس اس بات کا قائل تھا کہ ارواح فنا نہیں ہوتیں بلکہ ہوا میں پھرتی رہتی ہیں اور جب کوئی جسم مردہ پاتی ہیں

فوراً اس میں گھس جاتی ہیں پھر اس میں یہ پابندی بھی نہیں کہ انسان کی روح انسان ہی کے جسم میں داخل ہو بلکہ گدھے کتے وغیرہ کے جسم میں بھی داخل ہو جاتی ہیں اسی طرح حیوانات کی روحیں انسانوں کے اجسام میں بھی داخل ہو جاتی ہیں اسی وجہ سے وہ کسی حیوان کے قتل کو جائز نہیں رکھتا تھا۔ قرائن قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ان خرافات پر آمادہ کرنے والا صرف ایک خیال تھا کہ اپنا تفوق سب پر ثابت کرے اور تعلی کا موقع اچھی طرح حاصل ہو چنانچہ لکھا ہے کہ اس کا دعوی تھا کہ میری روح پہلے ایثالیدس کے جسم میں تھی جو عطارد کا بیٹا تھا جس کو اہل یونان اپنا معبود سمجھتے تھے اور یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک روز عطارد نے اپنے بیٹے ایثالیدس سے کہا کہ سوائے بقا و دوام کے جو جی چاہے مجھ سے مانگ لے اس نے یہ خواہش کی کہ میرا حافظہ ایسا قوی ہو جائے کہ جتنے واقعات زندگی میں اور موت کے بعد مجھ پر گزریں سب مجھ کو یاد رہیں چنانچہ اس وقت سے اس کو یہ بات حاصل ہوگی پھر اس نے اس دعویٰ کی تصدیق پر چند واقعات بیان کئے کہ اثالیدس کی روح جب اس کے جسم سے نکلی تو اوقوریہ کے جسم میں گئی اور شہر ترواده کے محاصرہ میں اس کو میتلاس نے زخمی کیا پھر اس کے جسم سے جب نکلی تو برہونیموس کے جسم میں داخل ہوئی پھر ایک صیاد کے جسم میں گئی جس کا نام یوردس تھا اس کے بعد اس عاجز کے جسم میں بروز کی جس کو تم فیثاغورس کہتے ہو اور چند درمیانی واقعات اور بھی بیان کئے۔ غرض کہ خدا کی صاحبزادگی کا اعزاز حاصل کرنے کی وہ تدبیر نکالی کہ جس کا جواب نہیں اور حافظہ اور طبیعت خداداد تو اس کو پہلے ہی سے حاصل تھی جس کے سبب سے شہرہ آفاق ہو چکا تھا سب نے حسن ظن کر کے اس کی تصدیق کی چونکہ اس زمانہ میں الہام کا رواج نہ تھا اس لئے اس کو تناسخ کا سلسلہ قائم کرنے اور ان خرافات کے تراشنے کی ضرورت ہوئی ورنہ الہام کا ہتھکنڈا اگر اس کے ہاتھ آتا تو اس بکھیڑے کی ضرورت ہی نہ ہوتی عطارد کی قسم کھا کر کہہ دیتا کہ مجھے الہام ہوا بلکہ عطارد نے اپنے روشن چہرہ سے پردہ ہٹا کر روبرو سے کہہ دیا کہ تو میرا بیٹا ہے اور نشانی یہ ہے کہ میں جو سنتا ہوں یاد رکھ لیتا ہوں اور نئے نئے ہندسہ وغیرہ کے مسائل ایجاد کرتا ہوں اگر اس کو نہیں مانتے ہو تو مقابلہ کر لو غرضکہ اس دعوی کے بعد اس کی

تعظیم وتکریم اور بھی بڑھ گئی دور دور سے لوگ اس کے پاس آتے اور اس کی شاگردی پر افتخار کرتے یہاں تک کہ سعید وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو اس کے نزدیک بیٹھے چونکہ تعلیم میں خدا کے بیٹے کا بروز داخل تھا اس لئے اس کے شاگردوں کے ذہن میں اس کی الوہیت متمکن تھی۔ اگرچہ اس نے عقل سے بہت کچھ کام لیا چنانچہ شکل عروس جو فن ہندسہ میں ایک مشہور اور مشکل شکل ہے اس کو اسی نے مدلل کیا مگر معتقدوں کے اعتقاد بڑھانے کے لئے اور تدابیر کی بھی ضرورت ہوئی چنانچہ ایک بار اس نے ایک چھوٹا سا حجرہ زمین کے اندر تیار کر کے ایک سال اپنے تئیں اس میں محبوس کیا اور یہ مشہور کیا کہ دوزخ کی سیر کو جاتا ہوں اور اپنی ماں سے کہہ دیا کہ جو کچھ نئے واقعات شہر میں ہوں ان کو تحقیق کر کے لکھ دیا کرے ایک سال کے بعد جب اس حجرہ تنگ وتاریک سے نکلا جو فی الحقیقت اس کے حق میں دوزخ ہی تھا تو ایسی حالت اس کی ہو گئی تھی کہ بمشکل پہچانا جاتا تھا اسی حالت میں سب کو جمع کر کے دوزخ کے واقعات بیان کئے کہ اس میں ہزیودس شاعر کو دیکھا کہ زنجیروں میں مقید اور مصلوب ہے اور ہومیرس کی روح کو دیکھا کہ ایک جھاڑ پر لٹکی ہوئی ہے جس کے اردگرد اژدھے احاطہ کئے ہوئے ہیں اس قسم کے اور واقعات بیان کر کے کہا کہ اس مدت میں میں تم لوگوں سے بھی غافل نہ تھا چنانچہ شہر کے تاریخ وار پورے واقعات بیان کر دئے جو ماں کی تحریر میں ایک بار دیکھ لیا تھا اب اس کشف کے بیان سے تو اور بھی عزت دوبالا ہو گئی۔ ایک بار کہیں کھیل کود کا مجمع تھا اس میں چلا گیا جب اس کے پاس معتقدین کا مجمع ہوا تو ایک خاص طور کی سیٹی دی ساتھ ہی ایک گدھ ہوا سے اتر آیا لوگوں کو اس سے نہایت تعجب ہوا جس سے اور زیادہ معتقد ہو گئے اور دراصل اس گدھ کو اس نے تعلیم دے رکھی تھی جس سے کسی کو اطلاع نہ تھی یہ سب تدابیر اسی غرض سے تھیں کہ مافوق العادت امور معجزہ کے رنگ میں پیش کر کے احمقوں میں امتیاز حاصل کیا جائے ایسے ہی لوگوں کی شان میں حق تعالی فرماتا ہے فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۴ (الزخرف) ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ عقلا کیسی کیسی تدابیر اپنی کامیابیوں کی سوچتے ہیں جن کے تہ تک پہنچنا ہر کسی کا کام نہیں دیکھ لیجئے یہ شخص

کیسا مدبر اور مقرر ہوگا کہ یونان جیسے خطہ کے عقلا اور حکما کو احمق بنا کر ان کے خدا کا بیٹا بلکہ خود خدا بن بیٹھا یہی مسئلہ تناسخ و بروز تھا جو اس کو ترقی کے اعلیٰ درجہ کے زینہ تک پہنچا دیا تھا مرزا صاحب چونکہ اعلیٰ درجہ کے حاذق اور زمانہ کے نبض شناس ہے تشخیص کر کے وہی نسخہ استعمال کیا جو ایک حاذق کے تجربہ سے مفید ثابت ہو چکا ہے۔ اگرچہ اس زمانہ کے عقلا نے اعلیٰ درجہ کی طبیعتیں پائی تھیں مگر فیضان کا سلسلہ منقطع نہیں اہل کمال کے مثیل ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہتے ہیں بلکہ انصاف سے دیکھا جائے تو جو صنعتیں اس زمانہ میں ظہور پا رہی ہیں اول زمانہ سے بدرجہا بڑی ہوئی ہیں اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اذکیا کے ذہنوں کو متوجہ کرانے والی متقدمین کی کاروائیاں بطور مادہ پیش نظر ہیں اور قاعدہ کی بات ہے کہ تلاحق افکار سے ایک ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے جو موجد کو حاصل نہ تھی دیکھئے فیثاغورس کو ایک سلسلہ گھڑنے کی ضرورت ہوئی کہ اس کی روح کئی جسموں میں ماری ماری پھری۔ اور مرزا صاحب کو اس کی بھی ضرورت نہ ہوئی بلا واسطہ روح الٰہی میں بروز کر گئی۔ اس کو عطارد کا بیٹا بننے میں کس قدر دشواریاں اٹھانی پڑی۔ اور مرزا صاحب صرف ایک ہی الہام سے متبنیٰ اپنے خدا کے بن گئے اس کو دوزخ کی سیر کا فخر حاصل کرنے کے لئے ایک برس دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑا۔ اور مرزا صاحب آرام سے اپنی خواب گاہ میں بیٹھے ہوئے تمام افلاک کی سیر کر لیتے ہیں بلکہ جب چاہتے ہیں خدا سے باتیں کر کے چلے آتے ہیں۔ اس کو معجزہ خارق العادت بتانے کے لئے گدھ کو تعلیم کی زحمت اٹھانی پڑی۔ اور مرزا صاحب کو خارق دکھلانے کی ضرورت ہی نہیں بیٹھے بیٹھے عقلی معجزے گھڑ لیتے ہیں۔ مرزا صاحب نے دیکھا کہ نبوت کے دعویٰ میں مولوی پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ حسب احادیث صحیحہ دجال و کذاب کہا کریں گے۔ اس لئے یہ تدبیر نکالی کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں بروز کیا ہے تا کہ جہال حضرت کا نام سن کر دم نہ مار سکیں اس لئے کہ دجال کذاب تو وہ ہو جو حضرت کے سوا کوئی دوسرا حضرت کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے جب خود حضرت ہی وہ دعوے کر رہے ہیں تو اس لفظ کا محل نہ رہا۔ مگر یاد رہے کہ جب تک اس دعویٰ کو قرآن و حدیث سے وہ ثابت نہ کریں کوئی مسلمان ان کی

ان ابلہ فریبیوں کو قابل توجہ نہیں سمجھ سکتا کیونکہ ہمارے دین میں تناسخ بالکل باطل کر دیا گیا۔ مرزا صاحب سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ حضرت آپ نے حمامۃ البشریٰ الی اہل مکۃ وصلحاء ام القریٰ میں تو یہ لکھ کر اہل مکہ وغیرہم کو اطمینان دلایا تھا کہ میں علماء سے جو مناظرہ کرتا ہوں وہ صرف نزول عیسی علیہ السلام کے مسئلہ میں ہے اس کے سوا کسی مسئلہ میں مجھے اختلاف نہیں چنانچہ فرماتے ہیں: أما ایمان قومنا و علمائنا بالملائکۃ و غیرھا من العقائد فلسنا نجادلھم فیہ و لا نخطیھم فی ذلک و لیس فی ھذہ العقائد الا التسلیم و انما نحن مناظرون فی امر نزول المسیح من السماء حمامۃ البشریٰ (صفحہ ۲۴) پھر یہ بروز وکمون اور دعوی نبوت وغیرہ کیسا۔

کیا یہ اعتقادی مسائل نہیں ہیں یا تمام مسلمانوں کے متفق علیہ یہ مسائل ہیں مرزا صاحب جھوٹ کو شرک کے برابر فرما چکے ہیں اور اس موقع میں یہ بھی نہیں فرمایا کہ جہاں دھوکہ دینا مقصود ہو وہ جھوٹ نہیں ہوتا۔

حسن ظن کی بحث،

ح۔عمر رضی اللہ عنہ نے فتنہ کے لحاظ سے حسن ظن نہیں کیا

یہ چند تحقیقات اور اجتہادات مرزا صاحب کے اس غرض سے بیان کئے گئے کہ ان کی رفتار اور طبیعت کا انداز معلوم ہو جائے العاقل تکفیہ الاشارۃ سنن دارمی صفحہ ۳۱ میں روایت ہے کہ صبیغ عراقی اکثر قرآن کی آیات میں پوچھا پاچھی کیا کرتا تھا جب مصر کو گیا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس کا یہ حال معلوم ہوا تو اس کو اپنی عرضی کے ساتھ حراست میں دے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا عمر رضی اللہ عنہ نے عرضی پڑھ کر چھڑیاں منگوائیں اور اس کو اتنا مارا کہ زندگی سے وہ مایوس ہو گیا پھر بہت عجز والحاح پر چھوڑا تو گیا مگر احکام جاری ہو گئے کہ کوئی مسلمان اس کو نزدیک نہ بیٹھنے دے آخر جب اس نے توبہ کی اور اس کا یقین بھی ہوا تو اس وقت مجالست کی اجازت دی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے العاقل تکفیہ الاشارۃ کے معنی عملی طور پر تمام مسلمانوں کو

مشاہدہ کرادیا کہ اس کی یہ پوچھا پاچھی اشارۃً کہہ رہی ہے کہ کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ رنگ لانے والی ہے اس لئے پیش از پیش ایسا بندوبست کیا کہ اس کے ہم خیالوں کا بھی ناطقہ بند ہو جائے پھر کس کی مجال تھی کہ قرآن کے معنی میں دم مار سکے افسوس ہے اسلام کا ایک زمانہ وہ تھا کہ اشارات وامارات پر اہل اسلام چونک کر حزم واحتیاط کو کام میں لاتے تھے اور ایک زمانہ یہ ہے کہ سر پر نقارے بج رہے ہیں مگر جنبش نہیں اور حسن ظن کے خواب غفلت میں بے حس وحرکت ہیں۔ کیا عمر رضی اللہ عنہ کو حسن ظن کا مسئلہ معلوم نہ تھا صبیغ عراقی نے تو نہ کوئی بات ایجاد کی تھی نہ نبوت وغیرہ کا دعوی کیا وہ تو صرف بعض آیات کے معانی پوچھتا تھا جس میں حسن ظن کو بڑی گنجائش تھی کہ نیک نیتی سے خدائے تعالیٰ کی مراد پر مطلع ہونا چاہتا ہے جو ہر مسلمان کا مقصود دلی ہے۔ اب عقلا بصیرت سے کام لے کر غور فرما سکتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب کی یہ تحریرات عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پیش ہوتیں تو کیا کیا ہو جاتا۔ وہ زمانہ تو کچھ اور ہی تھا مرزا صاحب اس زمانہ میں بھی اسلامی سلطنتوں سے نہایت خائف ہیں یہاں تک کہ باوجود اس قدر دولت وثروت کے حج فرض کو بھی نہیں جا سکتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صاف طور پر یہ روایت ہے کہ جو کوئی ایسے کاموں کا مرتکب ہو جن سے لوگوں کو بدگمانی کا موقع ملے تو بدگمانی کرنے والے قابل ملامت نہیں ہو سکتے۔

ق۔ بعض مواقع میں حسن ظن بھی گناہ ہے

جیسا کہ کنز العمال میں ہے عن عمر رضی اللہ عنه قال: من تعرض للتهمة فلا یلومنّ من أساء به الظن اور یہ تو قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ بعض وقت نیک گمان بھی گناہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے قولہ تعالیٰ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات) ترجمہ اے مسلمانوں بہت گمانوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں انتہی اس آیہ شریفہ میں حق تعالیٰ نے ظن سوء یعنی بدگمانی کی تخصیص نہیں کی بلکہ مطلقاً ظن فرمایا جو ظن خیر اور ظن سوء دونوں پر شامل ہے جس سے ثابت ہے کہ جیسے باوجود

آثار و علامات تدین کے بدگمانی درست نہیں ویسے ہی تخریب و فساد دین کے آثار و علامات کسی سے نمایاں ہونے پر حسن ظن جائز نہیں اسی وجہ سے صبیغ عراقی پر حسن ظن نہیں کیا گیا۔ اور حق تعالی فرماتا ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا (الحجرات) یعنی اے مسلمانوں اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اچھی طرح اس کی تحقیق کرلیا کرو۔ مفسرین نے اس آیت کی شان نزول یہ لکھی ہے کہ حارث ابن ضرار خزاعی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کر کے گئے کہ میں اپنے قبیلہ کی زکوۃ جمع کر کے رکھتا ہوں حضرت کے کسی کو بھیج کر منگوالیں حضرت نے ولید بن عقبہ کو بھیجا وہ راستہ ہی سے واپس آکر یہ شکایت پیش کی کہ حارث بجائے اس کے کہ مجھے مال زکوۃ دے میرے قتل کا ارادہ کیا تھا اس لئے میں جان بچا کر آگیا ہوں اس پر صحابہ نے غالباً ولید پر حسن ظن اور اس کی خبر کی تصدیق کر کے حضرت سے کچھ عرض کیا ہوگا جس پر حضرت نے خالد بن ولید کو مع لشکر ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا اور فرمایا ان کے قتل میں جلدی نہ کرنا چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر مخفی طور پر خوب تحقیق کی جس سے ثابت ہوگیا کہ ان لوگوں کے اسلام میں کوئی اشتباہ نہیں خالدؓ نے واپس آکر حقیقت حال بیان کی اور حارث بھی مال زکوۃ لے کر حاضر ہوگئے اور یہ آیت ان کی برأت میں نازل ہوئی اور ہمیشہ کے لئے یہ حکم ہوگیا کہ احتیاطی امور میں حسن ظن سے کام نہ لیا جائے۔ دیکھئے باوجودیکہ ولید صحابہ میں تھا اور معتمد علیہ سمجھا گیا چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لئے اس کا انتخاب فرمایا پھر ایسے شخص پر صحابہ نے اگر حسن ظن کیا تو کیا بُرا کیا تھا مگر حق تعالی نے اس کی بھی ممانعت فرمادی کہ گو بعض قرائن حسن ظن کے موجود ہوں مگر جب تک پوری تحقیق نہ کرلی جائے اسباب ظاہری قابل اعتبار نہیں۔ یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ ہر چند صحابہ کل عدول اور اعلی درجہ کے متدین تھے مگر معصوم نہ تھے حکمت الہی اسی کو مقتضی تھی کہ ان سے بھی اتفاقی طور پر اقسام کے گناہ صادر ہوں تاکہ تمام امت کو جو قیامت تک باقی رہنے والی ہے ہر ایک گناہ کا حکم عملی طور پر معلوم ہوجائے۔

ولید پر حسن ظن بے موقع سمجھا گیا

اب یہاں اہل اسلام غور فرمائیں کہ جب صحابہ کی نسبت یہ حکم ہو گیا کہ ان کی خبر مجرد احتیاطی امور میں قابل حسن ظن نہیں تو کسی دوسرے کی مجرد خبر وہ بھی کیسی کہ مجھے اللہ نے اپنا رسول اور نبی بنا کر بھیجا ہے وغیرہ وغیرہ کیونکر مانی جائے۔ شاید یہاں یہ شبہ ہو کہ حق تعالیٰ نے فاسق پر حسن ظن کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ نے ولید کو حسن ظن کے وقت فاسق نہیں سمجھا تھا کیونکہ حسن ظن کے قرائن موجود تھے پھر ان حضرات پر کیونکر یہ بدگمانی کی جائے کہ باوجود فاسق سمجھنے کے اس پر حسن ظن کیا البتہ فسق کا حال اس خبر کے بعد کھلا جس سے اس کا فاسق ہونا مسلم ہو گیا۔

بے موقع حسن ظن پر قرآنی تہدیدیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اِفک کے معاملہ میں عبد اللہ ابن سلول اور حسان ابن ثابتؓ اور مسطح ابن اثاثہؓ اور حمنہ بنت جحشؓ لوگوں کو خبر دیتے پھرے یہاں تک کہ یہ خبر مشہور ہو گئی ہر چند صحابہ نے اس کی تصدیق نہیں کی مگر اس خیال سے کہ خبر دینے والے صحابہ ہیں اس کی تکذیب بھی نہیں کی اس پر حق تعالیٰ نے کمال عتاب سے فرمایا کہ خدا کا فضل تھا کہ تم لوگ بچ گئے ورنہ اس تکذیب نہ کرنے پر بڑا عذاب تم پر نازل ہوتا کما قال تعالیٰ: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٤﴾ (النور) یعنی اگر تم مسلمانوں پر دنیا اور آخرت میں خدا کا فضل اور اس کا کرم نہ ہوتا تو جیسا تم نے اس (نالائق) بات کا چرچا کیا اس میں تم پر کوئی بڑی آفت نازل ہو گئی ہوتی انتہیٰ اور ارشاد ہوتا ہے کہ اس خبر کے سنتے ہی مسلمانوں کو لازم تھا کہ صاف کہہ دیتے کہ یہ خبر بالکل غلط اور بہتان ہے کما قال تعالیٰ: وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ

مُّؤْمِنِيْنَ﴿۱۷﴾ (النور) یعنی اورتم نے ایسی (نالائق) بات سنی تھی (سننے کے ساتھ ہی) کیوں نہیں بول اٹھے کہ ہم کو ایسی بات منہ سے نکالنی زیبا نہیں حاشا وکلاّ یہ تو بڑا بھاری بہتان ہے خدا تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر ایمان رکھتے ہو تو پھر کبھی ایسا نہ کرنا انتہی صحابہ نے اس خبر کو مشہور کرنے والوں کی گو تصدیق نہ کی مگر تکذیب نہ کرنا خود قرینہ ہے کہ مخبروں پر کسی قدر حسن ظن ضرور کیا تھا ورنہ تکذیب کرنے کو کون مانع تھا اتنے ہی حسن ظن پر عذاب عظیم کی تخویف کے مستحق ہو گئے اگر حسن ظن سے تصدیق بھی کر لیتے تو معلوم نہیں کہ کس آفت کا سامنا ہوتا اب غور کیا جائے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان کیا خدائے تعالی پر بہتان کرنے کے برابر ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ پھر مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ خدائے تعالی نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے جس سے حق تعالی کا وہ ارشاد کہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (احزاب) ہے خلاف واقع ٹھہرتا ہے کیا بہتان نہیں ہے اور ان پر حسن ظن کر کے اس بہتان عظیم کی تصدیق کرنا کس عذاب کا استحقاق حاصل کرنا ہے۔ حق تعالی کس صراحت سے فرماتا ہے يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴿۱۷﴾ (النور) یعنی اگر تم ایمان رکھتے ہو تو پھر کبھی ایسا نہ کرنا مگر افسوس ہے کہ اس پر بھی عمل نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے آفتوں پر آفتیں آتی جاتی ہیں حق تعالی فرماتا ہے اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴿۱۲۶﴾ (التوبہ) یعنی کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال ایک بار یا دو بار مبتلائے مصیبت ہوتے رہتے ہیں اس پر بھی نہ تو توبہ ہی کرتے ہیں اور نہ نصیحت ہی پکڑتے ہیں انتہی۔ مرزا صاحب جو اکثر لکھتے ہیں کہ ان کے نہ ماننے کے سبب سے طاعون اور زلزلوں کا سلسلہ جاری ہے سو اس کا تو ثبوت کسی طرح مل نہیں سکتا مگر اس نص قطعی سے اشارۃً اس بات کا ثبوت مل سکتا ہے کہ مرزا صاحب کے بہتان علی اللہ کے ماننے کی وجہ سے یہ مصیبتیں آرہی ہیں اور قاعدہ ہے کہ جب کسی قوم کے بد اسلوبیوں کی وجہ سے عذاب آسمانی اترتا ہے تو وہ عام ہو جاتا ہے اور اس میں کسی کی تمیز باقی نہیں رہتی جیسا کہ

احادیث سے ثابت ہے اور افک کے واقعہ میں حق تعالی نے یہ بھی فرمایا لَوۡلَا جَآءُوۡ عَلَيۡهِ بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذۡ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓـئِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ﴿۱۳﴾ (النور) یعنی (جن لوگوں نے یہ طوفان اٹھا کھڑا کیا) اپنے بیان کے ثبوت پر چار گواہ کیوں نہ لائے پھر جب گواہ نہ لا سکے تو خدا کے نزدیک (بس) یہی جھوٹے ہیں انتہی اس سے ظاہر ہے کہ ایسے دعووں پر معتبر گواہوں کی ضرورت ہے ورنہ قابل التفات نہیں۔ مرزا صاحب دعوی نبوت پر جو مصنوعی گواہ پیش گوئیاں وغیرہ پیش کرتے ہیں جو کاہن رمال نجومی بھی کیا کرتے ہیں وہ اس قابل نہیں کہ اس معاملہ میں گواہ سمجھے جائیں۔ کتاب المختار فی کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ: بعض دوائیں ایسی بھی ہیں کہ اگر آدمی سونے کے وقت ان کا بخور لے تو آئندہ کے واقعات خواب میں معلوم ہوتے ہیں جھوٹے دعوی کرنے والے اس قسم کی تدابیر سے پیش گوئیاں کیا کرتے ہیں۔

ہر مدعی پر بدگمانی کی ضرورت

قرآن وحدیث واجماع وغیرہ سے جو ثابت ہے کہ مدعی کچھ بھی دعوی کرے اس سے گواہ طلب کئے جائیں یہ امر ہمارے دعوی پر گواہ صادق ہے کہ کسی مدعی پر حسن ظن نہ کیا جائے پھر جب خود دعوی اس قسم کا ہو کہ سرے سے دین ہی اس کو قبول نہیں کرتا تو حسن ظن وہاں کیونکر درست ہوگا اس قسم کے دعووں پر نہ گواہ طلب کرنے کی حاجت ہے نہ ان کی گواہی مقبول ہوسکتی ہے ان دعوؤں میں کیسی ہی ملمع سازیاں کی جائیں بدگمانی واجب ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں الحزم سوء الظن جس کا مضمون سعدی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

نکہدارد آن شوخ در کیسہ دُر — کہ داند ہمہ خلق راکیسہ بُر

اہل ایمان جانتے ہیں کہ ایمان کیسا در بے بہا ہے جب ایک پتھر کی حفاظت کے واسطے عقل عام بدظنی پر آمادہ کردیتی ہے تو اس گوہر بے بہا کی حفاظت کے لئے کس قدر بدگمانی کی ضرورت ہے ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ ایمان ایک پتھر کے برابر بھی نہیں سمجھا گیا۔

دین میں تفرقہ ڈالنے والوں کی سزا

دین میں بہتر (۷۲) فرقے جو ہوئے جن کا ناری ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے سب کا وجود و بقا اسی حسن ظن ہی کی بدولت ہوئی اگر کسی بانیٔ مذہب پر حسن ظن نہ کیا جاتا تو نہ اوروں کے حوصلے بڑھتے نہ کسی کا خیال اس طرف متوجہ ہوتا۔

دیکھئے یہ حدیث صحیح ہے عن عرفجة قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: سيكون هنات وهنات فمن أراد أن يفرق أمر هذه الأمة وهو جميع فاضربوه بالسيف كائناً من كان۔ رواه مسلم یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے کہ شر و فساد ہوں گے سو یاد رکھو کہ جو کوئی اس امت کے اجتماعی حالت میں تفرقہ ڈالنا چاہے اس کو تلوار سے قتل کر ڈالو انتہی کیا اچھا ہوتا کہ اگلے زمانہ کے لوگ تفرقہ اندازوں پر حسن ظن نہ کر کے جس طرح اس حدیث شریف نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے ان کو قتل ہی کر ڈالتے جس سے ان مذاہب باطلہ کا نام لینے والا ہی کوئی نہ رہتا اور تمام امت متفق اور ایک دوسرے کی معاون رہتی اور لاکھوں فرق باطلہ کے لوگ دوزخ سے محفوظ رہتے الحاصل اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ بے موقع حسن ظن نے اسلام میں بڑی بڑی رخنہ اندازیاں کیں مگر افسوس ہے کہ ہمارے برادران دینی اب تک ہوشیار نہیں ہوئے اور اس مقولہ پر غور نہ کیا من جرب المجرب حلت به الندامة - روح البیان و روح المعانی وغیرہ تفاسیر میں یہ روایت ہے عن الحسن البصری قال: كنا فی زمان الظن بالناس حرام و انت الیوم فی زمان اعمل و اسکت و ظن بالناس ما شئت یعنی ہم نے ایسا زمانہ بھی دیکھا ہے کہ بدگمانی اس وقت حرام تھی اس لئے کہ عموماً صلحاء اور سب سے آثار خیر نمایاں تھے اور اب وہ زمانہ آ گیا کہ اپنی ذات سے عمل کر کے ساکت رہو اور جس پر جو چاہو گمان کرو کیونکہ لوگوں سے ایسے ہی افعال صادر ہو رہے ہیں جن سے بدگمانی کو موقع ملتا ہے۔

دیکھئے جب پہلی صدی کے اواخر کا یہ حال ہو تو چودھویں صدی کا کیا حال ہوگا حسن بصریؒ کے قول

سے مستفاد ہے کہ جس کا خبث باطن ظاہر ہونے لگے تو اس عالم میں اس کو اتنی سزا تو ضرور ہے کہ اس کے ساتھ بدگمانی کی جائے کسی شاعر نے لکھا ہے۔

خیانتہائے پنہاں میکشد آخر برسوائی　　　　که وزوخانگی راشحنہ در بازار میگیرد

بولس صاحب پر حسن ظن کرنے کا انجام

تاریخ دانوں پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اس بے موقع حسن ظن ہی نے نصاریٰ کے دین کو تباہ کیا اور ایسی چشم بندی کی کہ انیس سو برس سے اب تک کسی کی آنکھ نہ کھلی اس اجمال کی تفصیل اس واقعہ سے ظاہر ہے جو علامہ خیر الدین افندی الوسی نے الجواب الفلیح (ص ۱۲ ۱۳) میں اسلامی اور نصاریٰ کے تواریخ سے نقل کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد جب عیسائیوں کی حقانی پر اثر تقریریں یہود کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے لگیں اور یہودی جوق جوق دین عیسائی قبل کرنے لگے تو بولس جو یہود کا بادشاہ تھا کل عیسائیوں کو شام کے ملک سے خارج کر دیا مگر دیکھا کہ اس سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا اور عیسویت ویسی ہی ترقی پذیر ہے مجبور ہو کر اراکین دولت سے کہا کہ یہ فتنہ روز افزوں ترقی کر رہا ہے اور اس کے فرو ہونے کی کوئی تدبیر نہیں بنتی اب میں ایک رائے سونچا ہوں خواہ وہ اچھی ہو یا بری تم میری موافقت کرو انہوں نے قبول کیا ان سے اس نے معاہدہ لے کر سلطنت سے علحدہ ہو کر عیسوئیوں کا لباس پہن کر ان میں چلا گیا انہوں نے اس حالت میں اس کو دیکھتے ہی خدا کا شکر بجالایا اور بہت کچھ آو بھگت کی اس نے کہا کہ اکابر قوم کو جلد جمع کرو کہ میں کچھ ان سے کہنا چاہتا ہوں سب فوراً جمع ہو گئے اس وقت اس نے یہ تقریر کی کہ جب تم لوگوں کو میں شام سے نکال دیا مسیح نے مجھ پر لعنت کی اور میری سماعت بصارت عقل سب چھین لی جس سے میں اندھا بہرا دیوانہ ہو گیا اس حالت میں مجھے تنبیہ اور یقین ہوا کہ بے شک سچا دین یہی ہے جس پر تم ہو اب بفضلہٖ تعالیٰ اپنے باطل دین اور دنیائے فانی کی سلطنت کو چھوڑ کر تمہاری رفاقت اور فقر و فاقہ کو سعادت ابدی جانتا ہوں اور عہد کر لیا ہوں کہ بقیہ عمر توریت کی تعلیم

اور اہل حق کی صحبت میں بسر کروں آپ صاحبوں سے میری اسی قدر خواہش ہے کہ ایک چھوٹا سا
گھر بنا دو جس میں میں عبادت کیا کروں اور اس میں بجائے بستر راک بچھا دو میں نہیں چاہتا کہ عمر
دو روزہ میں کسی قسم کی آسائش حاصل کروں یہ کہہ کر توریت کی تلاوت اور اس کی تعلیم میں مشغول
ہو گیا۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اگر کسی بستی کا زمیندار ایسے حقانی پر جوش الہامی کلمات کہتا ہے اور
حالت موجودہ بھی کسی قدر اس کی تصدیق کرتی ہو تو طبیعتوں میں ایک غیر معمولی جوش پیدا ہو جاتا
ہے چہ جائیکہ بادشاہ وقت سلطنت ترک کر کے زمرہ فقراء میں داخل ہو جائے اور منشاء اس کا ایک
زبردست الہام بیان کرے جس نے تخت و تاج شاہی سے لباس فقر و بستر خاک پر قانع کر دیا اور
حالت موجودہ بھی ازسرتا پا اس کی تصدیق کر رہی ہو تو پھر اس زمرہ فقراء میں کس کا دل ایسا ہوگا کہ
جان و مال اس پر فدا کرنے پر آمادہ نہ ہو غرض کہ عبادت خانہ فوراً تیار ہو گیا اور اس میں عزلت
اختیار کی دوسرے روز جب سب معتقدین جمع ہوئے تو دروازہ کھول کر باہر نکلا اثنائے تقریر و تعلیم
میں کہا کہ ایک بات میرے خیال میں آتی ہے اگر مناسب سمجھو تو قبول کرو سب ہمہ تن گوش ہو
گئے۔ کہا جتنی جہاں کو روشن کرنے والی چیزیں عالم غیب سے آتی ہیں وہ اللہ کے حکم سے آتی ہیں کیا
یہ بات سچ ہے سب نے کہا ہاں یقیناً سچ ہے۔ کہا میں صبح و شام دیکھتا ہوں کہ آفتاب ماہتاب وغیرہ
سب مشرق کی طرف سے نکلتے ہیں اس لئے میری رائے میں قبلہ بنانے کے لائق مشرق سے بہتر
کوئی سمت نہیں نماز اسی طرف پڑھنا چاہیے سب نے بطیب خاطر آمنا و صدقنا کہہ کر بیت
المقدس کو جو تمام انبیاء کا قبلہ تھا ایک ہی بات میں چھوڑ دیا اس کے بعد وہ اپنے عبادت خانہ میں چلا
گیا اور دو روز تک نہیں نکلا جس سے لوگوں کو سخت تشویش ہوئی تیسرے روز جب معتقدین کا ہجوم
ہوا برآمد ہو کر تعلیم و تقریر شروع کی اثنائے تقریر میں کہا کہ مجھے ایک اور بات سوجھی ہے سب
تحقیق جدید سننے کے تو پہلے ہی سے مشتاق تھے یہ مژدہ سن کر بسمع قبول متوجہ ہو گئے کہا کیا یہ بات
سچ ہے کہ جب کوئی معزز شخص کسی معمولی آدمی کے پاس ہدیہ بھیجے اور وہ قبول نہ کرے تو اس کی کسر

شان ہوتی ہے سب نے کہا بے شک نہایت درجہ کسر شان ہے کہا جتنی چیزیں زمین و آسمان میں ہیں خدائے تعالیٰ نے سب تمہارے ہی لئے بنائی ہیں ایسے ہدیہ کو رد کر دینا یعنی بعض اشیاء کو حرام سمجھنا کیسی گستاخی ہے عقیدت مندی یہی ہے کہ جتنے چھوٹے بڑے حیوانات ہیں سب کو شوق سے کھانا چاہئے سب نے آمنا و صدقنا کہہ کر نہایت کشادہ دلی سے وہ بھی قبول کر لیا اس کے بعد عبادت خانہ سے تین دن تک نہیں نکلا جس سے لوگوں کو سخت پریشانی اور ملاقات کا نہایت شوق ہوا چوتھے روز دروازہ کھول کر مشتاقانِ دیدار کو تسلی دی پھر پوچھا کیا تم نے سنا ہے کہ کوئی آدمی مادر زاد اندھے کو بینا اور ابرص کو چنگا اور مردوں کو زندہ کیا ہے لوگوں نے کہا ممکن نہیں کہا دیکھو مسیح یہ سب کام کرتے تھے اس لئے میں تو یہی کہوں گا کہ مسیح آدمی نہ تھا خود اللہ تعالیٰ تھا جو چند روز تم میں ظاہر ہو کر چھپ گیا یہ سنتے ہی خوش اعتقادوں کے نعرے آمنا و صدقنا کے ہر طرف سے بلند ہوئے اور سوائے معدودی چند کے سب نے بالاتفاق کہہ دیا کہ بے شک مسیح آدمی نہ تھا غرض تین ہی معرکوں میں اس نے میدان مار لیا اور سب کو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ط (حج:۱۱) کا مصداق بنا کر ایک نئی سلطنت قائم کر لی حیرت کا مقام یہ ہے کہ اُن سادہ لوحوں نے یہ بھی نہ پوچھا کہ حضرت آپ کو عیسائی ہونے کا دعویٰ ہے پھر یہ مخالف باتیں کیسی آخر ہم بھی اپنے نبی کے کلام اور ان کے طریقے سے واقف ہیں کبھی اس قسم کی بات ان سے نہیں سنی اور اگر یہ الہامات ہیں تو جس نبی کے امتی ہونے کا دعویٰ ہے اس کے طریقے کے مخالف الہام کیسے۔ بہر حال جدت پسند طبائع حسن ظن کر کے اس کے مکر و تزویر کے دام میں پھنس گئے۔ مگر ایک شخص کامل الایمان جس کا شمار اُن لوگوں میں تھا۔ جس کو اُس زمانے کی اصطلاح میں لکیر کے فقیر کہتے ہیں۔ اُٹھ کھڑا ہوا اور سب کو مخاطب کر کے کہا تم پر خدا کی مار اتنا بھی نہیں۔ سمجھتے کہ یہ کمبخت تمہارا دین بگاڑنے کو آیا ہے ہم نے خود مسیح علیہ السلا کو دیکھا ہے کبھی اُن سے اس قسم کی باتیں نہیں سنیں مگر ایک شخص کی بات نقار خانے میں طوطی کی آواز تھی کسی نے نہ سنی آخر وہ بزرگ اپنے چند رفقاء کو لے کر علیحدہ ہو گئے

نصاریٰ کو اس شخص پر حسن ظن اس قدر ہے کہ اب تک اس کو بولوس مقدس لکھتے ہیں۔ دیکھئے اسی حسن ظن کا اثر ہے کہ ان کو قطعی کافر بنا دیا اس میں شک نہیں کہ اُس کی ظاہری حالت قابل حسن ظن تھی۔ مگر اس قسم کے اقوال کے بعد ایسے شخص پر حسن ظن رکھنا کیا کسی نبی کی شریعت میں جائز ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جس چیز کا انجام کفر ہو وہ اگر کفر نہیں تو گناہ کبیرہ تو ضرور ہوگی۔ اسی وجہ سے یہ قاعدہ مسلم ہے کہ مقدمۃ الحرام حرام ہر چند اس زمانے کے لوگوں نے دھوکا کھایا مگر ادنیٰ تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سبب قوی تھا اس لئے کہ انہوں نے دیکھا کہ بادشاہ وقت دین کا دشمن اپنے نبی کے معجزے سے ایمان ظاہر کر رہا ہے اور اسکی حالت بھی گواہی دے رہی ہے۔ کہ جب تک باطنی نور کا اثر اس کے دل پر نہ ہو ممکن نہیں کہ سلطنت چھوڑ کر فقر و فاقے کی مصیبتیں برداشت کر سکے اس قسم کے مکروں پر مطلع ہونا سوائے اہل بصیرت کے ہر کسی کا کام نہیں مگر حیرت یہ ہے کہ بولس صاحب نے جن باتوں کے جمانے کے لئے سلطنت چھوڑی تھی۔ مرزا صاحب اسی قسم کی باتوں کی بدولت ایک ایک قسم کی سلطنت حاصل کر رہے اور لاکھوں روپے کما رہے ہیں اقتضائے زمانہ اسے کہتے ہیں کہ باوجودیکہ عقل و فراست آجکل ترقی پر ہے اور قدیم لوگ بے وقوف سمجھے جاتے ہیں مگر بہت سے عقلمندوں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا صاحب کیا کر رہے ہیں اس کی نظیریں اسلامی دنیا میں بھی بہت سی موجود ہیں جو تاریخ دانوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

اسحٰق اخرس کا حال

کتاب المختار میں علامہ جوہری نے لکھا ہے کہ: سفاح کے زمانے میں ایک شخص جس کا نام اسحاق تھا اصفہان میں آکر سخت مفسدہ برپا کیا یہ شخص مغرب کا رہنے والا تھا اُسی طرف وہ قرآن توریت انجیل زبور وغیرہ کتب آسمانی پڑھ کر جمیع علوم مروجہ کی تحصیل اور اکثر السنہ اور اقسام کے خطوط کی تکمیل کر کے اصفہان میں آیا اور دس برس تک ایک مدرسے میں مقیم رہا۔ اس مدت میں نہ کوئی کمال ظاہر کیا نہ کسی سے بات کی یہاں تک کہ اخرس یعنی گنگا مشہور ہوگیا۔ مگر معرفت

سب سے پیدا کرلی۔ پھر ایک رات ایک قسم کا روغن تیار کر کے اپنے منہ پر ملا اور دو شمع خاص قسم کے روشن کیئے۔ جن کی روشنی میں چہرے کا روغن ایسا چمکنے لگا کہ جس سے نگاہ خیرہ ہوتی تھی۔ پھر تین چیخیں ایسی ماریں کہ سب مدرسے کے لوگ چونک پڑے اور آپ نماز میں مشغول ہو کر نہایت تجوید اور عمدہ لہجے سے باآواز بلند قرآن پڑھنے لگا۔ مدرسین اور اعلیٰ درجے کے طلبا نے جب دیکھا کہ وہ گنگا نہایت فصیح ہو گیا۔ اور چہرہ ایسا پر انوار ہے کہ نگاہ نہیں ٹھہر سکتی اس قدرت خدا کے مشاہدہ سے صدر مدرس تو بیہوش ہو گئے۔ اور دوسرے لوگ سکتے کے عالم میں تھے جب افاقہ ہوا تو صدر مدرس صاحب نے خیال کیا کہ یہ قدرت خدا کا نیا تماشہ اگر عمائد بلد بھی دیکھیں تو اچھا ہوگا۔ مدرسے کے دروازے پر جب آئے تو وہ مقفل تھا اور کلید مفقود کسی تدبیر سے باہر نکلے وہ آگے اور تمام فقہاء ان کے پیچھے پیچھے قاضی شہر کے مکان پر آئے وہ اس ہجوم اور چیخم چاخ سے بدحواس باہر نکل آئے اور اس عجیب وغریب واقعے کو سن کر وزیر کو اطلاع دی غرض کہ تمام شہر میں اُس رات ایک ہنگامہ تھا۔ ہر طرف سے جوق جوق لوگ چلے آرہے تھے کہ چلو قدرت خدا کا تماشہ دیکھو۔ چنانچہ وزیر و قاضی وغیرہ معززین شہر مدرسے کے دروازے پر آئے دیکھا تو دروازہ بند ہے کسی نے پکار کر کہا حضرت آپ کو اسی خدا کی قسم ہے جس نے آپ کو یہ درجہ عطا فرمایا خدا کے لئے دروازہ کھولئے اور مشتاقانِ دیدار کو اپنے جمال باکمال سے مشرف فرمایئے۔ اس نے کوئی تدبیر ایسی کی کہ قفل گر پڑے مگر بظاہر باآواز بلند کہا اے قفلو کھل جاؤ اس کی آواز کے ساتھ قفلوں کے گرنے کی آواز نے لوگوں کے دلوں پر عجیب قسم کی تاثیر کی کہ سب خائف و ترسان ہو گئے اور دروازہ کھول کر کمالِ ادب سے روبرو جا بیٹھے قاضی صاحب نے جرأت کر کے پوچھا کہ اس واقعہ حیرت انگیز سے تمام شہر گرداب اضطراب میں ہے اگر اس کی حقیقت بیان فرمائی جائے تو سب پر منت ہوگی کہا چالیس روز سے مجھے کچھ آثار نمایاں ہو رہے تھے۔ آخر یہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اسرار خلق مجھ پر علانیہ منکشف ہو گئے تھے مگر میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ آج رات ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے مجھ کو جگا کر انہوں نے نہلایا

اُس کے بعد مجھ پر نبوتی سلام اس طور سے کہا کہ السلام علیک یا نبی اللہ مجھے خوف ہوا کہ معلوم نہیں اس میں کیا ابتلاء ہے اس لئے جواب سلام میں میں پس وپیش کرر ہا تھا کہ اُن میں سے ایک نے مجھ سے کہا افتح فاک باسم اللہ الازلی یعنی بسم اللہ کہہ کر منہ تو کھولو میں نے منہ کھول دیا اور دل میں باسم اللہ الازلی کو مکرر کرتا رہا انہوں نے ایک سفید سی چیز میرے منہ میں رکھدی۔ یہ تو معلوم نہیں کہ وہ چیز کیا تھی۔ مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ وہ برف سے زیادہ سرد اور شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھی۔ اس کے حلق سے نیچے اُترتے ہی میری زبان گویا ہوگئی اور ابتدائً میری زبان سے یہی نکلا اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمد رسول اللہ۔ یہ سن کر فرشتوں نے کہا تم بھی رسول اللہ برحق ہو میں نے کہا اے بزرگوار و یہ کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا اللہ نے تم کو نبی بنا کر اس قوم میں مبعوث کیا ہے میں نے کہا یہ کیسی بات ہے۔ حق تعالیٰ نے تو ہمارے سید روحی فداہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت خاتم النبیین فرما دیا ہے انہوں نے کہا یہ سچ ہے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُن انبیاء کے خاتم تھے جن کی ملت اور شریعت دوسری تھی تم اس ملت کے نبی ہو یعنی تمہاری نبوت ظلی ہے مستقل نہیں میں نے کہا مجھ سے تو یہ دعویٰ کبھی نہ ہو سکے گا اور نہ میری کوئی تصدیق کرے گا۔ کیوں کہ میرے پاس کوئی معجزہ نہیں انہوں نے کہا جس نے تمہیں گنگا پیدا کر کے ایک مدت کے بعد فصیح بنا دیا۔ وہ خود تمہاری تصدیق لوگوں کے دلوں میں ڈال دے گا۔ تمہیں اس سے کیا کام اور معجزات بھی لیجئے جتنی آسمانی کتابیں تمام انبیاء پر نازل ہوئیں سب کا علم تمہیں دیا گیا اور کئی زبانیں اور کئی قسم کے خطوط تم کو عطا کئے گئے پھر انہوں نے کہا کہ قرآن پڑھو میں نے جس طرح نازل ہوا پڑھ کر ان کو سنا دیا۔ پھر انجیل پڑھوائی وہ بھی سنا دی پھر توریت وزبور وصحف پڑھنے کو کہا وہ بھی سنا دی اور ان کتابوں کا القا جو میرے دل پر ہوا اس میں کوئی تصحیف تحریف اور اختلاف قرأت کی آمیزش نہیں تھی بلکہ جس طرح منزل من اللہ ہوئی ہیں بلا کم وبیش اسی طرح میرے دل میں ڈالی گئیں جس کی تصدیق فرشتوں نے بھی کی۔ پھر ملائکہ نے کل کتب سماویہ مجھ سے سن کر کہا قم فانذر الناس یعنی اب اٹھو اور لوگوں کو خدا سے ڈراؤ یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور میں نماز میں مشغول

ہو گیا۔اس وقت انوار وتجلیات جو میرے دل پر نازل پر ہو رہے تھے ان کا یہ عالم تھا کہ کچھ بیان نہیں کرسکتا غالباً اُس کے کسی قدر آثار چہرے پر بھی نمایاں ہو گئے ہوں گے۔اوراب تک بھی محسوس ہوتے ہونگے یہ تو میری سرگذشت تھی اب میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ جس نے خدا پر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پھر مجھ پر ایمان لایا اس کو تو نجات ملی اور جس نے میری تکذیب کی اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو بھی معطل کر دیا اور وہ کافر ہے اگرچہ علماء اور سمجھدار لوگوں نے اُس کی تصدیق نہ کی ہوگی۔لیکن پھر بھی ظاہر پرست اتنے اس کے مرید ہو گئے کہ سلطنت کا مقابلہ کر کے بصرہ وعمان وغیرہ تک قبضہ کر لیا ہر چند آخر میں مارا گیا لیکن اُس کی اُمت اب تک عمان میں موجود ہے اخرس کو دس بیس برس تو محنت کرنی پڑی مگر رائے بڑی پختہ تھی آخر باطل قیاسوں سے نتیجہ خاطر خواہ نکال ہی لیا کہ ایک ہی رات میں حسن ظن کی روح ایسی پھونک دی کہ بات بات پر آمنا و صدقنا کی آواز بلند ہونے لگی۔بقول مرزا صاحب یہ عقلی معجزہ تھا اور کس زور کا تھا کہ ایک ہی رات میں اس نے اپنا سکہ جمالیا دس برس گنگا رہنے کی مشقت اس کو اس وجہ سے اٹھانی پڑی کہ اُس زمانے میں خارق العادت معجزے قابل اعتبار سمجھے جاتے تھے مرزا صاحب نے عقلی معجزے نکال کر اس مشقت کو بھی اٹھادی اس نے الہام کی عزت ثابت کرنے کے لئے دس سال کی مشقت گوارا کی مرزا صاحب نے یہ مدت براہین احمدیہ کی تالیف اور اعتبار بڑھانے میں صرف کی۔جس سے اُن کے الہاموں کی عزت ہونے لگی۔

خورستانی کا حال

تاریخ دول اسلامیہ میں لکھا ہے کہ: ایک شخص خوزستان سے سواد کوفہ میں آکر ایک مدت تک ریاضت میں مشغول رہا۔یہاں تک کہ کثرت صوم وصلوٰۃ وعبادات سے اقران ومعاصرین پر اس کی فوقیت مسلم ہوگئی اس کے زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ صرف بوریا بن کر گذراوقات کرتا۔اور کسی سے کچھ نہ لیتا اور وعظ ونصائح کی پرزور تقریروں کی یہ کیفیت کہ سامعین کے

دلوں کو ہلا دیتا۔غرض کہ ہر طرح سے معتقدین کے دلوں پر جب پورا تسلط کرلیا اور حسن ظن کا اندازہ کر کے دیکھ لیا کہ اب ہر بات چل جائے گی۔تو پہلے تمہید التقلید کا مسئلہ چھیڑا کہ دین میں اس کی کوئی ضرورت نہیں اس کی تسلیم کے بعد کہا کہ اجماع بھی کوئی چیز نہیں۔پھر احادیث میں وہی کلام کیا جو آج کل ہو رہا ہے۔جب اُس پر بھی سب نے آمنا وصدقنا کہہ دیا تو بطور امتحان چند مسائل معمولی نماز وروزہ کے ایسے بیان کئے جو مخالف اجماع واحادیث تھے معتقدین نے اسی پر عمل شروع کر دیا۔اس امتحان کے بعد بطور راز کہا کہ دیکھو حدیث من لم یعرف امام زمانه کے رو سے امام زماں کو معلوم کرنا نہایت ضروری امر ہے مگر یاد رکھو کہ امام زماں کا خاندان نبوت اور اہل بیت سے ہونا ضرری ہے اور وہ قریب میں نکلنے والے ہیں الحاصل ان کو امام زمان کا مشتاق بنا کر شام کو چلا گیا۔وہاں بھی اسی تدبیر سے لوگوں کو امام زماں کا مشتاق اور منتظر بنا دیا۔جب ایک وسیع ملک امام زماں کا مشتاق اور منتظر ہو گیا تو اس کے قرابتداروں سے ایک شخص جس کا نام ذکرویہ یحییٰ تھا اپنے تئیں محمد بن عبداللہ ابن اسمٰعیل ابن امام جعفر صادق مشہور کر کے مہدویت کا دعویٰ کیا۔لوگ تو منتظر ہی تھے اور دیکھا کہ نام بھی وہی ہے جو احادیث میں وارد ہے انکو مہدی موعود کا مل جانا ایک نعمت غیر مترقبہ تھا غرض کہ حسن ظن والوں کا ایک لشکر عظیم جمع ہو گیا اور مہدی موعود صاحب نے اپنے معتقدین کو لوٹ کھسوٹ پر لگا دیا اور مکہ معظّمہ میں اس قدر مسلمانوں کی خونریزی کی کہ کسی تاریخ میں اُس کی نظیر نہیں مل سکتی یہ وہی فتنۂ قرامطہ ہے۔جس سے تواریخ کے جزو کے جزو سیاہ ہیں دیکھ لیجئے اس فتنے کی بنیاد اسی حسن ظن پر تھی جو خوزستانی کے تقدس پر کیا گیا تھا۔مرزا صاحب کے تقدس کا اثر بھی کچھ کم نہیں آپ کے جراحات جو التیام پذیر نہیں قرامطہ کے جراحات سنان سے کم نہیں اگر وہاں جسمانی قتل تھا تو یہاں روحانی ہے۔عن ابن مسعود و عبداللہ بن غافر و ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہم قالوا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لعن المؤمن کقتله۔ رواه الطبرانی والخرائطی کنز العمال صفحہ (۱۲۵) جلد (۲) یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان

پر لعنت کرنا گویا اس کو قتل کرنا ہے انتہیٰ ۔اب دیکھئے کہ مرزا صاحب کا لشکر لعن مسلمانوں کو برابر قتل کررہا ہے یا نہیں۔ چونکہ امام مہدی علیہ السلام کا قیامت کے قریب تشریف فرما ہونا حد تواتر کو پہنچ گیا ہے۔اور اسلام کے مسلمہ مسائل سے ہے جس کی وجہ سے ہر زمانہ میں لوگ مہدویت کا دعویٰ کرتے رہے۔جس کا حال کتب تواریخ سے ظاہر ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ اہل بیت سے ہوں گے اوران کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا۔اس لئے جن لوگوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا انکو اسکی بھی ضرورت ہوئی کہ اُس نام ونسب کے ساتھ متصف ہوں اسی وجہ سے خوزستانی مذکور نے زکرویہ کا نام محمد بن عبداللہ بتلایا اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اس کا ہونا بیان کیا۔اگر مہدویت کے لئے اس نام ونسب کی ضرورت نہ سمجھی جاتی تو اسکو اس جھوٹ کہنے اورنسب سیادت میں داخل کرکے اس کو ملعون بنانے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک مہدی کے لئے یہ نام ونسب لازم ہے۔

خوزستانی کو زکرویہ کا نام ونسب بدلنے کا موقع مل گیا تھا اس لئے کہ جن لوگوں کے روبرو اُس کا حال بیان کیا تھا وہ اُس کو جانتے نہ تھے صرف حسن ظن سے اُس کے بیان کی تصدیق کرلی تھی کہ واقع میں اُس کا نام ونسب وہی ہوگا جو وہ کہہ رہا ہے مرزا صاحب کو نام ونسب بدلنے کا موقع نہ ملا اس لئے کہ قادیان کے لوگ اُن کو جانتے تھے۔اس وجہ سے انہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ احادیث میں جو نام ونسب امام مہدی علیہ السلام کا وارد ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ نام غلام احمد ہو اور مرزا ہوں مگر مہدی ضرور ہیں چنانچہ ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے لائق ہو جاؤ گے تو محمد بن عبداللہ ظہور کریگا جو مہدی ہے۔واضح رہے کہ یہ دونوں وعدے کہ محمد بن عبداللہ آئے گا یا عیسیٰ بن مریم آئے گا دراصل اپنی مراد ومطلب میں ہم شکل ہیں محمد بن عبداللہ کے آنے سے مقصود یہ ہے کہ جب دنیا ایسی حالت میں ہوجاے گی جو اپنی درستی کے لئے سیاست کی محتاج ہوگی تو اُس

وقت کوئی شخص مثیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوکر ظاہر ہوگا۔ اور یہ ضرور نہیں کہ در حقیقت نام محمد بن عبداللہ ہو بلکہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل بنکر آئے گا۔

یہ بھی غنیمت ہے کہ مرزا صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ جن حدیثوں میں مہدی کا وعدہ ہے اس میں انکا نام محمد بن عبداللہ ہے اب اُن حدیثوں کو دیکھئے جن میں مہدی علیہ السلام کے آنے کا وعدہ ہے کنز العمال کی کتاب القیامت میں بکثرت روایات موجود ہیں جن میں یہ الفاظ مذکور ہیں کہ **قال النبی ﷺ: ابشروا بالمهدی رجل من قریش من عترتی یواطی اسمه اسمی و اسم أبيه اسم أبی: مولده بالمدينة اكحل العينين براق الثنايا فی وجهه خال**۔ وغیرہ یعنی تمہیں بشارت ہے کہ مہدی ایک شخص قبیلہ قریش سے میری عترت اور اہل بیت میں ہوں گے۔ ان کا نام میرے نام کے مطابق اور ان کے باپ کا نام میرے والد کے نام کے مطابق ہوگا ان کی آنکھیں سرمگیں اور دانت چمکتے ہوئے ہوں گے اور چہرے پر اُن کے ایک خال ہوگا اور اسکے سوا اور بہت سی علامات احادیث میں مذکور ہیں جو آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ لکھی جائیں گی اب دیکھئے کہ مرزا صاحب نہ قریشی ہیں نہ سید نہ اُن کا نام محمد بن عبداللہ ہے نہ اور علامتیں ان میں پائی جاتی ہیں باوجود اس کے کہے جاتے ہیں کہ میں مہدی موعود بھی ہوں اور ان سب علامات کو بالائے طاق رکھ کر کہتے ہیں کہ کسی بات کی ضرورت نہیں مطلب ان احادیث کا یہی ہے کہ مہدی وہ شخص ہوگا جس کا نام غلام احمد قادیانی ہوگا اور مغلوں کی نسل سے ہوگا۔

مرزا صاحب نے ناموں میں تصرف کرنے کا طریقہ ابو منصور سے سیکھا ہے جس نے صلوۃ۔ صوم وحج وزکوۃ اور نیز میتہ اور خنزیر وغیرہ کو چند آدمیوں کے نام قرار دئے تھے اور اس سے مقصود اس کا یہ تھا کہ نماز وروزہ وحج وزکوۃ جو مشہور ہیں ان کی کوئی اصل نہیں اور نہ خمر وخنزیر وغیرہ حرام ہیں الحاصل مرزا صاحب کی کارروائیوں کی نظیریں بہت سی موجود ہیں۔

بہافرید کا حال

الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ میں علامہ ابوالریحان خوارزمیؒ نے لکھا ہے کہ دولت عباسیہ میں ایک شخص جس کا نام بہافرید بن ماہ فروزین تھا نیشاپور کی طرف نکلا اس کا ابتدائی حال یہ ہے کہ وہ سات برس تک غائب رہا چین وغیرہ میں اوقات بسر کرکے واپسی کے وقت چین سے نہایت مہین اور نرم قمیص لایا جو مٹھی میں آسکتا تھا اور رات کے وقت مجوس کے گورستان میں کسی بلند مقام پر چڑھ کر بیٹھ رہا جہاں اُس کے علاقے کی زمین تھی۔ صبح ایسے وقت اُس مقام سے اترا کہ کسان جو اسی کا علاقہ دار تھا وہاں موجود تھا وہ دیکھتے ہی متعجب ہوگیا کہ یہ بات کیا ہے سات سال سے غائب رہ کر قبرستان سے لباس فاخرہ پہنے ہوئے نکلنا کیسا اس کو تسکین دے کر کہا کہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس مدت میں میں آسمان پر گیا تھا اور اب وہیں سے آرہا ہوں۔ اس عرصے میں مجھے جنت اور دوزخ کی سیر بھی کرائی گئی اور خلعت بھی عنایت ہوئی جو زیب بدن ہے خوب دیکھ ایسا کپڑا ابھی دنیا میں کہیں بن سکتا ہے۔ کسان بے وقوف تو ہوا ہی کرتے ہیں، اُس کی تصدیق کرلی اور اپنا چشم دید واقعہ لوگوں سے بیان کرنے لگا یہاں تک کہ مجوسی اس کے معتقد ہوگئے اس کے بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کرکے کہا کہ مجھ پر وحی بھی اترا کرتی ہے۔ اور نئے نئے احکام جاری کئے جس سے فتنۂ عظیم برپا ہوا اور آخر ابومسلم نے اس کو قتل کردیا۔

دیکھئے حالت ظاہری اور مافوق العادۃ قمیص پر حسن ظن کرنے کا کیسا اثر ہوا کہ نبوت اور وحی سب مسلم ہوگئے۔ اب مرزا صاحب جو اپنی بعض عقلی کارروائیاں پیش کرکے فرماتے ہیں کہ وہ مافوق العادۃ معجزات ہیں کس طرح ایمان لانے کے قابل ہوں۔

مرزا صاحب نے عقلی معجزات کو جو اپنے اجتہاد سے اصلی معجزات کی ایک قسم قرار دی ہے غالباً اُس کا منشا اسی قسم کے معجزے ہیں جو بہافرید جیسے لوگوں سے صادر ہوئے اور لوگوں میں اُن کی بات بھی چل گئی۔ مگر ادنیٰ فہم والا سمجھ سکتا ہے کہ جیسے ان لوگوں کے معجزے عقلی تھے وحی اور

الہام بھی عقلی ہی تھے اس لئے کہ خرق عادت ایسی چیز ہے کہ ساحروں سے بھی صادر ہوا کرتی ہے گو معجزے اور سحر میں زمین و آسمان کا فرق ہے باوجود اس کے ممکن نہیں کہ کسی ساحر کو الہام ہو۔ پھر جب عقلی معجزے دکھانے والوں سے خوارق عادات بھی کھلے طور پر صادر نہیں ہو سکتے جن کا درجہ الہام کے درجہ سے بہت ہی پست ہے تو اُن کو اعلیٰ درجہ کی خصوصیت وحی اور الہام کی کیونکر حاصل ہوسکتی ہے۔

اب غور کیا جائے کہ جس نے کئی سال کی مشقت گوارا کر کے مکر وفریب سے قمیص کو معجزہ قرار دیا ہواُس کی وحی کا کیا حال ہوگا وہ یہ بھی کہتا ہوگا کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں اُس سے باتیں کرتا ہوں اس نے مجھے اپنا خلیفہ بنایا وغیرہ وغیرہ کیونکہ ان باتوں کے بیان کرنے میں جھوٹوں کو کون چیز روکنے والی ہے۔ ایسے لوگوں کو دنیا کمانے کے لئے الہام سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں نہ اس قدر مال ہے کہ تجارت کے ذریعہ سے لاکھوں روپے حاصل کرسکیں نہ ایسی عقل ہے کہ کلیں ایجاد کریں۔ وہ چند سادہ لوگوں پر یہ افسون پڑھ دیتے ہیں کہ خدا کے پاس ہمارے ایسے ایسے مدارج ہیں اور یہ لوگ اس غرض سے ہمارے بھی کچھ کام نکل آئیں گے ان کے دام میں آجاتے ہیں جس سے خسر الدنیا والآخرۃ کا پورا پورا مضمون اُن پر صادق آجاتا ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ جب کسی پر وحی کا اترنا یا الہام کا ہونا تسلیم کرلیا جائے تو پھر یہ حق نہیں رہتا کہ اس کے کسی الہام و وحی کا انکار کیا جائے اس لئے مسلمانوں کو ضرور ہے کہ ہر کس و ناکس کے دعوے الہام و وحی کو تسلیم نہ کریں اور مدعیان الہام ہزار کہیں کہ ہمارا الہام حجت ہے ایک نہ مانیں اور صاف کہدیں کہ ہمارے دین میں الہام غیر پر حجت نہیں قرار دیا گیا ہمارا دین ہمارے نبی ﷺ کے وقت ہی میں مکمل ہوگیا ہے۔ ہمارے لئے قرآن وحدیث اور وہ اقوال ائمہ جو مسائل اجتہادیہ میں قرآن وحدیث سے استنباط کر کے فرمایا ہے وہ بہت کافی ہیں۔

ابن تومرث مدعی نبوت کا حال

فتوحات اسلامیہ میں شیخ دحلانؒ نے تاریخ کامل وغیرہ سے لکھا ہے کہ پانچویں صدی کے اوائل میں محمد ابن تومرث جس کا مولد ومنشا جبل ’’سوس‘‘ تھا اس نے دعویٰ کیا کہ میں سادات حسینیہ سے ہوں اور مہدی موعود بھی ہوں اور مافوق العادۃ امور دکھلا کر کامیاب ہوگیا۔لکھا ہے کہ یہ شخص امام غزالیؒ وغیرہ اکابر علماء سے تحصیل علوم کرکے رمل ونجوم میں بھی دستگاہ حاصل کیا اور تدریس وتعلیم میں مشغول ہوا اس کا علم اور زہد وتقویٰ دیکھ کر شاگردوں اور مریدوں کا مجمع بڑھ گیا اُن میں بحسب مناسبت معنوی وطبعی عبدالمومن وعبداللہ ونشریسی وغیرہ چند اشخاص معتمد علیہ قرار پائے عبداللہ ونشریسی سے جو بڑا افاضل شخص تھا، ابن تومرث نے کہا کہ تم اپنے علوم کو چھپا کر رکھو ایک روز اُن سے معجزے کا کام لیا جائے گا ،اُس نے پیر کا منشا معلوم کرکے اپنے تئیں گنگا اور دیوانہ بنالیا۔میلے کچیلے کپڑے پہن لئے اور اُن پر تھوک بہتا ہوا کچھ ایسی حالت بنالی کہ کوئی نزدیک نہ آنے دے چند روز کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے وہ سب ’’مراکش‘‘ پہنچے دیکھا کہ عورتوں کی ایک جماعت نچروں پر سوار چلی جارہی ہے اُن پر ایسا بلوہ کیا اور نچروں کو مارا کہ ایک عورت جو امیر المسلمین کی بہن تھی گر پڑی۔بادشاہ کو اطلاع ہوئی اور وہ سب بلائے گئے پھر علماء سے مناظرہ ٹھہرا لیکن وہ ان سب کو قائل کردیا۔اُس کے بعد بادشاہ کی طرف متوجہ ہوکر ایسی موثر اور پر جوش تقریر کی کہ بے اختیار بادشاہ کے آنسو ٹپک پڑے اُس مجلس میں مالک بن وہب بھی موجود تھے جو وزیر سلطنت اور عالم متدین تھے انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ آثار وقرائن سے میں دیکھ رہا ہوں کہ اس شخص کو امر بالمعروف سے کچھ تعلق نہیں مقصود تو کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے بہتر یہ ہوگا کہ اس کو قتل ہی کر ڈالا جائے ورنہ دائم الحبس تو ضرور کردیا جائے، چوں کہ امیر المسلمین کو اُس کی تقریر سے حسن ظن ہوگیا تھا اور حاضرین مجلس نے بھی کہا کہ بیچارہ

فقیر کیا کر سکتا ہے اور جس نے بادشاہ کو اپنی تقریر سے رلا دیا اُس کے ساتھ اُسی مجلس میں اس قسم کا سلوک کرنا بالکل بے موقع ہے۔ اس لئے بادشاہ نے وزیر کی رائے کو بدظنی پر محمول کر کے اُس کو کمال اعزاز سے رخصت کیا اور یہ بھی کہا کہ میرے لئے آپ دعائے خیر کیجئے، ابن تومرث اپنی فرودگاہ پر آ کر اپنے مصاحبین سے کہا کہ جب تک مالک بن وہب ہے ہماری بات یہاں کچھ نہ چلے گی اب یہاں رہنا ہمیں مفید نہیں۔ چنانچہ وہ ''سوس'' کی طرف چلا گیا، وہاں اس کی پر جوش تقریروں نے وہ اثر دکھایا کہ ہر طرف سے جوق جوق معتقدین کے آنے لگے جب دیکھا کہ ایک معتدبہ اور کافی مجمع ہو گیا تو اثنائے تقریر میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی ایک ایسا شخص ہوگا کہ زمین کو عدل سے بھر دے گا اور اس کا مقام جہاں سے وہ نکلے گا۔ مغرب اقصیٰ ہے۔ یہ سنتے ہی عبدالمؤمن وغیرہ دس شخص اٹھ کھڑے ہوئے کہ اسوقت وہ سب صفاتِ مہدی سب آپ میں موجود ہیں اور ملک بھی مغرب اقصیٰ ہی ہے، اب آپ کے سوا اور کون مہدی ہو سکتا ہے یہ کہہ کر جھٹ سے بیعت کر لی، پھر کیا تھا حسن ظن والے جوق جوق آتے اور بیعت کو نجات و فلاح دارین کا وسیلہ بنا کر جانبازی پر پروانہ دار مستعد ہو جاتے۔ غرض کہ ایک لشکر کثیر لڑنے مرنے والا تیار ہو گیا، جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس وقت اس کی آنکھ کھلی اور اُس وزیر باتدبیر کی پیش بینی کو نظر انداز کرنے پر بہت کچھ پچھتایا مگر اب کیا ہو سکتا تھا، بہرحال اُس کے مقابلے پر فوج کثیر روانہ کی گئی مہدی چونکہ رمل و نجوم میں ماہر تھا پیش گوئی کی کہ فتح ہم ہی کو ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بادشاہی فوج کو سخت ہزیمت ہوئی اور بہت سی غنیمت ان کے ہاتھ آئی پھر تو حسن ظن اور مریدوں کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے ہمیشہ وہ کم عمر نوجوان لڑکوں کو جنگ پر اُبھارتا مگر معمر اور تجربے کار لوگ اپنے متعلقین کو روکتے رہتے تھے۔ جسکی خبر وقتاً فوقتاً اس کو پہنچتی تھی وہ سوچا کہ کبھی نہ کبھی ان روکنے والوں سے ضرور ضرر پہنچے گا، اور تعجب نہیں کہ یہ دشمن کے ہاتھ گرفتار کرا دیں، قرائن سے اُن لوگوں کی فہرست مرتب کر کے صرف عبداللہ ونشریسی کو اس سے مطلع کیا،

جس کو گنگا اور دیوانہ بنا رکھا تھا ایک روز اُس سے کہا کہ اب تمہارے اظہار کمال کا وقت آ گیا، اور اُس کو تدبیر بتادی چنانچہ جب صبح کی نماز کے لئے مہدی مسجد میں آیا دیکھا کہ ایک شخص نہایت فاخرہ لباس پہنے محراب کے بازو میں کھڑا ہوا ہے، جس کی خوشبو سے مسجد مہک رہی ہے۔ پوچھا یہ کون ہے کہا فدوی ونشریسی ہے کہا یہ حالت کیسی، تم تو گنگے اور دیوانے تھے کہا درست ہے۔ لیکن آج رات عجیب اتفاق ہوا ایک فرشتہ آسمان سے میرے پاس اتر آیا اور میرا دل اولاً شق کیا اور پھر دھو کر قرآن اور مؤطا وغیرہ کتب احادیث وعلوم سے بھر دیا، یہ سنتے ہی مہدی موعود رونے لگے کہ خدا کا شکر کس منہ اور کس زبان سے بیان کروں اوروں کو تو دعائیں مانگنے پر کچھ ملتا ہے، مگر اس عاجز کی سب خواہشیں بغیر دعا کے وہ پوری کرتا ہے اس عاجز کی جماعت میں خدا نے ایسے لوگوں کو بھی شریک کیا ہے، جن پر فرشتے آسمان سے اترتے ہیں، اور جس طرح ہمارے مولیٰ ہمارے سید روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک شق کیا گیا تھا اسی طرح اس عاجز کی جماعت میں ایک ذلیل سے ذلیل شخص کا دل فرشتوں نے شق کر کے قرآن وحدیث اور تمام علوم لدنیہ سے بھر دیا، غرض کہ گریہ کو پر اثر بنانے والی تقریریں کر کے اس فاضل حکیم الامت کی طرف توجہ کی اور کہا بھائی یہ باتیں ایسی نہیں جو بغیر تحقیق کے مان لی جائیں امتحان کی ضرورت ہے چنانچہ مختلف مقامات سے قرآن پڑھنے کو کہا اُس نے نہایت تجوید اور ترتیل سے سب سنا دئے اسی طرح مؤطا وغیرہ کتب کا امتحان لیا گیا سب میں کامیاب نکلا، لوگوں کو اس واقعہ سے یقین ہو گیا کہ یہ مافوق العادۃ بات بے شک معجزہ ہے، غرض کہ اس کارروائی سے حسن ظن والوں کے اعتقاد اور بھی ضرورت سے زیادہ بڑھ گئے اس کے بعد اُس فاضل ونشریسی نے کہا کہ حضور کے طفیل سے حق تعالیٰ نے مجھے ایک بات اور عطا کی ہے پوچھا وہ کیا۔ عرض کیا کہ ایک نور فدوی کے دل میں ایسا رکھ دیا کہ جنتی اور دوزخی کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہوں اور اس نور کے عنایت کرتے وقت حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اس متبرک جماعت میں دوزخیوں کا شریک رہنا نہایت بے موقع ہے اب تم

پہچان کر ایک ایک دوزخی کو قتل کرڈالو اور چوں کہ آدمی کے قتل کا معاملہ قابل احتیاط تھا اس لئے حق تعالیٰ نے تین فرشتے میری تصدیق کے لئے اُتارے ہیں جو فلاں کنویں میں اس وقت موجود ہیں ، یہ سنتے ہی مہدی موعود اس کنویں کی طرف چلے جو ایک وسیع میدان میں تھا ، اور مریدوں کا مجمع بھی ساتھ ہے اور ایسی حالت میں چلے جارہے ہیں کہ چہروں کا رنگ فق مردنی چھائی ہوئی ہے کہ دیکھئے آج کون دوزخ کے ابدی عذاب میں جھونکا جاتا ہے اور دنیا میں ذلت سے قتل ہو کر ہمیشہ کے لئے ننگِ خاندان ٹھہرتا ہے ہر ایک کی آنکھیں ڈبڈبا رہی ہیں زبان سے بات نہیں نکل سکتی ، دل کا یہ عالم کہ یاس وہراس سے گلا جاتا ہے وہ میدان اس وقت عرصۂ قیامت بنا ہوا تھا کہ نہ باپ کو بیٹے کی خبر نہ بھائی کو بھائی کی ہر ایک نفسی نفسی کہہ رہا تھا اور اُدھر تمام قبیلوں میں کہرام مچا ہوا ہے کہ دیکھئے کوئی مرد گھر کی آبادی کے لئے واپس بھی آتا ہے یا سب دوزخ ہی کو آباد کریں گے غرض کہ مہدی موعود اُس کنوئیں پر پہنچے اور ایک دوگانہ ادا کر کے ان ملائکہ سے جو کنوئیں کی تہ میں عالم کو تہ و بالا کرنے کی غرض سے اُترے ہوئے تھے بآواز بلند پوچھا کہ عبداللہ ونشریسی کہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اُس کو دوزخی اور جنتی کی شناخت دے کر حکم دیا ہے کہ دوزخی چن چن کے قتل کئے جائیں کیا یہ بات سچ ہے وہ تینوں مصنوعی فرشتے تو مہدی صاحب کے راز دار تھے جن کو پہلے سے وہ پٹی پڑہائی جاچکی تھی فوراً پکار کر کہہ دیا کہ سچ ہے! سچ ہے!! سچ ہے!!! مہدی صاحب نے دیکھا کہ اگر یہ عالم تحتانی کے فرشتے اوپر آجائیں تو افشائے راز کا اندیشہ ہے اس لئے ان کو عالم بالا ہی میں بھیج دینا مناسب ہوگا ، ونشریسی وغیرہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ کنواں مطہر ملائکہ کے نزول سے متبرک ہو گیا ہے اگر یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو مبادا کوئی نجاست اس میں گرے یا کسی قسم کی بے ادبی ہو جس سے قہر الٰہی کا اندیشہ ہے اس لئے اس کو پاٹ دینا مناسب ہے چنانچہ سب کی رائے سے وہ فوراً پاٹ دیا گیا جو چاہِ بابل کی طرح ان بے گناہ مصنوعی فرشتوں کا ہمیشہ کے لئے محبس ٹھیرا اُس کے بعد دوزخیوں کے قتل کی کارروائی شروع ہوئی ونشریسی جو فہرست مذکور

سے واقف تھا میدان میں کھڑا ہو گیا، مشتبہین کو چن چن کر بائیں طرف اور موافقین کو داہنی طرف کر دیتا تھا اور اصحاب الشمال فوراً قتل کئے جاتے تھے لکھا ہے کہ کئی روز تک یہ کارروائی جاری رہی ہر روز قبیلے قبیلے کے لوگ بلائے جاتے اور ان میں سے دوزخی دوزخ میں پہنچادئے جاتے چنانچہ ستر ہزار آدمی اس طرح مارے گئے جب مشتبہ لوگوں سے میدان خالی ہو گیا تو خالص معتقدین کو لے کر فتنہ وفساد اور ملک گیری میں مشغول ہوا اور دعویٰ مہدویت چوبیس برس تک کرتا رہا پھر مرنے کے وقت عبدالمومن کو اپنا جانشین قرار دیا۔

اہل بصیرت کو اس واقعے سے کئی امور کا ثبوت مل سکتا ہے۔

ایک مدعی عیسویت ومہدویت کا حال

(۱) اس قسم کے مدبر لوگ جن کو مہدویت وغیرہ کا دعویٰ ہوتا ہے پہلے سے اپنے قابو کے مولویوں کو ہمراز وہم خیال بنا رکھتے ہیں جو سب سے پہلے آمنا وصدقنا کہہ کر اپنا مال نثار کر کے خوش اعتقادی کا اعلیٰ درجے کا ثبوت دیتے ہیں جن کے تدین اور تقدس ظاہری کے اعتماد پر غافل اور بھولے لوگ دام میں پھنس جاتے ہیں جیسا کہ فاضل عبداللہ ونشریسی اور عبدالمومن وغیرہ علماء کی جماعت جو امر بالمعروف کے لئے نکلی تھی، اسکی شاہد حال ہے۔ہم حسن ظن سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کی جماعت میں مولوی نورالدین صاحب جن کا لقب حکیم الامت ہے اور مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ افراد علم وفضل وخوش اعتقادی وغیرہ میں ونشریسی سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

(۲) جھوٹوں پر بھی حسن ظن یہاں تک ہوسکتا ہے کہ انکی تقریر خدا ورسول کے کلام سے بھی زیادہ موثر ہوتی ہے۔دیکھئے اُن لوگوں نے اپنے اپنے کنبے کے مسلمانوں کو یہودیوں کی طرح اپنے ہاتھوں قتل کر ڈالا، حالانکہ جعلی مہدی کو نہ ماننے والا کسی مذہب میں مرتد واجب القتل نہیں قرار پا سکتا، مرزا صاحب بھی ایسا ہی اپنے منکروں کو کافر کہتے ہیں، ابن تومرث کو تو فقط مہدویت کا دعویٰ تھا، مرزا صاحب تو مہدی بھی ہیں، عیسیٰ بھی ہیں حارث بھی ہیں اور اور بھی کچھ ہیں۔

(۳) پیشین گوئیاں کرنے والے پہلے سے نجوم و رمل سیکھ رکھتے ہیں جیسا کہ اس مہدی کے حال میں معلوم ہوا تا کہ ان فنون کے ذریعہ سے موقع موقع پر پیشگوئیاں کر دی جائیں اگر کوئی خبر صحیح نکلی تو معجزہ ہو گیا ورنہ تاویل کرنی کونسی بڑی بات ہے جیسا کہ اتھم وغیرہ سے متعلق پیشگوئیوں میں مرزا صاحب نے کی۔

(۴) مرزا صاحب کا بڑا استدلال جس کو بار بار لکھتے ہیں یہ ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوتا تو اس قدر مہلت نہ ملتی۔ اس واقعہ سے اس کا جواب بھی ہو گیا کہ مہدی مذکور کو چوبیس برس تک مہلت ملی اور مرزا صاحب کے خروج کو اب تک چوبیس سال نہیں گذرے۔

(۵) مہدی مذکور نے مشتبہ لوگوں کے دوزخی ہونے پر آسمانی حکم پہنچایا تھا اور اس کی تصدیق فرشتوں سے کرائی ،مگر مرزا صاحب نے دیکھا کہ اس تکلف کی بھی اس زمانے میں ضرورت نہیں فقط الہام ہی پر کام چل سکتا ہے کیوں کہ اس زمانے میں حسن ظن کا مادہ پختہ ہو گیا ہے۔ اس لئے اس قسم کے تصنع کی ان کو ضرورت نہ ہوئی ،قل یا ایھا الکفار والے الہام سے خدا کا حکم پہنچا دیا کہ سب مسلمان کافر ہو گئے، نعوذ باللہ من ذلک۔

(۶) اس مسیح مہدی موعود نے مشتبہ لوگوں کو قتل کر کے اپنی جماعت کو ممتاز کر لیا تھا، مرزا صاحب نے اپنی امت کے معاہد مسلمانوں سے علیحدہ کر کے اُن کو ممتاز کر لیا، اس مہدی نے مسلمانوں کو مار ڈالا تھا، مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ کے نزدیک مردے ہیں اُن کے پیچھے نماز درست نہیں مطلب یہ کہ اگر قتل نہیں کر سکتے تو کم سے کم وہ لوگ مردے تو سمجھ لئے جائیں غرض کہ مرزا صاحب نے حتی المقدور متقدمین کے طریقے سے انحراف نہ کیا۔

(۷) بے ایمان جعل سازیوں کو معجزے قرار دیا کرتے ہیں جیسے ابن تومرث نے ونشریسی سے کہا کہ تمہارے علم سے معجزے کا کام لیا جائے گا۔ مرزا صاحب نے یہیں سے عقلی معجزہ نکالا کہ ایسے بڑے مہدی نے ان کارروائیوں کا نام معجزہ رکھا۔

فتوحات اسلامیہ میں لکھا ہے کہ ۱۰۷۲ھ میں ایک یہودی نے مسیح ہونے کا اور ایک مسلمان نے مہدویت کا دعویٰ کیا تھا۔ چونکہ یہود کی کتابوں میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ ایک نبی پیدا ہوں گے جو خاتم الانبیاء ہیں اور ان کے اسلاف نے عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ مانا اس لئے وہ اُس نبی کے منتظر ہیں اس یہودی کو دعویٰ عیسویت میں یہ پیش نظر تھا کہ یہودی نبی معہود سمجھ جائیں اور مسلمان مسیح موعود چنانچہ مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ آنے والے عیسیٰ آخر بنی اسرائیلی ہیں اور میں بھی بنی اسرائیلی ہوں اور اب تک کسی کا دعویٰ عیسویت ثابت نہ ہوا۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں عیسیٰ موعود ہوں اس لئے میرا دعویٰ قابل تسلیم ہے۔ اور یہود سے کہا کہ آخر ایک نبی کا آنا مسلم اور ضروری ہے جس کی خبر موسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اور مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے اور معجزات بھی مجھے دئے گئے ہیں۔ چنانچہ بعض امور مافوق العادۃ از قسم طلسمات وغیرہ خوارق عادات ظاہر کرتا تھا اور نہایت وجیہہ اور فصیح ہونے کی وجہ سے دور دور سے لوگ اس کے پاس آتے اور اس کی پرزور تقریریں ان پر جادو کا کام کرتیں۔ چنانچہ ایک مجمع کثیر معتقدین کا اس کے ساتھ ہو گیا جب وہ قسطنطنیہ جانا چاہا تو فتنہ کے خوف سے صدر اعظم نے حکم دیا کہ اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ جہاز ہی میں گرفتار کیا گیا مگر معتقدین کی یہ حالت تھی کہ جوق جوق آتے اور نذرانے دے دے کر قید خانے میں اس کے پابوسی کے لئے جانے کی اجازت حاصل کرتے۔ خلیفۃ المسلمین سلطان محمد نے اپنے روبرو اس کو بلوا کر کچھ پوچھا جس کا جواب ٹوٹی پھوٹی ترکی میں دیا بادشاہ نے کہا مسیح وقت کو اتنا تو چاہیئے کہ ہر زبان میں فصیح گفتگو کرے۔ پھر پوچھا بھلا کچھ عجائب اور خوارق عادات بھی تجھ سے صادر ہوتے ہیں کہا کبھی کبھی۔ کہا تیری مسیحائی میں آزمانا چاہتا ہوں۔ یہ کہکر حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتار لو۔ دیکھیں بندوق اس پر کار کرتی ہے یا نہیں۔ اگر سچا مسیح ہے تو اس کو کچھ نہ ہوگا یہ سنتے ہی جھک گیا اور کمال عجز سے عرض کی کہ میرے خوارق عادات میں یہ قوت نہیں کہ گولی کے حرق وخرق سے مجھے بچا سکیں بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دیا جب دیکھا کہ نجات کی کوئی صورت نہیں اور

مسیحائی نے جواب دے دیا تو بادشاہ کے قدموں پر گر کر توبہ کی اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کر کے صدق دل سے مسلمان ہوگیا چنانچہ اس بزرگوار کے اسلام کا یہ اثر ہوا کہ صدہا یہود اس کی مدلل تقریروں سے مشرف باسلام ہوئے۔ اب مہدی صاحب کا حال سنئے وہ بھی قسمت کے مارے گرفتار ہوکر اسی بادشاہ کے پاس آئے بادشاہ نے اسی قسم کے سوالات کئے جواب سے عاجز تو ہوا مگر توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ سعادت وشقاوت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یہودی کے حق میں تو دعویٰ عیسویت باعث نجات ہوا اور مسلمان کے لئے دعویٰ مہدویت باعث ہلاک خدا کی قدرت ہے اس واقعہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی بڑا ہوشیار شخص تھا اس نے یہ سوچا کہ بتواتر ثابت ہے کہ امام مہدی صاحبِ حکومت وفوج ہوں گے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام صرف دجال کے قتل کے واسطے آئیں گے اور چونکہ وہ بنی اسرائیل سے ہیں اس مناسبت سے یہودی کا مسیح ہونا موزوں ہے۔ اگر داؤ چل گیا تو سلطنت اپنی ہے۔ یہودی کو اس وقت نکال دینا کونسی بڑی بات ہے۔ غرضکہ احادیث کے لحاظ سے اُس مہدی کو مسیح جعلی کی تلاش کی ضرورت ہوئی تاکہ یہ کوئی نہ کہے کہ اگر آپ مہدی ہیں تو مسیح کہاں مرزا صاحب نے یہ جھگڑا ہی مٹا دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود بھی میں ہوں اور مہدی موعود بھی میں ہی ہوں اور جو احادیث صحیحہؑ سے اور اجماع سے ثابت ہے کہ مسیح اور ہیں اور مہدی اور سو وہ قابل اعتبار نہیں۔

اب اہل انصاف غور کر سکتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین کی بدگمانی مسلمانوں کے حق میں مفید ثابت ہوئی یا معتقدین کا حسن ظن۔

مغیرہ بن سعید عجلی کا حال

ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ مغیرہ ابن سعید عجلی جس کی نبوت کا قائل فرقہ مغیریہ ہے اس کا دعویٰ تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں اور اس سے مردوں کو زندہ کرسکتا ہوں اور اقسام کے نیر نجات وطلسمات دکھا کر لوگوں کو اپنا معتقد بنالیا کنایۃً اس کا دعویٰ تھا کہ میں نے خدا کو دیکھا ہے۔

عبدالکریم شہرستانیؒ نے ملل ونحل میں لکھا ہے کہ پہلے اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں امام زماں ہوں اُس کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور منجملہ اور تعلیمات کے مریدوں کو اس کی یہ تعلیم بھی تھی کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ﴿۷۲﴾ (الاحزاب) اس کا مطلب یہ ہے کہ امانت خدائے تعالیٰ کی یہ تھی کہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امام نہ ہونے دینا یہ بات آسمان وزمین وجبال نے قبول نہ کی پھر وہ امانت انسان پر عرض کی گئی تو عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ان کو امام نہ ہونے دو اور میں تمہاری تائید میں موجود ہوں اس شرط پر کہ مجھے اپنا خلیفہ بنانا انھوں نے قبول کیا چنانچہ ان دونوں نے اس امانت کو اٹھالیا سو وہ یہی بات ہے جو حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا یعنی وہ دونوں ظلوم وجہول ہیں۔ یہ اس کے معارف قرآنیہ تھے جن پر اُس کو اور اُس کے مریدوں کو ناز تھا کہ کل تفاسیر اس قسم کے معارف سے خالی ہیں جیسا کہ مرزا صاحب بھی ازالۃ الاوہام ص (۳۱۳) میں لکھتے ہیں کہ ابتدائے خلقت سے جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام مدت سورۂ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنی چار ہزار سات سو چالیس برس اب بتلاؤ کہ یہ دقایق قرآنیہ اور یہ معارف حقہ کس تفسیر میں لکھے ہیں اس کا یہ بھی قول تھا کہ حق تعالیٰ ایک نور کا پتلا آدمی کی صورت پر ہے جس کے سر پر تاج چمک رہا ہے اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے جاری ہیں اُس کے معتقدین کا حسن ظن اُس کی نسبت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ جب وہ خلافت بنی امیہ میں مارا گیا تو اُنکو یقین تھا کہ وہ دوبارہ پھر زندہ ہو کر آئے گا۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ باوجود ان تمام خرافات کی تصریح کے صرف خدا کو دیکھنے کے باب میں کنایہ سے کیوں کام لیا ہوگا۔ ہمارے مرزا صاحب تو صاف فرماتے ہیں کہ خدا منہ سے پردہ ہٹا کر دیر تک ان سے باتیں کرتا رہتا ہے وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ آخری زمانے کے جدت

پسند مسلمانوں کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ کوئی خدا سے باتیں کرے یا اس کا بیٹا بنے دل لگی کے لئے کوئی نئی بات ہونی چاہئے کل جدید لذیذ۔

منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ ابو منصور جو فرقہ منصوریہ کا بانی ہے اُس کی تعلیم میں یہ بات داخل تھی کہ رسالت کبھی منقطع نہیں ہوسکتی رسول ہمیشہ مبعوث ہوتے رہیں گے قرآن وحدیث میں جو جنت اور نار کا ذکر ہے وہ دو شخصوں کے نام ہیں اور اسی طرح میتۃ دم لحم خنزیر اور میسر حرام نہیں ان چیزوں سے تو ہمارے نفوس کی تقویت ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا (المائدۃ:۹۳) ایسی چیزوں کو خدا کیوں حرام کرنے لگا۔ دراصل یہ چند اشخاص کے نام ہیں جن کی محبت حرام کی گئی ہے۔ کما قال تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ (المائدۃ:۳) اور کل فرائض کو اُس نے ساقط کر کے کہا کہ صلوٰۃ صوم زکوٰۃ اور حج چند شخصوں کے نام تھے جن کی محبت واجب ہے غرض کل تکلیفات شرعیہ کو ساقط کر دیا تھا یہاں تک کہ جس کی عورت کو چاہتے وہ لوگ پکڑ لیے اور کوئی منع نہیں کرسکتا تھا۔

سرسید صاحب کے چند عقائد

اسلام میں رخنہ اندازیاں کرنے والے قرآن کو ضرور مان لیتے ہیں تاکہ مسلمان لوگ سمجھ لیں کہ یہ بھی مسلمان ہیں پھر اس حسن ظن کے بعد آہستہ آہستہ تفاسیر واحادیث کی بیخ کنی شروع کرتے ہیں تاکہ قرآن میں تاویلات کر کے معنی بگاڑنے میں کوئی چیز مانع اور سدراہ نہ ہو۔ دیکھئے اس شخص نے تو آیات موصوفہ کے ماننے میں کچھ بھی تامل کیا مگر اُس ماننے سے نہ ماننا اس کا ہزار درجے اچھا تھا کیونکہ انہی نصوص قطعیہ سے اس نے استدلال کیا کہ نہ عبادت کوئی چیز ہے نہ مسلمان کسی بات کے مکلف ہیں سب کو سرے سے مرفوع القلم بنا دیا۔ حسن ظن والوں کا کیا کہنا مسلمان تو کہلاتے ہیں مگر نبی کی بات جس کو کروڑہا مسلمانوں نے مان لیا۔ اُس کے ماننے

میں اقسام کے حیلے اور ایک ایسے شخص کی بات جس کا مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں اُسکو آمنا وصدقنا کہکر فوراً مان لیتے ہیں۔ مرزا صاحب ہم لوگوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ لکیر کے فقیر ہیں بیشک جو لکیر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کھینچ کر حق و باطل میں فرق کر دیا ہے۔ ہم اسی لکیر پر اڑے ہوئے ہیں ہمارا ایمان اُس سے بڑھنے نہیں دیتا مگر حیرت تو یہ ہے کہ مرزا صاحب بھی ایک لکیر کو پیٹ رہے ہیں جو ابومنصور وغیرہ رہزنان دین نے کھینچ دی تھی کہ حدیث وتفسیر کوئی چیز نہیں ابھی تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ سید احمد خان صاحب نے بھی بڑے شد ومد سے لکھا تھا کہ حدیث وتفسیر قابل اعتبار نہیں۔ البتہ مرزا صاحب نے 'ہر کہ آمد برآن مزید کرد' کے لحاظ سے کچھ دلائل اور بڑھا دیئے ہوں گے۔ مگر لکیر کے فقیر ہونے کے دائرے سے وہ بھی خارج نہیں ہو سکتے۔ غرض کہ اس الزام میں جیسے ہم ویسے مرزا صاحب ہر ایک اپنی اپنی روحانی مناسبت سے مقلد ضرور ہے۔ ابومنصور نے تکالیف شرعیہ کے ساقط کرنے کی جو تدبیر نکالی تھی کہ صوم وصلوٰۃ اور میتہ وخنزیر وغیرہ اشخاص کے نام تھے اُس سے فقط فرقہ منصوریہ ہی منتفع نہیں ہوا بلکہ بعد والوں کو بھی اُس سے بہت کچھ مدد ملی چنانچہ سید احمد خاں صاحب اپنی تفسیر وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ جبرئیل اُس ملکہ اور قوت کا نام ہے جو انبیاء میں ہوتی ہے ملائکہ اور ابلیس وشیاطین آدمی کے اچھی بری قوتوں کے نام ہیں۔

آدم ابوالبشر۔ جن کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے کوئی شخص خاص نہ تھے بلکہ اُس سے مراد بنی نوع انسانی ہے۔

جن۔ کوئی علحدہ مخلوق نہیں بلکہ وحشی لوگوں کا نام ہے۔

نبی۔ دیوانوں کی ایک قسم کا نام ہے جو تنہائی میں اپنے کانوں سے آواز سنتے ہیں اور کسی کو اپنے پاس کھڑا ہوا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔

ہدہد۔ جس کو سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے پاس بھیجا تھا وہ آدمی تھا جس کا نام ہدہد تھا اسی طرح موقع موقع پر بحسب ضرورت الفاظ کے مصداق بدل دیتے ہیں۔ مرزا صاحب نے

جب اقسام کے چندے اپنے معتقدین پر مقرر کئے مثلاً طبع کتب۔خط وکتابت۔ اشاعت علوم۔مناروں کی بنا۔مسجد کی تعمیر وغیرہ اور ماہواراور ایک مشت چندے برابر وصول ہونے لگے۔ دیکھا کہ زکوٰۃ کی رقم مفت جاتی ہے۔فرمایا کہ املاک زیورات وغیرہ میں جن لوگوں پر فرض ہوان کو سمجھنا چاہئے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب یتیم بیکس ہے کوئی نہیں اور زکوٰۃ دینے میں جس قدر تہدید شرع میں وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے۔بس فرض ہے کہ زکوٰۃ کے روپے سے اپنی تصنیفات خرید لئے جائیں اور مفت تقسیم کئے جائیں۔غرض کہ اسلام کا نام یتیم وغریب رکھکر اپنے معتقدین کی ایک رقم معتدبہ پر استحقاق جمادیا اگر مرزاصاحب کا قول صحیح ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ ان کے مرید ہیں تو یہ رقم سالانہ ایک چھوٹے سے ملک کا محاصل ہے مرزاصاحب کو ناموں کی بدولت جس قدر نفع ہوا وہ نہ ابو منصور کو نصیب ہوا نہ سید احمد خان صاحب کو مرزاصاحب کو ابو منصور کی تدبیر نے سب سے زیادہ نفع دیا اسلئے کہ اُن کا مقصود اصلی صرف عیسیٰ موعود بننا ہے جس کے ضمن میں سب منصوبے بن سکتے ہیں اور قرآن وحدیث سے عیسیٰ ابن مریم مسیح روح اللہ کا آنا ثابت ہے جیسا کہ۔ ازالۃ الاوہام ص (۵۵۶) میں لکھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے آخری زمانے میں آنے کی قرآن شریف میں پیشگوئی موجود ہے۔اور نیز ازالۃ الاوہام ص (۵۵۶) میں لکھتے ہیں کہ: مسیح ابن مریم کی پیشگوئی اول درجے کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کرلیا ہے۔اور کتب صحاح میں کوئی پیشنگوئی اس کے ہم پہلو نہیں۔تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔انجیل اُس کی مصدق ہے۔انتہیٰ۔غرض کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آنے پر خوب زور دیا کہ وہ قرآن سے ثابت ہے۔صحیح صحیح حدیثوں سے ثابت ہے انجیل سے ثابت ہے ساری امت نے اُس کو قبول کرلیا ہے۔تواتر اُس کا اس درجے کا ہیکہ اُس سے بڑھکر نہیں ہوسکتا۔مگر چونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نام والا اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا اس لئے انہوں نے ابو منصور کا مجرب نسخہ عمل میں لایا اور جتنے نام آنے والے عیسیٰ علیہ السلام کے احادیث میں وارد

ہیں سب اپنے پر رکھ لئے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں۔آدم۔نوح۔ابراہیم۔موسیٰ۔اورمہدی موعود۔حارث۔حراث۔محدث۔مجدد امام زمان خلیفۃ اللہ وغیرہ۔دس بیس نام داشتہ آید بکار کے لحاظ سے رکھ لئے اور قادیان کا نام دمشق اور علماء کا نام دابۃ الارض اور پادریوں کا نام دجال رکھ دیا اور ایک مقام میں لکھتے ہیں۔دجال سے مراد با اقبال قومیں ہیں۔

الحاصل یہ نام کا کارخانہ کچھ ایسا جمایا کہ ابومنصور بھی زندہ ہوتا تو داد دیتا بلکہ رشک کرتا۔

تقریر۔سابق سے یہ بات ظاہر ہے کہ حمقا کو دام میں پھانسنے کے واسطے سوائے اور تدابیر کے کسی امر کی ترغیب بھی مفید سمجھی جاتی ہے جیسے مغیرہ عجلی اور ابومنصور کو اسم اعظم کے تراشنے کی ضرورت ہوئی جس سے اُن کو بہت کچھ کامیابیاں ہوئیں ،مرزا صاحب نے اسم اعظم کا تو نام نہیں لیا۔مگر استجابت دعا کا ایسا نسخہ تجویز کیا۔کہ اُس سے بھی زیادہ تر قوی الاثر ہے۔اس لئے کہ اسم اعظم کی خاصیتیں محدود ہوں گی اور استجابت دعا کی کوئی حد ہی نہیں جب جی چاہا خدا سے تخلیہ کر کے روبرو سے حکم جاری کرالیا اگر سلطنت چاہیں تو فوراً مل جائے کیونکہ خدا سب کچھ دے سکتا ہے چنانچہ ازالۃ الاوہام ص(۱۱۸) میں تحریر فرماتے ہیں ’’جو اس عاجز کو دیگئی وہ استجابت دعا بھی ہے لیکن یہ قبولیت کی برکتیں صرف ان لوگوں پر اثر ڈالتی ہیں جو غایت درجے کے دوست یا غایت درجہ دشمن ہوں ، جو شخص پورے اخلاص سے رجوع کرتا ہے یعنی ایسے اخلاص سے جس میں کسی قسم کا کھوٹ پوشیدہ نہیں جس کا انجام بدظنی و بداعتقادی نہیں وہ بے شک ان برکتوں کو دیکھ سکتا ہے۔اور اُن سے حصہ پا سکتا ہے۔اور وہ بلا شبہ اس چشمے کو اپنی استعداد کے موافق شناخت کرلے گا ،مگر جو خلوص کے ساتھ نہیں ڈھونڈھے گا وہ اپنے قصور کی وجہ سے محروم رہے گا۔انتہیٰ۔دنیا میں تو ہر شخص کو احتیاجیں لگی ہوئی ہیں ،اور یہی احتیاج آدمی کو کرستان اور بے ایمان بنادیتی ہے۔اس وجہ سے مرزا صاحب نے خیال کیا کہ استجابت دعا کے دام میں پھنسنے والے بہت سے لوگ نکل آئیں گے یہ بھی ان کا ایک عقلی معجزہ ہے اور ابومنصور کے معجزے سے کم

نہیں مگر یاد رہے کہ مرزا صاحب دعا تو کردیں گے لیکن جب قبول نہ ہوگی تو صاف اپنی براءت کر کے فرما دیں گے کہ میں کیا کروں اس میں تمہاری استعداد اور اخلاص کا قصور ہے میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہوں کہ ایسے پورے اخلاص سے آئیں کہ جس کا انجام بدظنی و بداعتقادی نہ ہو، اگر اس وقت تمہارا اخلاص کامل بھی ہے تو انجام اُس کا بدظنی اور بدگمانی معلوم ہوتا ہے پہلے اس سے توبہ کرلو ،اور اخلاص کو خوب مستحکم کرلو اور اس کا ثبوت عملی طور پر دو یعنی پانچ قسم کا چندہ جو کھولا گیا ہے۔

(۱) شاخ تالیف وتصنیف

(۲) شاخ اشاعت اشتہارات

(۳) صادرین وواردین کی مہمانداری

(۴) خط وکتاب

(۵) بیعت کرنے والوں کا سلسلہ۔

جس کا حال رسالہ فتح الاسلام میں لکھا گیا ہے اور اس کے سوا بنائے مدرسہ وخریدی اخبارات وغیرہ میں رقم نقد داخل کرو تو ممکن ہے کہ دعا بھی قبول ہوجائے۔ مرزا صاحب نے جو تحریف کی ہے کہ غایت درجہ کے دشمن کے حق میں بھی بددعا قبول ہوتی ہے بیشک یہ تدبیر عقلا ضروری تھی تاکہ کم ہمت لوگ مخالفت نہ کرسکیں مگر اس پر بالطبع یہ شبہ ہوتا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ابوالوفا صاحب اور بعض اہل اخبار ایک مدت سے مرزا صاحب کے سخت دشمن ہیں باوجود اس کے اُن کی اچھی حالت ہے۔ اس قسم کا شبہ مسٹر اتھم کی پیشگوئی کے وقت بھی ہوا تھا جس کا حال ابھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی کہ پندھرا مہینے میں اتھم حق کی طرف رجوع نہ کرے گا تو مرجائے گا پھر جب مدت منقضی ہوگئی اور وہ صحیح وسالم قادیان موجود ہوگئے اور ہر طرف سے شورش ہوئی کہ پیشگوئی جھوٹی ثابت ہوئی اُس وقت مرزا صاحب نے اس کا جواب دیا تھا کہ اتھم جھوٹ کہتا ہے کہ رجوع الی الحق اُس نے نہیں کی ضرور

اُس نے رجوع الی الحق کی جب ہی تو بچگیا اسی قسم کا جواب یہاں بھی دیدیں گے کہ مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ غایت درجہ کے دشمن نہیں بلکہ دوست اور خیر خواہ ہیں ورنہ اتنی کتابیں کیوں لکھتے اُن کی دانست میں تو ہدایت کرنا ہی مقصود ہے جو مقتضی دوستی کا ہے۔ ہر چند جواب تو ہو جائے گا مگر اس سے یہ ثابت ہوگا کہ نہ مرزا صاحب کا کوئی دشمن ہے نہ کسی کے حق میں بددعا اُن کی قبول ہوسکتی ہے صرف ڈرانے کے لئے وہ الہام بنایا گیا ہے جو عقلی معجزہ ہے یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اس قسم کی ترغیب نہیں دی بلکہ صاف فرمادیا کہ امت کی سفارش کی دعا آخرت پر منحصر رکھی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنهما: **ولم يبق نبی إلا أعطی سؤله و أخرت شفاعتي لأمتي۔ وفی رواية: و اعطيت الشفاعة فاخرتها لأمتي و في رواية: فاختبأت دعوتي شفاعتي لامتي۔ رواه البخاری و مسلم و أحمد و الدارمي وغيرهم۔ كذا فی كنز العمال** (۱۰۹/۶) یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی نے جو مانگا اُن کو دیا گیا اور میرے لئے ایک دعا خاص کی گئی ہے کہ شفاعت امت میں قبول ہے۔ میں نے اُس کو قیامت کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ انتہیٰ۔ اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کا ایمان کسی دنیوی غرض پر مبنی نہ تھا نہ اُن کا یہ خیال تھا کہ ایمان لاکر حضرت سے ترقی دنیوی کی دعائیں کرائیں گے اُن کا مقصود ایمان سے صرف نفع اُخروی تھا جس کے لئے اُس عظیم الشان دعا کو حضرت نے رکھ چھوڑا ہے۔ اہلِ بصیرت مرزا صاحب کی ان کارروائیوں کو گہری نظر سے اگر دیکھیں تو حقیقت حال منکشف ہوسکتی ہے۔

بنان ابن سمعان کا حال

ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ بنان ابن سمعان تمیمی نے دعویٰ کیا تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں جس کے ذریعہ سے زہرہ کو بلالیا کرتا ہوں اس دعویٰ پر حسن ظن کر کے ایک جماعت کثیرہ اُس کی تابع ہوگئی فرقہ بنانیہ اُسی کی طرف منسوب ہے یہ لوگ اُس کی نبوت کے قائل تھے۔

ملل ونحل میں عبدالکریم شہرستانی نے لکھا ہے کہ بنان کا قول ہے کہ علی علیہ السلام میں ایک جزو الٰہی حلول کر کے ان کے جسد کے ساتھ متحد ہوگیا تھا اسی قوت سے انہوں نے باب خیبر اکھاڑا تھا۔ اُس نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا۔ اسلم تسلم و ترتقی من سلم وانک لا تدری حیث یجعل اللہ النبوۃ ترجمہ: تم میری نبوت پر ایمان لاؤ تو سلامت رہو گے اور ترقی کرو گے تم نہیں جانتے کہ خدا کس کو نبی بناتا ہے یہ خط عمر ابن عفیف نے۔ امام علیہ السلام کی خدمت میں لایا آپ نے پڑھ کر اُسے فرمایا کہ اسے نگل جا۔ چنانچہ وہ نگلا اور فوراً مر گیا۔ اس کے بعد بنان کو بھی خالد بن عبداللہ قسری نے قتل کیا۔ دیکھئے اس کی پرزور تقریریں اور اسم اعظم کی طمع نے ایک فرقے کو حسن ظن پر مجبور کر کے تباہ کیا۔ مدعیان نبوت کے کل دعوے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں کہ مجھے اسم اعظم یاد ہے۔ میں زہرہ کو بلالیا کرتا ہوں اور چنیں ہوں چناں ہوں مگر ظہور ایک کا بھی نہیں اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو اسم اعظم سے کسی مردہ کو زندہ کر کے یا زہرہ کو لوگوں کے روبرو بلا کر دکھا دیتا۔ اسی طرح اگر مرزا صاحب کو اجابت دیدی گئی تھی تو دعا کر کے کسی اندھے کو بینا کرتے یا اور کوئی خارق دکھا دیتے مگر یہ کہاں ہوسکتا ہے یہ تو عقلی معجزے یعنی عقلی تدابیر ہیں اگر چل گئیں تو کامیابی ہوئی ورنہ خیر۔ عقلا اُن کے کل الہاموں کو اسی پر قیاس کر سکتے ہیں۔

مقنع کا حال، ابوالخطاب اسدی کا حال

عبدالکریم شہرستانی نے ملل ونحل میں لکھا ہے کہ مقنع نامی ایک شخص تھا چند مافوق العادۃ چیزوں کو دکھلا کر الوہیت کا دعویٰ کیا تھا، جب لوگوں کا حسن ظن اُس کے ساتھ پختہ ہوگیا تو کل فرائض کو ترک کر دینے کا حکم دیا حسن ظن تو ہو ہی چکا تھا سب نے آمنا وصدقنا کہہ کر مان لیا اُس کے گروہ کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ دین فقط امام زماں کی معرفت کا نام ہے۔

مرزا صاحب کی توجہ جو حدیث من لم یعرف امام زمانہ کی طرف مبذول ہوئی غالباً اس کا منشاء اسی فرقے کے اقوال ہوں گے کیوں کہ وہ بھی اپنے نہ ماننے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

ملل ونحل میں عبدالکریم شہرستانیؒ نے لکھا ہے کہ ابوالخطاب اسدی نے اپنے آپ کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے منتسبین میں مشہور کر کے لوگوں کا اعتقاد امام کے ساتھ خوب مستحکم کیا اور یہ بات ذہنوں میں جمائی کہ امام زمان پہلے انبیاء ہوتے ہیں پھر الٰہ ہوجاتے ہیں اور الٰہیت نبوت میں نور ہے اور نبوت امامت میں نور ہے اور تعلیم میں یہ بات بھی داخل تھی کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس زمانہ کے الٰہ ہیں یہ نہ سمجھو کہ جس صورت کو تم دیکھتے ہو وہی جعفر ہیں وہ تو ایک لباس ہے جو اس عالم میں اترنے کے وقت خدا نے پہن لیا ہے۔ حضرت امام کو جب اُس کے خرافات اور کفریات پر اطلاع ہوئی تو اس کو نکال دیا اور اُس پر لعنت کر کے اُن تمام اقوال سے اپنی براءت ظاہر کی مگر اس کو امام سے تعلق ہی کیا تھا اس کو تو ایک فرقہ اپنا نامزد کر کے ان کا مقتدا بننا منظور تھا، امام کی براءت کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا اور اپنی کارروائیوں میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ منصور کے زمانے میں مارا گیا اُسکا قول تھا کہ میرے اصحاب میں ایسے بھی لوگ ہیں کہ جبرئیل ومیکائیل سے افضل ہیں اور قولہ تعالیٰ: **وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ** (النحل:٦٨) سے یہ بات ثابت کرتا تھا کہ ہر مسلمان پر وحی ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے بھی امام زمان ہونے پر پہلے زور دے کر نبوت اور خالقیت تک ترقی کر گئے پھر وحی بھی اپنے لئے اتار لی۔

اُس کے بعد فرقہ خطابیہ کئی فرقوں پر منقسم ہوا ایک معمریہ جنہوں نے ابوالخطاب کے بعد معمر کو امام زمان تسلیم کیا اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کو فنا نہیں اور جنت و دوزخ کوئی چیز نہیں اسی آسایش ومصیبت دنیوی کے وہ نام ہیں جو ہمیشہ دنیا میں ہوا کرتی ہیں اور زنا وغیرہ منہیات اور نماز وغیرہ عبادات کوئی چیز نہیں۔

اور ایک فرقہ ان میں بزیغیہ ہے جنہوں نے ابوالخطاب کے بعد بزیغ کو امام زمان تسلیم کیا تھا اس پورے فرقے کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم اپنے اپنے اموات کو ہر صبح وشام برابر معائنہ کیا کرتے ہیں اسی طرح خطابیہ کی اور بھی شاخیں ہیں۔ انتہیٰ۔ ملخصاً۔ اب دیکھئے ابوالخطاب پر اوائل میں جو

حسن ظن کیا گیا تھا کہ ایک جلیل القدر امام کا معتقد اور منتسب ہے اُس نے اُن لوگوں کو کہاں پہنچا دیا۔ امام رضی اللہ عنہ کو خدا کہنے لگے دوزخ وجنت کا انکار کر دیا تکلیفات شرعیہ اٹھا دی گئیں۔ پھر طرفہ یہ کہ خود امام عمر بھر اُس سے براءت ظاہر کرتے رہے مگر کسی نے نہ مانا۔ فرق باطلہ کی یہی علامت ہے کہ اپنے معتقد علیہ کے کلام کے مقابلہ میں اہل حق کی بلکہ خدا ورسول کی بات بھی نہیں مانتے اور تاویل بلکہ رد کرنے پر مستعد ہو جاتے ہیں۔

مرزا صاحب جو اپنے پر وحی اترنے کے قائل ہیں تعجب نہیں کہ اسی فرقے کے اعتقاد نے انہیں اس پر جرأت دلائی ہو کیوں کہ صحابہ بھی وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ جانتے تھے مگر کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم پر وحی آتی ہے۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ فرقہ بزیغیہ جو ایک کثیر جماعت تھی سب کے سب اپنے مرے ہوئے قرابت داروں کو ہر روز صبح وشام کیونکر دیکھ لیتے تھے قرون ثلثہ میں باوجود خیر القرون ہونے کے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ اب تک کسی فرقے کا ایسا دعویٰ سنا گیا اہل بصیرت پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ہر قوم اپنی ترقی اور اپنے ہم مشربوں کی کثرت چاہتی ہے خصوصاً جو فرقہ نیا نکلتا ہے اس کو تو ترقی کی اشد ضرورت ہے ورنہ ان کی بقا محال ہو جائے اسی وجہ سے ہر فرد اُن میں جس قسم کا مذہبی کام کر سکتا ہے۔ دل سے اُس کی انجام دہی میں ساعی رہتا ہے اور جب اہل رائے اُن میں کے کوئی نافع تدبیر سوچتے ہیں تو ہر شخص کا فرض ہو جاتا ہے کہ اُس پر عمل کرے جیسا کہ مشاہدہ سے ثابت ہے اُن لوگوں نے دیکھا کہ کوئی بات ایسی بنائی جائے کہ لوگوں کو بالطبع اُس کی رغبت ہو۔ اس لئے یہ تدبیر نکالی کہ جو صدق دل سے ہمارے مذہب میں داخل ہو اُس کو یہ بات حاصل ہوگی، پھر سادہ لوحوں نے دیکھا کہ اتنی جماعت کثیرہ پر کیوں کر بدظنی کی جائے اسلئے بہت لوگ اُس میں داخل ہو گئے ہوں گے۔

غور کیجئے کہ جب دوسری تیسری صدی جس میں بہ نسبت چودھویں صدی کے تدین بدرجہا بڑھا ہوا تھا۔ اُس کی ایسے نظائر پیش ہو جائیں تو اس زمانے کی کارروائیوں پر کس قدر بدظنی

کی ضرورت ہے۔اب غور کیا جائے کہ الحکم میں مرزا صاحب کے مریدوں کے خواب خصوصاً امیر علی شاہ صاحب کے خواب جو چھپا کرتے ہیں چنانچہ الحکم نمبر (۱۰۹۷) ۲۳ھ میں لکھا ہے کہ شاہ صاحب موصوف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر روز خواب میں دیکھتے ہیں اور حضرت ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مامور من اللہ مسیح موعود صادق اور خلیفۃ اللہ ہیں، اُن کی تقلید فرض ہے۔ چنانچہ اُن کے الہامات کی کتاب چھپنے والی ہے انتہیٰ ۔کیوں کر قابل وثوق ہوں۔مرزا صاحب کے تو چند ہی مریدوں نے خواب دیکھے ہوں گے۔فرقہ بزیغیہ کے لوگ تو کل کے کل ہر روز صبح وشام اپنے اموات کا معاینہ کرلیا کرتے تھے۔

احمد کیال قائم کا حال

عبدالکریم شہرستانی نے ملل ونحل میں لکھا ہے کہ احمد کیال نام ایک شخص تھا ابتداء میں اہل بیت کی طرف لوگوں کو بلاتا تھا۔اُس کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ میں ہی امام زمان ہوں۔اُس کے بعد ترقی کر کے کہا کہ میں قائم ہوں اور ان الفاظ کی تشریح یوں کی کہ جو شخص اس بات پر قادر ہو کہ عالم آفاق یعنی عالم علوی اور عالم انفس یعنی عالم سفلی کے مناہج بیان کرے اور انفس پر آفاق کی تطبیق کر سکے وہ امام ہے اور قائم وہ شخص ہے جو کل کو اپنی ذات میں ثابت کرے اور ہر ایک کلی کو اپنے معین جزئی شخص میں بیان کر سکے اور یہ بات یادرکھو کہ اس قسم کا مقرر سوائے احمد کیال کے کسی زمانے میں نہیں پایا گیا۔اس کی بہت سی تصانیف عربی، فارسی، زبان میں موجود ہیں۔

ایک تقریر اس کی یہ ہے کہ کل تین عالم ہیں۔اعلیٰ۔ادنیٰ۔انسانی۔عالم اعلیٰ میں پانچ مکان ہیں، مکان الاماکن یعنی عرش محیط جو بالکل خالی ہے نہ اُس میں کوئی موجود رہتا ہے، نہ اُس کی کوئی روحانی تدبیر کرتا ہے۔اس کے نیچے مکان نفس اعلیٰ اور اسکے نیچے مکان نفس ناطقہ اور اسکے نیچے مکان نفس حیوانیہ ہے سب کے نیچے نفس انسانی کا مکان ہے۔نفس انسانی نے چاہا کہ عالم نفس اعلیٰ تک چڑھے۔ چنانچہ حیوانیت اور ناطقیت کو اُس نے قطع بھی کیا۔مگر جب مکان نفس اعلیٰ کے

قریب پہنچا تو تھک کر متحیر ہو گیا اور متعفن ہو کر اس کے اجزاء مستحیل ہو گئے جس سے عالم سفلی میں گر پڑا پھر اسی عفونت اور استحالہ میں ایک مدت تک پڑا رہا اُس کے بعد نفس اعلیٰ نے اپنے انوار کا ایک جز اس پر ڈالا جس سے اس عالم کی تراکیب حادث ہوئیں اور آسمان وزمین ومرکبات معاون نبات حیوان اور انسان پیدا ہوئے اور اُن تراکیب میں کبھی خوشی کبھی غم کبھی سلامتی کبھی محنت واقع ہوئیں۔ یہاں تک کہ قائم ظاہر ہوا جو اس کو کمال تک پہنچادے اور تراکیب منحل ہوجائیں اور متضادات باطل اور روحانی جسمانی پر غالب ہوجائے۔ جانتے ہو وہ قائم کون ہے یہی عاجز احمد کیال ہے۔ دیکھو اسم احمد ان چاروں عالموں کے مطابق ہے الف مقابلہ میں نفس اعلیٰ کے ہے اور حا نفس ناطقہ کے مقابل اور میم نفس حیوانیہ کے مقابل اور دال نفس انسانیہ کے مقابل ہے پھر غور کرو کہ احمد کے چار حرف جیسے عوالم علویہ روحانیہ کے مقابلے میں تھے۔ اسی طرح سفلی جسمانی عالم کے مقابلے میں بھی وہ ہیں الف انسان پر دلالت کرتا ہے اور حا حیوان پر اور میم طائر پر اور دال مچھلیوں پر، اور حق تعالیٰ نے انسان کو احمد کی شکل پر پیدا کیا۔ قد الف دونوں ہاتھ حا اور پیٹ میم اور پاؤں دال کی شکل پر ہیں انبیاء اگرچہ پیشوا ہیں مگر اہل تقلید کے پیشواء ہیں جو مثل اندھوں کے ہیں اور قائم اہل بصیرت اور عقلمندوں کا پیش رو ہے۔ انتہیٰ ملخصاً۔ اس کے سوا اور بہت معارف وحقائق لکھے ہیں جن کا ذکر موجب تطویل ہے۔ اب دیکھئے جدت پسند طبائع خصوصاً ایسی حالتیں کہ ان معارف کے فہم وتصدیق سے اہل بصیرت میں نام لکھا جائے کس قدر اُس کی جانب مائل ہوئے ہوں گے اور کثرت تصانیف اور پُر زور تقریروں نے اُن کو کس درجہ کے حسن ظن پر آمادہ کیا ہوگا کہ مقصود آفرنیش اور تمام انبیاء سے افضل ہونا اس کا مان لیا اگرچہ مرزا صاحب بھی انا ولاغیری کے مقام میں ہیں اس لئے کہ کوئی شخص سوائے اُن کے آدمیت موسویت عیسویت مہدویت محمدیت مجددیت محدثیت امامت خلافت کا جامع کسی زمانہ میں نہیں پایا گیا جیسا کہ احمد کیال کا دعویٰ تھا کہ کل کو اپنی ذات میں ثابت کرنے والا سوائے احمد کیال کے کسی زمانہ میں نہیں

پایا گیا مگر پھر بھی ضرورت کے وقت مثلیت اور ظلیت کی پناہ میں آجاتے ہیں لیکن احمد کیال نے کبھی ہمت نہیں ہاری اگر اُس کے اور حالات سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو بڑا ہی مقرر اور بلند ہمت دکھائی دیگا اُس نے دیکھا کہ امام مہدی عیسیٰ مجدد محدث وغیرہ کا وجود تو دین میں ثابت ہی ہے ان کے مدعی بہت پیدا ہوے اور ہوتے جائیں گے طبیعت آزمائی اگر کرنا ہی ہے تو ایسی انوکھی بات میں کی جائے جس کا جواب نہ ہو چنانچہ ایک بے اصل بنیاد قائم کی ایسی ڈالی کہ کسی نے سنا ہی نہیں پھر اپنی پُرزور تقریروں اور باوقعت تصنیفوں سے آمنا وصدقنا بہتوں سے کہلوا ہی لیا۔

اگرچہ احمد کیال کو معارف دانی کا بڑا دعویٰ تھا مگر جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی معارف کے ایجاد اور اختراع میں کم نہیں۔ مرزا صاحب کی ایک تقریر یہاں لکھی جاتی ہے جس سے موازنہ دونوں کی تقریروں کا ہو جائے گا۔

ازالۃ الاوہام ص (۱۰۵) میں فرماتے ہیں کہ: ہر نبی کے نزول کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ لیکن سب سے بڑی لیلۃ القدر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی اسکا دامن حضرت کے زمانے سے قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور جو کچھ انسانوں کے دلی اور دماغی قویٰ کی جنبش حضرت کے زمانے سے آج تک ہو رہی ہے وہ لیلۃ القدر کی تاثیرات ہیں اور جس زمانے میں حضرت کا نائب کوئی پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں بلکہ اُس زمانے سے کہ وہ نائب رحم مادر میں آوے۔ پوشیدہ طور پر انسانی قویٰ کچھ کچھ جنبش شروع کرتی ہیں اور اختیار ملنے کیوقت تو وہ جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے اور اُس نائب کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے وہ اُس لیلۃ القدر کی ایک شاخ ہے۔ اس لیلۃ القدر کی بڑی شان ہے جیسا کہ اس کے حق میں یہ آیت ہے فیھا یفرق کل امر حکیم یعنی اُس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے ہر ایک حکمت اور معرفت کی باتیں دنیا میں شائع کر دیجائیں گی، اور انواع واقسام کے علوم غریبہ وفنون نادرہ وصناعات عجیبہ صفحہ عالم میں پھیلا دئے جائیں گے۔ اور انسانی قویٰ میں انکی مختلف استعدادوں اور مختلف قسم کے امکان بسطت علم اور عقل میں جو کچھ لیا

قتیں مخفی ہیں سب کو بمنصہ ظہور لایا جائے گا لیکن یہ سب کچھ ان دنوں میں پر زور تحریکوں سے ہوتا رہے گا۔ کہ جب کوئی نائب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں پیدا ہوگا اور لیلۃ القدر میں بھی فرشتے اترتے ہیں جن کے ذریعہ سے دنیا میں نیکی کی طرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ظلالت کی پر ظلمت رات سے شروع کر کے طلوع صبح صداقت تک اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے۔ جس کی بناء ابھی سے ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ انت اشد مناسبۃ بعیسیٰ اور لکھتے ہیں کہ اب فرمایئے کہ یہ معارف حقہ کس تفسیر میں موجود ہیں یہ تقریر کئی ورقوں میں ہے ماحصل اس کا یہ کہ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿۱﴾ سے مرزا صاحب کا نائب رسول ہونا ثابت ہے اور جتنی کلیں امریکہ وغیرہ میں اس زمانے میں نکلی ہیں سب مرزا صاحب کی وجہ سے نکلی ہیں۔

مرزا صاحب کے معارف کسی تفسیر میں نہ ہونے سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ وہ فی الواقع درج تفاسیر ہونے کے قابل بھی تھے۔ احمد کیال کے معارف تو مرزا صاحب کی تصانیف میں بھی نہیں پائے جاتے تو کیا اس سے اُس کی مجذوبانہ زٹر اس قابل سمجھی جائے گی کہ وہ کسی تفسیر میں لکھی جانے کے قابل تھی ہرگز نہیں۔ پھر مرزا صاحب کے معارف کسی تفسیر میں ہونے کی کیا ضرورت۔

فرقہ باطنیہ کا اعتقاد

ملل ونحل میں شہرستانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ فرقۂ باطنیہ کا عقیدہ ہے کہ ہر ظاہر کے لئے باطن اور ہر تنزیل کے لئے تاویل ہے اس لئے وہ ہر آیت کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر اپنی مرضی کے مطابق ایک معنی گھڑ لیتے ہیں۔ اُن کا قول ہے کہ نفس اور عقل اور طبائع کی تحریک سے افلاک متحرک ہوئے اسی طرح ہر زمانہ میں نبی اور وصی کی تحریک سے نفوس اور اشخاص شرائع کے ساتھ متحرک ہوتے رہتے ہیں۔

مرزا صاحب نے اس مضمون کو دوسرا لباس پہنا کر لیلۃ القدر اور نائب رسول کے پیرائے میں ظاہر کیا۔ بات یہ ہے کہ جب کسی چیز کا مادہ اذکیا کے ہاتھ آجاتا ہے تو مختلف صورتیں اُس سے بنا لینا اُن پر دشوار نہیں ہوتا اسی وجہ سے متقدمین کو متاخرین پر فضیلت ہوتی ہے کہ انہوں نے ہر قسم کا مادہ متاخرین کے لئے مہیا کر دیا ہے اور اسی میں لکھا ہے کہ کلمات اور آیات کے اعداد سے باطنیہ بہت کام لیتے تھے۔

مرزا صاحب نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا چنانچہ ازالۃ الاوہام ص (۱۸۶) میں لکھتے ہیں کہ: اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادت اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہ تعالیٰ بعض اسرار اعداد حروف بھی میرے پر ظاہر کر دیتا ہے اور اسی کے ص (۳۱۱) میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ: قرآن شریف کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں۔ اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں اُن کا نام و نشان نہیں پایا جاتا مثلاً جو اس عاجز پر کھلا کہ ابتدائے خلقت آدم سے جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام مدت سورۂ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنی چار ہزار سات سو چالیس اب بتاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ جس میں قرآن کا اعجاز نمایاں ہے کس تفسیر میں لکھے ہیں۔ انتہیٰ۔

باطنیہ اسلام سے خارج ہیں

اہل انصاف غور فرمائیں کہ مرزا صاحب کے معارف جن کی بنیاد اختراعات باطنیہ پر ہے اہل سنت و جماعت کی تفاسیر میں کیوں کر ملیں گے۔ یہاں تو یہ التزام ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ظاہری معنی سے تجاوز نہ ہو۔ چنانچہ مرزا صاحب بھی اپنی ضرورت کے وقت لکھتے ہیں کہ: **النصوص یحمل علی الظواھر کمافی الازالہ** اس قسم کے معارف کا ذخیرہ باطنیہ کی کتابوں میں تلاش کرنا چاہئے چوں کہ اس فرقہ نے جدت پسند طبائع کی تحسین وقدردانی کی وجہ سے اس قدر ترقی کی ہے کہ اُس کے بہت سے نام اور شاخیں ہوگئیں۔ چنانچہ ملل ونحل میں لکھا ہیکہ: باطنیہ کے القاب

بہت ہیں ہر ایک قوم میں اُس کا جدا نام ہے۔ مثلاً عراق میں باطنیہ کو قرامطہ اور مزدکیہ کہتے ہیں۔ اور خراسان میں تعلیمیہ اور ملحدہ۔ اس وجہ سے ان کی تصانیف بھی بہت ہیں تعجب نہیں کہ ذخیرہ احمد کیال کا مرزا غلام احمد صاحب کے ہاتھ آیا ہو جب ہی تو ایسے انوکھے معارف لکھے ہیں کیوں کہ۔ من جد وجد۔ ملل ونحل میں لکھا ہے کہ باطنیہ موقع بموقع پر فلاسفہ کے کلام کے بہت تائید لیا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ فرقہ بہتر (۷۲) فرق اسلامیہ سے خارج سمجھا جاتا ہے انتہیٰ۔

ملل ونحل میں شہرستانی نے لکھا ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی اپنی طرف سے حکم مقرر کئے تو عبداللہ بن وہب راسبی اور عبداللہ بن کوا وغیرہ چند اشخاص نے کمال تقویٰ کی راہ سے کہا کہ حق تعالیٰ تو اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ فرماتا ہے اور تم لوگ آدمیوں کو حکم بناتے ہو اور یہ نکتہ چینیاں شروع کیں کہ علی کرم اللہ وجہہ نے فلاں لڑائی میں لوگوں کو قتل کیا۔ اور ان کا مال بھی غنیمت بنایا اور اُن کے عیال واطفال کو بھی قید کر لیا اور فلاں جنگ میں صرف مال لوٹا اور فلاں جنگ میں غنیمت بھی نہ لی۔ بہر حال وہ اس قابل نہیں کہ اُن کا اتباع کیا جائے۔

دین میں امام کی کوئی ضرورت نہیں۔ عمل کے لئے قرآن وحدیث کافی ہیں۔ اور اگر ایسی ہی ضرورت ہو تو مسلمان کسی اچھے متقی شخص کو دیکھ کر اپنا حاکم بنالیں وہی امام کہلائے گا۔ جس کی تائید مسلمانوں پر واجب ہوگی۔ اور اگر وہ بھی عدل سے عدول کرے اور اُس کی سیرت میں تغیر پیدا ہو تو وہ بھی معزول بلکہ قتل کر دیا جائے الغرض ان کی دینداری و دیانت داری کی باتوں نے دلوں پر ایسا اثر ڈالا کہ کمال حسن ظن سے جوق جوق ان کے ہم خیال ہونے لگے اور سب نے اتفاق کیا کہ عبداللہ بن وہب کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ چوں کہ یہ شخص بڑا ہی عاقل تھا جانتا تھا کہ آخر یہ دولت اپنے ہی گھر آنے والی ہے۔ اظہار تقدس وتدین کی غرض سے انکار کر کے یہ کہا کہ فلاں شخص اس کام کا اہل ہے۔ ہم سب کو چاہئے کہ اس کا اتباع کریں لیکن لوگوں کا حسن ظن تو اسی پر تھا۔ اس انکار سے اور بھی اعتقاد زیادہ ہوا۔ جب خوب خوشامد اور الحاح کر لیا تو نہایت مجبوری ظاہر کر کے سب سے بیعت لی اور اُس فرقہ باغیہ کا سرگروہ بن بیٹھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب اطلاع

ہوئی کہ ان لوگوں کا استدلال آیۂ شریفہ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ پر ہے تو فرمایا کلمة حق ارید به الباطل یعنی بات تو سچی ہے مگر مقصود اُس سے باطل ہے۔ پھر ان کی سرکوبی کے لئے بذات خودنہر وان تشریف لے گئے جہاں وہ لوگ جمع تھے اُس وقت اُن کی بارا ہزار کی جمعیت ہوگئی تھی لکھا ہے کہ سب کے سب ایسے متقی اور نمازی اور روزہ دار تھے کہ اُن کی حالت کو دیکھ کر صحابہ رشک کرتے تھے۔ غرض اُس روز وہ سب مارے گئے۔ جس کی خبر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کو دی تھی لیکن اُن میں سے نو دس آدمی بچ گئے جو متفرق ہو کر عمان۔ کرمان۔ سجستان جزیرہ اور یمن کی طرف بھاگ گئے۔ اس قوم کا تقویٰ تو پہلے ہی سے مشہور ہو چکا تھا کہ وہ کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے اسلئے کہ اُن کے عقائد میں یہ بات داخل تھی کہ جھوٹ وغیرہ کبائر کا مرتکب کافر مخلد فی النار ہے۔ اور بعض تو اُس کے بھی قائل تھے کہ مرتکب صغیرہ بھی مشرک ہے۔ غرض کہ حسن ظن نے پھر از سر نو جوش کیا اور لوگ ان کی حالت ظاہری پر اپنا ایمان فدا کر کے معتقد اور مرید ہونے لگے۔ ہر وقت یہی ذکر کہ علی، عثمان۔ اصحاب صفین اور اصحاب جمل رضی اللہ عنہم چناں وچنیں تھے اُنکی سخن چینیوں سے صحابہ کبار کے مطاعن ہر ایک کے زبان زد ہو گئے۔ اور یہ عادت ہے کہ کوئی متقی شخص کسی بڑے درجے کے بزرگ پر اعتراض اور طعن کرتا ہے تو جاہلوں کے نزدیک اُس طاعن کی وقعت اور زیادہ ہو جاتی ہے اس وجہ سے ان بھاگے ہوؤں پر حسن ظن خوب ہی جما۔ جن سے ترقی اس شجرہ خبیثہ کی یہاں تک ہوئی کہ کئی شاخیں اُس کی نکلیں اور اب تک شاخ و برگ اور ٹہنیاں نکلتی جاتی ہیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں نافع ابن ارزق کیساتھ ایک مجمع کثیر ہو گیا اور تیس ہزار سے زیادہ سوار ہمراہ لے کر وہ بصرہ سے اہواز تک قابض ہو گیا۔ اس فرقہ کا اعتقاد تھا کہ آیت شریفہ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ عبدالرحمن بن ملجم کی شان میں نازل ہوئی اس فرقے نے علاوہ علی کرم اللہ وجہہ کی تکفیر کے حضرت عائشہ اور عثمان وطلحہ وزبیر وعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی بھی تکفیر زیادہ کر دی تھی۔

الحاصل خوارج نے تقویٰ میں موشگافیاں اس قدر کیں کہ ادنیٰ جھوٹ اور اُس پر اصرار بھی

اُن کے نزدیک شرک تھا اور بعضوں کا اعتقاد تھا کہ سورۂ یوسف کلام الٰہی نہیں ہے اس لئے کہ عشق کا قصہ بیان کرنا خدا کی شان سے بعید ہے اب دیکھئے کہ جس فرقہ کا کلاب النار ہونا صراحۃً احادیث میں وارد ہے کما فی کنز العمال عن ابی امامة رضی اللہ عنه قال النبی صلی اللہ علیه وسلم: الخوارج کلاب النار ... کیا کوئی مسلمان اُن کو متقی کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں۔ دراصل جھوٹ کو شرک کہنا بھی ایک دھوکے کی ٹٹی تھی ورنہ ابن ملجم قاتل علی کرام اللہ وجہہ کجا اور آیت شریفہ وَمِنَ النّاسِ مَنْ یَشْرِیْ نَفْسَهٗ کی فضیلت کجا نہ اُن میں کوئی صحابی تھا جس کو اس آیۂ شریفہ کی شان نزول پر اطلاع ہو نہ کوئی روایت میں وارد ہے کہ ابن ملجم اس کا مصداق تھا باوجود اس کے وہ صاف کہتے تھے کہ آیت موصوفہ ابن ملجم کی شان میں اتری ہے کس درجہ کی جھوٹ اور خدا پر بہتان ہے پھر جھوٹ کو شرک قرار دینا دھوکہ دہی نہیں تو کیا ہے جیسے مرزا صاحب جھوٹ کو شرک قرار دیتے ہیں اور خود اس کے مرتکب ہیں۔ اسی پر قیاس ہوسکتا ہے کہ کل کارروائیاں اُن کی اسی قسم کی تھیں۔ یہاں یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب صحابہ کے مجمع میں جعلی تقدس ظاہر کر کے انہوں نے اپنا کام نکال لیا تو تیرا سو برس کے بعد چند اشخاص اتفاق کر کے اپنا کام نکالنا چاہیں تو کیا مشکل ہے۔

دجال کا پانی برسانا عقیدہ شرک ہے

فارس بن یحییٰ کا حال

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص (۲۳۰) میں مسلم شریف کی وہ حدیث جس میں دجال کا پانی برسانا اور مردے کو زندہ کرنا وغیرہ مذکور ہے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ: ایسے پر شرک اعتقادات ان کے دلوں میں جمے ہوئے ہیں کہ ایک کافر حقیر کو الوہیت کا تخت و تاج سپرد کر رکھا ہے اور ایک انسان ضعیف البنیان کو اتنی عظمتوں اور قدرتوں میں خدائے تعالیٰ کے برابر سمجھ لیا ہے۔ انتہیٰ۔ مطلب اس کا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ امام مسلم جن کے تدین پر اجماع امت ہے انہوں

نے یہ حدیث نقل کر کے تمام مسلمانوں کو مشرک بنا دیا جس سے خود صرف مشرک ہی نہ بنے بلکہ مشرک بنانے والے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نعوذ باللہ شرک کا الزام لگانے والے ٹھیرے کیوں کہ اگر اس حدیث کے کوئی دوسرے معنی تھے تو ضرور تھا کہ اُن معنوں کی تصریح کر دیتے تا کہ مسلمان اُس حدیث کو دیکھ کر مشرک نہ بنیں۔ پھر یہ روایت صرف مسلم ہی نہیں بلکہ اور بھی اکابر محدثین نے اسکو نقل کیا ہے۔ غرض کہ یہ محدثین اور اُن کے بعد کے کل مسلمان لوگ تو مرزا صاحب کے نزدیک قطعی مشرک ہیں اور چونکہ باتفاق محدثین مسلم کی اسنادیں کل صحیح ہیں اس لحاظ سے اُس شرک کا سلسلہ بقول مرزا صاحب صدر تک پہنچے گا اس مسلک میں مرزا صاحب کے مقتدا خوارج ہیں جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر اکابر صحابہ کی تکفیر میں کوتاہی نہ کی اور یہ الزام لگایا کہ آدمیوں کو انہوں نے خدا کے برابر کر دیا جو صراحتاً شرک ہے اور طرفہ یہ ہے کہ ازالۃ الاوہام ص (۳۲۹) میں لکھتے ہیں۔ غرض جیسا کہ خدائے تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْ نُ اسی طرح بھی کن فیکون سے بقول ان کے دجال سب کچھ کر دکھائے گا۔ انتہیٰ۔ مطلب یہ کہ کن فیکون اُس کے لئے جائز رکھنا شرک ہے اور خود اس کا رتبہ اپنے لئے تجویز کرتے ہیں کہ مجھے بھی کن فیکون دیا گیا ہے۔

کتاب المختار میں لکھا ہے کہ معتز باللہ کے زمانے میں ایک شخص جس کا نام فارس بن یحییٰ تھا۔ مصر کے علاقہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے عیسیٰ علیہ السلام کا مسلک اختیار کیا تھا اُس کا دعویٰ تھا کہ میں مردوں کو زندہ کر سکتا ہوں۔ اور ابرص اور جذامی اور اندھوں کو شفا دے سکتا ہوں۔ چنانچہ طلسم وغیرہ تدابیر سے ایک مردے کو ظاہراً زندہ بھی کر دکھایا۔ اسی طرح برص وغیرہ میں بھی تدابیر سے کام لیکر بظاہر کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ کتاب المختار میں اُس کے نسخے اور تدابیر بھی لکھی ہیں۔

مثیل مسیح اس کو کہنا چاہئے جیسے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ظاہراً اُن کی نقل بھی پوری کر بتائی۔ چنانچہ اسی وجہ سے بہت لوگ اس کے معتقد ہوئے اور اُس کے لئے ایک عبادت خانہ

بنادیا جواب تک موجود ہے۔ مرزا صاحب ایک زمانے سے مثیل مسیح بلکہ خود مسیح ہیں۔ مگر ایسا بھی کوئی معجزہ نہ دکھایا لیکن اگر غور کیا جائے تو جو کام مرزا صاحب کرر ہے ہیں اُس سے بھی زیادہ نادر ہے کہ باتوں ہی باتوں میں مسیح بن گئے۔

یہ چند واقعات حسن ظن کی خرابی کے جو مذکور ہوئے مشتے نمونہ از خروارے ہیں اگر تواریخ پر نظر ڈالی جائے تو اس کی نظائر بہت مل سکتے ہیں۔ اور یہ تو اجمالی نظر سے بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ بہتر ۷۲ اسلامی فرق باطلہ کا وجود احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ہر فرقے کے جزئی اختلاف اگر دیکھے جائیں تو صدہا کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور ادیان باطلہ کے فرقے تو بے انتہا ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر مسئلہ باطلہ کا موجد ایک ہی ہوتا ہے اگر ان موجدوں پر حسن ظن نہ کیا جاتا تو اتنے فرقے ہی کیوں ہوتے۔ ایک شخص کی بات نقار خانے میں طوطی کی آواز تھی اگر حسن ظن والے ہاں میں ہاں نہ ملاتے تو اسے سنتا ہی کون تھا۔ اگر موجد کو اُس پر بہت (بھوت) اسرار ہوتا تو اپنے ساتھ قبر میں لے جاتا۔ غرض کہ اس حسن ظن ہی نے جھوٹی نبوت اور امامت کو اس قابل بنایا کہ لوگوں کی توجہ اُس طرف ہوئی چنانچہ جہلا جن کو معنوی مناسبت اُن جعلی انبیاء اور اماموں کے ساتھ تھی آمنا وصدقنا کہہ کر اُن کو مقتدا بنالیا حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **كَذٰلِکَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ**۔ اس سے ظاہر ہے کہ اہل باطل کے دل باہم متشابہ ہوتے ہیں۔ مرزا صاحب کی کارروائیاں کو دیکھنے کے بعد کبھی شبہ نہیں رہ سکتا کہ وہ مدعیان نبوت کے قدم بقدم راہ طے کرر ہے ہیں جس کا منشاء وہی تشابہ قلبی ہے جن لوگوں نے جھوٹے دعوے کئے تھے وہ جہلا نہ تھے قرآن وحدیث کو خوب جانتے تھے مناظروں میں مستعد تھے آیات واحادیث وغیرہ سے اپنے بچاؤ کے پہلو نکال لیتے تھے غرض کہ ان کا علم ہی اس تفرقہ اندازی کا باعث ہوا تھا ان کی حالت اُسی گروہ کی ہے جس کی خبر حق تعالیٰ دیتا ہے۔ **وَمَا تَفَرَّقُوْا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآئَهُمُ الْعِلْمُ**۔ یعنی علم آنے کے بعد وہ جدا جدا فرقے ہوگئے۔ مرزا صاحب کے تبحر میں کوئی کلام نہیں مگر یہ ضرور نہیں

کہ علم ہمیشہ سیدھی راہ پر لے چلے۔اسی وجہ سے مدعیان نبوت باوجود علم کے گمراہ ہوئے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔وَ اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلۡمٍ۔یعنی باوجود علم کے اللہ نے اُسے گمراہ کیا۔ان لوگوں کے مخالف مسلک کوئی آیت یا حدیث پیش کی جائے تو مثل یہود کے اُس کی تاویل کر لیتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِہٖ یعنی کلمات کو اصلی معنی سے پھیر دیتے ہیں۔آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا صاحب آیتوں اور حدیثوں میں کیسی کیسی تاویلیں کرتے ہیں جن کو تحریف کہنے میں کوئی تامل نہیں ہوسکتا۔اصل یہ ہے کہ ہوائے نفسانی نے ان لوگوں کو یہود کا مقلد بنادیا تھا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ اصلی معانی کسی آیت کے بیان کئے جائیں تو قہقہے اڑاتے تھے۔ **کما قال تعالیٰ و اذا علم من ایاتنا شیئا اتخذھا ھزوا** یعنی جب جان لیتا ہے ہماری آیتوں میں سے کسی چیز کو تو اُن کی ہنسی بناتا ہے۔

مرزا صاحب نے یہ بھی کیا جیسا کہ عیسیٰ کے زندہ اٹھائے جانے پر استہزا کرتے ہیں کہ آسمانوں پر اُن کے کھانے کا کیا انتظام ہوگا اور مطبخ اور پاخانہ بھی وہاں ہوگا وغیرہ وغیرہ اگرچہ دعویٰ ان لوگوں کو کمال ایمان کا تھا کیوں کہ نبی سے بڑھ کر کس کا ایمان ہوسکتا ہے مگر وہ سب نمایش ہی نمایش تھی ممکن نہیں کہ خدا و رسول پر ایمان لانے کے بعد کوئی امتی خلاف قرآن و حدیث نبوت کا دعویٰ کرلے اس سے ظاہر ہے کہ منشا اس قسم کے دعوؤں کا صرف ہوائے نفسانی ہے۔حق تعالیٰ فرماتا ہے اَفَرَأَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ یعنی کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود ٹھیرالیا اگر مرزا صاحب خدا کو معبود سمجھتے تو جس طرح اُس کے کلام قدیم میں وخاتم النبیین مذکور ہے اُس کی تصدیق کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ ہرگز نہ کرتے طرفہ یہ کہ اس نص قطعی کے مقابلے میں بعضوں نے وہ اشعار پیش کئے جن کا مضمون یہ کہ شیخ اپنے مریدوں میں نبی ہوتا ہے مقام غور ہے کہ مضامین شعریہ جن کی بنیاد مبالغوں اور استعارات پر ہے قطعیات کے مقابلے میں پیش کئے جاتے ہیں شعرا اپنے ممدوح کو مسیح دوران

ارسطوئے زماں بایزید وقت وغیرہ لکھا کرتے ہیں اس سے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ وہ فی الواقع مسیح اور بایزید ہے اسی طرح شیخ کو بھی کسی نے نبی نہیں سمجھا ان لوگوں کی عادت ہے کہ باطل کو حق کے ساتھ ملتبس کردیا کرتے ہیں جس سے حق تعالیٰ منع فرماتا ہے قال تعالیٰ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤٢﴾ (البقرۃ) یعنی حق کو باطل کے ساتھ خلط نہ کرو اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔ اس کے نظائر مرزا صاحب کے اقوال میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے بعض اس کتاب میں بھی لکھے گئے ہیں۔

یہ لوگ قرآن وحدیث کے مقابل اپنے الہام اور وحی پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے اقوال مرزا صاحب کے اس قسم کے نقل کئے گئے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ (الانعام: ۹۳) یعنی اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا۔ جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا دعویٰ کرے کہ میری طرف وحی آتی ہے انتہیٰ۔ مرزا صاحب نے بھی صراحتاً دعویٰ کیا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

یہ لوگ بحسب ضرورت باتیں بنا کر لکھ دیتے ہیں کہ یہ الہام اور وحی ہے جو اللہ نے بھیجی جیسا کہ یہود وغیرہ کیا کرتے تھے جن کی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ﴿٧٩﴾ (البقرۃ) یعنی خرابی ہے ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھیں پر لوگوں سے کہیں کہ یہ خدا کے ہاں سے اتری ہے تاکہ اُس کے ذریعے سے تھوڑے سے دام حاصل کریں پس افسوس ہے کہ اُن پر انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا افسوس ہے اُن پر کہ وہ ایسی کمائی کرتے ہیں انتہیٰ۔ ظاہر ہے کہ مقصود ان لوگوں کا کبھی وحی اور الہام آسمانی پیش کرنے سے یہی ہے کہ لوگ معتقد ہو کر چندہ یک مشت یا ماہواری دیں جیسا کہ مرزا صاحب وحی کو ذریعہ بنا کر اقسام کے چندے وصول کر رہے ہیں۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا (البقرة:٩١) یعنی جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو خدائے تعالیٰ نے اتارا ہے اُس پر ایمان لے آؤ تو جواب دیتے ہیں جو ہم پر اُتارا گیا ہم اُس پر ایمان لاتے ہیں۔ انتہیٰ۔ دیکھ لیجئے حشر اجساد وغیرہ میں نصوص قطعیہ موجود ہیں مگر اپنے الہام اور وحی کے مقابلے میں اُن کو کچھ نہیں سمجھتے ان کی بھی یہی حالت ہے جو اس سے ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث کے مقابلے میں اپنی وحی پیش کرتے تھے ایسے لوگوں کی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٨٦﴾ (البقرة) یعنی تم کیا کلام الٰہی کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے تو جو لوگ تم میں سے ایسا کریں اُن کا یہی بدلہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں اُن کی رسوائی ہو اور قیامت کے دن بڑے سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں یہی ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی سواُن سے نہ عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔ انتہیٰ۔

یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مانتے ہیں اور احادیث پر ہمارا ایمان ہے مگر مقصود اس سے کچھ اور ہی ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ (التوبة:٥٦) یعنی وہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ بھی تم ہی میں کے ہیں یعنی مسلمان حالانکہ وہ تم میں کے نہیں ہیں اس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ اُسی زمرہ کے ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے مرزا صاحب کی قسموں کا حال بھی اوپر معلوم ہوا۔

اس قسم کھانے سے اُن کی یہ غرض ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں جو اُن سے عام ناراضی پھیلتی ہے وہ کم ہو جائے اس قسم کی کارروائیاں پہلے لوگوں نے بھی کی ہیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا

ہے يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ (التوبۃ:٦٢) یعنی تمہارے سامنے وہ خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کرلیں انتہی ۔قسمیں کھا کر ان کا یہ کہنا کہ ہم بھی تمہیں میں کے ہیں یعنی مسلمان فضول ہے اس لئے کہ اگر ان کا ایمان پورے قرآن وحدیث پر ہوتا تو جھگڑا ہی کیا تھا اور نیا فرقہ بننے کی ضرورت ہی کیا تھی حق تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ (البقرۃ:١٣٧) یعنی اگر تمہاری طرح یہ لوگ بھی انہی چیزوں پر ایمان لے آئے ہیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو بس راہ راست پر آگئے ۔اگر قرآن وحدیث پر مرزا صاحب کا ایمان ہوتا تو تمام امت کی مخالفت کیوں کرتے اور سب کو مشرک کیوں بناتے ۔

کبھی یہ لوگ دھمکیاں دیتے ہیں کہ دیکھو ہم انبیاء ہیں ہماری سب باتیں خدا سن لیتا ہے ہمارے معاملے میں دخل نہ دو ورنہ چناں ہوگا اور چنیں ہوگا جیسے مرزا صاحب کی تقریروں میں ہوا ہے ۔اسی قسم کی دھمکیاں اگلے لوگ بھی دیا کرتے تھے مگر حق تعالیٰ فرماتا ہے ان سے ہرگز مت ڈرو کما قال تعالیٰ: اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی وہ شیطان ہے جو مسلمانوں کو ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے سو تم ان سے ہرگز مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو ۔اب مسلمانوں کو چاہئے کہ مرزا صاحب کی دھمکیوں کا کچھ خوف نہ کریں ۔

اور کبھی جھگڑے اور مناظرے کر کے مسلمانوں کو تنگ کرتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے ۔ اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ (غافر) یعنی جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں میں بغیر ایسی سند کے جو اُن کو پہنچی ہو اُن کو بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں اور ایمانداروں کے ہاں اسی طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر ابھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب بلا دلیل کیسے کیسے جھگڑے پیدا کر رہے ہیں ۔

یہ لوگ اقسام کے وسوسے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ کسی طرح آدمی متزلزل ہو جائے جیسا کہ اس آیۂ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے الذی یو سوس فی صد ور الناس من الجنة و الناس مرزا صاحب کے وسوسوں کا کس قدر اثر ہوا کہ جو لوگ قادیانی نہیں ہوئے وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں کلام کرنے لگے جیسے مرزا حیرت صاحب کی تقریروں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں بعض ظاہر میں متزلزل ہو رہے ہیں۔

اگر اُن سے کہا جائے کہ نبوت وغیرہ دعاوی کاذبہ کو چھوڑ دو اس لئے کہ اس سے فساد اور مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے لئے مامور ہیں کہ مسلمانوں کی اصلاح کریں یہی حالت سابق کے لوگوں کی تھی جن کی خبر حق تعالیٰ دیتا ہے وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ ۙ قَالُوۡاۤ اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ ﴿۱۱﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَلٰـكِنۡ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾ (البقرۃ) یعنی جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں فساد نہ پھیلا ؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں سن رکھو وہی ہیں بگاڑنے والے پر نہیں سمجھتے۔ مرزا صاحب سے کتنا ہی کہا جائے کہ حضرت آپ کی عیسویت نے مسلمانوں میں فساد عظیم برپا کر رکھا ہے کہ مناظروں سے نوبت جدال وقتال تک پہنچ گئی ہے وہ کام کیجئے کہ مسلمانوں کی جس سے ترقی ہو اور کل مسلمان اتفاق کر کے مخالفین کے حملوں سے اپنے دین کو بچائیں مگر وہ سمجھتے ہی نہیں اور یہی فرماتے ہیں کہ میں اصلاح کے لئے آیا ہوں کیا مسلمانوں کی اصلاح یہی ہے کہ اُن میں قتال وجدال رہے اور کفار بے فکری سے اُن کی بیخ کنی کریں۔

اگر ان لوگوں کو خوف خدا اور آخرت پر ایمان ہوتا تو کبھی اس قسم کے دعاوی باطلہ نہ کرتے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸﴾ يُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ وَمَا يَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۹﴾ؕ (البقرۃ) یعنی لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے یہ لوگ (اپنے نزدیک) اللہ کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لا چکے ہیں دھوکہ دیتے ہیں۔

معلوم نہیں کہ ان کو خدا پر کیسا ایمان تھا کیا نہ جانتے ہوں گے کہ خدائے تعالیٰ عالم الغیب ہے اورتمام خیالات فاسدہ پر مطلع ہے چنانچہ ارشاد ہے یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ یعنی خدا آنکھوں کی خیانت جانتا ہےاوراُن بھیدوں کوبھی جانتا ہے جوسینوں میں پوشیدہ ہیں۔اورفرماتا ہے کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ (ابراھیم:۴۲) یعنی اورایسا نہ سمجھنا کہ خدا اُن ظالموں کے اعمال سے غافل ہے اور ارشاد ہے وَ نُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِیْ مَتِيْنٌ یعنی ہم ان کومہلت دیتے ہیں اور میرا کید مستحکم ہے۔

مرزا صاحب جس وقت براہین احمدیہ لکھ رہے تھے گومسلمانوں کے پیش نظر یہ ہوگیا تھا کہ وہ ہمہ تن دین کی تائید میں مشغول ہیں مگر خدائے تعالیٰ اُن کے ارادے کوخوب جانتا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں اوراب بھی جوکچھ وہ کررہے ہیں اُس سے بھی غافل نہیں مگرمرزا صاحب اس دھوکے میں پڑے ہیں کہ اگر یہ کام خلاف مرضی الٰہی ہوتا تو اُس سے روک دئے جاتے اوراس قدر مہلت نہ ملتی یہی دھوکا ابن تومرث وغیرہ کو ہوا تھا اس لئے کہ مرزا صاحب سے زیادہ اُن کو مہلت ملی تھی اوراس مدت میں برابر مسلمانوں میں فتنہ وفساد کرتے رہے۔مگرآخرکا طعمہ اجل ہوکر اپنے ٹھکانے کوپہنچ گئے۔

بات یہ ہے کہ جب شیطان کا غلبہ پورے طور سے ہوجاتا ہےتو آدمی خدا کوبھی بھول جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ (المجادلۃ:۱۹) یعنی شیطان ان پرغالب آگیا ہےاوراُس نے اُن کوخدا کی یاد بھلادی۔انتہیٰ خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب کامیابی ہوجاتی ہے اور لوگ بکثرت اُن کے پیرو ہوتے جاتے ہیں توگمراہی اور زیادہ ہوجاتی ہےحق تعالیٰ فرماتا ہے۔واخوانهم یمدونهم فی الغی ثم لا یقصرون یعنی ان کے بھائی ان کوگمراہی میں کھینچے جاتے ہیں اور کمی نہیں کرتے اگر مرزا صاحب کواُن کے ہم خیال لوگ تائید نہ دیتے تو یہاں تک نوبت ہی نہ آتی۔مگر یادرہے کہ یہ تائید باعث زیادتی جرم ہےجس سے سزا میں

بھی سختی ہوگی۔ کما قال تعالیٰ انما نملی لھم لیزدادو اثما ولھم عذاب مھین ہم ان لوگوں کو صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور آخر کار ان کو ذلت کا عذاب ہے۔

تشابہ قلبی یا حسن ظن وغیرہ سے جو لوگ اُن لوگوں کے دباؤ میں آگئے اُن پر یہ بات صادق آتی ہے جو حق تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ (الزخرف) یعنی پھر بے وقوف بنالیا اپنی قوم کو پھر اسی کا کہا مانا ان لوگوں نے بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔

اُن لوگوں کے روبرو ان کے مخالف مدعی کوئی آیت قرآنی پڑھی جائے تو اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ اپنے الہامات اور وحی پر نازاں اور خوش رہتے ہیں انکی وہی حالت ہے جو حق تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (غافر: ۸۳) یعنی جب رسول کھلی نشانیاں اُن کے پاس لے آئے تو وہ اپنے علم ہی پر خوش رہے کتنے ہی آیات واحادیث اس قوم پر پیش کئے جائیں وہ ایک نہیں مانتے۔ اور اپنے ہی علم پر نازا ں ہیں کہ مرزا صاحب کا الہام ہی ٹھیک ہے۔

ف۔ آیات قرآنیہ کا نزول اگرچہ خاص خاص مواقع میں ہوا ہے مگر علماء جانتے ہیں کہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المعنی یعنی جو مواقع خاصہ نزول کے داعی ہوا کرتے تھے یا جن کے باب میں آیتیں نازل ہوئیں قرآن انہیں کے لئے خاص نہیں بلکہ جہاں جہاں منطبق ہوسکتا ہے وہ سب اس میں داخل ہیں اس لحاظ سے مدعیان نبوت وغیرہ بھی ان آیات کے عموم سے خارج نہیں ہوسکتے۔

فتنہ انگیزیوں کے وقت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے

اب یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ ایسے فتنوں کے وقت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے پہلے یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک مخفی راز پر مسلمانوں کو مطلع

کر دیا کہ جو لوگ فتنہ انگیزیاں کرتے ہیں ان کو خدائے تعالیٰ نے اسی واسطے پیدا کیا کہ اس قسم کے کام کیا کریں اور انجام کار رسوا ہوں۔ چنانچہ فرماتا ہے قولہ تعالیٰ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ (الانعام) یعنی اور ایسا ہے ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے فساق پیدا کئے تا کہ اُن میں فتنہ انگیزیاں اور مکر کریں اور جتنی مکاریاں وہ کرتے ہیں۔ اپنے حق میں کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے انتہیٰ۔ اگر یہ آیت شریفہ نازل نہ ہوتی تو اس قسم کے لوگوں کی ترقی سے یہ خدشہ ضرور ہوتا کہ شاید یہ بھی مقبول بارگاہ ہوں جن کا اس قسم کی تائید ہو رہی ہے اس قسم کے لوگوں کی ترقیات سے مسلمانوں کو یہ خیال چاہئے کہ ہماری ابتلا اور آزمایش کے لئے حق تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے اور یہ تائید ان کی حقانیت پر دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قولہ تعالیٰ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۗءِ وَهٰٓؤُلَاۗءِ مِنْ عَطَاۗءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَاۗءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿٢٠﴾ (بنی اسرائیل) یعنی طالب دنیا و طالب آخرت ہر ایک کو ہم مدد دیتے ہیں پروردگار کی بخشش بند نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائی ولادت بابرکت سے آثار نبوت اور ارہاصات شروع تھے اہل عرب عمر بھر حضرت کی صداقت و صدق دیکھا کئے۔ یہود اور نصاریٰ اور کاہنوں کے اخبار سے حضرت کی نبوت کا حال سنا کئے اور وقتاً فوقتاً معجزات کا مشاہدہ کیا کئے۔ باوجود اس کے حضرت کی وفات کے وقت کل ایک لاکھ شخص مسلمان ہوئے اور مسیلمہ کذاب پر دو چار سال ہی میں لاکھ آدمیوں نے ایمان لایا پھر کیا اس فوری ترقی سے مسیلمہ کی نبوت یا حقانیت ثابت ہوسکتی ہے۔ بات یہ ہے کہ باطل کا شیوع بہت جلد ہوجاتا ہے خصوصاً اس آخری زمانے میں جو گویا فتنوں ہی کے واسطے موضوع ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿٢٠﴾ (الشوریٰ) یعنی جو کوئی دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم بقدر مناسبت اس کو دنیا دینگے مگر پھر آخرت میں

اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ الدنیا زور لا یحصل الا بالزور کو اپنا مقتدا بنا کر اقسام کے حیلے اور مکاریاں عمل میں لائے جن سے دنیا کا پورا پورا حصہ حاصل کر لیا مگر افسوس ان پر ہے کہ دوسروں کی دنیا کے واسطے اپنا دین برباد کیا کیوں کہ ہر ایک کے ہم خیال ہونے کے لئے کئی کئی آیتوں اور احادیث کا ان کو انکار کرنا ضرور پڑا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا (الحجرات:۱۵) یعنی اہل ایمان وہی لوگ ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر شک نہیں کرتے۔

مسلمانوں کے دلوں میں منجانب اللہ ایک قسم کی ایسی تسکین ہوتی ہے کہ مخالفین کی باتیں ان کو مشوش نہیں کرتیں۔ کما قال تعالیٰ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ (الفتح:۴) یعنی خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کے دل میں اطمینان اور تسکین اتاری تا کہ پہلے ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ ہو۔

اہل ایمان اس بات کے مامور ہیں کہ اگر جعلی انبیاء وغیرہ ہم مسلمانوں کو بہکا دیں تو بمقتضائے الدین النصیحۃ ان کی خرابیوں پر تنبہ کر دیں اور جو نہ مانیں تو ان پر غم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کے ایمان نہ لانے پر باقتضائے رحمت طبعی بہت غم کھاتے تھے۔ اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ یعنی شاید کہ تم اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کو ہلاک کر لو گے اس پر کہ وہ ایمان نہیں لاتے انتہیٰ۔ اور نیز ارشاد ہے قولہ تعالیٰ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ (المائدہ:۴۱) یعنی اے رسول غم نہ کھاؤ اُن پر جو کفر میں سعی کرتے ہیں وہ جو کہتے ہیں اپنے منہ سے کہ ہم مسلمان ہیں اور ان کے دل مسلمان نہیں انتہیٰ۔ اور مسلمانوں کو ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ؕ یعنی مسلمانوں تم اپنی خبر رکھو جب تم راہ راست پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے اس کا گمراہ ہونا تم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا انتہیٰ۔

اورحدیث شریف میں ہے عن علی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا تکرھوا الفِتْنَۃَ فی اخر الزمان فانھا تبیرا لمنافقین (ابونعیم) کذا فی کنز العمال یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں فتنے کو برانہ سمجھو اس لئے کہ وہ منافقوں کو ہلاک کرے گا مطلب یہ کہ جن لوگوں کے دل میں پہلے ہی سے پورا ایمان نہیں وہ فتنہ پردازوں کی تصدیق فوراً کر لیں گیے اور ہلاک ہوں گے اور سچے مسلمان اپنے کمال ایمانی کی وجہ سے ان کے فتنوں سے محفوظ رہیں گے چونکہ ایسے ایمان والوں کا مسلمانوں میں رہنا کچھ مفید نہیں بلکہ اُن کا علیحدہ ہوجانا ہی بہتر ہے اس لئے تخصیص کر کے آخری زمانہ والے مسلمانوں کو ارشاد ہوا کہ اس زمانہ میں فتنے کو مکروہ نہ سمجھو کیونکہ اس میں ایک بڑی مصلحت یہ ہے کہ خالص مسلمان ممتاز ہوجائیں گے۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ میں مسلمانوں کی بہت شکایت فرماتے ہیں کہ: خدائے تعالیٰ نے ایک لخت ان سے عجز فروتنی اور حسن ظن اور محبت برادرانہ نبھالیا۔(صفحہ ۱۰۶) اور اسی میں لکھتے ہیں نیک ظنی انسان میں ایک فطرتی قوت ہے مثلاً یہ نیک ظنی ہی کی برکت ہے کہ چھوٹے بچے بہ آسانی بولنا اور باتیں کرنا سیکھ لیتے ہیں اور ماں باپ کو ماں باپ کر کے جانتے ہیں اگر بدظنی کرتے تو کچھ بھی نہ سیکھتے اور دل میں کہتے کہ شاید ان سکھانے والوں کی کچھ اپنی غرض ہوگی اور آخر میں اس بدظنی سے گنگے رہ جاتے اور والدین کے والدین ہونے میں بھی شک کرتے فی الحقیقت حسن ظن اصلاح تمدن کیلئے ایک بڑی دولت تھی مگر افسوس ہے کہ اس کو زمانہ کی رفتار اور مکاروں کی خود غرضیوں نے خاک میں ملادیا۔ ہرزمانہ کے بدمعاشوں کی کارروائیاں اور حسن ظن کرنے والوں کی تباہیوں نے مسلمانوں کو عبرت کا سبق پڑھایا جس سے وہ انحرم سوء الظن پر عمل کرنے لگے۔ اور اس کی تو خود مرزا صاحب بھی اجازت دیتے ہیں چنانچہ اسی صفحہ ۱۰۶ میں لکھا ہے نیک ظنی انسان میں فطرتی قوت ہے اور جب تک کوئی وجہ بدگمانی کی پیدا نہ ہو اس قوت کو استعمال میں لانا انسان کا طبعی خاصہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جب کوئی وجہ بدگمانی کی پیدا ہوجائے تو پھر نیک ظنی استعمال میں نہ لانا چاہئے۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب نے مسلمانوں کو بدگمانی کے کیسے کیسے موقع دیئے ہیں۔

جس طرح اور لوگوں نے نبوت مہدویت قائمیت شاہدیت کسفیت اور ولایت وغیرہ کے جھوٹے دعوے کر کے دنیوی وجاہت حاصل کی اور اپنی اغراض پورے کئے مرزا صاحب بھی کر رہے ہیں۔ انہوں نے تو ایک ہی ایک دعویٰ کیا تھا مرزا صاحب ایک دعویٰ پر قانع نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ میں مجدد ہوں۔ محدث ہوں۔ امام زمان ہوں۔ مہدی موعود ہوں۔ عیسیٰ موعود ہوں۔ خلیفۃ اللہ ہوں۔ حارث حراث ہوں۔ نبی ہوں۔ رسول اللہ ہوں۔ خدا کی اولاد کے برابر ہوں۔ تمام انبیاء کا مثیل وہمسر ہوں۔ بلکہ افضل ہوں۔ کن فیکون کا اقتدار رکھتا ہوں۔ مجھ پر سچی وحی آتی ہے۔ خدا اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا کر میرے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ میرے معجزات انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں۔ میری رسالت اور نبوت کا منکر اور میرے قول وفعل پر اعتراض کرنے والا کافر ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان دعوؤں سے اس قدر دنیوی وجاہت حاصل کی کہ اقسام کے چندے کر کے لاکھوں روپئے حاصل کئے اور کر رہے ہیں۔

اب اور سنئے تفسیر وحدیث کی توہین کر کے ان کو ساقط الاعتبار کر دیا۔ قرآن میں اقسام کی تحریفات وتصرفات والحاد کئے۔ انبیاء کے الہامات کو جھوٹے کہے اور انبیائے اولوالعزم جیسے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو ساحر بتایا۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل خاصہ میں جو آیتیں نازل ہوئیں ان کو الہام کے ذریعہ سے اپنے پر چسپاں کر لیا۔ جیسے اِنَّا اَعۡطَیۡنَاکَ الۡکَوۡثَرَ۔ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا۔ لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ وَمَا اَرۡسَلۡنَاکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعَالَمِیۡنَ۔ سُبۡحَانَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی۔ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِؤُوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ۔ اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ۔ لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی۔ کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ۔ اَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعَالَمِیۡنَ۔ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ۔ وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ۔ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ۔ وَجِیۡهًا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَمِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ۔ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ

عَلیٰ الْکُفَّارِ رُحَمَآئُ بَیْنَہُمْ۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ۔ وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ۔ جِئْنَا بِکَ عَلیٰ ھٰؤُلَآئِ شَہِیْدًا۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلیًّ۔ قُلْ یَا اَیُّہَا الْکَافِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ۔ تَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ۔ وغیرہ جو براہین احمدیہ میں مذکور ہیں۔ اور جو آیات واحادیث ان کے مقصود کے مضر ہیں ان پر سخت حملے کئے۔

اہل اسلام اپنے اپنے ایمان کے مدارج کے موافق خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا اب بھی مرزا صاحب کے ساتھ حسن ظن کیا جائے۔

تمّ الجزء الاول.